انوارُ الفرید

المعروف

تاریخِ فریدی

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فریدُالدین مسعود گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ
کے مکمل و مستند حالاتِ زندگی

تالیف:

سیّد مُسلم نظامی دہلوی

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

کے مکمل و مستند حالاتِ زندگی

انوار الفرید

المعروف

تاریخِ فریدی

تالیف: سید مسلم نظامی دہلوی

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ، لاہور

Voice: 042-7248657 Fax: 042-7112954 Mobile: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email : zaviapublishers@yahoo.com

Scanned with CamScanner

زاویہ پبلشرز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2006

باراول ______ ۱۰۰۰

ہدیہ ______ 300 روپے

زیرِ اہتمام

نجابت علی تارڑ

لیگل ایڈوائزر

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ نزد چوک میلاد مصطفیٰ سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

اسلامک بک کارپوریشن بیسمنٹ دی بنک آف پنجاب راولپنڈی 0300-5829668

مکتبۃ المدینہ، فیصل آباد/راولپنڈی/ملتان/حیدرآباد/کراچی 021-2203311

مکتبۃ المجاہد دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف 048-6691763

حنفیہ پاک پبلی کیشنز نزد بسم اللہ مسجد کھارادار کراچی

مکتبۃ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

منہاج القرآن اسلامک سیل سنٹر ضیاء مارکیٹ سرگودھا 0483-721630

مکتبہ ضیاء العلوم مین صدر بازار راولپنڈی 051-5585695

عطار اسلامی کتب خانہ بازار کلاں نزد دروازہ سیالکوٹ 0345-6747131

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	الاهتداء	14
2	ہدیۂ عقیدت دَر بارگاہِ حضرت بابا صاحب	15
3	تعارف	16
4	حمد وصلوٰۃ	18
5	چند ضروری گذارشات	19
6	چشت	26
7	چشتیہ سلسلہ کی وجہ تسمیہ	26
8	سب سے پہلا چشتی	28
9	حضرت بابا صاحب کا شجرۂ طریقت	30
10	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نسبی سلسلہ اور بعض تذکرہ نویسوں کا اختلاف	31
11	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب	35
12	فرخ شاہ	35
13	قاضی شعیب کی آمد	37
14	کھتوال کی قضاۃ	39

Scanned with CamScanner

15	باباصاحب کے والد قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ	40
16	باباصاحب کی والدہ ماجدہ بی بی قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا	42
17	عجائب روزگار	43
18	پیدائش اور ابتدائی تعلیم	46
19	قطب عالم سے باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی ملاقات	49
20	شیخ کے قدموں میں	53
21	قُطب عالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	54
22	بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	55
23	شہبازِ طریقت	57
24	دہلی کے شیخ الاسلام کا حضرت قطبِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حسد	58
25	مقام ما مقام شناست	63
26	ریاضت ومجاہدہ	65
27	طے کا روزہ	66
28	چلّہ معکوس	68
29	فرید کہے، سو ہوئے	72
30	نماز معکوس کے متعلق چند باتیں	73
31	بخشش شیخین	82
32	حضرت مولانا نور ترک رحمۃ اللہ علیہ	86
33	حضور ابُو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ	88
34	حضرت جمال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ	91

35	حضرت باباصاحب کی جانشینی	95
36	اجودھن یا پاکپتن شریف	98
37	حضرت سیّدنا عبدالعزیز علمبردار مکی رحمۃ اللہ علیہ	103
38	باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ سردارِ سلسلہ کی حیثیت سے	109
39	وجہ تسمیہ لقب گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	121
40	جماعت خانہ فریدیہ	125
41	سیّد محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ	134
42	حضرت مولانا علی بہاری اور حضرت باباصاحب رحمہما اللہ	137
43	حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ احمد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ	139
44	مولانا داؤد پالہی (اودھی) رحمۃ اللہ علیہ	141
45	حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علی مکی رحمۃ اللہ علیہ	143
46	حضرت بی بی فاطمہ سام رحمۃ اللہ علیہا	148
47	حضرت بی بی رانی رحمۃ اللہ علیہا	153
48	خلفائے حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ	156
49	حضرت مولانا جمال الدین احمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ	159
50	حضرت مولانا سیّد بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ	170
51	حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ	176
52	حضرت مولانا فخرالدین صفاہانی رحمۃ اللہ علیہ	184
53	حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ	186
54	حضرت مولانا عارف رحمۃ اللہ علیہ	194

Scanned with CamScanner

55	حضرت مولانا حمید رحمۃ اللہ علیہ	197
56	سیّد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ	200
57	نفوسِ مُتبرکہ	211
58	حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم و فضل	216
59	کرامت	226
60	تعلیماتِ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ	229
61	مفلسی کا علاج	229
62	حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سفارشی خط سلطان بلبن کے نام	231
63	مال جمع کرنا فقراء کا شیوہ نہیں ہے	235
64	سرکاری ملازموں کیلئے حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت	238
65	جادو کے اثر سے حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیمار ہو جانا	239
66	گناہ سے بچنے پر شکر ادا کرنا چاہیے	242
67	حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی شہر	244
68	گشندہ گشندہ باشد	245
69	قاضی کی بیہودگی	246
70	حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف فتوٰی	247
71	باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ پر قاتلانہ حملہ	249
72	قاضی ابواحض کا خاتمہ	250
73	خُدا کیلئے جینا اور خدا کیلئے مرنا	252
74	میرک گرامی کا واقعہ	253

75	دُنیا کس چیز کا نام ہے	254
76	رعونتِ علم	256
77	حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مخالف	258
78	شمس دبیر شاعر کا حال	258
79	خواجہ وحید الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت	260
80	سچے اور جھوٹے کا فرق	262
81	خانقاہ	263
82	حضرت شیخ بدرالدین غزنوی کا خط باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام	265
83	حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب	265
84	سلطان التارکین کا خط حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام	266
85	الہام	271
86	نعمت حاصل کرنے کا طریقہ	272
87	عالم ہی میں خواص ہوتے ہیں	273
88	گمشدہ بیوی کے مِل جانے کا حال	275
89	میر شکار کا واقعہ	277
90	ایک فراش کی نعمت پانے کا واقعہ	281
91	صحبت اُمراء و سلاطین	283
92	سانپ کے کاٹے کا علاج	287
93	اسلام کا چھٹا رُکن (روٹی)	288
94	حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معراج	291

Scanned with CamScanner

95	دشمنوں کو راضی کرو	294
96	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا	296
97	ایک بزرگ کا واقعہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی	297
98	زکوٰۃ کی قسمیں	298
99	سونا بنانے کا طریقہ	300
100	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لباس	300
101	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوراک	304
102	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری اور انتقال	311
103	تجہیز و تکفین	318
104	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اولیاء اللہ کے فرمودات	323
105	خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی	324
106	شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ عالیہ	325
107	حضرت سیف الدین باخرزی کا ارشادِ عالی	326
108	حضرت خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی	327
109	حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ مبارک	327
110	قطبِ عالم حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک	328
111	حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک	328
112	حضرت شیخ عبدالواحد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک	329
113	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک	329
114	حضرت مولانا غوثی شطاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک	330

115	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک	330
116	مولانا جمال سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک	330
117	حضرت مولانا غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک	331
118	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بزرگ	332
119	حضرت شیخ سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ	334
120	حضرت شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ	335
121	حضرت ابوالغیث جمیل یمنی رحمۃ اللہ علیہ	338
122	شیخ الاسلام حضرت غوث بہاؤالحق زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ	340
123	عبداللہ رومی قوال کا واقعہ	346
124	شیخ الاسلام	348
125	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی متفرق عادات و اطوار	349
126	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ازواج و اولاد	351
127	حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ گنج علم	367
128	حضرت مولانا شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ	373
129	حضرت شیخ علاؤالدین موج دریا	376
130	حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ (ابنِ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ)	385
131	استغراقِ حق	386
132	فرزندِ جانی	386
133	کشتی کا سفر اور عطائے نعمت	388
134	حضرت مولانا شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ	391

Scanned with CamScanner

135	ملامتیہ	391
136	آہن پوش قلندر	393
137	حضرت شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ	393
138	حضرت بی بی مستورہ رحمۃ اللہ علیہا	396
139	شیخ کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ	398
140	حضرت بی بی شریفہ رحمۃ اللہ علیہا	398
141	حضرت بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا	399
142	سماع	402
143	سماع کے متعلق آخری بات	410
144	خرقہ شیخ کی قسم	410
145	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودہ چند اوراد و وظائف	411
146	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعدہ	413
147	پھوڑے کا تعویذ	415
148	صحت اعراب	416
149	اصل چیز صحیح عقیدہ ہے	417
150	دعائے خاص	419
151	قابلِ طلب تین چیزیں	420
152	اہم وقت	420
153	ہر بیماری کیلئے دعا	421
154	قضائے حاجات کا مجرب وظیفہ	421

155	حرز یمانی	421
156	دعائے فریدی	422
157	دعائے سالک	423
158	دعائے مقبول	424
159	نمازِ اشراق و چاشت و اوابین	425
160	خوشحالی کا وظیفہ	426
161	سورۃ نبا پڑھنے کا حکم	426
162	قرآن شریف حفظ ہو جانے کا وظیفہ	427
163	دروازہ عشق کی کنجی	427
164	قبولیت دعا کا طریقہ	427
165	کشائش رزق کا وظیفہ	428
166	شب برأت کے نفل	428
167	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اقوالِ مبارک	429
168	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار	433
169	دوہرہ	442
170	اُردو زبان اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ	442
171	سلسلۂ چشتیہ بدریہ	446
172	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عربی عبارت کا نمونہ (معہ ترجمہ)	447
173	حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند اسمائے گرامی	453
174	بہشتی دروازہ	458

Scanned with CamScanner

الاهتداء

فقیراس کتاب ''**انوار الفرید**'' کو

حضور شیخ شیوخ العالم سیدنا و مولانا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ عالیہ میں

بوساطت گرامی قدر دیوان

شیخ غلام قطب الدین صاحب چشتی مدظلہٗ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ کی نذر کرتا ہے

؎ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

امیدوار کرم

سید مسلم نظامی دہلوی عفی عنہ

ہدیۂ عقیدت در بارگاہِ حضرت بابا صاحب

کافرِ صد سالہ را مومن کند در یک نظر
آں فریدُ الحق والدین خواجۂ گنجِ شکر

موجِ دریائے وفا کانِ نمک گنج شکر
اِنّہٗ رمزِ غریب اِنّہٗ شیءٌ عُجاب

آسمانِ فقر را خود آفتاب آمد فرید
قرصِ جوییں بر شکم بربست قرصِ آفتاب

گرامؔی

اِسی در پر ہمیشہ بارشِ ابرِ کرم دیکھی
ہزاروں کامل و اکمل ہوئے اس آستانے سے

سید مسلم نظامؔی

تعارف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

از ادیب شہیر جناب سید امیر الدین صاحب قدوائی، ایڈووکیٹ
سپریم کورٹ و صدر سنٹرل اکیڈمی آف اسلام، لاہور

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت شریفہ پر یہ پہلی مکمل کتاب ہے جو مرشد فرید العصر حضرت قبلہ میاں علی محمد خان صاحب مدظلہٗ کے فیض سے اُردو زبان کے نادر ادیب اور اپنے زمانہ کے معروف پیر شمس العلماء مصور فطرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز قریب و شاگرد لبیب جناب سید مسلم نظامی صاحب نے مرتب فرما کر ایک محسوس کمی کو اپنی مخلصانہ سعی و ریسرچ (Research) سے پورا کیا ہے۔ اس وقت تک ایسی کوئی کتاب کسی زبان میں موجود نہ تھی جس میں یہ تمام معتبر واقعات یکجا ہوں جو مصنف کی قابل قدر سعی و کاوش سے اس میں جمع ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب اس دور کی تصانیف میں ایک معیاری مقام رکھتی ہے۔

مسلم نظامی حضرت مولانا سید بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ اور داماد تھے اور مولانا موصوف کی اولاد کی شادیاں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ کی اولاد سے ہوئیں تھیں۔ اس لیے یہ نبیرۂ حضرت گنج شکر بھی ہیں اور خواہر زادہ حضرت محبوب الٰہی بھی۔

حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد اور مسلم نظامی کے دادا حقیقی بھائی تھے۔ جس زمانہ میں خواجہ صاحب نے اپنی آنکھوں کا آپریشن کرایا تھا تو مسلم نظامی

صاحب اُن کے پیشِ دست کی حیثیت سے صاحب تحریر اور شریک خدمت رہے۔

خود حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم نظامی کی کتاب ”تذکرہ سید بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ“ پر رائے لکھی تھی اور ان کے طرز تحریر کی تعریف کی تھی جو آج بھی موردِ حقیقت ہے۔ آج کل حضرت میاں صاحب مدظلہٗ مسلم نظامی کو ان کی روحانی تکمیل و تربیت کے لیے سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور خاص لطف و کرم فرماتے ہیں۔

جب میرے جی میں یہ آیا کہ مسلم نظامی صاحب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری لکھیں تو وہ اس کام کو شروع کر چکے تھے۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ یہ کتاب جلد طبع ہو کر مخلصین و شائقین اور قارئین کے ہاتھوں میں آجائے گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس کا ہر ایڈیشن پہلے سے بہتر نکلتا رہے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چشمۂ فیض یوں جاری رہے۔ آمین۔

دُعا گو

سید امیر الدین قدوائی

حمد وصلوٰۃ

از شمس الفقراء بدر الفضلاء امیر شریعت وطریقت جامع المنقول والمعقول
حضرت میاں علی محمد خان صاحب چشتی نظامی فخری دامت برکاتہم العالیہ

دانستن ذات او نہ حد بشر است ‍ ‍ زادراک صفات خود خبر بے خبر است
ازعین و اثر نکتہا چہ مے دانی ‍ ‍ آں عین کہ عین می شناسی اثر است

(گرامی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَللّٰهُمَّ! اے خالق کائنات اور اے مالک موجودات! بس تو ہی ہے اور تو نے ہی اپنی رحمت امتنانیہ کے ساتھ نفوس وعقول اور ارکان واصول کو پیدا کیا اور تیری ہی فیضان سے شکلوں اور صورتوں کا ظہور ہوا۔ تیرا فضل وکرم عام ہے تو ہی ہر شئے پر محیط ہے۔

اے کہ تو وہ ذات ہے کہ تیرے ادراک جلال سے ملائکہ مقربین عاجز اور انسان کامل قاصر ہیں اور نبی مرسل تیری ذات کی کمال معرفت سے "اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ" کہہ کر اپنی مجبوری اور معذوری کا اظہار فرماتے ہیں۔ سب محامد اور کل تعریفیں تیرے لیے ثابت وقائم ہیں۔

اے رب العلمین! جود وبخشش تیرا خاصہ ہے اور تیری رحمت بلا معاوضہ ہر شئے پر جاری وساری ہے۔

جہاں را بلندی وپستی توئی ‍ ‍ ندانم چہ ای ہر چہ ہستی توئی

الٰہی! تو اپنے مظہر کامل اور تعین اول حضرت سیدنا ومولانا احمد مجتبیٰ حضرت جناب

محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمت تامہ نازل فرما اور ان کے وسیلے سے ان کی آل اطہار اور اصحاب اخیار اور اہل محبت پر۔ آمین

زلاف حمد ونعت اولئے است بر خاک ادب خفتن
سجودے می تواں درودے مے تواں گفتن

چند ضروری گذارشات

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

الحمد للہ! حضرت شیخ الشیوخ العالم بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری انوارالفرید کے نام سے مکمل ہوگئی ہے۔ اس کو میں نے وصل وقربت حق کا ذریعہ بنانے کے لیے لکھا ہے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کا وجود رحمت ونعمت ہے اور ان کا ذکر نزول رحمت کا سبب اور وصل وقربت حق کا ذریعہ ہے اس لیے کہ ہر محبوب کو اپنے مُحبّ کا ذکر اور ہر محبّ کو اپنے محبوب کا وصف اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔[1]

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "ایک گروہ ہے وصال شدہ لوگوں کا جن کے ذکر سے قلب زندہ ہو جاتے ہیں اور ایک گروہ ہے زندوں کا، جن کی دید سے دل مردہ ہو جائے ہیں"۔[2]

اسی اول الذکر گروہ کے ایک فرد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے حالاتِ زندگی ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ تا کہ طالبانِ حق کے قلوب اس سے زندگی حاصل کریں۔ خود حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دوسرے پیغمبروں کے حالات بیان کیے ہیں اور ارشاد فرمایا ہے:

1- قول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی در اخبار الاخیار صفحہ۲۱۷

2- طبقات الصوفیہ صفحہ ۴۰ از حضرت عبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی

Scanned with CamScanner

"اے رسول (ﷺ) گذشتہ پیغمبروں کے واقعات سُننے سے تمہارے دل کوراحت وآرام حاصل ہوگا اور وہ مضبوط ہو جائے گا"۔

یہ سائنس کی ترقی کا زمانہ ہے۔ امریکہ اور روس کی ملحدانہ تعلیم نے لوگوں کو یقین و ایمان سے ہٹا کر شک وگمان کے خلجان میں مبتلا کر دیا ہے جس کا نتیجہ بے دینی اور بددینی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اس پر طُرہ یہ کہ مذہبی طبقہ کے فروعی اختلافات نے تشدد کی صورت اختیار کر لی جس سے موجودہ نسل پر بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے اور وہ مذہب سے بالکل متنفر ہوتی جا رہی ہے تو ان حالات میں بقول حضرت امام یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ہر روز خاصانِ حق کے تذکرے کے چند اوراق پڑھ لینے سے غفلت و گمراہی دور ہو کر سلامتی ایمان و یقین ہاتھ آتی ہے اور جن دِلوں سے دُنیا کی محبت نے آخرت کی یاد کو محو کر دیا ہے۔ وہ ہوشیار ہو کر توشۂ عقبٰی تیار کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

پاکستان میں چشتیہ سلسلہ کا سب سے بڑا آستانہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہاں آنے والے ہر شخص کو آپ کے معتبر حالات پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ جو کتابیں بازار میں مل رہی ہیں۔ ان میں رطب ویابس ہر قسم کی روایات درج کی گئی ہیں۔ اگرچہ میں خطا سے خالی ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا۔ مگر حتیٰ المقدور میں نے اس کتاب میں وہ حالات وواقعات درج کیے ہیں جو روایت در روایت کے اصول کے مطابق صحیح و درست ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

درویشی: حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ سلسلے کے ان پانچ عظیم انسانوں میں سے ایک ہیں جو عرف عام میں چشتی پنجتن کہلاتے ہیں۔ آپ کے وجود مبارک سے فقر عام ہوا۔

مودود رحمۃ اللہ علیہ والا ڈلا پیر چشتی شکر گنج مسعود بھرپور ہے جی
بائیاں قطباں دے وچ ہے پیر کامل جس دی عاجزی زہد منظور ہے جی

زہد الانبیاء نام دھرا یُوسُو آپ صابری وچ صبور ہے جی
وارث شاہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ اُتے رحم رب وافضل وفور ہے جی

فقیری درویشی اور تصوف تقریباً ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دل کا علم فرمایا ہے۔ فقیر سے مراد در در مانگنے والا (بھکاری) نہیں بلکہ وہ نفسِ قدسی ہے جس کی طبیعت ماسوا اللہ سے خالی ہو۔ یعنی وہ کائنات کی ہر شئے کو نظر انداز کر کے مالک کائنات کو اور ہر نعمت سے دستکش ہو کر معطی کو چاہتا ہو۔ یہ صدیقوں کا راستہ ہے۔ کم ہمت، ریاکار اور بے اصول لوگ اس میدان میں نہیں ٹھہر سکتے۔ یہ ان کا طریقہ ہے جو ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کرتے رہتے ہیں۔ کہ "الٰہی تو اپنی محبت میری جان میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب بنا دے"۔ (ترمذی)

مسلمانوں کا سوادِ اعظم اہل سنت جماعت عقیدہ رکھتا ہے اور اس کے تین گروہ ہیں۔

(1) محدثین۔ (2) فقہا۔ (3) صوفیا۔

1- محدثین کا اصول یہ ہے کہ اگر ان کو کسی معاملہ میں آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث بھی مل جائے (خبر، احاد) تو اس پر عمل کرنا ان کے لیے ضروری ہے۔

2- فقہاء کا اصول یہ ہے کہ وہ خبر واحاد پر نہیں بلکہ اجماع اور قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ اسی سبب سے فقہاء کو محدثین اہل الرائے کہتے ہیں اور محدثین کو فقہاء اہل ظواہر۔

3- صوفیاء[1] کا اصول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور محتاط طریقہ

1- کتاب الہند صفحہ ۱۶ پر البیرونی نے لکھا ہے کہ صوفی کے معنی فلاسفہ کے ہیں۔ کیونکہ یونانی زبان میں فیلسوف کو فیلاسوفا یعنی فلاسفہ کا دلدادہ کہتے ہیں اسلام میں ایک جماعت تھی جو ان کے مسلک کے قریب قریب تھی۔ اسی بنا پر اس جماعت کا نام صوفی پڑ گیا۔ کتاب اللمع صفحہ ۲۱ پر حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صوفیاء اپنے ظاہری لباس کی وجہ سے صوفی کہلائے۔ یہ اس لیے کہ بھیڑوں کی اون کے کپڑے پہننا انبیاء، اصفیاء اور اولیاء کا خاص نشان ہے۔ اسی لیے ایران میں صوفی کو پشمینہ پوش کہتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اختیار کرتے ہیں اور التفات ماسوااللہ کو ترک کر دیتے ہیں۔ وہ منافقت اور الفاظ کے ظاہری ہیر پھیر سے بیزار، ظاہراً و باطناً انتہائی خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں کوشاں رہتے ہیں۔

جس طرح فقہاء اور محدثین نے اپنے مذہب و مسلک کی بنیاد قرآن و سُنّت پر رکھی ہے۔ اسی طرح صوفیا کا مشرب وطریقہ بھی احکام الٰہی اور سنت رسول ﷺ سے مستنبط ہے۔ علامہ ابن جوزی کا قول ہے کہ قدماء صوفیاء قرآن وحدیث فقہ اور تفسیر کے امام تھے۔ (تلبیس ابلیس صفحہ ۳۴۵)

اس ثبوت میں حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اللمع اور حضرت ابوبکر کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''التعرف لمذہب اہلِ تصوف''، حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب، حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی عوارف المعارف، امام قُشیری رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ قشیریہ، حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات فوائد الفواد پیش کر دینے کافی ہیں''۔

محدثین اور فقہاء کی طرح صوفیا نے جو اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ ضِد، غصہ اور تعصب کو چھوڑ کر کھلے دل سے اس گروہ کے حالات پڑھیے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حقیقتاً اسلامی خدمات میں صوفیا کا حصہ دوسروں سے زیادہ ہے۔ دُنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں مجاہدین اسلام کی فتوحات سے پہلے صوفیا نے اسلام پھیلایا ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

تاریخ کے صفحات اس بات کے شاہد ہیں کہ جب حکمران طبقہ اپنے اقتدار و وجاہت کے نشہ وغرور میں احکام الٰہی سے بے پرواہ ہوا اور درباری علماء کی ایک جماعت نے اُن کے غلط اعمال پر شریعت کی مہر تصدیق ثبت کر دی تو یہ گوشہ نشین اپنے حجروں سے باہر آ گئے اور اپنی جانوں سے بے پرواہ ہو کر جابر وظالم حکمرانوں کو ٹوکا اور ان کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کیا اور بالآخر انھیں مجبور کر دیا کہ وہ احکام الٰہی کی تعمیل کریں۔

اس گروہ کا طریقہ ہدایت ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ عوام میں رہ کر ان کی نیکی کی طاقتوں کو اُبھارا جائے کیونکہ برائی کی برائی کرنے سے اتنے اچھے نتائج ظاہر نہیں ہوتے جو نیکی کی طاقت کو اُبھارنے سے ہوتے ہیں۔ اسی لیے یہ گروہ باطنی اصلاح وتربیت، تزکیہ نفس اور عبادات پر زور دیتا آیا ہے۔ جس کے نتائج خاطر خواہ برآمد ہوتے ہیں۔ لٰہذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کا جو سرمایہ موجود ہے وہ انہی نفوس قدسیہ کا فیضان ہے۔

وہ مالک کے وفادار غلام کی طرح اپنے آقا کی ملکیت سے ہمدردانہ تعلق رکھتے ہیں اور عوام الناس کی خدمت پورے خلوص اور دلداری کے ساتھ کرتے رہتے ہیں اور رات دن معاشرے کی اصلاح میں لگے رہتے ہیں ان کی عوام الناس سے محبت اور ہمدردی کے ہزاروں واقعات موجود ہیں۔ ایک سُن لیجئے۔ یہ واقعہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور خلیفہ اعظم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ محبوب الٰہی کا ہے۔ آپ تمام عمر جَو کی روٹی سے روزہ افطار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ پچانوے سال کی عمر میں بھی اس عمل میں فرق نہ آیا۔ آپ چوبیس گھنٹے میں جَو کی روٹی کے چند لقمے تناول فرماتے اور مہمانوں، مسافروں اور محتاجوں درویشوں کو ہمہ قسم کی نعمتیں کھلاتے۔ آپ کے لنگر خانہ میں میٹھے سلونے کھانے ہر شخص کو دیے جاتے تھے اور لنگر اتنا وسیع تھا کہ ستر سیر نمک اور ستر اونٹ لہسن پیاز کے روزانہ صرف ہوتے تھے۔ ایک دن آپ کے خادم حضرت خواجہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: مخدوم کی غذا اب صرف چند لقمے رہ گئی ہے۔ ضعیفی کا عالم ہے سحری آپ نہیں کھاتے افطار میں تو کچھ تناول فرمالیا کیجئے۔ یہ سُن کر آپ پر بے اختیار گریہ طاری ہو گیا اور فرمایا عبدالرحیم! مساجد کے گوشوں میں، دوکانوں کے تخت پوشوں پر کتنے بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر موجود ہیں۔ کیا ایسا شخص انسان کہلانے کا مستحق ہے جو ان بھوکوں اور پیاسوں کو دیکھے اور پیٹ بھر کر کھانا بھی کھائے۔

اور یہ ہمدردی خالی زبانی کلامی نہیں تھی ان بھوکے پیٹوں کو بھرنے اور پیاسوں کو

Scanned with CamScanner

پانی پلانے اور ننگوں کو کپڑا دینے میں آپ کا یہ حال تھا کہ روزانہ لنگر خانہ سے ہزاروں مسافروں محتاجوں، یتیموں، غریبوں اور فقیروں کو کھانا ملتا تھا۔ کئی سو علماء کے وظیفے مقرر تھے۔ ہزاروں طلباء کی تعلیم اور خوراک کی کفالت آپ کے ذمہ تھی۔ آپ کا قول ہے کہ ''قیامت کے بازار میں کوئی سامان اتنا قیمتی اور مروج نہ ہوگا جتنا دلوں کو راحت پہنچانا''۔

؎ چیست انسانی تپیدن از تپ ہمسایگاں   از سموم نجد در باغِ عدن پژ ماں شدن

اور یہ سب کچھ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا نتیجہ اور دعا کا اثر تھا کہ حضرت نے آپ کے لیے دُعا کی تھی کہ ''خدا تعالیٰ تم کو ایک ایسا درخت بنائے جس کے سائے میں مخلوقِ خدا آرام کرے''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۷)

الغرض جن گروہوں کا ذکر ہم نے اُوپر کیا ہے ان میں سے جو مذہب و مسلک آپ کو پسند آئے وہ آپ اختیار کرلیں مگر یہ حق کسی وقت بھی کسی کو حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھے اور دوسروں کو گمراہ کہے۔ کیونکہ ہماری ہدایت دوسروں کی ہدایت کی منافی نہیں ہوسکتی۔ جس طرح ہم کو اپنے معتقدات پسند ہیں اور ہم ان کو حق و درست تسلیم کرتے ہیں۔ دوسروں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی اپنے آپ کو صراطِ مستقیم پر سمجھتے ہیں۔ ہر گروہ اپنے عقائد کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ مگر وہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ کے تحت ہونی چاہیے۔ ڈنڈے سے نہیں۔ ہر شخص کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جس امام کی پیروی چاہے کرے۔

تقریباً ہر زمانے میں چند لوگ اولیاء اللہ اور ان کی قدسی تعلیمات کے خلاف رہے ہیں اور اپنی تحریر وتقریر میں خدا کے دوستوں پر سب وشتم کرتے آئے ہیں مگر اللہ والوں نے کبھی ان کی برائی کا جواب برائی سے نہیں دیا۔ کاش حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نصیحت ایسے کانوں تک پہنچتی۔

شنیدم کہ مردانِ راہ خدا   دلِ دشمنان ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسّر شود ایں مقام   کہ با دوستانت خلاف است جنگ

حضرت ابوالحسین بن ہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو مکرم و معظم بنانا

چاہتا ہے تو وہ شخص بزرگوں کی عظمت وحرمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی حرمت ومحبت مخلوق کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور جو شخص بزرگوں کی حرمت وتوقیر نہیں کرتا اگرچہ وہ صالح احوال اور اچھے اخلاق رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے اس کی محبت وعظمت نکال دیتا ہے۔ وہ جہاں جاتا ہے لوگ اس سے اپنی نفرت وغضب کا اظہار کرتے ہیں، سنیئے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **من تعظم جلال اللّٰہ تعالیٰ اکرام شیبه المسلم۔** یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی سے بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا ہے۔ کاش ایسا کوئی جملہ منہ سے نکالنے سے پہلے اپنے علم اور عمل پر بھی نظر کرلیا کریں کہ وہ کیا ہے۔ آیئے ضد اور تعصب کو چھوڑ دیں اور کھلے دل سے اولیاء اللہ کے حالات اور ان کی تعلیمات پڑھیں اور مولیٰ کریم سے دعا مانگیں کہ ہمارے دلوں کو قبولیت حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اب میں آپ کی خدمت میں اس سلسلے کی آخری گزارش پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ بقول شامی ''سادات صوفیہ پر اعتراض نہ کیجئے اور منقولات صحیحہ کا رد اپنی ذاتی رائے سے نہ کیجئے''۔ سنیئے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علم (معرفت) ایک چھپا ہوا خزانہ ہے۔ اس سے کوئی واقف نہیں ہوتا۔ مگر اہل معرفت باللہ اور جب اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو اس کا انکار کوئی نہیں کرتا۔ مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے غافل ہے۔

؎ ہر کس کہ کمالِ اولیاء را نہ شناخت   ایں نعمتِ خاص بے بہا را نہ شناخت
پس شکر نہ گفت وحبِ ایشاں نہ گزید   میداں بہ یقیں کہ او خدا را نہ شناخت

خاکپائے درویشاں
سیّد مسلم نظامی عفی عنہٗ
اپریل ۱۹۶۵ء پاکپتن شریف

چشت

چشت[1] خراسان[2] کا مشہور شہر ہے۔ جو ہرات کے قریب شرق میں واقع ہے۔ ہرات کا راستہ قندھار سے جاتا ہے۔ چشت، ہرات، قندھار افغانستان کے مشہور شہر ہیں۔

ناظرین کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں اسلام پھیلانے والے چشتی بزرگ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے اور آپ کی روحانی اولاد نے اس ملک میں تبلیغ اسلام کی، جن میں زیادہ مشہور آپ کے جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، سلطان التارکین صوفی حمید الدین سوالی ناگوری، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور ان کے جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہم ہوئے ہیں۔ ان بزرگوں کے سلسلوں کے مرید ہندو پاکستان، چین، برما، آسام، افغانستان میں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں اور وہ سب چشتی نظامی یا چشتی صابری کہلاتے ہیں۔

چشتیہ سلسلہ کی وجہ تسمیہ:

اس سلسلہ کا نام چشتیہ اس وجہ سے ہوا کہ اس خاندان کے ایک عظیم انسان نے اپنے شیخ کے حکم سے چشت کو تبلیغ دین کا منبع اور مرکز بنایا تھا۔ شیخ نے فرمایا تھا کہ تمہارے ذریعہ سے جو لوگ میرے سلسلۂ سلوک وطریقت میں داخل ہوں گے وہ چشتی کہلائیں گے۔

چشتیہ سلسلہ ہندوستان میں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

1- شجرۂ انوارِ علی صفحہ ۳۲۲ چشت شہریست درمیان ولایت خراسان قریب ہرات است۔

2- خراسان نام ملکے درایران وولایت خراسان از فارس وعراق بطرف شرق واقع است ماخوذ از غیاث اللغات۔

کے ذریعہ بہت مشہور ہوا۔ یہ سلسلہ بھی دوسرے[1] سب سلسلوں کی طرح حضرت مولائے کائنات سیدنا[2] علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے سلطان کونین خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ تک چھ واسطے ہیں مگر ان میں سے کسی نام کے ساتھ چشتی نہیں ہے۔

1- جملہ سلاسل حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ سلسلہ نقشبندیہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ یعنی طریقہ نقشبندیہ بھی لقاءً عنعنۃً وتحدیثاً ادباً صحبتاً بالکل علوی ہے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے فصل الخطاب میں اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتباہ میں اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشادِ مرشد میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن عام طور پر نقشبندیہ شجرہ میں حضور اقدس ﷺ کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق کا نام لکھا ہوا ہے اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اور سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کے اسماء ہیں۔ اس سے عام لوگوں میں یہ خیال ہو گیا ہے کہ نقشبندیہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب انتساب اس سلسلہ کی بطور اولیت ہے۔ کیونکہ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نہ صحبت اُٹھائی نہ بیعت کی۔ بلکہ دیکھا تک بھی نہیں ہے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا انتقال مدائن میں ہوا تھا۔ اس وقت حضرت قاسم مدینہ طیبہ میں تھے اور آپ کی عمر صرف چار سال کی تھی۔ تاریخ ورجال کی کتب میں ایسا ہی لکھا ہے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی آتا ہے۔ آپ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے اور آپ کو اپنے نانا سے نسبت ثانی حاصل تھی۔ اس وجہ سے سلسلہ میں یہ نام آتے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ پاک وہند میں دو شاخوں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک ابوالعلائی اور دوسرا مجددی۔

2- حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ''افتخار ہر نبی وہر ولی'' لکھا ہے جس کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ روز میثاق میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے سلطان الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے اور ان کی نصرت ومعاونت کرنے کا عہد لیا تھا۔ جس کا ذکرِ قرآن پاک (سورہ آل عمران) میں موجود ہے۔ اس اعتبار سے تمام انبیاء علیہم السلام ہمارے رسول اکرم ﷺ کے اُمتی ہوئے۔ جب خود سرور کونین ﷺ نے آپ پر فخر فرمایا ہے تو گویا تمام پیغمبروں نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی ذاتِ گرامی پر فخر فرمایا ہے۔ نیز ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے۔ جب کوئی ذات افضل کے لیے باعثِ فخر ہے تو دوسروں کے لیے بدرجہ اولیٰ باعث فخر ہوئی۔

Scanned with CamScanner

سب سے پہلا چشتی:

سب سے پہلے بزرگ جن کے نام کے ساتھ چشتی شروع ہوا حضرت خواجہ ابو اسحٰق چشتی ہیں جو شام کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک غیبی اشارے سے بغداد آئے اور حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ کسی بزرگ نے ان کی شان میں کیا خوب کہا ہے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۴۰)

کل ولی اللہ فی میلادہٖ به اقتدی من اهل چشت شیوخهم
طور سیماً من شیخ اطوارہ منهم ابو اسحٰق اکبر شیخهم
لا یَعْدِلُونَ مالنهج فی معتاہٖ اضحی هُدَاء الذین یتبعُون

یعنی اہل چشت کے مشائخ میں سے تمام اولیاء اللہ نے ان کے میلاد میں اقتداء کی ان میں سب سے بڑے اور ذی وجاہت شیخ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو مشائخ میں ایسے ہیں جیسے پہاڑوں میں ایک بلند اور اونچا پہاڑ۔ دین کے رہبران کے پیرو ہیں ان کی راہ سے عدول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی رحمۃ اللہ علیہ اس نیت سے شام سے بغداد گئے کہ حضرت خواجہ ممشاد علو رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا تمھارا کیا نام ہے؟ خواجہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: ابو اسحٰق شامی۔ فرمایا: ''آج سے تم کو ابو اسحٰق چشتی کہا جائے۔ کیونکہ تم کو چشت میں رہنا ہوگا اور وہاں کے خاص و عام تم سے ہدایت پائیں گے اور جو میرے سلسلے میں داخل ہوں گے۔ قیامت تک ان کو چشتی کہا جائے گا''۔ (شجرۃ انوار صفحہ ۳۲۳)

اس کے بعد حضرت خواجہ ممشاد علو رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کیا اور تکمیل سلوک کے لیے کچھ روز اپنے پاس رکھا پھر خلافت دے کر چشت روانہ کر دیا۔ اس دن سے یہ سلسلہ چشتیہ کہلایا۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ ''چراغِ متقیاں ابی اسحٰق شامی چشتی'' اور القاب مبارک

چشتی انہی بزرگ سے شروع ہوا۔ انہوں نے چشت میں توطن اختیار کیا تھا۔

(سیر الاولیاء صفحہ نمبر ۴۲)

حضرت خواجہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کے حکم سے چشت میں قیام کیا اور مخلوق کی رُشد و ہدایت کے کام میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت خواجہ ابو احمد ابدال رحمۃ اللہ علیہ چشتی ہوئے۔ ان کے بعد اُن کے جانشین حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ آپ سب سے پہلے چشتی بزرگ ہیں جو ہندوستان آئے اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی فوج کے ساتھ ۴۱۵ھ[1] میں سومنات کے جہاد میں شریک ہوئے۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ جب سومنات فتح کرنے کے لیے آئے تو حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ ایک غیبی اشارے سے ستر سال کی عمر میں اپنے چند مریدوں کے ہمراہ بغرض جہاد ساتھ آئے تھے۔ محمود کا لشکر آپ ہی کی پناہ و حمایت میں تھا۔ نفحات الانفس میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ ''حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ محمود غزنوی کے ہمراہ باشارہ غیبی سومنات کے جہاد میں شریک ہوئے تھے اور محمود کا لشکر آپ ہی کی پناہ میں تھا اور وہ آپ کے تصرف باطنی ہی کی وجہ سے کامیاب ہوا تھا''۔

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے جانشین حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ ان سب بزرگوں نے چشت ہی کو مرکزِ تبلیغ و اشاعتِ دین رکھا اور نہایت احسن طریقہ سے مخلوق کی اصلاح و ہدایت کا کام انجام دیتے رہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرتِ خواجہ ممشاد علو رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اس دن سے آج تک اس سلسلے کو چشتیہ کہا جاتا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہے گا۔

1- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی آمد ہندوستان میں حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ۴۳۱ھ میں ہوئی۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۴۶۵ھ میں ہوا۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی — چراغِ چشتیاں را روشنائی

حضرت بابا صاحب کا شجرۂ طریقت:

قولہ تعالیٰ:

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔(پ۱۳ ابراہیم ۲۴)

1- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
2- حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ
3- حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
4- حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ
5- حضرت خواجہ محمد فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ
6- حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ
7- حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ
8- حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ
9- حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ
10- حضرت خواجہ ابواسحٰق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ
11- حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ
12- حضرت خواجہ ابومحمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ
13- حضرت خواجہ ناصر الدین ابی یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ
14- حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ
15- حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ
16- حضرت خواجہ عثمان ہرونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ
17- حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
18- حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

19- حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نسبی سلسلہ اور بعض تذکرہ نویسوں کا اِختلاف

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسب نامہ میں تذکرہ نویسوں کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ عام طور پر سیرت نگاروں نے آپ کو چند واسطوں سے حضرت سلطان ابراہیم [1] بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ تک اور پھر تین واسطوں سے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رحمۃ اللہ علیہ تک ملایا ہے۔ میں حیران ہوں کہ حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو فاروقی النسب کیسے بنا دیا گیا۔ جب کہ رجال کی کتابوں میں (تہذیب التہذیب، تہذیب الکمال) آپ کو عجلی اور بروایتے تمیمی لکھا ہے۔ لیکن بعد کی کتابوں میں آپ کا نسب اس طرح لکھا ہوا ہے۔

سلطان ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پھر زیادہ چھان بین کے بعد "سیادت فریدی" کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی جس میں علمی دلیلوں کے ذریعہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سید ثابت کیا گیا ہے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں بھارت کے صوبۂ بہار میں ایک بزرگ حضرت مخدوم الملک شرف الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ جن کا انتقال جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے تین چار سال قبل ہوا ہے۔ ان کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ ان کے نسب کے متعلق "مطلوب المبارک" (مرتب در سال ۸۷۴ھ) میں لکھا ہے کہ مخدوم شرف الدین بہاری نے فرمایا کہ مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی سیادت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان کے جدِ اعلیٰ حضرت سلطان ابراہیم ادھم

1- رجال کی کتابوں میں حضرت ابراہیم بن ادھم کو ابواسحٰق بلخی الزاہد لکھا گیا ہے اور دوسرے ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو غیر زاہد لکھا گیا ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ سید تھے اور ادھم رحمۃ اللہ علیہ ان کے والد نہیں بلکہ نانا تھے اور وہ رئیسِ بلخ تھے ان کے ہاں کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنے نواسے سید ابراہیم کو اپنا (معنوی) فرزند و جانشین بنایا اور حضرت ابراہیم کو اپنے نانا کی وجہ سے فاروقی کہا جانے لگا اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ عرب میں عام دستور ہے جیسے سیدنا امام حسین علیہ السلام کو ابن رسول اللہ کہا جاتا ہے۔

حضرت بابا صاحب کو جن لوگوں نے سید النسب ظاہر کیا ہے۔ ان کی ایک بڑی معقول اور اہم دلیل یہ ہے کہ سب تذکرہ نویسوں نے آپ کا سلسلہ حضرت ناصر بن عبداللہ کے ذریعہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملایا ہے حالانکہ کسی قدیم تاریخ ونسب کی کتاب میں اور کسی رجال وحدیث کی کتاب میں حضرت عبداللہ کے کسی لڑکے کا نام ناصر نہیں ہے۔[1]

پاک وہند میں حضرت بابا صاحب اور مجدد الف ثانی کے علاوہ حضرت شیخ عبدالحق رودولوی، مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ بھی فاروقی کہلاتے ہیں اور ان کے شجرہ کی آخری کڑی بھی حضرت ناصر بن عبداللہ ہیں۔ اس سلسلے میں صاحب ''سیادتِ فریدی'' کے دلائل معقول نظر آتے ہیں اور ان کی تائید تقریباً چھ سو برس پُرانی کتاب مطلوب المبارک سے ہوتی ہے مگر جو لوگ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے پاکپتن شریف میں آباد ہیں ان میں سجادہ نشین اور ان کے خاندان والے اپنے آپ کو فاروقی کہتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کے موقف کو ترجیح دیتے ہوئے فاروقی کہتے ہیں ورنہ علمی دنیا میں دلیل وسند کا سکہ رائج ومقبول ہے۔

دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اوپر تک تقریباً ہر نام کے ساتھ کنیت یا لقب موجود ہے اور تذکرہ نگاروں نے غلطی سے کنیت یا لقب کو ایک

1- ابن خلکان، صاحب تذکرۃ الحفاظ اور زبدۃ المقامات نے بھی یہ نام درج کیے ہیں: عبداللہ، سالم، عاصم، حمزہ، بلال، واحد

نام سمجھ کر سلسلے کی ایک کڑی بنا دیا۔ مثلاً آپ کے نسب نامہ میں ایک بزرگ ہیں جن کا اسم گرامی ابوالفتح ہے اور لقب واعظ الاکبر ہے۔ ان کے صاحبزادے کا نام عبداللہ ہے اور لقب واعظ الاصغر ہے مگر سیرت نگاروں (صاحبِ جواہر فریدی) نے عبداللہ بن واعظ الاصغر بن ابوالفتح بن واعظ الاکبر لکھا ہے۔ اس طرح کی غلط نویسی سے نسب نامے میں تقریباً دس ناموں کا اضافہ ہوگیا۔ لاپرواہی کی انتہاء اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام کمال الدین سلیمان اور اعزاز الدین محمود لکھ دیا ہے۔ (سیرت بابا فرید الدین گنج شکر، سفینۃ الاولیاء)

تیسرا اعتراض اس سلسلہ کا یہ ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیر خوار بچے کو چھوڑ کر خانہ کعبہ چلے آئے تھے۔ جب لڑکا جوان ہو کر آپ کے پاس کعبہ شریف آیا اور آپ کے دل میں بھی اپنے لڑکے کی طرف کچھ میلان پیدا ہوا، تو غیرت الٰہی نے اس کی گرفت کی اور آپ کی زبان سے اغثنی نکلا۔ جس کے ساتھ ہی رکن یمانی کے قریب آپ کے لڑکے نے جان دے دی۔[1] ہم کہتے ہیں کہ پھر آگے سلسلۂ نسب کیسے چلا۔

ہمارے خیال میں لوگوں کی توجہ علم الانساب کی طرف نہیں ہے۔ اس لیے نہ لکھنے والے تحقیق کرتے ہیں اور نہ پڑھنے والے صحیح نسب ناموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ نیز ان اغلاط کی ذمہ داری خاص طور سے ایسے لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اپنے تئیں کسی اعلیٰ خاندان کا سپوت ظاہر کرنے کے جنون میں نسب ناموں میں تحریف کرتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہم اعلیٰ بن گئے۔ حالانکہ وہ جو کچھ ہیں وہی رہیں گے۔ ایسے لوگوں کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ دلیل راہ ہونا چاہیے۔

جب یمن سے حضور ﷺ کی خدمت میں قبیلہ کندہ کا وفد آیا جو یمن کا ایک شاہی خاندان تھا، تو آنحضرت ﷺ کو ایک عرب فرمانروا سمجھ کر رئیس وفد نے پوچھا کہ یا رسول

1- تذکرۃ الاولیاء از خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ صفحہ نمبر ۹۲، ۹۳

Scanned with CamScanner

اللہ! کیا ہم اور آپ ایک خاندان نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہم نضر بن کنانہ کے خاندان سے ہیں۔ نہ اپنی ماں پر تہمت رکھ سکتے ہیں نہ اپنے باپ سے انکار کرتے ہیں''۔[1]

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کو چھوڑ کر صرف حسب ونسب پر فخر کرنا ظاہر پرست اہل دنیا کا شیوہ ہے کہ اپنی اصلاح سے بے پرواہ ہو کر اسلاف کے کمالات پر فخر کرتے ہیں۔ طریقت میں فخر و مباہات کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں تو صرف عشق کی ضرورت ہے۔ اسی لیے حضرتِ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے مشورہ دیا ہے:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہِ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اور اسلام نے تو شرف کا معیار تقویٰ بتایا ہے۔

--------❁--------

1- سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی جلد دوم

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب

یہ نسب نامہ ہم کو جناب دیوان غلام قطب الدین صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت بابا صاحب سے موصول ہوا ہے ہم اس کو جوں کا توں نقل کیے دیتے ہیں۔

حضرت بابا فریدالدین مسعود بن حضرت جمال الدین سلیمان بن قاضی شعیب بن حضرت شیخ محمد احمد یوسف بن حضرت شیخ شہاب الدین احمد فرخ شاہ کابلی ابن نصیر الدین محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ المعروف بہ واعظ الاصغر بن شیخ ابوالفتح المعروف بہ واعظ الاکبر بن شیخ اسحٰق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ادھم بن شیخ سلیمان بن شیخ منصور بن شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن حضرت امیر المومنین سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہم۔

صاحب[1] جواہر فریدی نے ۲۴ واسطوں سے ماہرین انساب نے دس پشتوں پر تین سو سال کی مدت قائم کی ہے۔ اگر صاحب جواہر فریدی کے شجرہ میں سے کنیت کی کڑی کو خارج کر دیا جائے، جو غلطی سے ایک واسطہ شمار کر لی گئی ہے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک ۱۹ واسطے ہوتے ہیں۔

فرخ شاہ:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھٹے دادا شیخ شہاب الدین احمد المعروف بہ فرخ شاہ کابلی تھے۔ فرخ شاہ کے متعلق تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ وہ کابل کے بادشاہ

1- مجھے حکیم سید مستجاب حسین امروہی کا رسالہ ''اظہار الحق'' اور ''سیادت فریدی'' کے دلائل قوی نظر آتے ہیں۔ کیونکہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق کے کسی پوتے کا نام نصر نہیں تھا۔ واللہ اعلم حقیقتِ حال۔

تھے۔ زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ فرخ شاہ ایک مقتدر آدمی تھے اور سلطان کابل کے وزیر تھے اور صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ "ایں بادشاہ اہل دیں از دودمان شاہِ کابل فرخ شاہ عادل بود۔ دراں عہد زمامِ مملکت دنیا بردست فرخ شاہ بود و مملکت کابل پیش از مملکتِ غزنی بود۔" (سیر الاولیاء صفحہ ۵۹)

"یعنی یہ بادشاہِ اہلِ دیں (باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ) بادشاہِ کابل فرخ شاہ عادل کی اولاد میں ہیں۔ اس وقت دنیاوی حکومت کی زمام فرخ شاہ کے ہاتھ میں تھی اور حکومتِ کابل مملکت غزنی سے پہلے تھی"۔

یہ بات ابھی تک تاریخ کے صفحات پر نہیں آئی کہ فرخ شاہ کی حکومت کابل میں کس زمانے میں تھی۔ تحقیق و کوشش کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ اُمید ہے کہ تاریخ کا طالب علم اِس پردے کو اُٹھانے میں بھی جلدی کامیاب ہو جائیگا۔

سب سے پہلے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت ۶۶۲ء میں کابل فتح ہوا۔ پھر اس کے تقریباً دوسو برس کے بعد یعقوب بن لیث صفاری نے کابل فتح کیا۔ اس وقت وہاں بدھ برسر اقتدار تھے۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ اشوک کے زمانے سے لے کر کابل بدھوں کے زیرِ نگین رہا اور اس خاندان کے ساٹھ راجہ ہوئے۔ آخری راجہ لگاترمان تھا، جس کو اس کے برہمن وزیر نے معزول کر دیا تھا پھر ۹۵۰ء میں کابل پر راجہ بھیم کی حکومت کا سراغ ملتا ہے۔ اس کے بعد راجہ جے پال کا، جے پال سے سبکتگین نے حکومت لی۔ اس وقت سندھ وملتان میں ابوالفتح داؤد قرامطی کی حکومت تھی۔ یہاں اس لیے لکھا جاتا ہے کہ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ فرخ شاہ کس زمانہ میں کابل میں سربرآرائے حکومت تھے۔ تاریخ کے بیانات میں خود زبردست تضاد ہے۔ اس لیے یکدم یہ کہہ دینا کہ فرخ شاہ کس زمانہ میں کابل کے بادشاہ نہیں تھے غلط ہے کیونکہ تاریخ کے یہ نوشتے حرفِ آخر نہیں ہیں۔

الغرض فرخ شاہ کی حکومت ختم ہوئی تو اقتدار سبکتگین کے ہاتھوں میں آیا۔ کچھ

عرصے کے بعد چنگیزی[1] سیلاب ممالک اسلامیہ کو زیر و زبر کرتا ہوا غزنی کی طرف روانہ ہوا اور کابل پھر تاراج ہوا۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پردادا حضرت شیخ احمد کابل ہی میں کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۵۹)

غور میں علاء الدین جہاں سوز کے بعد اس کا بھائی غیاث الدین غوری ۵۵۶ھ میں تخت نشین ہوا مگر پاک و ہند کو غیاث الدین سے واسطہ نہیں پڑا بلکہ اس کے چھوٹے بھائی سلطان شہاب الدین محمد غوری جو معز الدین محمد سام کے لقب سے مشہور ہوا۔ یہاں آیا، اس نے پہلے مغربی پاکستان اور پھر شمالی بھارت پر فوج کشی کی۔ اُس کی حکومت کا آغاز غزنی کی صوبہ داری ۵۶۹ھ سے کیا جاتا ہے۔

قاضی شعیب کی آمد:

غزنوی خاندان کا سولہواں بادشاہ خسرو ملک تھا۔ جس پر آلِ سبکتگین کی حکومت ختم ہوئی۔ خسرو ملک کے باپ کا نام خسرو شاہ تھا اور اس کے باپ کا نام بہرام شاہ تھا۔ کیپٹن ویڈ (Captain Vaid) نے لکھا ہے کہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد بہرام شاہ غزنوی کے خاندان والوں کے ساتھ ۵۴۷ھ ۱۱۵۷ء میں ملتان آئے تھے۔[2]

سیر الاقطاب میں ہے کہ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد سلطان محمود غزنوی کے بھانجے ہیں۔

حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کا اسم گرامی شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو ہندوستان

1- سیر الاولیاء بر صفحہ ۵۹ چنگیز خاں خروج در مملکت ایران و توران بزورِ تیغ آوردہ تاراج نہاد و لشکر بجانب مملکتِ غزنی کشید۔ چوں در کابل رسید ایں دیار را نیز بگرفت و خراب کرد۔ شیخ احمد کی شہادت تو یقینی ہے۔ مگر چنگیزی فتنہ میں آپ کا شہید ہونا بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ کابل پر چنگیزیوں کا حملہ ۶۲۰ھ میں ہوا۔ اس وقت دہلی میں سلطان شمس الدین التمش سربرآرائے حکومت تھا اور حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ اعلیٰ اس سے بہت پہلے ہندوستان ہجرت کر آئے تھے۔

2- ۱۸۳۷ء جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳ بحوالہ لائف اینڈ ٹائم حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

میں کھتوال کا قاضی ہو جانے کی وجہ سے قاضی شعیب کے نام سے مشہور ہوئے، صاحبِ سیر الاولیاء کے مطابق قاضی شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے تین لڑکوں اور دوسرے عزیزوں کے ہمراہ کابل سے ہجرت کر کے لاہور آئے تھے۔ پھر وہاں سے قصور اور قصور سے کھتوال چلے گئے جس کو اب چاولی مشائخ کہا جاتا ہے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۵۹)

سیر الاقطاب اور جواہر فریدی نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کو سلطان محمود غزنوی کا بھانجہ لکھا ہے، ''تاریخِ فرشتہ'' میں ہے کہ آپ کے والد سُلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں کابل سے ملتان آئے۔ ''شجرۃ الانوار'' میں ہے کہ آپ کے دادا کا نام قاضی شعیب تھا، جو اپنے تمام عیال و اطفال کے ہمراہ حوادثِ روزگار کے سبب لاہور آئے اور چند روز یہاں ٹھہر کر قصور چلے گئے۔ ''گلزارِ ابرار'' میں ہے کہ آپ کے تیسرے دادا قاضی یوسُف چنگیزی عہد میں ہندوستان آئے تھے۔ ''جواہر فریدی'' میں ہی ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد شیخ جمال الدین سُلیمان محمود غزنوی کے بھانجہ تھے۔ ''مطلوب الطالبین'' میں ہے کہ قاضی شعیب غزنی سے آئے تھے، لیکن سیر العارفین سے مذکور کتابوں کی تائید نہیں ہوئی۔ سیر العارفین کی اصل عبارت یہ ہے ''جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ از طرف کابل در عہد سلطان شہاب الدین محمد غوری خواہر زادہ سلطان محمود غزنوی در طرف ملتان آمدہ'' یعنی جمال الدین سلیمان کابل سے سلطان شہاب الدین محمد غوری خواہر زادہ سلطان محمود غزنوی کے عہد میں ملتان آئے۔

تاریخ میں مذکور ہے کہ سلطان محمود غزنوی کا انتقال ۴۲۱ھ میں ہوا اور بہرام شاہ غزنوی جس کے قافلہ کے ہمراہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کا ہندوستان آنا بتایا جاتا ہے۔ اسی سال فوت ہوا۔

سیر الاولیاء وغیرہ قدیم کتب اس معاملہ میں بالکل خاموش ہیں اور سیر الاقطاب وغیرہ کتب اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیتیں۔ بہرصورت بہرام شاہ غزنوی کے ترکِ وطن

میں اس کے رشتہ داروں اور خاندان والوں کا ساتھ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے اور آپ کے اس قافلے کے ساتھ ہندوستان آنے سے یہ بات ظاہر نہیں ہوسکتی ہے کہ جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سلطان محمود غزنوی کے بھانجہ تھے۔ بلکہ سیر العارفین کی عبارت سلطان محمد غوری کو سلطان محمود غزنوی کا بھانجہ ظاہر کرتی ہے۔ ہاں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ شیخ شعیب اپنے بال بچوں اور خاندان والوں کے ہمراہ کابل سے لاہور پہنچے اور لاہور سے قصور اور قصور سے کھتوال آئے جو ملتان میں ہے اور جس کو اب چاولی مشائخ کہا جاتا ہے۔ تذکرہ نویسوں اور مؤرخوں نے جو شیخ شعیب کی آمد ملتان لکھی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ آپ نے اپنی مستقل سکونت کھتوال میں اختیار کی جو ضلع ملتان میں ہے۔ لاہور یا قصور راستہ کے پڑاؤ یا منزلیں کہی جاسکتی ہیں۔ مقامِ سکونت نہیں۔

کھتوال کی قضات:

قاضی شعیب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قافلہ جب لاہور سے قصور کا قاضی جو بڑا عادل اور شریف النفس تھا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۵۹)

اور جناب شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی خاندانی عظمت کا حال سُن چکا تھا۔ آپ سے ملاقات کے لیے آیا اور بے حد متاثر ہوا اور آپ کی امداد کے لیے بادشاہِ وقت[1] کو لکھا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ میری طرف سے ان سے تعظیم و تکریم کے ساتھ پوچھو کہ ان کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے۔ اگر وہ اپنی حکومت واپس لینا چاہتے ہیں تو ہم ان کی امداد کے لیے تیار ہیں۔ اگر وہ یہاں سکونت اختیار کرنا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے رہیں۔ ہم ان کو معقول عہدہ دے دیں گے۔

شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جو حکومت ہم سے جاتی رہی۔ ہم اس کے طلبگار نہیں ہیں۔ اس جواب کے بعد آپ کو کھتوال ضلع ملتان کا قاضی مقرر کر دیا گیا۔ اسلامی حکومت کے زمانہ میں قاضی کا عہدہ سول جج یا سب ڈویژنل آفیسر کے عہدہ کے

1- بادشاہ وقت سے مراد شاید ایبک ہو۔

Scanned with CamScanner

مثل ہوتا تھا۔ قاضی شعیب رحمۃ اللہ علیہ قصور سے اپنے سب خاندان والوں کے ہمراہ کھتوال چلے آئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ کھتوال میں حضرت حق جل مجدہٗ نے قاضی شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکے قاضی جمال الدین سلیمان[1] کو ایک ایسا سپوت عطا فرمایا۔ جس کی دینی عظمت قاضی شعیب کے بزرگوں کی کھوئی ہوئی سلطنت کی شان وشوکت سے ہزاروں گُنا زیادہ رہی اور ہے۔

باباصاحب کے والد قاضی جمال الدین سُلیمان:

آپ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد اور قاضی شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ آپ اپنے والد کے ہمراہ کابل سے کھتوال آئے تھے۔ علم وفضل میں باپ کے جانشین تھے۔ آپ کا نکاح مولانا وجیہ الدین خجندی عباسی کی لڑکی بی بی قرسم خاتون سے ہوا اور اپنے والد کے انتقال کے بعد کھتوال کے قاضی مقرر ہوئے۔ آپ بڑے عابد، زاہد، انتہائی متقی اور عدل وانصاف میں بے نظیر اور علم وفضل میں بے مثل تھے۔ (گلزار ابرار صفحہ ۵۵، سیر العارفین صفحہ ۱۰۳، مراۃ الاسرار، شجرہ انوار صفحہ ۴۵۶)

افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ حضرت باباصاحب کے نانا مولانا وجیہ الدین خجندی عباسی اور والد ماجد قاضی جمال الدین سلیمان کے متعلق تذکرہ نویس کوئی خاص روشنی نہیں ڈالتے۔ بس یہ لکھتے ہیں کہ مولانا وجیہہ الدین خجندی عباسی رحمۃ اللہ علیہ بڑے متقی بزرگ تھے اور قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فاضل اور قاضی وعادل تھے۔

سیر الاقطاب، جواہر فریدی اور اخبار الاخیار میں ہے کہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام غوث بہاء الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ خالہ زاد بھائی ہیں۔ یہ مسئلہ بھی خاص توجہ کا مستحق ہے۔ کیونکہ اس معاملہ میں بھی مآخذِ اوّل خاموش ہے البتہ تین سو برس بعد

1- قاضی شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے لڑکے قاضی جمال الدین سلیمان تھے۔ دوسرے لڑکے شیخ عبداللہ تھے جن کی اولاد میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ تیسرے صاحبزادے شیخ شعبان تھے۔ جن کی اولاد جون پور میں آباد ہے۔

کی کتابوں میں یہ رشتہ ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر انہوں نے اپنی روایات کے استحکام میں سند اور مآخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ اس وقت کی دو اور معتبر کتابوں میں اس کے برخلاف یہ لکھا ہے کہ حضرت باباصاحب کے نانا کا اسم گرامی مولانا وجیہہ الدین خجندی اور حضرت بہاؤالحق ملتانی کے نانا کا اسم شریف مولانا حسام الدین ترمذی تھا۔ (گلزار ابرار صفحہ ۵۵)

ان روایتی اور تاریخی دلائل کے علاوہ پاکپتن شریف سے ایک کتاب ''گلزارِ فریدی'' کے نام سے جناب میاں محمد حسین چشتی نے ۱۳۰۱ھ میں طبع کرائی تھی۔ اس میں مُصنف مذکور نے جناب باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کو آپس میں خالہ زاد بھائی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ جناب باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کو حضور غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی ظاہر کیا ہے۔ مذکورہ کتاب کے متعلق آستانۂ عالیہ جناب باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موجودہ سجادہ نشین صاحب نے فرمایا
''کہ یہ کتاب حقائق کا ساتھ نہیں دیتی''

خود مُصنف نے اپنی دوسری کتاب اسرارِ عترت فریدی میں لکھا ہے کہ میں نے گلزارِ فریدی میں من گھڑت روایات تحریر کر دی تھیں جس کی وجہ سے خواب میں مجھے حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عتاب فرمایا وغیرہ وغیرہ۔

آج کل کراچی سے ایک ماہنامہ ''العلم'' شائع ہوتا ہے اس کے مارچ ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں جو تین ماہ کا ایک پرچہ شائع ہوا ہے ایک ہندوستانی صاحب نے ایک اور کتاب ''اسرارِ عترت فریدی'' کو الہامی اور کشفی تذکرہ کا نام دیا ہے۔ انھوں نے نہایت سنجیدہ انداز میں اس کی وکالت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''اس کے بیان میں کسی قسم کا گنجلک نہیں ہے۔ البتہ سنین کا فرق مورخین کو معطل کرنے کے لیے کافی سے زیادہ ہے اور اس الہام وکشف نے تاریخی شواہد کو شکست فاش دی ہے''۔

ہم اس بیان پر کیا تبصرہ کریں۔ صرف اتنی گذارش ہے کہ مصنف نے تو کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ کتاب میرا کشف والہام ہے اور پھر کیا کشف والہام اسی کا نام ہے

Scanned with CamScanner

کہ وہ تاریخی شواہد وحقائق کو شکست فاش دیدے۔ ہم تو پھر بھی ایسے کشف والہام کے قائل نہیں ہیں جو حقائق سے گریز سکھاتا ہو۔ کیونکہ الہام من اللہ مبنی بر حقیقت ہوتا ہے۔ نیز کسی کا کشف شریعت میں حجت نہیں ہوتا۔

اسرارِ عترت فریدی کو اسی زمانہ کی ایک اور کتاب کی طرح مرتب کیا گیا ہے۔ جس میں روحانی اور باطنی کتابوں کی روایات تو نقل کردی گئی ہیں مگر اصل کتابیں سلطان الہند اجمیری کے روحانی کتب خانہ میں محفوظ ہیں جن کو بغیر اجازت کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اگر ایسی کتابوں کو اعتبار کا درجہ دیدیا گیا تو ہر متصوف ایک طومار لکھ مارے گا اور ساتھ ہی بڑے معصومانہ انداز میں دعویٰ کر دیا کرے گا کہ یہ سب میرا الہام وکشف ہے اور اس طرح بزرگوں کی صحیح تعلیمات اور حالات ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ ہمارے خیال میں مصنف کے علاوہ ان کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا ہوگا اور نہ آئندہ کوئی دیکھ سکے گا۔

بابا صاحب کی والدہ ماجدہ بی بی قرسم خاتون

کھتوال ضلع ملتان میں ایک بزرگ عالم مولانا وجیہ الدین خجندی رحمۃ اللہ علیہ رہا کرتے تھے۔ ان کی ایک صاحبزادی بی بی قرسم خاتون تھیں جو بڑی عابدہ زاہدہ تھیں اور حق تعالیٰ نے ان کو فکر عمل کی ان صلاحیتوں سے مزین فرمایا تھا جو خاصانِ حق کے لیے مخصوص ہیں۔

بی بی قرسم خاتون کی تربیت ان کے والد ماجد نے مومنانہ فراست کے ساتھ کی تھی۔ غالباً ان کی بصیرت نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ مستقبل میں اس لڑکی کو ایک ایسے فرزند کی تربیت کرنا ہوگی جو شریعت وطریقت کا آفتاب ہوگا۔

بی بی صاحبہ کی شادی حضرت قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ ان کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے قاضی جمال الدین فوت ہوگئے اور آپ بیوہ ہوگئیں۔ بڑے لڑکے کا نام شیخ اعزاز الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ، منجھلے کا شیخ فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ اور چھوٹے کا شیخ نجیب الدین متوکل رکھا گیا۔

بی بی صاحبہ قائم الیل اور صائم الدہر تھیں۔ تاریخ وسیر کی کتابوں میں آپ کی کمال صلاحیت[1] اور عصمت وعفت کا بیان موجود ہے۔

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت بی بی قرسم خاتون حسبِ معمول عبادت میں مشغول تھیں کہ ایک چور آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ جیسے ہی اس کی نظر آپ پر پڑی فوراً اندھا ہوگیا۔ اس اچانک حادثہ سے چور بہت گھبرایا اور اس نے نہایت عاجزی سے کہنا شروع کیا۔ میں چور ہوں بدقسمتی سے چوری کے لیے آیا تھا۔ میں یہاں آکر اندھا ہوگیا ہوں غالباً یہ سزا مجھے اسی لیے ملی ہے کہ میں آپ کے ہاں چوری کے لیے آیا۔ لہٰذا میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ تمام عمر چوری نہیں کروں گا اور صبح ہی مسلمان ہوجاؤں گا۔ میری آنکھیں روشن ہوجائیں۔

حضرت کی والدہ ماجدہ نے جب اس کی یہ بات سُنی۔ تو اُس کے لیے دعا کی۔ آپ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں روشن فرمادیں اور وہ فوراً واپس چلا گیا۔

صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص دہی کا مٹکا سر پر رکھے بیوی کے ہمراہ اپنے بچے کا ہاتھ پکڑے دروازہ پر کھڑا ہے۔ لوگوں نے پوچھا تو یہاں کیوں کھڑا ہے۔ اس نے رات کی تمام سرگزشت سُنائی اور کہا۔ اب میں حسب وعدہ مسلمان ہونے کے لیے آیا ہوں۔ چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۸۸، فوائد الفواید صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

عجائبِ روزگار:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب اجودھن (پاکپتن) میں سکونت اختیار کی تو

1- سیر الاولیاء صفحہ ۸۸ پر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ شیخ العالم کی والدہ ماجدہ بہت بزرگ تھیں۔ مراۃ الاسرار: مادرایں بندگاں نہایت اہلِ صلاح وتقویٰ دختر مولانا وجیہ الدین خجندی رحمۃ اللہ علیہ بود۔ سیر العارفین: مادرایں پسران اہل صلاح ودختر وجیہ الدین خجندی بود کمال صلاحیت وعفت۔ شجرۃ الانوار: مادرایں بسیار کمال داشت چنانچہ کمالاتِ او ہر جا در ملفوظاتِ چشتیہ مذکور ومسطور است۔

اپنے چھوٹے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ کھتوال جاکر والدہ صاحبہ کو بھی لے آؤ۔

حضرت گئے اور والدہ صاحبہ کو گھوڑے پرسوار کرا کے روانہ ہوئے۔ راستہ میں دونوں قصبوں کے درمیان گھنا جنگل تھا اور پانی دستیاب نہیں تھا۔ جب تقریباً آدھا راستہ طے ہوگیا۔ تو والدہ صاحبہ کو آرام کے لیے ایک سایہ دار درخت کے نیچے اتارا اور خود گھوڑے پرسوار ہو کر پانی کی تلاش میں نکلے۔ پوری تلاش کے باوجود پانی نہ ملا۔ جب واپس آئے تو وہاں والدہ کو نہ پایا۔ سخت پریشان ہوئے۔ بہت زیادہ تلاش کیا جنگل کا کونہ کونہ چھان مارا مگر ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ ناچار اجودھن روانہ ہوئے مگر ان کو والدہ صاحبہ کے گم ہونے کا بے حد قلق (افسوس) تھا۔

اجودھن پہنچ کر جب آپ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری سرگزشت بیان کی تو حضرت نے فرمایا: صدقہ دو اور صلحاء کو کھانا کھلاؤ۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ پھر کھتوال گئے۔ راستہ میں جب وہ مقام آیا جہاں آپکی والدہ صاحبہ گم ہوئی تھیں تو آپ نے پھر تلاش شروع کی۔ اس خیال سے کہ شاید ان کا کچھ سُراغ و نشان ملے۔ آپ اِدھر اُدھر ڈھونڈ رہے تھے تو آپ کو ایک درخت کے نیچے آدمی کی کچھ ہڈیاں نظر آئیں۔ آپ نے اس خیال سے ممکن ہے کہ یہ والدہ صاحبہ کی ہڈیاں ہوں اور ان کو کسی جنگلی جانور نے مار ڈالا ہو، وہ ہڈیاں ایک تھیلے میں بھرلیں اور جب واپس اجودھن پہنچے تو جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ حال عرض کیا۔ آپ نے سُن کر فرمایا تھیلا لاؤ اور ہڈیاں مصلّٰی پر الٹ دو۔ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ تھیلا لائے اور اس کا منہ کھول کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مصلّٰی پر الٹ دیا۔ مگر یہ دیکھ کر کہ تھیلے میں سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوا لوگ حیران رہ گئے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا: یہ واقعہ عجائب روزگار ہے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳، سیر الاولیاء صفحہ ۸۸، ۸۹)

ہم پچھلی سطور میں تحریر کر آئے ہیں کہ حضرت بابا صاحب کی والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے فکر و عمل کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اسی لیے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت انہوں نے اس انداز سے کی تھی کہ بچپن ہی سے آپ نے خدا کے لیے جینے اور خدا کے لیے مرنے کو اپنا لیا تھا۔ اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا جملہ ہے۔ مگر اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ جس کا کما حقہ بیان تو مشکل ہی ہے۔ مگر اس کو پوری طرح سمجھنا بھی آسان نہیں ہے۔ اس کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو خدا کے لیے جیتے اور خدا کے لیے مرتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اسی طرح یہ مقام بھی اشرف المقامات ہے۔ کیونکہ انسان کی برتری اور فضیلت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ اپنے رب کے لیے جیئے اور رب کے لیے مرے اور تمام چیزوں سے علیحدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا: ”وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ (پ۲۹ المزمل ۸) ”سب سے علیحدہ ہو جایئے“۔

اور سب چیزوں سے مجرد ہو کر خدا کا ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اپنے آپ کو ننگا کرلے اور لنگوٹ باندھ کر کسی سنسان جنگل میں درخت کے نیچے یا کسی پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ لباس بھی پہنے۔ کھانا بھی کھائے نکاح بھی کرے اور جو حلال چیز ہو اسے استعمال کرے۔ لیکن کسی چیز کے جمع کرنے کی طرف رغبت نہ کرے اور دل کو اس میں نہ لگائے۔ کیونکہ دل محل ہے انوارِ ربانی کا۔ نہ کہ سونے چاندی کی محبت کا اور زبانِ رسالت سے مومن کی یہی نشانی بیان ہوئی ہے اور جب ایک انسان کی زندگی صحیح معنی میں ”اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ“ کے خدائی سانچے میں ڈھل جاتی ہے تو نیت کی اس تبدیلی کے بعد اس کی پوری زندگی عبادت بن جاتی ہے، اسی اعلیٰ مقصد کی طلب حضرت بی بی قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا نے اپنی عمدہ تربیت کے ذریعہ اپنے لختِ جگر (حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) میں پیدا کی تھی۔ جیسا کہ آپ کے حالات میں یہ بات نظر آئے گی۔

Scanned with CamScanner

قصبہ کھتوال المعروف بہ چاولی مشائخ حاجی شیر رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا مزار بھی بتایا جاتا ہے۔ مگر فوائد الفواد جیسی معتبر کتاب میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اس ''عجائب روزگار'' روایت کے ہوتے ہوئے آپ کی والدہ کے مزار کا ہونا حیرت انگیز ہے۔ اگرچہ اس جگہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا، چچا، والد وغیرہ اعزاء و اقرباء کے مزارات ہیں۔ غالباً لوگوں نے دیگر اعزاء کے مزارات کی وجہ سے آپ کی والدہ صاحبہ کا مزار بھی فرض کر لیا ہوگا ورنہ اس صحیح روایت کی موجودگی میں حضرت کی والدہ ماجدہ کا مزار ثابت نہیں ہوتا۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سن پیدائش میں تذکرہ نویسوں کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ صاحبِ سیر الاولیاء (صفحہ ۹۱) اور فوائد الفواد (صفحہ ۵۳) نے حضرت کا سن پیدائش ۵۶۹ھ لکھا ہے اور لائف اینڈ ٹائم نے ۵۷۱ھ، دوسرے تذکرہ نگاروں نے ۵۸۴ھ۔ اگر بابا صاحب کا سن وفات ۶۶۴ھ تسلیم کر لیا جائے تو آپ کی پیدائش کا سن ۵۷۱ھ ماننا پڑے گا۔ کیونکہ فوائد الفواد میں ہے کہ کسی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی عمر ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا ۹۳ سال۔ اِس صحیح روایت کی موجودگی میں لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت کا سنِ پیدائش ۵۷۱ھ ہے۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۱۳ سال کی ہوئی (۵۸۴ھ) تو آپ تعلیم کے لیے ملتان گئے اور وہاں آپ کی ملاقات مسجد منہاج الدین ترمذی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی (جس کا مفصل حال آئندہ صفحات میں درج ہے) جو دہلی جا رہے تھے اور جب حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی پہنچے تو التمش رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا استقبال کیا تھا اور پھر ہندوستان کا عہدۂ شیخ الاسلام آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ کیونکہ مولانا جمال الدین بسطامی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام دہلی کا انتقال ہو چکا تھا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ التمش ۶۰۷ھ میں سر برآرائے حکومت ہوا تھا۔ اگر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سن پیدائش ۵۸۴ھ بھی مان لیا جائے اور اس کے ۱۳ سال بعد آپ کا تعلیم کے لیے ملتان جانا بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی اس وقت التمش دہلی کے تخت پر نہ تھا۔ حالانکہ تذکرہ نویسوں نے صاف لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے دہلی گئے ہیں تو سلطان التمش نے آپ کا استقبال کیا تھا۔ اس وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ طالب علم تھے اور فقہ کی مشہور کتاب نافع پڑھتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ التمش نے آپ کا خیر مقدم نائب اور شاہ کے نمائندے کی حیثیت سے کیا ہو۔

۵۷۱ھ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سن پیدائش ہے۔ اسی سال سلطان شہاب الدین محمد غوری رحمۃ اللہ علیہ نے غزنوی فوجوں کو شکست دے کر ملتان فتح کر لیا تھا اور اس فتح سے اس کے حوصلے اتنے بڑھے کہ تھوڑے ہی دنوں میں اس نے تمام علاقہ غزنوی اُمراء سے چھین لیا۔

چھٹی صدی ہجری میں جب کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش اور ابتدائی تعلیم و تربیت کا زمانہ ہے۔ زبردست سیاسی تغیرات رونما ہو رہے تھے۔ ایک طرف ترک اپنی حدود سلطنت وسیع کرنے میں مصروف تھے اور دوسری طرف آل سبکتگین کا اقتدار حکومت، خسرو ملک کی عیش پسندی اور نااہلی کے ہاتھوں دم توڑ رہا تھا کہ غور سے ایک تاریخی شخصیت اُبھرنی شروع ہوئی اور اس کے عزم و ہمت نے آخری غزنوی تاجدار سے ٹکر لی اور

؎ تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

کے مصداق خسرو ملک کی فوجوں کو ملتان میں شکست فاش دے کر اس پر قبضہ کر لیا اور پھر پے درپے حملے کر کے ۵۸۸ھ میں اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے زمانے میں بچپن گزارا جب کہ چاروں طرف بے اطمینانی اور پریشانی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک حکمران قوم اپنا اقتدار قائم رکھنے

Scanned with CamScanner

کے لیے جدوجہد میں مصروف تھی اور دوسری طرف فاتح قوم ان نقوش کو مٹا کر اپنے عزم وہمت و بہادری کا سکہ بٹھانا چاہتی تھی۔ اس کشمکش میں ملک کا امن وامان تباہ ہو چکا تھا۔ انہی شب وروز میں جب آپ نے ہوش سنبھالا تو پورا ملک غوری فوجوں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ عام طور پر ایسے وقت میں جو حالات اندرونِ ملک ہوا کرتے ہیں ان کا اندازہ امن کے زمانہ میں لگانا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ چاروں طرف کے خوف وہراس، اقتصادی بدحالی اور غنڈہ گردی میں بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ مگر اللہ اکبر ایک برگزیدۂ حق عورت نے اپنے نورِ چشم کو ان حالات کی موجودگی میں عمدہ تربیت اور اعلیٰ تعلیم سے مزین کیا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم کھتوال کے ایک مکتب میں ہوئی۔ یہاں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا اور ابتدائی درسی کتابیں پڑھیں چونکہ اس جگہ اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا اور ملتان وغیرہ کے سیاسی حالات مخدوش تھے۔ مگر آپ کی والدہ ماجدہ نے اِن حالات کی کوئی پرواہ نہ کی اور آپ کو ملتان تعلیم کے لیے بھیج دیا۔ ملتان میں اس وقت یگانۂ روزگار علماء موجود تھے اور اسی وجہ سے اس کو قبۃ الاسلام کہا جاتا تھا۔

یہاں آپ نے سرائے حلوائی کے قریب مسجد[1] مولانا منہاج الدین ترمذی میں قیام فرمایا اور تعلیم شروع کی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۱۲ یا ۱۳ سال کی تھی مگر والدہ صاحبہ کی تربیت نے آپ کو اللہ والا بنا دیا تھا۔ آپ درسی کتابیں بھی پڑھتے اور دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۰)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں کہیں بھی آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں آتا۔ اس سے بعض تذکرہ نویسوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ کا انتقال جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن میں ہو چکا تھا اور یہ صحیح ہے کیونکہ آپ کی تربیت صرف آپ

1- سیر الاولیاء صفحہ ۶۰، ۶۱، خیر المجالس صفحہ ۲۲۰، سیر العارفین صفحہ ۳۶، روضۃ الاقطاب صفحہ ۵۸، گلزار ابرار

کی والدہ ماجدہ نے کی تھی۔

ملتان میں آپ کے قیام کو کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ علم وعمل میں آپ کی کمال صلاحیت کا شہرہ چھوٹے بڑے سب کے کانوں تک پہنچ گیا اور شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا سیر الاولیاء میں ہے کہ ”آنچہ شیخ شیوخ العالم بتعلیم مشغول بود وصیت تعلیم وتجرد وتعبد شیخ در عالم منتشر گشت“۔

یعنی جس وقت شیخ شیوخ العالم تعلیم میں مشغول تھے آپ کی تعلیم اور تجرد اور عبادت کی شہرت تمام زمانہ میں ہوگئی تھی۔

قطب عالم سے بابا صاحب کی پہلی ملاقات:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِسی زمانۂ تعلیم کا ذکر ہے کہ ایک دن آپ مسجدِ منہاج میں بیٹھے ہوئے کتاب نافع پڑھ رہے تھے کہ حضرت قطب عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد میں آئے۔ حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف سے اپنے مرشد سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے اجمیر جا رہے تھے، جب حضرت مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان جس کی پیشانی سے بلند اقبالی ظاہر ہے کتاب کے مطالعہ میں بڑے غور کے ساتھ مصروف ہے جیسے ہی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر جناب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک پر پڑی۔ آپ فوراً کھڑے ہوگئے اور حضرت آپ کو دیکھتے ہوئے اندر مسجد میں چلے گئے اور تحیۃ المسجد کی نیت باندھی۔ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت ادب کے ساتھ حضرت قطب عالم کے نزدیک جا بیٹھے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ مسعود! کیا پڑھتے ہو؟ آپ نے جواب دیا: ”نافع“ حضرت نے پوچھا: کیا تم کو اس سے نفع ہوگا؟ آپ نے کہا: مجھ کو تو انشاء اللہ آپ کی نظر مبارک سے نفع پہنچے گا۔ یہ عرض کیا اور کھڑے ہو کر حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا

اور یہ رباعی پڑھی۔

مقبول توجز مقبل جاوید نہ شُد وزلطف تو ہیچ بندہ نومید نہ شُد

عونت باکدام ذرہ پیوست دمے کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نہ شُد

(سیر الاولیاء صفحہ ۶۰، خیر المجالس صفحہ ۱۷۰)

بعض نے لکھا ہے کہ یہ رباعی حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھی تھی مگر غلط ہے۔

اسی وقت شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قطب عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے مسجد میں آئے۔ حضرت بہاؤالحق رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ حضرت قطب عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں قیام نہ کریں۔ اس لیے آپ نے مسجد میں داخل ہوتے ہی حضرت قطب عالم کی جوتیاں اُٹھا کر ان کا رُخ دہلی کی طرف کر کے رکھ دیا۔ یہ بات مشائخ میں انتہائی تعظیم کی سمجھی جاتی ہے اور جس سمت جوتیوں کا رُخ کیا جاتا ہے۔ اسی طرف چلے جانے کی خواہش کا اشارہ ہوتا ہے۔

حضرت قطب عالم نے یہ دیکھ کر حضرت بہاؤالحق رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ میں یہاں قیام کا ارادہ نہیں رکھتا۔ میں تو دہلی جا رہا ہوں۔ اس کے کچھ دیر کے بعد آپ روانہ ہو گئے اور حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت قطب عالم کے ہمراہ تین منزل تک گئے۔ اس جگہ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جناب باباصاحب سے فرمایا۔ مسعود! کچھ عرصہ اسی ترک و تجرید کے ساتھ علم ظاہر حاصل کرو۔ پھر میرے پاس دہلی آنا۔ انشاء اللہ اپنی مراد کو پہنچو گے۔ یہ سن کر حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے واپس آ گئے اور یہاں تقریباً ۵ یا ۶ سال تک تعلیم میں مصروف رہے۔ پھر ملتان سے فارغ ہو کر آپ نے قندھار کا سفر اختیار کیا اور یہاں سے مختلف مقامات پر گئے اور دینی علوم حاصل کرتے رہے۔ اس طویل سفر میں آپ کامل فقراء اور اجل کی صحبت میں رہے۔

اسی زمانے میں آپ نے خراسان، سیستان، کرمان، چشت، بدخشاں، بغداد شریف، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس، کوفہ، بصرہ وغیرہ کے مقامات کی زیارات

کی اور ان مقامات کے کامل فقراء اور اجل علماء سے فیض حاصل کیا۔

تین تین سال حرمین شریفین میں جاروب کشی کی۔ بیت المقدس میں تو آپ کا چلہ خانہ اب تک موجود ہے اور ''زاویہ فریدیہ'' کہلاتا ہے۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۶۱، سیر العارفین صفحہ ۳۶)

حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد شریف میں کچھ عرصہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آپ پر بڑی نظر التفات تھی۔ ایک دن فرمایا ''شیطان را بر ذاتِ شما دست قدرت نبا شد'' یعنی شیطان کو تم پر قدرت حاصل نہ ہو سکے گی اور رخصت کے وقت آپ کو اپنی مشہور کتاب ''عوارف المعارف'' کا قلمی نسخہ چند نعمتوں[1] کے ساتھ عنایت کیا اور فرمایا: اپنے مرشد کی صحبت حاصل ہونے تک اس کا مطالعہ کرتے رہنا۔

اس سفر میں آپ کی ملاقات نواح بغداد میں خواجہ اجل شیرازی سے ہوئی۔ کچھ دن آپ ان کی صحبت میں رہے۔ پھر بخارا آئے۔ یہاں آپ کی ملاقات حضرت شیخ سیف الدین[2] باخرزی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ پھر آپ غزنی آ گئے۔ یہاں آپ امام

1- سیر الاولیاء صفحہ ۲۴۹، ۲۵۰ پر ہے کہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف کا یہی قلمی نسخہ چند نعمتوں کے ساتھ اپنے مرید و خلیفہ حضرت جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا۔ پھر حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ان نعمتوں کے ساتھ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت عنایت کیا جب آپ باباصاحب کے حکم سے اپنے خلافت نامہ پر مہر لگوانے ہانسی گئے تھے۔ پھر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے اس کو انہیں نعمتوں کے ساتھ مولانا جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت خواجہ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خلافت کے ہمراہ عطا کیا اور ارشاد فرمایا: یہ نسخہ ان نعمتوں کے ساتھ مجھ کو پہنچا ہے۔ اب میں تم کو دیتا ہوں۔ تمہارے دادا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرا ایک بچہ تمہارے پاس آئے گا۔ اس کو ان نعمتوں سے مالا مال کرنا اور ''عوارف المعارف'' اس کو دے دینا۔ افسوس کہ ۱۹۴۷ کے خونی انقلاب میں علم کے دشمنوں نے اس کتاب کو بھی ضائع کر دیا۔

2- فوائد الفواد، خیر المجالس، نفحات الانس وغیرہ میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بزرگ ہیں۔ آئندہ صفحات میں آپ کا ذکر آئے گا۔

حداوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور کرمان میں آپ کی ملاقات شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور بدخشاں میں شیخ عبدالواحد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔ ان شیوخ کی بابرکت صحبت سے اگرچہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مستفیض ہوئے۔ مگر حضرت قطبِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا خیال ہر وقت آپ کو رہا۔ یہاں تک کہ آپ واپس روانہ ہوئے۔ ہندوستان پہنچ کر پہلے اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں کھتوال آئے۔ پھر یہاں سے دہلی حضرت قطبِ عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیاحت کا زمانہ ملتان سے تکمیل تعلیم کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ حضرت کی تعلیم، سیاحت، استفادہ روحانی اور مجاہدہ سب ساتھ ساتھ جاری رہے اور یہ بات آپ کی کمال صلاحیت پر دال ہے کہ آپ بیک وقت صوفی، مجاہد، طالب علم اور سیاح تھے۔ یہ سیاحت حصول کمال کے لیے تھی۔

آپ کی سیاحت کا زمانہ ۶۰۷ھ سے ۶۱۸ھ تک کا بتایا جاتا ہے۔ مگر اس کو تسلیم کر لینے میں قباحت یہ ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۵۷۱ھ میں ہوئی ہے۔ اس حساب سے دہلی بیعت کے وقت آپ کی عمر ۴۶ یا ۴۷ سال ہونی چاہیے، جبکہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے فرمایا کہ بیعت کے وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ (خیر المجالس)

ان دونوں روایتوں میں مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ملتان میں پہلی دفعہ جب حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی ہے تو اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی اسی پہلی نظر کا اثر تھا کہ آپ مشرق وسطیٰ میں متعدد کاملین شیوخ سے ملے۔ مگر آپ نے کسی سے مرید ہونے کی خواہش نہیں کی۔ کیونکہ آپ حقیقی مرید اسی وقت ہو گئے تھے اور مخدوم صاحب کے اس بیان کی تائید مولانا

جمالی نے بھی کی ہے۔

شیخ کے قدموں میں:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس وقت حضرت قطبِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے ہیں تو اس وقت آپ کی مجلس میں قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا علاء الدین کرمانی، سید نور الدین مبارک غزنوی، شیخ نظام الدین ابوالموید، مولانا شمس الدین ترک اور خواجہ محمود موینہ دوز رضی اللہ عنہم وغیرہ مشائخ کبار موجود تھے۔ حضرت قطب عالم نے آپ کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اسی مجلس میں آپکو غالباً دوبارہ بیعت سے مشرف فرمایا اور دروازہ مندہ کے قریب برج کے نیچے ایک حُجرہ قیام کے لیے متعین کیا۔ شیخ کامل کی صحبت نے عشق الٰہی کی اس چنگاری کو جو آپ میں والدہ محترمہ کے فیض صحبت وتربیت سے پیدا ہوئی تھی۔ روشن شمع بنا دیا اور آپ نے ایک دم ترکِ علائق کر دیا۔ صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ عبادت ومحبتِ باری تعالیٰ میں مشغول ہو گئے اور ایک دم ترکِ علائق ہو گیا اور آپ نے سب رشتہ داروں کو چھوڑ دیا۔

اگر تو با غمِ لیلیٰ بہ رغبت خویشی داری   چوں مجنوں فرد باید شد اہم از خویش وز بیگانہ

(سیر العارفین صفحہ ۳۶، جوامع الکلم شجرۃ الانوار صفحہ ۳۳۶)

آپ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کردہ مجاہدہ میں مشغول رہتے اور مہینے میں صرف دو مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ لیکن حضرت بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے خلفاء اور مریدین ہر وقت حضرت قطب عالم کی خدمت میں رہتے تھے۔

ایک دن حضرت امیر حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے مناسب وقت دیکھ کر اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ایک شخص اپنے ہادی و مُرشد کی خدمت میں کم حاضر ہوتا ہے۔ لیکن ان کی محبت واثق دل میں رکھتا ہے اور ان کو یاد کرتا رہتا ہے۔ دوسرا ہر وقت پیر ومرشد کی خدمت میں رہتا ہے۔ مگر محبت پیر سے بے خبر ہے۔ دونوں میں کونسا بہتر ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "بہتر آں است کہ

دریاد پیر و محبت پیر بود اگرچہ بظاہر دور بود" یعنی بہتر وہ شخص ہے کہ جو پیر کی یاد و محبت میں ہے اگرچہ ظاہراً وہ دور ہی ہو۔ پھر یہ مصرعہ فرمایا:

"بیرونِ دروں بہ کہ درونِ بیروں"

(فوائد الفواد)

قُطبِ عالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اوش کے رہنے والے تھے۔ جو ترکستان کے شہر فرغانہ تو قند کا ایک قصبہ تھا۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۴۸، خیر المجالس صفحہ ۴۷، شجرۃ الانوار ۴۱۷، ۴۱۸)

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید کمال الدین احمد موسیٰ تھا۔ جب آپ کی عمر ڈیڑھ سال ہوئی تو آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ماجدہ نے کی۔ سبع سنابل اور جوامع الکلم میں ہے کہ جب آپ کی عمر ۴ سال ۴ ماہ اور ۴ دن کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے بڑی خوشی کی اور آپ کو مکتب میں پڑھنے کے لیے بھیجا اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے بسم اللہ پڑھائی۔ آپ کے پڑوسی آپکو لے کر مکتب چلے۔ راستے میں ایک بزرگ[1] نے ان کو مشورہ دیا کہ اس سعید اور بختیار لڑکے کو مولانا ابا حفص رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کے لیے بٹھاؤ وہ عالم باعمل ہیں۔ یہ کہا اور خود بھی ہمراہ ہو گئے۔ جب آپ مولانا ابا حفص رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو اس بزرگ نے مولانا ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ "مولانا! اس بچے کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کیجئے گا کہ یہ لڑکا برگزیدہ حق ہے"۔ یہ کہا اور چلے گئے ان کے جانے کے بعد مولانا ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطبِ عالم سے پوچھا: یہ بزرگ کون تھے، کیا آپ واقف ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا: مجھے تو یہ راستے میں ملے تھے۔ میری ان کی اس قبل کوئی شناسائی نہیں ہے۔ حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

حضرت قطب عالم نے مولانا ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہلے قرآن شریف پڑھا۔

1- سیر العارفین صفحہ ۱۸ پہ ہے کہ ایں پیر حضرت خضر علیہ السلام بود یعنی وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

پھر علوم متداولہ حاصل کیے۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولانا ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت سے حضرت خواجہ صاحب میں تہذیب، اخلاقِ ظاہری و باطنی اور آدابِ شریعت و طریقت پیدا ہوئے۔ (خیر المجالس صفحہ ۵۳)

اوش سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ بغداد چلے گئے۔ جو ان دنوں علم و فضل کا مرکز تھا اور ہر علم و فن کے اہل کمال وہاں موجود تھے۔

حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ اسی قیام بغداد کے زمانے میں ۵۷۲ھ میں ایک دن مدینۃ الاسلام کی مسجد امام ابو اللیث سمرقندی میں آئے۔ اس وقت اس مسجد میں اسلام کے چند ایسے سپوت جمع تھے۔ جن پر آنے والی نسلیں بجا طور پر فخر کر سکتی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر قیامت کے دن پیغمبران بنی اسرائیل غبطہ کریں گے اور یہ اپنے پیچھے اپنے متبعین کی ایک امت چھوڑ گئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

1- شیخ الشیوخ حضرت شہاب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
2- خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
3- شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ
4- شیخ برہان الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
5- شیخ محمود صفاہانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر اس صحبت بابرکت میں شریک رہے۔ پھر حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں باادب عرض کیا: حضور مجھے بیعت فرمالیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ان سب حضرات کی موجودگی میں بیعت کیا اور کلاہِ چہارترکی عطا فرمائی۔

بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام نے بختیار فرمایا تھا اور اس

کے بعد حضرت مولانا ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ "اے فرزند! عجیب بخت ہے تیرا کہ حضرت خضر علیہ السلام خود تمہاری سفارش کے لیے آئے"۔ صاحب مراۃ الاسرار کا بیان ہے کہ حضرت سلطان الہند خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ازراہِ شفقت بختیار فرمایا کرتے تھے۔ بہر صورت حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کا لقب بختیار تھا اور آج تک لوگ حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ[1] کہتے ہیں۔

حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بعد تکمیل سلوک حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عنایت فرمائی تھی اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ آپ ہر رات اڑھائی سو رکعت نفل اور تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے اور مریدوں کی اصلاح و تربیت و پرورش بہت بہتر طریقہ پر کیا کرتے تھے۔ (سیر العارفین صفحہ ۱۸)

جب آپ کے مرشد حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بحکم الٰہی ۵۸۲ھ میں ہندوستان آ گئے اور شہر اجمیر کو اپنی قیام گاہ بنالیا اور آپ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ بھی اپنے مرشد کے دیدار کے لیے ہندوستان روانہ ہو گئے۔ جب آپ ملتان پہنچے تو اس وقت ملتان قباچہ[2] کے تصرف میں تھا۔ ملتان میں جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔

ملتان سے آپ دہلی آئے۔ التمش نے آپ کا خیر مقدم کیا اور عرض کیا کہ میری حکومت کے شیخ الاسلام مولانا جمال الدین بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اگر حضور ازراہِ نوازش یہ ذمہ داری قبول فرمالیں تو احسان مند ہوں گا۔ حضرت نے فرمایا۔ مجھ کو اس کام سے معذور رکھو۔

شیخ الاسلام ایک بڑا دینی اعزاز وعہدہ ہے۔ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے انکار

1- کاک لغت میں روغنی روٹی کو کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت کو غیب سے یہ قرص روغنی ملتے تھے اس لیے آپ کو کاکی کہتے ہیں۔

2- سیر العارفین صفحہ ۱۹ و در آں ایام قبۃ الاسلام ملتان در قبض و تصرف قباچہ بیگ ترک بود

پر التمش نے شیخ نجم الدین صغریٰ کو اپنی حکومت کا شیخ الاسلام بنا دیا۔

دہلی پہنچ کر حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے موضع کیلوکھری[1] میں دریائے جمنا کے کنارے قیام فرمایا اور ایک اشتیاق نامہ خضر علیہ السلام حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس میں قدم بوسی کی اجازت طلب کی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا "بختیار تقرب روحانی کو بُعد مکانی حائل نہیں ہے۔[2] تم دہلی میں رہو۔ میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے پاس آؤں گا۔" اسی زمانہ میں شہر کے مشہور معروف خطیب حضرت مولانا بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور بادشاہ وقت جناب شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی۔

(سیر العارفین صفحہ ۲۱)

کچھ عرصے بعد حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے دہلی تشریف لائے اور فرمایا: "بابا بختیار[3] میں محض تمہاری دید کے لیے آیا ہوں"۔

اس موقع پر حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کو حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں توجہ اور برکت کے لیے پیش کیا۔

شہبازِ طریقت:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ "بختیار! شہباز عظیم بقید آوردہ اید کہ بجز سدرۃ المنتہیٰ آشیانہ نہ گیرد"۔ یعنی بختیار! ایک شہباز عظیم تمہاری گرفت میں آیا ہے۔ جو سدرۃ المنتہیٰ کے علاوہ کہیں قرار نہ پکڑیگا۔ پھر ایک ساعت تعطل کے بعد مسرت کے ساتھ فرمایا۔

1- سیر العارفین صفحہ ۲۰ حضرت ایشاں از جہت استعمال آب در سرحد کیلوکھری منزل اختیار فرمودند۔

2- سیر العارفین صفحہ ۲۱ قرب روحانی رابُعد مکانی مانع نیست۔

3- سیر العارفین صفحہ ۲۲ من محض برائے ملاقات تو اینجا آمدہ ام

"فرید شمع ایست۔ کہ خانوادۂ درویشاں منور سازو۔"

یعنی فرید ایک ایسی شمع ہے جس سے خاندانِ درویشاں روشن ہو جائیگا۔

دہلی کے شیخ الاسلام کا حضرت قطبِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حسد:

افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ حُبّ جاہ کے مریض چند نام نہاد مولویوں نے فقراء اور درویشوں کی مخالفت کر کے لوگوں میں یہ خیال پختگی کی حد تک پہنچادیا ہے کہ مولوی صاحبان ہمیشہ سے فقراء کے مخالف ہوتے آئے ہیں۔ حالانکہ سب مولوی ایسے نہیں ہوتے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا[1] کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ والا ظاہر کرتا ہے اور اس کے دل میں حُبِّ دُنیا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے قلب کو اپنے ذکر سے محجوب کر دیتا ہے۔ صرف اس کی زبان ذاکر رہتی ہے۔ اگر وہ اس پر متنبہ ہو گیا اور اس نے اپنے دل سے حُبّ دنیا کو نکال دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام رنج و محن کو دور فرما دیتا ہے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا اور دل کو حُبّ دنیا کا مسکن رکھا تو اللہ تعالیٰ پھر اس پر طمع ڈال دیتا ہے اور لوگوں کے دلوں سے اس کی رحمت اور الفت نکال دیتا ہے۔ پھر اس کی زندگی نہایت حقارت و عجز کے ساتھ گزرتی ہے۔ یعنی وہ بہت حسرت ناک زندگی گزارتا ہے اور افسوس ناک موت مرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ حَفِظْنَا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد آپ نے پڑھا۔ اب دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کے حالات پڑھیئے۔ پھر خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ یہ قول ان پر صادق آتا ہے یا نہیں۔

جس وقت حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ دہلی رونق افروز ہوئے تو اس وقت دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کی آمد پر لوگوں میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ جہاں حضرت قدم رکھتے تھے۔ اس جگہ[2] کی خاک کو لوگ اکسیر

1- طبقات الصوفیہ صفحہ ۱۴۸

2- سیرالاولیاء صفحہ ۵۴

سمجھ کر اُٹھا لیتے تھے اور شیخ الاسلام کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا کہ آپ کس کھیت کی مولی ہیں۔ یہ دیکھ کر نجم الدین صغریٰ میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی کہ دہلی کا شیخ الاسلام تو میں ہوں اور لوگ اس درویش کے سامنے مجھ کو مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے۔

وہ رات دن اسی سوچ و بچار میں رہنے لگے کہ کسی طرح کوئی تدبیر ہاتھ آئے جس سے حضرت قطبِ عالم کو بادشاہ اور عوام الناس کی نظروں میں ذلیل و رسوا کیا جائے۔ تاکہ خود بخود یہ یہاں سے چلے جائیں۔

آخر انہوں نے ایک سازش کی اور آپ کے محب صادق حضرت جناب جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ پر زنا کی تہمت لگا کر شرعی عدالت میں طلب کر لیا۔ التمش نے اس فیصلہ میں شرکت کے لیے ملتان سے حضرت غوث بہاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مقتدر علماء کو بھی بلایا تھا۔ لیکن سازش کا بھانڈا عین وقت پر پھوٹ گیا اور مدعیہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ شیخ نجم الدین صغریٰ نے مجھے ۵۰۰ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا کہ میں شرعی عدالت میں حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایسا بیان دوں۔ ان پانچ سو میں سے پچیس روپے پیشگی دیدیئے گئے تھے اور بقایا شرف الدین بقال کے گھر امانت رکھے ہیں اور اس صندوقچے کی کنجی یہ میرے پاس موجود ہے۔

اس افشائے سازش سے شیخ الاسلام کو بڑی ندامت ہوئی۔ شیخ الاسلامی بھی گئی اور پھر چند دن بعد حالت نامرادی میں دنیا ہی سے سدھار گئے۔

اسی زمانے کا ذکر ہے۔ جب کہ نجم الدین صغریٰ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی سے نکالنے کے لیے رات دن بے چین و مضطرب تھے اور سازش کا پلان بنا رہے تھے کہ حضرت سلطان الہند خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لائے اور خبر ہوتے ہی اہلیان شہر خاص و عام آپ کی زیارت کے لیے اُمڈ پڑے لیکن نجم الدین صغریٰ باوجود پُرانی واقفیت کے نہ آئے۔ تیسرے روز خود حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جناب شیخ الاسلام سے ملنے کے لیے ان کے مکان پر گئے۔ اس وقت وہ اپنے مکان کا

Scanned with CamScanner

چبوترہ بنوا رہے تھے۔ معمولی علیک سلیک کے بعد نجم الدین صغریٰ مزدوروں سے مخاطب ہوگئے۔ کچھ دیر حضرت نے انتظار کیا۔ مگر جب وہ کچھ نہ بولے تو آپ نے ان سے کہا۔ برادر نجم الدین کیا شیخ الاسلامی نے تمہارے اندر تکبر پیدا کر دیا ہے۔
اُنھوں نے جواب دیا۔ نہیں جناب بلکہ آپ کے مرید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے میری شیخ الاسلامی[1] کو نکما کر دیا ہے۔ ان کی موجودگی میں مجھے کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ اگر آپ ازراہِ نوازش ان کو یہاں سے لے جائیں۔ تو میں آپ کا تازیست خادم رہوں گا۔
حضرت نے فرمایا، نجم الدین خاطر جمع رکھو۔ میں اپنے بختیار[2] کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کے سبب ایک دل بھی رنجیدہ ہو۔ نجم الدین صغریٰ حضرت کا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا اور کہا آپ ذرا ٹھہریں میں آپ کے لیے کھانا منگواتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس کی ضرورت نہیں ہے اور واپس آگئے۔
اور حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: بابا بختیار رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ اجمیر چلو۔ یہاں کے شیخ الاسلام تم سے حسد کرتے ہیں اور تمہارے درپۓ آزار ہیں۔
دوسرے روز حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اجمیر روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ جب یہ بات لوگوں میں مشہور ہوئی کہ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے جا رہے ہیں۔ تو شہر کے تمام[3] چھوٹے بڑے خاص وعام رئیس وفقیر جو آپ کے اسلامی اخلاق اور عظمت و کردار سے بے حد متاثر تھے۔ اپنا اپنا گھر بار چھوڑ کر حضرت کے پیچھے ہوئے۔ ایک دو منزل ہی چلنے پائے تھے کہ التمش رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ہوئی۔ وہ فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بستہ عرض کی۔ حضور! لوگ شہر چھوڑ کر آپ کے پیچھے ہوئے ہیں۔ وہ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے

1- سیر الاولیاء صفحہ ۵۴
2- سیر الاولیاء صفحہ ۵۴
3- سیر الاولیاء صفحہ ۵۴،۵۰

بغیر اس شہر میں رہنے کو تیار نہیں ہیں۔ آپ ازراہِ نوازشِ کریمانہ ان کو اسی شہر میں چھوڑ جائیے۔ حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوق کی آپ سے محبت و ہمدردی دیکھی تو آپ سے پوچھا کہ بختیار تو نے یہ کیا ہے؟ عزلت[1] میں چھپے رہنا بہتر ہے۔ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ حضور میری طرف سے کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا بختیار ایک دل کے معاملہ میں اتنے دلوں کا رنجیدہ کرنا اچھا نہیں ہے۔ جاؤ تم دہلی میں رہو۔ یہ شہر میں نے تمہاری پناہ[2] میں دے دیا۔
حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ قائم اللیل تھے۔ ابتداء میں تھوڑی دیر سو جایا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں ساری رات بیدار رہنا اختیار کر لیا تھا اور فرمایا کرتے تھے۔ اگر کسی[3] وقت سوتا ہوں تو مجھ کو سخت تکلیف ہو جاتی ہے۔ آپ کی مشغولی مع اللہ اس قدر تھی کہ اگر کوئی شخص آپ سے ملنے آتا تو کچھ دیر اس کو انتظار کرنا پڑتا تھا اور جب استغراق سے عام حالت میں آتے تو آنے والے سے معذرت کرتے پھر اس کا حال دریافت فرماتے تھے۔
آپ کے گھر میں اکثر فاقہ ہوتا تھا۔ اس لیے بی بی صاحبہ کو کچھ قرض لینے کی اجازت دے رکھی تھی۔ آپ کے پڑوس میں شرف الدین بقال رہا کرتا تھا۔ مائی صاحبہ اس سے ۳۰۰ درہم تک قرض لے لیا کرتی تھیں۔ جب کچھ آجاتا تو پہلے قرض ادا کیا جاتا تھا۔
کسی سبب سے آپ نے قرض لینا بند کر دیا۔ تو روزانہ آپ کے مصلے کے نیچے سے ایک کاک[4] نکل آتا تھا جو سب گھر والوں کو کافی ہوتا تھا۔ جب کچھ عرصہ تک آپ نے قرض نہ لیا تو شرف الدین نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ شاید تیری کسی بات سے

1- سیر الاولیاء صفحہ ۵۴
2- سیر الاولیاء صفحہ ۵۵
3- سیر الاولیاء صفحہ ۴۹
4- سیر الاولیاء صفحہ ۴۸

حضرت ناراض ہوگئے ہیں جو ہم سے قرض لینا بند کر دیا ہے۔ تو جا کر معلوم کر۔ شرف الدین کی بیوی حضرت کے گھر آئی اور بہت عاجزانہ منت وسماجت کے بعد پوچھا کہ کیا ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ حضرت کی اہلیہ نے کہا: مصلے کے نیچے سے روزانہ ایک کاک نکل آتا ہے اور وہ سب گھر والوں کو کافی ہوتا ہے۔ ہم کو اس لیے اب قرض کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

اس[1] واقعہ کے بعد سے کاک نکلنا بند ہوگیا۔ حضرت نے اپنی اہلیہ سے فرمایا۔ تم نے کاک نکلنے کا ذکر کسی سے کیا ہوگا۔ اس لیے بند ہوگیا۔

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادہ کا انتقال ہوگیا۔ جب آپ ان کو دفن کر کے گھر واپس آئے تو ان کی والدہ کا گریہ سنکر آپ نے فرمایا، افسوس!

حضرت بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ حضور یہ افسوس کیسا۔ فرمایا مجھے اب اس کی ماں کے گریہ سے خیال آیا کہ میں نے اس بچہ کی حیات کے لیے دُعا کیوں نہ کی۔ اگر حضرت حق سبحانہٗ سے طلب کرتا تو ضرور پاتا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! دوست کی یاد میں ان کے استغراق کی کیا حالت تھی۔ کہ اپنے بچے کی موت وحیات بھی یاد نہ آئی۔

ایک دن ملک اختیارالدین ایبک کوتوال شہر حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کچھ نذر پیش کی۔ آپ نے قبولیت سے معذوری ظاہر کی۔ پھر جس بوریے پر تشریف فرما تھے۔ اس کا کونہ اُلٹ کر اختیار الدین سے فرمایا دیکھو یہ کیا ہے۔ اختیار الدین نے دیکھا کہ اشرفیوں کا دریا بہہ رہا ہے۔ آپ نے اختیار الدین سے فرمایا۔ اس سبب[2] سے تمہاری نذر کی ضرورت نہیں۔

1- سیر الاولیاء صفحہ ۴۹

2- سیر الاولیاء صفحہ ۵۳

مقام مامقام شماست:

۶۳۳ ھ کا ذکر ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت[1] میں حاضر تھے۔ جب اس نیت سے کھڑے ہوئے کہ ہانسی روانہ ہوں تو حضرت قطبِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ مسعود کیا تم جانا ہی چاہتے ہو؟ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ جیسے مخدوم کا حکم ہو۔ فرمایا جاؤ تقدیرِ الٰہی یونہی ہے کہ آخری وقت تم میرے پاس نہیں ہوگے۔ پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اِس درویش کی فقیری اور نعمتوں کی زیادتی کے لیے ہم فاتحہ واخلاص پڑھتے ہیں۔ یہ سن کر سب نے آپ کی اتباع کی، پھر حضرت نے اپنا مصلّٰی خاص اور عصا بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت کر کے فرمایا۔ میں اپنا سجادہ، دستار وخرقہ اور نعلین بطورِ امانت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کو دے جاؤں گا۔ پانچویں روز یہ سب چیزیں تم کو مل جائیں گی۔ پھر فرمایا "مقام مامقامِ شماست" یعنی ہمارا مقام تمہارا مقام ہے۔ جیسے ہی حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے حاضرین نے یہ باتیں سنیں سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۷)

ربیع الاول کا مہینہ شروع ہوتے ہی حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کا استغراق بہت بڑھ گیا۔ انہی دنوں شیخ علی سجزی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں مجلس سماع منعقد ہوئی۔ آپ کو بھی مدعو کیا گیا۔ سماع شروع ہوا اور قوالوں نے حضرت مولانا احمد جام کی یہ غزل پڑھی:

منزلِ عشق از مکانے دیگر است　　مردایں راہ رانشانے دیگر است

جب قوال اس شعر پر پہنچے:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہر زماں ازغیب جانے دیگر است

تو حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ مصرعہ اولیٰ پر آپ کشتہ ہو جاتے تھے اور مصرعہ ثانی پر آپ حرکت کرتے تھے۔ کچھ دیر بعد شیخ علی سجزی

1- سیر الاولیاء صفحہ ۳۷

Scanned with CamScanner

رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ختم ہوئی اور آپ واپس اپنے مقام پر آئے مگر آپ کا تحیّر زیادہ ہو گیا آپ یہ شعر پڑھتے تھے اور بے ہوش ہو جاتے تھے۔ نمازوں کے علاوہ شبانہ روز یہی کیفیت رہی۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو تشویش ہوئی۔ اس وقت حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کا سر مبارک قاضی صاحب[1] کی گود میں اور پاؤں مولانا بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں تھے۔ ان دونوں[2] بزرگوں کی خواہش تھی کہ حضرت ہم کو اپنا جانشین بنا دیں کہ یکا یک حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ قاضی صاحب نے عرض کیا۔ مخدوم کی اس وقت عجب حالت ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کسی ایک کو اپنا قائم مقام بنا دیں۔ اس وقت آپ کے جوان صاحبزادے بھی پاس کھڑے تھے۔ مگر آپ نے کسی کی طرف التفات نہ کیا۔ صرف اتنا فرمایا، کہ وہ خرقہ مبارک جو مجھ کو اپنے خواجہ و مولیٰ سے ملا ہے۔ اس کے ساتھ عصا اور نعلین اور مصلّٰی فرید الدین مسعود کو پہنچا دینا۔ یہ ان کا حق ہے۔ (سیر الالیاء صفحہ ۴۷)

اس کے بعد آپ پھر بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد ہوش میں آئے اور جیسے ہی قوال نے کہا "کشتگانِ خنجرِ تسلیم را" آپ کا انتقال ہو گیا۔

یہ واقعہ[3] ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ کا ہے۔ آپ حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد صرف آٹھ ماہ حیات رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

انتقال کے بعد حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک درویش کو خط دے کر جناب بابا صاحب کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ حضرت بابا صاحب جلد پہنچ جائیں۔ اِدھر جب حضرت خواجہ قطب الاقطاب کا جنازہ تیار ہو گیا۔ تو خواجہ ابوسعید

1- سیر الاولیاء صفحہ ۳۰
2- سیر الاولیاء صفحہ ۴۷
3- سیر الاولیاء صفحہ ۵۶

رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ

"حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وصیت کردہ بود کہ امام جنازۂ ما آں کس باشد کہ گاہے ازار بہ ہوس حرام نہ کشادہ باشد و سنتہائے عصر و تکبیر اولیٰ فرائض نماز از او ترک نہ شدہ باشد۔"

"حضرت خواجہ صاحب نے وصیت فرمائی ہے کہ ہمارے جنازہ کا امام ایسا شخص ہو جس کا ازار کبھی حرام پر نہ کھلا ہو، اور اس سے عصر کی سنتیں کبھی ترک نہ ہوئی ہوں اور فرائضِ نماز جماعت کی تکبیر اولیٰ کبھی نہ چھوٹی ہو۔"

اس مجمع میں شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھا کچھ دیر انتظار کرتا رہا کہ کوئی آگے بڑھے اور جماعت کرائے۔ جب کوئی آگے نہ آیا تو خود آگے بڑھا اور کہا۔ میں تو نہ چاہتا تھا کہ اس طرح میری بعض پوشیدہ باتوں کا اظہار ہو مگر کیا کروں حضرت کے حکم کی تعمیل منظور ہے۔ یہ کہہ کر مصلّٰی پر آیا اور جماعت کرائی اور پھر اپنے کاندھے پر جنازہ قبرستان تک لے گیا۔

ریاضت و مجاہدہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا"۔ (پ۲ البقرۃ ۱۵۶)

"جو ہمارے راستے میں مجاہدہ کریں گے۔ ہم ضرور ان کو اپنی راہ دکھائیں گے"۔

ہم پچھلے صفحات میں یہ لکھ آئے ہیں کہ حضرت قطب عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیام کے لیے دروازہ مندہ[2] کے قریب برج کے نیچے ایک حجرہ

1- خزینۃ الاصفیا صفحہ ۲۷۵

2- دروازہ مندہ پرانی دہلی میں سیری کے قریب تھا۔ جہاں اب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی والدہ ماجدہ اور بہن اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی یعنی راقم الحروف کی جدہ اعلیٰ بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیوں کے مزارات ہیں۔

متعین کیا تھا۔ یہاں آپ اپنے مرشد کی تعلیم وہدایت کے مطابق ریاضت ومجاہدہ میں مصروف رہتے تھے اور ہر پندرہ دن کے بعد اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

طے کا روزہ:

طے کا روزہ وہ روزہ کہلاتا ہے جس کا افطار تین یا پانچ یا سات یا اس سے زیادہ دن میں ہوتا ہے۔ اس عرصے میں ہر روز بعد غروبِ آفتاب تقریباً دو تولہ پانی تو پیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ روزہ شرعاً جائز ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۲)

روزہ ہر مذہب وملت میں تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوام روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بیمار ہو جاتے یا فصد کھلواتے۔ تب بھی روزہ نہ چھوڑتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ روزہ آدھا سلوک ہے اور بقیہ آدھے میں نماز اور اوراد دیگر طاعات ہیں۔

اسی زمانے کا ذکر ہے جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ دروازہ مندہ کے حجرہ میں مجاہدہ کر رہے تھے کہ ایک دن آپ نے اپنے مرشد سے عرض کیا۔ حضرت میں اور سخت مجاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت قطب عالم نے ارشاد فرمایا۔ مسعود! تو پھر تم کو طے کا روزہ رکھنا چاہیے۔ لیکن اس میں خیال رکھنا کہ روزے کا افطار غیب سے آئی ہوئی پاکیزہ چیز سے ہو۔ ورنہ روزے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

دوسرے روز سے آپ نے طے کا روزہ شروع کر دیا۔ آخری دن شام کو ایک ناواقف شخص از خود کھانا لے کر آیا اور آپ کو دیکر چلا گیا۔ آپ نے یہ غیبی کھانا سمجھا اور اس سے روزہ افطار کر لیا۔

ابھی آپ فارغ نہیں ہوئے تھے کہ آپ کی نظر سامنے درخت پر بیٹھے ہوئے کوے پر پڑی جو کسی مردار کی غلیظ انتڑیاں منہ میں لیے ہوئے تھا۔ اس کو دیکھ کر اس

قدر کراہت آئی کہ آپ کو اُلٹی ہوگئی اور تمام کھانا واپس نکل گیا اور پیٹ بالکل خالی ہوگیا۔ اس کے بعد آپ اپنے مرشد حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمام واقعہ عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ مسعود! تین دن کے طے کے بعد تم نے جس کھانے سے روزہ افطار کیا وہ تو شرابی کے گھر کا کھانا تھا۔ حضرت حق تعالیٰ کی نوازش تمہارے حال پر تھی۔ جو وہ کھانا تمہارے معدہ میں نہ ٹھہرا۔ اب پھر طے کا روزہ رکھو اور جو کچھ غیب سے پہنچے اس سے افطار کرو۔ یہ سُن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُسی وقت طے کے روزے کی نیت کر لی اور جب اس روزے کے بھی تین دن پورے ہوگئے تو گویا چھ دن کا روزہ ہوگیا۔ افطار کے وقت کوئی چیز نہ آئی اور عشاء کا بھی بعد ہوگیا۔ ضعف نے غلبہ کیا۔ نفس شدتِ بھوک سے جلنا شروع ہوا۔ آپ نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک مٹھی کنکر اُٹھا کر منہ میں رکھ لیے۔ وہ کنکر منہ میں جاتے ہی شکر ہوگئے۔ آپ کو معاً خیال آیا۔ یہ بھی کہیں شیطانی وسوسہ ہو۔ آپ نے انھیں تھوک دیا اور پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ آدھی رات گزرنے کے بعد پھر بھوک کی شدت کے سبب آپ نے ایک مٹھی کنکر اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لیے وہ بھی فوراً شکر ہوگئے۔ آپ نے ان کو بھی تھوک دیا اور عبادت میں مشغول ہوگئے۔ آخر صبح کے قریب جب نقاہت اور بھوک بہت زیادہ ہوگئی۔ تو آپ کو خیال آیا کہ شدتِ ضعف کے سبب میں کہیں فرائض سے نہ رہ جاؤں۔ اس لیے آپ نے پھر ایک مٹھی بھر کر کنکر زمین سے اُٹھا کر منہ میں ڈال لیے۔ جو پھر فوراً شکر ہوگئے۔ آپ نے ان کو کھالیا اور جب صبح اپنے مرشد حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا:

''مسعود نیکو کردی کہ بداں افطار کردی۔ کہ ہر چہ از غیب است نیک است''۔

یعنی مسعود تم نے اچھا کیا۔ جو اِن سے روزہ افطار کر لیا کہ جو کچھ غیب سے

ہوتا ہے اچھا ہی ہوتا ہے۔

پھر فرمایا: "جاؤ شکر کی طرح شیریں رہو گے"۔ امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ آپ کو اِسی لیے "پیر شکر بار یا گنج شکر" کہا جاتا ہے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۶، سیر الاولیاء صفحہ ۶۸)

چلّہ معکوس:

طے کے روزہ کے بعد ایک دن جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری آرزو ہے کہ ایک چلّہ کروں۔ حضرت نے جواب دیا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس سے شہرت ہوتی ہے۔ اس پر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت وقت اچھا ہے آپ کے زیر سایہ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے اور خدا جانتا ہے کہ میری نیت شہرت کی نہیں ہے۔ حضرت نے یہ سُن کر جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا اور کچھ نہ فرمایا۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مجھے اپنی اس غلطی پر سخت ندامت ہوئی اور آج تک مجھے اس بات کا رنج ہے کہ میں نے حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے منشاء کے خلاف اصرار کی جرأت کیوں کی تھی۔ اس غلطی پر استغفار کرتے عمر گزر گئی۔ مگر مجھے جب یہ واقعہ یاد آتا ہے۔ انتہائی پشیمانی ہوتی ہے کہ میں نے حضرت کو جواب ناموافق کیوں دیا"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۶، سیر الاولیاء صفحہ ۶۸)

اس واقعہ کے بعد حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب سے فرمایا مسعود! تم چلّہ معکوس کرو۔ خود حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت یہ جرأت نہ ہو سکی کہ حضرت سے چلّہ معکوس کا طریقہ معلوم کرتے۔ البتہ اپنے پیر بھائی حضرت مولانا بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ کسی دوسرے وقت اس چلّہ کا طریقہ معلوم کیا۔ جس میں چالیس رات یادِن اپنے پاؤں میں رسی باندھ کر سر کے بل کنویں میں لٹکا جاتا ہے اور مخصوص طریقہ سے اَللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھا جاتا ہے۔ اس چلّہ کے لیے ایسے کنویں کی ضرورت ہے۔ جس پر درخت ہو، اور اس کی شاخیں کنویں پر پھیلی ہوئی ہوں۔

جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چلّہ معکوس کا طریقہ معلوم کر لیا۔ تو پھر آپ کو ایسے مطلوبہ کنویں کی جستجو ہوئی اور آپ تلاش کرتے کرتے کھتوال پہنچ گئے اور والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دن والدہ کے ارشاد پر کھتوال میں رہے۔

یہاں قیام کے دوران آپ کھتوال سے باہر مسجد میں دن رات ذکر و فکر اور مراقبہ میں مشغول رہتے تھے اور بکثرت نوافل پڑھا کرتے تھے اور رات کو دو رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ لوگوں سے میل جول اور التفات کم رکھتے تھے۔ اس لیے لوگ آپ کو قاضی بچہ دیوانہ کہنے لگے۔

(شجرۃ الانوار صفحہ "قاضی بچہ دیوانہ" سیر الاولیاء صفحہ ۲۶ "قاضی بچہ" خیر المجالس)

بیدم مرحوم نے بڑا موزوں شعر کہا ہے:

مری دنیا بدل دی جنبش ابروئے جاناں نے — اب نہ اپنا ہی رہا اپنا، نہ بیگانہ بیگانہ

اس قیام کھتوال کے زمانہ میں آپ کی ملاقات حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔ جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ کچھ دن کھتوال میں رہنے کے بعد آپ یہاں سے روانہ ہوتے وقت اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا مسعود! چلّوں کے ذریعے قلب میں جذبِ رحمت کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ تقربِ الٰہی[1] حاصل کرو۔ جو شیخ کامل کے ذریعہ حاصل ہوگا۔

والدہ سے رخصت ہو کر آپ مطلوبہ کنویں کی جستجو میں اُچ[2] پہنچ گئے۔ یہاں آپ

1- قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنو اتقو اللہ وابتغو الیہ الوسیلہ وجاھدو فی سبیلہ لعلکم تفلحون ٥ یعنی اے ایمان والو (تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) اور اس تک پہنچنے کے وسیلے کی تلاش کرو اور اس کے راستے میں مجاہدہ کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ وقولہ تعالیٰ "یَبتَغُونَ اِلیٰ رَبِّھِمُ الوَسِیلَۃَ اَیُّھُم اَقرَبُ" یعنی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کونسا اللہ تعالیٰ کے قریب ہے۔ (قرآن پاک) مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا خرم علی نے شرح قول الجمیل میں نقل کیا ہے اور ایمان بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے تو مخاطب ہی ہے پس وسیلہ سے مراد شخص خاص ہے۔ خود مولانا اسمٰعیل نے بھی یہاں وسیلہ سے مراد ہادی و مرشد لیا ہے۔

2- احمد پور شرقیہ میں مشہور و قدیم قصبہ ہے جہاں اب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کے مزارات ہیں۔

نے ایک بڑی پُر فضا مسجد دیکھی، جس کو مسجد حاج کہتے تھے اور اس مسجد کا کنواں چلہ معکوس کے لیے بڑا موزوں تھا۔ کنویں پر ایک بڑا درخت تھا اور اس کی شاخیں اس پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اس مسجد کا مؤذن ہانسی کا رہنے والا خواجہ رشید الدین مینائی تھا اور وہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت کے ساتھ اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے پیش کیا۔

جب حضرت کو ہر طرح تسلی ہوگئی۔ تو آپ نے بازار سے ایک رسی منگائی اور ایک دن بعد نماز عشاء تازہ وضو کیا اور اس رسی کا ایک سرا اپنے پاؤں میں اور دوسرا اس درخت کے ٹھنے میں باندھ دیا۔ پھر مؤذن سے کہا کہ مجھکو آہستہ آہستہ کنویں میں لٹکا دو اور صبح کی اذان سے کچھ پہلے باہر نکال لینا۔

''بعد وضوئے تمام بیک سر رشتہ پائے مبارک خود را کہ تاجِ سر اولیاء ست بست۔ دوم سر رشتہ بداں شاخِ درخت کہ بر سرِ چاہ بُود بر بست بعدہٗ سرنگوں خود را دریں چاہ آویخت''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۹)

یعنی وضو کے بعد ایک سرا اپنے پیر مبارک میں کہ جو تاجِ سر اولیاء ہے باندھا اور دوسرا سرا اس درخت کی شاخ میں باندھا جو کنویں میں تھا۔ پھر اپنے آپ کو سنگوں کنویں میں لٹکا دیا۔

سعد یا کنگرہ عشق بلند است و بلند — تا تو سر پانہ کنی دست تو آنجا نہ رسد
ہر دل کہ درد مہر تو آویختہ شد — آویختہ شد عاقبت از کنگرۂ عشق

(حسن علاء سنجری)

خواجہ رشید الدین مینائی مؤذن نے آپ کو کنویں میں لٹکا دیا اور پھر صبح کی اذان سے پہلے آکر عرض کیا۔ حضور صبح صادق ہونے والی ہے۔ میں آپ کو باہر نکالتا ہوں۔ یہ کہا اور آپ کو باہر کھینچ لیا۔ آپ رسی کھول کر اندر مسجد میں چلے گئے اور قبلہ رو بیٹھ گئے اور پھر نماز فجر جماعت سے ادا کی۔ اس طرح چالیس رات یہ شغل جاری رہا۔ سیر الاولیاء کا

بیان ہے کہ

''بریں جملہ چہل شب چلہ معکوس داشت''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۰)

صاحبِ جوامع الکلم کا بیان ہے۔ کہ حضرت کا یہ چلہ رات دن جاری رہا صرف پنج وقتہ نمازوں کے لیے آپ کو باہر نکالا جاتا تھا۔ (جوامع الکلم صفحہ ۲۳۱)

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں: (اخبار الاخیار صفحہ ۵۳)

در مقامِ اوچہ چلہ معکوس کشید تا چہل روز ہر شب دراں چاہ بدرختے براں چاہ بودے۔ آویختند چوں روز میشد بیرونش می آوردند۔

یعنی اوچہ میں آپ نے چلہ معکوس کیا۔ چالیس روز اس طرح کہ ہر شب کنویں میں اس کے اوپر والے درخت کے ساتھ لٹکے رہتے اور دن کو باہر نکال لیے جاتے تھے۔

رفیق العارفین[1] میں لکھا ہے کہ چلہ معکوس کا زمانہ چھ ماہ ہے۔

جواہرِ فریدی میں لکھا ہے کہ یہ چلہ بارہ سال جاری رہا۔ یہاں تک کہ چڑیوں نے حضرت کے زانوئے مبارک میں گھونسلے بنا لیے تھے۔ (جواہر فریدی صفحہ ۱۸۷)

''دوازدہ سال خود را در چاہے آویزاں کردہ بہ نماز معکوس کہ وظائف برائے صفائے باطن اکسیر اعظم است ادا نمودند دریں مدت حالِ ریاضت و استغراق و درجۂ فنا بجائے رسید کہ کنجشکاں و جانوراں در پایائے وجودِ مبارک ایشاں آشیاں ساختند''۔

یعنی بارہ سال کنویں میں لٹک کر نماز معکوس ادا کی۔ کہ یہ وظیفہ صفائی باطن کے لیے اکسیرِ اعظم ہے۔ اس زمانہ میں حال ریاضت اور استغراق و درجۂ فنا یہاں تک پہنچا

1- رفیق العارفین حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے آپ خلیفہ ہیں حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ پنڈوی کے اور وہ خلیفہ ہیں حضرت علاء الحق بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خلیفہ ہیں حضرت شیخ عثمان اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خلیفہ ہیں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے۔

Scanned with CamScanner

کہ چڑیوں اور جانوروں نے آپ کے پاؤں اور وجود مبارک میں گھونسلے بنالیے تھے۔
شیخ فرید ثانی نے کیسا موزوں شعر کہا ہے:

فریدا دھڑ سولی سر پنجرہ تلیاں ٹھوکن کاگ
رب اجیویں باہوری تو دھن ہمارے بھاگ

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چلہ معکوس کے متعلق مختلف تذکرہ نگاروں نے الگ الگ مدت بیان کی ہے۔ جسمیں سیر الاولیاء اخبار الاخیار اور شجرۃ الانوار کا بیان ایک ہے۔ یعنی یہ چلہ چالیس رات کا تھا۔ جوامع الکلم، جواہر فریدی، رفیق العارفین، سیر الاقطاب، مراۃ الاسرار وغیرہ کے بیانات مختلف ہیں۔ ان میں مطابقت کی یہی صورت ہے کہ آپ کا پہلا چلہ چالیس رات کا تھا۔ اس کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں، مختلف مدت کے لیے یہ مجاہدہ معکوس جاری رکھا۔ جس کی مجموعی مدت بارہ سال ہوتی ہے۔ پاک و ہند میں کئی مقامات پر ایسے کنویں بتائے جاتے ہیں۔ جہاں آپ نے معکوس چلہ کیے ہیں۔ کھتوال، ریواڑی، شاہ مدار صاحب کی ٹیکری اور اُچ کے کنویں زیادہ مشہور ہیں۔ (جواہر فرید صفحہ ۱۸۷)

امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ اُچ شریف کی مسجد حاج کا وہ کنواں اور درخت جہاں آپ نے چلہ معکوس کیا تھا۔ اس وقت تک موجود ہے۔ یہ تحریر آٹھویں صدی ہجری کے آخری نصف کی ہے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۶۹)

فرید کہے سو ہوئے:

چلۂ معکوس پورا کرنے کے بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ روانہ ہونے لگے۔ تو رشید الدین مینائی نے عرض کی حضور میری بھی ایک التجا سُن لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس نے کہا کہ میں مفلس ہوں اور میری چند لڑکیاں ہیں جن کی شادی کرنی ہے اور اسباب میسر نہیں ہیں۔ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے فراخی عطا فرمائے اور میرے کام بخیر وخوبی انجام پائیں۔

آپ نے فرمایا رشید الدین تم وعظ کہا کرو۔ اس نے جواباً عرض کیا! حضور میں تو بالکل ان پڑھ ہوں۔ وعظ کیسے کہہ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم منبر پر قدم رکھنا اور پھر دیکھنا کہ فضل خدا تم پر کس طرح برستا ہے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۰)

''امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ جل وعلا اوراکرمے کرد وعلم کرامت فرمود کہ مذکرے گیرائے سخن شد و مستحق ومنالے اوراحاصل گشت''۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم فرمایا اور اس کو علم بخشش کیا، اور وہ موثر واعظ ہو گئے اور ان کو مال ومنال بھی حاصل ہو گیا۔

چنانچہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق جس وقت اُنہوں نے منبر پر قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کو کھول دیا اور وہ بے مثل واعظ ہو گئے۔ بڑے بڑے فضلاء ان کے وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ ان کا اندازِ بیان بہت موثر اور دلکش تھا اور وہ اپنی تذکیر میں آیات قرآنی، احادیث نبوی اور اقوال بزرگان سے استدلال کیا کرتے تھے۔

نمازِ معکوس کے متعلق چند باتیں

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''القول الجمیل'' میں صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے:

''للچشتية الصلواة تسمى صلواة معكوس لم نجد من السنة ولا اقوال الفقهاء وانشد هابه فلذالك خذ مناها والعلم عندالله''۔

یعنی چشتیہ سلسلہ میں ایک نماز ہے۔ جو نماز معکوس کہلاتی ہے۔ مجھے سنت اور قول فقہاء سے اس کا ثبوت نہ ملا۔ اللہ علیم ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے دو باتیں ظاہر ہوئیں:

1- نمازِ معکوس چشتیوں میں ہے۔

2- اس کی سند قول فقہاء اور سنت سے نہیں مل سکی۔

صلوٰۃِ معکوس کو چشتیہ سلسلہ سے مختص کرنا تعجب خیز ہے۔ جب کہ دوسرے سلاسل کے اہم بزرگوں نے اس نماز کو عرب وعجم میں ادا کیا ہے۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ عظیم المقام بزرگ ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ

''او آیتے بود از آیات حق''۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۳۴۷)

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک تھے۔ مولانا جامی نے لکھا ہے کہ وہ سلطان وقت اور اہل طریقت کے جمال تھے اور فضل وکمال میں ان کا ثانی نہ تھا اور وہ چشتی بھی نہ تھے۔ انھوں نے آج سے تقریباً ساڑھے نو سو سال پہلے یہ نماز پڑھی تھی۔

دیکھئے کتاب ''اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید'' اور فرمایا کہ

''ہر چہ بمن رسید از نماز حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ بکردم تا آنگہ معلوم کردم کہ حضرت رسالت وقتے نمازِ معکوس گزاردہ است برفتم وپائی خود برسن بستم وخود را سرنگوں بچاہے در آویختم وہمچناں نماز کردم''۔

(فوائد الفواد صفحہ ۷ سیرالاولیاء صفحہ ۷۰)

یعنی جو کچھ مجھے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی بابت معلوم ہوا میں نے اس کو ادا کیا۔ یہاں تک کہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب نے ایک وقت نمازِ معکوس ادا کی ہے۔ تو میں نے بھی جا کر اپنے پاؤں میں رسی باندھی اور سر کے بل کنویں میں لٹکا اور اسی طرح نماز ادا کی۔

آج سے تقریباً ساڑھے چھ سو برس پہلے حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے اس نماز کے متعلق سوال کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا تھا کہ

''در کتبِ علم ظاہر نہ دیدم''۔ (معراج الولایت)

یعنی اس کی سند علم ظاہر کی کتابوں میں میں نے نہیں دیکھی۔ حضرت مخدوم

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا معقول جواب دیا ہے۔

صوفیا میں سند ان کے شیوخ ہیں جو علم واعتبار میں بڑے وزنی ہیں۔ کسی بات کا انکار محض اس بنا پر کر دینا کہ وہ کتب مروجہ میں لکھی ہوئی نہیں۔ کچھ مستبعد سا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کتابوں کا اعتبار ان کے ثقہ راویوں پر ہے۔

محدثین کے نزدیک راویانِ حدیث میں دو سلسلے زیادہ مُستند مانے جاتے ہیں اور اس کو وہ سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔

1- جس حدیث کی سند میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، نافع رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ راوی ہوں۔

یا

2- زہری، سالم، اور عبداللہ بن عمر ہوں۔

چونکہ یہ فقہاء بہت معتبر اور ثقہ ہیں۔ اس لیے وہ کتابیں جن میں ان راویوں سے روایات درج ہیں۔ معتبر مانی جاتی ہیں۔ یعنی ان کتابوں کا اعتبار ان کے ثقہ راویوں پر قائم ہے۔ پس اسی طرح کوئی شیخ وقت اگر کچھ بتائے اور اس کو اپنے شیوخِ کاملین کے ذریعے سرکارِ رسالت تک متصل کرے تو اس کا انکار کر دینا گستاخی ہے کیونکہ ان محدثین نے کہیں بھی احصاء کا دعویٰ نہیں کیا۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اس کے علاوہ کچھ نہیں اور اگر ہے تو وہ زندقہ ہے۔

یہ شیوخ اور صوفیائے کاملین کون لوگ ہیں۔ سنیئے:

ثم ذكر الله تعالىٰ افضل المومنين عنده درجة واعلاهم في الدين رتبة فذكرهم بعد ملائكة وشهد على شهادتهم له بالوحدانية بعد ما بدأ بنفسه وثنىٰ ملائكة فقال عزوجل شَهِدَ اللّٰهُ انه لا اله الا هو والملائكة واولو العلم قائماً بالقسط۔ وروى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال العلماء ورثة الانبياء

Scanned with CamScanner

وعندی واللہ اعلم ان اولیٰ العلم القائمین بالقسط الذین ھم ورثۃ الانبیاء ھم المعتصمون بکتاب اللہ تعالیٰ المجتھدون فی متابعۃ رسول اللہ ﷺ المقتلون بالصحابۃ والتابعین السّالکون۔ سبیل اولیائہٖ المتقین وعبادہ الصالحین ھم ثلثۃ اصناف اصحابُ الحَدیث و الفقھا والصوفیہ فھٰؤلاء الثلثہ الاصناف من اولی العلم القائمین بالقسط الذین ھم ورثۃ الانبیاء ثم انھم من بعد ذٰلک ارتقوا الیٰ درجات عالیہ وتعلقوا ماحوال شریفۃ و منازل رفیعۃ من انواع العبادات و حقائق الطاعات والا خلاق الجمیلۃ و لھم فی معانی ذلک تخصیص لیس بغیر ھم من العلماء والفقھا و اصحابُ الحَدیث۔ (کتاب اللمع صفحہ ۱۰، ۱۱)

یعنی تمام مومنین سے بلند و برتر مرتبہ ان کا رکھا۔ وہ دین میں بہت اعلیٰ اور ملائکہ کے بعد انھیں کا ذکر کیا ہے اور اپنی توحید پر خود اپنی اور اپنے ملائکہ کی شہادت کے بعد انہی کی شہادت پیش کی ہے۔ شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِماً بِالْقِسْطِ (پ۳ آل عمران ۱۸) اور حضور ﷺ نے بھی ان علماء کو انبیاء کا جانشین فرمایا۔ سو یہ القاب میرے خیال میں ان لوگوں کے حق میں وارد ہیں جو کتاب اللہ کا رشتہ مضبوط پکڑنے والے اور رسول کریم ﷺ کی پوری اتباع کرنے والے ہیں اور صحابہ اور تابعین کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور اولیاء اللہ اور صالحین کی راہ اختیار کرنے والے ہیں۔ ایسے اشخاص کو طبقاتِ سہ گانہ میں رکھا جا سکتا ہے۔

ایک طبقہ اربابِ حدیث کا دوسرا فقہا کا تیسرا صوفیائے کرام کا۔ بس یہی طبقات ثلاثہ اولوالعلم قائمین بالقسط اور وارثین انبیاء کہے جانے کے مستحق

ہیں۔ لیکن اس کے بعد صوفیہ انواع عبادت وحقائق طاعات واخلاق جمیلہ سے جن درجات عالیہ اور منازل رفیعہ کو طے کرنے لگتے ہیں وہاں تک علماء فقہاء اور اصحابِ حدیث کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔

الغرض اربابِ حدیث اور فقہا سے افضل واعلیٰ فرقہ اہل تصوف کا ہے۔ جو اپنے صدقِ عمل کی وجہ سے عالم میں فرد ہی ہے۔ ان کی شہادت کے بعد شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

1- نمازِ معکوس ان اولیاء اللہ نے ادا کی ہے جن کا اسمِ گرامی آفتاب و مہتاب کی طرح قیامت تک روشن رہے گا۔ ان کی ولایت حقہ اور علم وفضل کے سامنے جید علمائے روزگار نے گردنیں خم کی ہیں۔ اس نماز کو خلافِ سنت کہنے سے اولیاء اللہ کی تجہیل لازم آئے گی۔ جو خلاف واقعہ ہے۔ نیز اولیاء اللہ کا کوئی فعل لایعنی اور پیغمبر علیہ السلام کے عمل کے خلاف نہیں ہوتا۔

2- اس نماز کے متعلق یہ بھی خیال رہے کہ شیوخ کاملین اپنے مریدین میں سے کسی خاص شخص کے حالات کے مطابق ہی اس کو یہ نماز ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عام مریدین کو نہیں۔

ایک دن حضرت بندہ نواز گیسودراز سید محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کے سامنے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس چلہ کا حال بیان فرمارہے تھے۔ کہ حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ جناب والا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ جو شخص یہ نماز ادا کرتا ہے۔ الٹا لٹکنے کی وجہ سے اس کی آنکھوں اور منہ سے خون جاری نہیں ہوجاتا اور نہ خوراک اور پانی باہر نکلتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ایک ولی اللہ کے سوکھے ہوئے جسم میں خوراک یا خون کی موجودگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ مجاہدہ اور ریاضتِ شاقہ کی وجہ سے فقط ایک انسانی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ (جوامع الکلم)

ایک اور جگہ حضرت نے لکھا ہے کہ جب ایک طالب صادق پر عشق الٰہی کا غلبہ ہوتا

ہے تو وہ طے کا روزہ رکھتا ہے۔ اس میں وہ افطار کے وقت چند قطرے پانی تو پی لیتا ہے۔ لیکن کبھی متواتر تین کبھی دس دن کبھی ایک مہینہ کبھی چھ مہینے اور کبھی ایک سال اور کبھی اس سے بھی زیادہ مدت تک وہ کچھ نہیں کھاتا ہے۔ (کتاب خاتمہ تصوف از بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق روایت ہے کہ ایک بار ماہ رمضان میں بغداد آئے۔ درویشوں نے آپ کو اپنا امام بنایا۔ آپ نے ماہِ مبارک کی تراویح میں پانچ بار قرآن پاک ختم کیا۔ روزانہ افطار کے وقت خادم ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی حجرہ میں دے جاتا تھا۔ عید کی نماز پڑھ کر بغداد سے روانہ ہو گئے خادم نے حجرہ میں جا کر دیکھا۔ تو پوری روٹیاں جوں کی توں موجود تھیں۔ آپ پورا مہینہ صرف ایک کوزہ پانی پر ہی گزارہ کرتے رہے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۷۸ و کشف المحجوب صفحہ ۲۴۷)

حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت ابو علی وقاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ

فقال لا نهم قوم لا ينفعهم الوجود اذالله فاقتهم و لا تضرهم الفاقة اذا لله وجودهم۔

"یعنی فرمایا وہ فقرا ایک ایسی قوم ہے کہ جن کو وجود نفع نہیں دیتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کا فاقہ ہے اور فاقہ ان کو نقصان نہیں دیتا کہ ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے"۔ (کتاب اللمع صفحہ ۳۸ مطبوعہ یورپ)

کسی نے حضرت ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ فقراء نے کفاف ضرور یہ کو کیوں چھوڑ دیا انہوں نے فرمایا کہ وہ عطا کو چھوڑ کر معطی پر قناعت کر بیٹھے ہیں۔

اور سالار عارفاں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غافلوں اور عام آدمیوں کی زندگی خون اور ہڈیوں کے مغز سے ہوتی ہے لیکن عاشقوں کی زندگی دوست کی یاد اور اس کے ذکر سے ہوتی ہے۔ خون کی بجائے اُن کے بدن میں محبت ہوتی ہے۔ (سیر العارفین صفحہ ۴۳)

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گُل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

(اقبال)

ہم نے نمازِ معکوس کو سمجھنے کے لیے صاحبِ حال بزرگوں کے چند اقوال مبارکہ نقل کر دیئے ہیں۔ اگر اب بھی کوئی نہ مانے تو ہم اُس سے صرف اتنا عرض کریں گے، کہ تصوف قالی چیز نہیں ہے بلکہ حالی ہے۔ اس کو عملی حیثیت سے اختیار کیجئے۔ پھر اس کا رد کیجئے گا۔ کیونکہ کہا گیا ہے کہ

"کسی علم کو حاصل کئے بغیر اپنی ذاتی رائے سے اس کا رد کرنا عالموں اور عقلمندوں کا کام نہیں ہے"۔ نیز بزرگوں کو اپنی حال کے مقیاس سے نہ ناپیئے۔

کارِ پاکاں برقیاس خود مگیر

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدوں اور ریاضتوں کا حال تسلسل زمانہ کے ساتھ لکھنا بہت مشکل ہے۔ اگرچہ صاحب جواہر فریدی کے تحریر کردہ حالات مورخین کے نزدیک حقیقت سے زیادہ افسانہ ہیں۔ مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نفس کشی اور ریاضت ہائے شاقہ کی نظیر و مثال تاریخ و سیر میں بہت کم ملتی ہے۔ صاحب گلزار ابرار محمد غوثی شطاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

"ہندوستان کے تمام مشائخ متفق اللفظ کہتے ہیں کہ ریاضت اور پرورش روح میں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی مانند کوئی درویش پیدا نہیں ہوا"۔

اصغر علی چشتی نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ سال جنگلی درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا۔ پھر بارہ سال لکڑی کی روٹی پاس رکھی اور کچھ نہ کھایا اس کے بعد بارہ سال کنویں میں اُلٹے لٹک کر مجاہدہ کیا۔ (جواہر فریدی صفحہ ۱۸۶)

سیر الاولیاء اور فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے کسی بیان سے کہیں بھی یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کبھی سُکر بھی طاری ہوا

ہو۔

آپ نے ۴۰ سال عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کی ہے۔ اس ریاضت و مجاہدہ کے زمانہ میں چونکہ ہر ایک کا کھانا کھانے میں محتاط تھے۔ اس لیے لکڑی کی ایک روٹی کپڑے میں لپیٹی ہوئی پاس رکھتے تھے۔ جب کوئی ناواقف کھانے کا پوچھتا تو آپ اس کی طرف اشارہ کر کے فرماتے یہ جو موجود ہے۔

آپ نے فرمایا:

''نان ہر کس مخور ہر کس رابدہ''

یعنی ہر ایک کی روٹی نہ کھا مگر ہر کسی کو کھلا۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۶)

بھوک کی شدت میں نفس کی خواہش کے خلاف جنگلی درختوں کے بے مزہ پھل اور پتے کھایا کرتے تھے۔

مثل پیلو و ڈیلہ کہ از جنگل آں ولایت خیزد قانع می بودند۔ (سیر العارفین صفحہ ۴۸)

یعنی مثل پیلو ٹینٹ (کریل کا پھل) کہ اس ولایت کے جنگل میں پیدا ہوتا ہے، قناعت کرتے تھے۔

''بنانِ درویشانہ و بچیز ہائے کہ دراں دیار خیزد۔ چوں پیلو و مانند آں قانع گشت''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۴)

یعنی نان فقیرانہ اور اس دیار کی پیداوار مثل پیلو وغیرہ پر قناعت کی۔ مسلسل روزوں اور شب بیداری اور کثرتِ اذکار و اشغال کی وجہ سے آپ ایک اِنسانی ڈھانچہ رہ گئے تھے۔ مگر مجاہدوں میں کمی نہ ہوئی بلکہ روزانہ زیادتی ہی تھی۔ جوانی ڈھل گئی۔ بڑھاپا آ گیا۔ مگر ریاضت ہائے شاقہ اسی طرح جاری رہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ

''بغایت ریاضت و مجاہدہ فقر و تجرید داشت''

ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اگر کوئی عارضہ لاحق ہوتا یا فصد کھلواتے، تب بھی روزہ نہ

چھوڑتے تھے۔ مولانا جمالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ (اخبار الاخیار صفحہ ۵۲)

حضرت فرید الملّۃ والدین صوم دوام بودے بحدیکہ اگ عارضہ داشتے یا فصد نمودے ہرگز افطار نفرمودے۔

یعنی حضرت فرید الملّۃ والدین رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر بیمار ہو جاتے یا فصد کھلواتے تب بھی روزہ ترک نہ کرتے تھے۔ (سیر العارفین صفحہ ۴۸)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جانشین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو فرمایا تھا کہ نظام روزہ آدھا سلوک ہے اور باقی تمام چیزیں نماز و اوراد وغیرہ آدھا۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۴)

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول مبارک کی اساس انہی مجاہدات کو قرار دیا ہے کہ

''چالیس سال تک بندہ مسعود نے وہ کیا جو حضرت حق نے فرمایا۔ اب چند سال سے جو کچھ بندہ مسعود کے دل میں گزرتا ہے وہی ہو جاتا ہے''۔

(ترجمہ خیر المجالس صفحہ ۱۳۶)

ایک دن آپ کے پیر بھائی حضرت مولانا بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں آپ کو اصرار کر کے اپنے ساتھ ایک دعوت میں لے گئے۔ میزبان نے دسترخوان پر عمدہ قسم کے میٹھے سلونے کھانے چن دیئے۔ آپ نے پیر بھائی اور میزبان کی دلداری کے خیال سے چند لقمے تناول فرمائے اور پھر اپنے آپ سے کہا۔ (ترجمہ خیر المجالس صفحہ ۱۴۲)

''اے مسعود! تو اپنا شکم لقمہ چرب و شیریں سے پُر کرتا ہے قربِ خدا کیسے حاصل ہوگا''۔ (خیر المجالس صفحہ ۱۴۲)

قیام اجودھن کے زمانے میں بھی جو آپ کی عمر کے آخری سال تھے۔ آپ کے مجاہدوں کا یہی حال رہا۔ جماعت خانہ کے افراد میں سے حضرت بدرالدین اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے تھے اور حضرت جمال الدین خطیب ہانسی رحمۃ اللہ علیہ

کریل کے پھل توڑ کر لاتے تھے اور مولانا حسام الدین کابلی رحمۃ اللہ علیہ پانی بھرتے تھے اور برتن دھویا کرتے تھے اور حضرت نظام الدین اولیاء پھلوں کو اُبال کر درویشوں اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ کبھی ان اُبلے ہوئے ٹنیٹوں (ڈیلے) میں نمک ہوتا تھا اور کبھی وہ بھی نہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ

"درآں شب کہ ڈیلہ یا گل کریر در خانہ شیخ سیری خوردیم مارا روزِ عید بودے"۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۵۳)

یعنی جس رات ڈیلہ یا گل کریر حضرت شیخ کے گھر میں ہم کو سیر ہو کر کھانے کو مل جاتے تھے تو وہ روزِ عید ہوتا تھا۔

جب ان جنگلی پھلوں کا موسم نہ ہوتا تھا تو جماعت خانہ کے درویش زنبیل گردانی کرتے تھے اس طرح روٹی حاصل ہوتی تھی اگر وہ مہمانوں سے بچ جاتی تھی تو درویشوں کے افطار میں کام آتی تھی۔

یہ خونِ جگر کھا کر اس مقام پر درویش پہنچے ہیں۔

"ایں چنیں خوردہ اند آنگاہ بجائے رسید اند"

یہ کچھ کھایا ہے جب کہیں کسی مقام پر پہنچے ہیں۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۵۲)

بخشش شیخین:

سُلطان شہابُ الدین محمد غوری اور قطب الدین ایبک کی فتوحات نے اجمیر کی مرکزی حیثیت کو بالکل ختم کر کے رکھ دیا تھا۔ اس لیے لاہور کے بعد دہلی دار السلطنت بن گیا۔ لیکن خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اس تبدیلی سے متاثر ہوئے بغیر اجمیر میں مقیم رہے اور تبلیغ حق اور اشاعت دین کا کام کرتے رہے۔ بقول مصنف تاریخ مشائخ چشت

"ہندوستان کے سب سے بڑے سماجی انقلاب کا یہ بانی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک دھوتی میں لپٹا ہوا بیٹھا رہتا تھا اور اس کے افطار میں

پانچ مثقال سے زیادہ غذا نہ ہوتی تھی۔ لیکن اس کی نظر کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جدھر اٹھ جاتی تھی معصیت کے سوتے اس کی زندگی سے خشک ہو جاتے تھے"۔ (تاریخ مشائخ چشت)

حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جانشین حضرت خواجہ قطب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کو دہلی میں قیام کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ تاکہ شمالی ہند میں سلسلے کی اشاعت کا کام ہو سکے اور آپ اپنے مقبول مُرید حضرت قطب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے اجمیر سے چل کر خود دہلی تشریف لاتے تھے اور سلسلے کے کام اور مریدین کی باطنی تکمیل کے متعلق ضروری ہدایات دیتے رہتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب دوسری مرتبہ اجمیر شریف سے دہلی تشریف لائے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں چلے میں تھے۔ جب مریدان حضرت خواجہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلام سے فارغ ہو گئے۔ تو حضرت نے پوچھا بختیار! مسعود کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ حضرت وہ چلّے میں بیٹھا ہے۔ یہ سُن کر حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ چلو مسعود کے پاس چلیں۔ (سیر الاقطاب صفحہ ۱۲۵، ۱۶۶)

جب حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چلہ خانہ میں داخل ہوئے تو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آہٹ پا کر آنکھیں کھولیں اور اپنے پیر و مرشد اور دادا پیر کو کھڑے پایا تو آپ کھڑے نہ ہو سکے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ نے اپنا سر تعظیماً ان کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا بختیار! اس جوان کو کب تک مجاہدہ کی آگ میں جلاؤ گے۔ اب اس کو کچھ بخش دو اور اصلی کام بتا دو۔

مولانا رحیم بخش نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ (شجرۃ الانوار قلمی)

"باید کہ از کار اصلی او را آگاہی وہ تا از سوزشِ ریاضت و مجاہدات برہد"

Scanned with CamScanner

یعنی چاہیے کہ اصلی کام سے اس کو آگاہی بخشو۔ تاکہ سوزشِ ریاضت و مجاہدات سے چھٹکارا پائے اور صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

''بختیار ایں جواں راچنداں ازمجاہدہ خواہی سوخت، چیزے بخشش کن''

(سیر الاولیاء صفحہ ۷۷)

یعنی بختیار اس جوان کو کب تک مجاہدہ کی آگ میں جلاؤ گے اور اب اس کو کچھ بخش دو۔ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ آپ کی موجودگی میں بندہ کی کیا مجال؟ آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارا مُرید ہے اس کا کشود کار تم پر موقوف ہے۔ پھر از راہِ نوازش فرمایا۔ کہ آؤ ہم تم دونوں اس کو کچھ دیں۔

''بیا تا ہر دو بخشش کنیم''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۷)

اور خود حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں طرف کھڑے ہوئے اور خواجہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بائیں طرف کھڑا کیا اور دونوں بزرگوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی توجہ باطنی سے مالا مال فرمایا اور اسمِ اعظم تعلیم کیا۔

امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ

بخشش کونین از شخین شد در بابِ تو — پادشاہی یافتی زیں بادشاہان زماں
مملکت دنیا و دیں گشتہ مسلم مرترا — عالمِ کن گشتہ اقطاعِ تو اے شاہِ جہاں

اس بخشش اور عطا کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا پیراہن خاص اور حضرت خواجہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دستار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کی بے حد کوشش کرتے تھے۔ اسی لیے جلدی جلدی مقامات تبدیل کرتے رہتے تھے۔ تاکہ لوگ آپ سے واقف نہ ہو سکیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

''ہمیشہ در سر و اخفای کوشید و خود را از چشم خلق می پوشید از شہر بشہرے می گشت''۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۵۲)

یعنی ہمیشہ مخفی و پوشیدہ رہنے کی کوشش کرتے اور خود کو لوگوں سے چھپاتے اسی لیے شہر بشہر پھرتے رہتے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیام دہلی کے زمانے میں اپنے بھائی اور مرجع خلائق خطیب حضرت مولانا بدرالدین صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں پابندی کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث لکھتے ہیں کہ

''او تذکیر گفتے و سخن گیرا داشت۔ بیشتر سخن از محبت گفتی۔ شیخ فرید الدین گنج شکر در مجلس تذکیر او بسیار حاضر شدے''۔

یعنی وہ وعظ کہا کرتے تھے اور ان کے کلام میں بڑا اثر تھا۔ اکثر محبت کے متعلق وعظ کہتے تھے۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ان کی مجلس وعظ میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ ایک روز مولانا نے منبر پر آپ کی بہت تعریف و توصیف کی۔ لیکن حاضرین مجلس نہ سمجھ سکے۔ کیونکہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں اس طرح رہتے تھے کہ لوگ آپ سے واقف ہی نہ تھے اور اس وقت آپ پھٹے پرانے لباس میں مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ

''حاضراں ندانستند کہ کرا مدح میکند زیرا چہ جامہ شیخ شیوخ العالم نیک پارہ بود''۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۵۱)

یعنی حاضرین مجلس نہ سمجھ سکے کہ کس کی مدح کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرتِ شیخ کا لباس اس وقت بہت پارہ پارہ تھا۔

پھر لکھتے ہیں کہ

''او خود را مستور می داشت و نمے خواست کہ ہیچ آفریدہ بر حال او مطلع شود''۔

Scanned with CamScanner

یعنی وہ خود کو پوشیدہ رکھتے اور نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ایک بھی ان کے حال سے مطلع ہو۔

جب مجلس وعظ ختم ہوئی اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے تو ایک شخص نے آپ کو نیا جوڑہ کپڑوں کا دیا۔ آپ نے اس کو فوراً پہن لیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کو اُتار کر اپنے چھوٹے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کو دے دیا اور فرمایا جو کیفیت ان پھٹے پُرانے کپڑوں میں حاصل ہے وہ ان نئے کپڑوں کے پہنتے ہی غائب ہوگئی تھی۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ

''من ذوقے کہ در آنجامۂ پارہ داشتم۔ دریں جامۂ نو نیافتم''۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۶۲)

یعنی مجھ کو جو ذوق اس پھٹے لباس میں حاصل تھا۔ وہ اس نئے میں نہیں ہے۔

بخشش شیخین کے بعد خلقت کی رجوع حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بہت زیادہ ہوگئی اور چونکہ آپ کو اپنا پوشیدہ رکھنا منظور تھا اس لیے آپ دہلی سے ہانسی چلے آئے۔ یہاں بھی آپ کے معمولات میں فرق نہ آیا۔

حضرت مولانا نور ترک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کو مولانا نور ترک کے وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ مولانا سلطانہ رضیہ کے وقت کے زبردست عالم باعمل تھے۔ حسن علاء سنجری۔ امیر خورد کرمانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان کا ذکر احتراماً کیا ہے۔ اگرچہ علمائے دربار مولانا کو تعصب اور دشمنی کی وجہ سے بُرا کہتے تھے۔ لیکن حقیقتاً آپ زبردست عالم اور بیحد متقی و بزرگ تھے۔ منہاج السراج نے ان کو ملاحدہ اور قرامطہ کا سرگروہ لکھا ہے۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ مولانا نور ترک اپنے زمانے کے علماء کے افعال پر کھلم کھلا تنقید کیا کرتے۔

(طبقات ناصری صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰۔ فتوح السلاطین میں عصامی نے بھی رضیہ کے عہد میں ملاحدہ کا ذکر ہے)

علماء نے ان سے بدلہ لینے کے لیے ان پر یہ الزام لگایا تاکہ مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی کوئی عزت نہ رہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا تھا کہ

''اورا با علماء شہر تعصبے تمام بود بسبب آنکہ ایشاں را آلودۂ دُنیا دیدے ایشاں بداں سبب چیزہا منسوب کردندے'' (فوائد الفواد صفحہ ۱۹۹)

وہ شہر کے علماء سے بڑا تعصب رکھتے تھے اور اس لیے کہ وہ ان علماء کو دنیا میں آلودہ دیکھتے تھے۔ اسی بنا پر علماء نے بہت سی چیزیں ان سے منسوب کر دیں۔

حضرت امیر حسن علا سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ بعض علماء مولانا نور ترک کے دین کے متعلق کچھ کہتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا۔

''نی از آب آسماں پاکیزہ تر''

نہیں وہ تو آبِ آسماں سے بھی زیادہ پاکیزہ تھے۔

مولانا نور ترک کی گزر اوقات اس طرح ہوتی تھی کہ ان کا ایک غلام تھا۔ جو ان کو ایک درم روزانہ کما کر دیا کرتا تھا۔ اسی سے وہ اپنے خورد و نوش کا انتظام کرتے تھے ایک مرتبہ رضیہ سلطانہ نے کچھ سونا نذر میں بھیجا۔ مگر آپ نے اس سونے کو اپنی لاٹھی سے پیٹا اور واپس کر دیا تھا۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۹۹)

آخر عمر میں مولانا نور ترک مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔ وہاں ایک ہندی نے ان کو دو من چاول پیش کیے۔ انہوں نے وہ قبول کر لیے اور اس کو دعائیں دیں۔ اس شخص نے رضیہ سلطانہ کے تحفہ کا ذکر چھیڑ دیا۔ تو مولانا نے فرمایا:

''اے خواجہ! تو مکہ کو دہلی پر قیاس مت کر۔ میں اس وقت جوان بھی تھا اب وہ طاقت اور گرمی کہاں باقی رہی ہے۔ اب تو بوڑھا ہو گیا ہوں اور یہاں کے تو جَو کے دانے بھی پیارے ہیں''۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۹۹ و اخبار الاخیار صفحہ ۷۵)

Scanned with CamScanner

الغرض حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ ہانسی میں حضرت مولانا نورترک رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ جب آپ دہلی سے ہانسی گئے ہیں اور پہلی دفعہ ان کے وعظ میں شریک ہوئے تو اگرچہ ان کی حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سابقہ کوئی شناسائی نہ تھی اور خود حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ ان کے کپڑے بہت معمولی اور پھٹے ہوئے تھے۔ مگر خدا معلوم ان کو حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جبین مبارک میں کیا نظر آیا کہ انہوں نے ایک دم حضرت کی تعریف شروع کر دی اور ایسی مدح کی جیسے لوگ بادشاہوں کی کیا کرتے ہیں۔ صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے:

''ہمینکہ نظر مولانا نورترک بر جمال ولایت شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ افتاد۔ گفت اے مسلمانان صراف سخن رسید، بعدہٗ مدحی کرو چنانکہ بادشاہاں راکنند''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۲)

یعنی جیسے ہی مولانا نورترک کی نظر جمال ولایت حضرت شیخ شیوخ العالم پر پڑی۔ کہنا شروع کیا مسلمانو! صراف سخن آ گیا اور پھر ایسے مدح کی جیسے بادشاہوں کی کرتے ہیں۔

حضرت ابُوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ

ہانسی کے قریب ضلع حصار کی دوسری تحصیل سرسہ ہے۔ یہاں بھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصہ مجاہدہ ریاضت میں گزارا ہے۔

سرسہ میں مشہور و معروف بزرگ حضرت ابُوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے پہلے یہ مزار بالکل پوشیدہ تھا۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کشف کے ذریعے حضرت کے مزار مبارک کا علم ہوا۔ جس پر ایک گڈریئے نے اپنی بھیڑ، بکریوں کا ریواڑہ بنایا ہوا تھا۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس گڈریئے سے پہلے کچھ رسم و راہ پیدا کی۔ پھر ایک دن اس سے کہا۔ اگر میں تم کو ایک بہت بڑا اور محفوظ ریواڑہ اس طرف بنادوں۔

تو تم کو یہ جگہ چھوڑ دینے میں کیا عذر ہے۔ گڈریئے نے جواب دیا۔ مجھ کو تو ریواڑہ چاہیے۔ یہاں نہ سہی وہاں سہی۔ یہ سُن کر آپ نے دن رات محنت کر کے چند روز میں اس کے لیے ایک ریواڑہ تیار کر دیا۔ جب ریواڑہ تیار ہو گیا۔ تو آپ نے گڈریئے کو اُدھر منتقل کر دیا اور خود پہلے وہاں سے تمام گندگی صاف کی پھر مٹی کھودی تو حضرت ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار برآمد ہوا۔

حضرت ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں اور علم و فضل میں آپ کا یہ مرتبہ ہے کہ علم اصولِ حدیث میں آپ کی کتاب تمہید المہتدی بہترین کتاب شمار ہوتی ہے۔ خلافت نامہ میں تحریر ہے۔

''بہترین کتاب در علم اصول تمہید المہتدی ابوشکور است۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۹)
نعم[1] الکتاب فی ہذا الفنِ تمہید المہتدی ابوشکور بر واللہ مصحفہٗ''۔

یعنی علم اصول میں بہترین کتاب حضرت ابوشکور سالمی کی تمہید المہتدی ہے۔ یہ قول حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو حضرت محبوب الٰہی کے خلافت نامہ میں لکھا ہے۔

یہ کتاب حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے سبقاً سبقاً پڑھی تھی اور اسی کتاب کے خاتمہ پر حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کتاب پڑھانے کی اجازت اور اپنی خلافت مرحمت فرمائی تھی۔

حضرت ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آپ کی جائے اعتکاف اب بھی موجود ہے۔ اس جگہ قیام کے دوران آپ نے ایک جن کو سزاً باندھ کر لٹکا دیا تھا۔ کیونکہ وہ مخلوقِ خدا کو بے حد پریشان کیا کرتا تھا اور لوگ اس سے خوف زدہ اور شکستہ دل ہو گئے تھے۔

جب آپ کی بزرگی اور عظمت کی شہرت یہاں زیادہ ہونے لگی تو آپ نے

1- یہ قول حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۷

Scanned with CamScanner

یہاں سے بھی کسی غیر معروف مقام پر چلے جانے کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ پہلے آپ سرسہ سے ہانسی آئے جس وقت ہانسی پہنچے تو انہی دنوں شیخ علی درویش میرٹھ سے ہانسی آئے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔

شیخ علی[1] میرٹھی کو بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید و خلیفہ لکھا ہے۔ لیکن سیر الاولیاء اور فوائد الفواد اور دوسری معتبر کتابوں کے کسی بیان سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ ان دنوں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ داؤدی[2] روزہ رکھا کرتے تھے۔ امیر خورد کرمانی کا بیان ہے:

درآں ایام شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس اللہ العزیز راروزۂ داؤدی بُود۔

یعنی اِن دنوں شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ العزیز؛ دائدی روزہ رکھتے تھے۔

اور وہ دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افطار کا تھا۔ یعنی اس دن آپ کو روزہ نہیں تھا۔ دونوں کھانے کے لیے بیٹھے کہ شیخ علی میرٹھی کے دل میں خیال آیا کہ کیا اچھا ہوتا، اگر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ صائم الدھر ہوتے۔ اُن کے اس خیال کا انکشاف حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہوگیا۔ آپ نے فی الفور فرمایا۔ شیخ علی! اللہ تعالیٰ کے بندے کے دِل میں جو خیال آیا ہے میں اُسے پورا کرتا ہوں یعنی آج سے صائم ہوں۔

ہانسی میں آپ نے تقریباً ۱۲ سال گزارے ہیں۔ یہاں آپ کی شہرت زیادہ ہوگئی اور ہر وقت لوگوں کا ہجوم آپ کے پاس رہنے لگا۔ یہاں تک کہ کسی وقت آپ کے پاس تخلیہ نہ ہوتا تھا۔ آپ حتی المقدور لوگوں کو راحت پہنچاتے تھے اور جو درویش اور سالک اپنی باطنی تکمیل کے لیے آپ کی خدمت میں رہتے تھے ان کی دیکھ بھال اور ضرورتوں کا خیال بھی کرتے تھے۔ آپ مخلوق کی اس آمد و رفت سے گھبرا کر کبھی لاہور

1- سیر الاولیاء صفحہ ۶۱۔ شیخ علی درخطہ میرت بود وخاک او ہمانجاست۔

2- داؤدی روزہ حضرت داؤد علیہ السلام سے منسوب ہے یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن ناغہ کرنا۔

جانے کا خیال کرتے کہ وہاں دریا بھی ہے اور جنگل بھی ہے اور کبھی اجودھن کا خیال کرتے کہ غیر معروف جگہ ہے وہاں کوئی واقف بھی نہیں ہے۔ اسی کشمکش میں چندروز گزارے۔ آخر ایک باطنی اشارہ پر آپ نے اجودھن چلے جانے کا فیصلہ کرلیا۔

حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اکمل واکابر اولیاء اللہ سے ہیں۔ شیخ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ان کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور عرصے تک ان کی ایسی خدمت انجام دی۔ جو کسی مرید سے نہ ہوسکی۔ جب آپ دہلی آئے تو سلطان شمس الدین التمش نے بڑے تپاک کے ساتھ آپ کا استقبال کیا تھا اور شاہی محل میں آپ کو مہمان رکھا تھا۔ آپ کے خلاف دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کی سازش کا حال پچھلے صفحات میں ہم نے بیان کیا ہے۔ یہاں ہم یہ بتا دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس فیصلے کے لیے التمش نے دو سو سے زیادہ علماء و مشائخ کو جو حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کے مثل تھے۔ جامع مسجد میں طلب کیا تھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد سب جمع ہوئے اور خود سلطان التمش رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں آیا اور اس فیصلہ کا حکم نجم الدین صغریٰ کے کہنے پر حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا گیا۔ نجم الدین صغریٰ کے کہنے پر حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا گیا۔ نجم الدین صغریٰ کو یہ یقین تھا کہ چونکہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقات کشیدہ ہیں۔ اس لیے اُن کا فیصلہ مفید مطلب ثابت ہوگا۔ لیکن ہوا یہ کہ جیسے ہی حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں قدم رکھا تو حضرت غوث بہاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ نے دوڑ کر ان کی جوتیوں کو اُٹھالیا۔

التمش نے جب یہ دیکھا تو نجم الدین صغریٰ سے کہا۔ جس کو حاکم بنایا گیا ہے۔ وہ مدعا علیہ کی اتنی تعظیم کرتا ہے۔ اس پر شیخ ملتانی نے کہا۔ میرے لیے واجب ہے کہ ان

Scanned with CamScanner

کی جوتیوں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں کیونکہ حق یہ ہے کہ یہ آبِ حیات سے زیادہ پاکیزہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہیں اور دعویٰ سراسر بہتان ہے۔

بقیہ حالات آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہاں اس غرض سے یہ عبارت لکھی گئی ہے تاکہ یہ ظاہر کیا جائے کہ حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اتنے عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ جن کی جوتیوں کو اٹھانا حضرت غوث بہاؤالحق رحمۃ اللہ علیہ جیسے عارف باللہ فخر سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا جمالی آپ کا ذکرِ خیر کتاب سیر العارفین میں اس طرح شروع کرتے ہیں۔

"آں رہروانِ اطلاق وآں سرِ حلقہ عاشقاں آفاق آں صوفی صفہ صفا آں لولوئے سبحہ مہر وفا آں سیمرغ کوہ قافِ عفت آں شیر بیشہ ہمت آں محیط نسیم صبح خیزی ابوالقاسم شیخ جلال الدین قدس سرہٗ"۔ (سیر العارفین صفحہ ۱۶۲)

جس وقت حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے دہلی روانہ ہوئے تو راستے میں آپ کھتوال ٹھہرے تھے۔ یہاں آپ نے لوگوں سے کہا

"مجھے اس جگہ خدا کے دوست کی خوشبو آتی ہے"۔

"ایں جا بوے ولی می آید"

یہاں سے خدا کے دوست کی خوشبو آتی ہے۔ (شجرۃ انوار جوامع اعلم)

یہاں کون کون درویش رہتے ہیں مجھے ان کے پاس لے چلو۔ لوگوں نے کہا حضرت یہاں تو صرف ایک قاضی بچہ دیوانہ رہتا ہے۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۴۵، شجرۃ الانوار قلمی)

این جا کسے نیست مگر قاضی بچہ دیوانہ ایں جا کسے ہست از درویشاں کہ اورا بینم گفتند قاضی بچہ ہست از مریدان شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہٗ العزیز پس پشت نماز گاہ کھتوالی مشغول میباشد۔

یہاں کوئی نہیں سوائے قاضی بچہ دیوانہ کے یہاں درویشوں میں کوئی ہے کہ جس کی میں زیارت کروں کہا گیا قاضی بچہ ہے جو مریدوں میں سے

ہے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہٗ العزیز کے اور جو شہر کی پشت والی مسجد کے پیچھے مشغول رہتا ہے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۲)

حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے روانہ ہوئے راستے میں ایک شخص نے آپ کو انار نذر کیا۔ آپ وہ ہاتھ میں لیے ہوئے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور اس انار کے ٹکڑے کیے اور لوگوں میں تقسیم کر کے خود بھی کھانا شروع کر دیا اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کھانے کے لیے کہا۔ آپ نے کہا میرا روزہ ہے۔

اس وقت ہوا زور سے چل رہی تھی اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پاجامہ بہت پھٹا ہوا تھا۔ ہوا کے جھونکوں سے بدن بار بار برہنہ ہو جاتا تھا اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بار بار اُس کو ہاتھ سے پکڑ کر ڈھانکتے تھے۔ حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان حالات کو دیکھا تو فرمایا۔

اے فرزند! از چنیں حال خود غم مخوری کہ نتیجہ ایں آں بود کہ قطب روزگار خواہی شد۔ (شجرۃ الانوار قلمی صفحہ ۴۷)

اے بیٹا اپنے حال سے رنجیدہ نہ ہو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو قطب وقت ہوگا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال معائنہ کیا تو تسلی کے لیے کنایۃً اپنا حال اس طرح بیان کیا کہ

درویشے بود در بخارہ بتعلیم مشغول ہفت سال ازار ورتہ نداشت وفوطہ داشت۔ خاطر مبارک جمع دار چہ شد۔ (شجرۃ الاولیاء صفحہ ۶۳)

ایک درویش بخارا میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اس کو سات سال تک پاجامہ میسر نہیں آیا۔ صرف لنگوٹ ہی میں گزارہ کرتا رہا۔ خاطر جمع رکھو کیا ہوا یعنی ایسا ہوا ہی کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے رہے اور پھر روانہ ہوئے۔ ان کی روانگی کے بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا کہ کیوں نہ میں نے ان کی خاطر روزہ افطار کر لیا۔ آپ بھی اسی افسوس میں بیٹھے تھے کہ آپ کو اس انار کا ایک دانہ فرشِ زمین پر پڑا ہوا نظر آیا۔ آپ نے اس دانہ کو اُٹھا کر اپنی دستار میں باندھ لیا کہ شام کو روزہ اسی دانہ سے افطار کروں گا۔

چنانچہ شام کو روزہ آپ نے اسی دانہ سے افطار کیا۔ تو دل میں ایک روشنی پیدا ہوئی اس وقت آپ کو یہ خیال آیا۔ کہ کیوں نہ میں اِس انار میں سے زیادہ کھایا۔ امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ

"چوں شب شد بداں افطار کرد یک روشنائی دردل پیدا شُد در خاطر کرد کہ چرا زیادہ نخوردم وقتِ افطار ہم بداں دانہ روزہ بکشاد۔ آں روز مزید ترقی بالا تریافت۔ باخود گفت کہ اگر آں تمام اناری خوردم چہ فوائد ہا می بود"۔

(اخبار الاخیار صفحہ ۴۵)

جب رات ہوئی تو روزہ اس سے افطار کیا۔ ایک روشنی دل میں پیدا ہوئی۔ اس وقت یہ خیال آیا کہ میں نے زیادہ کیوں نہ کھایا۔ افطار کے وقت اسی دانہ سے روزہ کھولا۔ اس روز مزید رفعت پیدا ہوئی تب اپنے دل میں کہا۔ کہ اگر میں تمام انار کھالیتا تو کتنے فوائد مجھے حاصل ہوتے۔

جب آپ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا تو حضرت نے فرمایا۔ کہ خاطر جمع رکھو انار میں وہی ایک دانہ تھا۔

مسعود! آں دانہ انار کہ مقصود بود۔ بتو رسید۔ خاطر جمع دار۔ (سیر الاولیا صفحہ ۶۳)

"مسعود! وہی دانہ کہ جو مقصود انار تھا تم کو ملا۔ خاطر جمع رکھو۔"

بعض تذکروں میں حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا زمانہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہونے سے قبل کا لکھا ہے۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ یہ

واقعہ حضرت کے مرید ہونے کے بعد پیش آیا ہے۔ اس لیے کہ حضرت جلال تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے جب لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی ولی اللہ اور درویش ہے۔ جس مجھے ملاقات کرنی چاہیے۔ کیونکہ مجھے یہاں سے بُوئے ولی اللہ آرہی ہے۔ تو لوگوں نے جواباً کہا تھا کہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ مگر ایک قاضی بچہ دیوانہ ہے جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی:

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ کو ہوا۔ یہ ہم پچھلے صفحات میں بیان کر آئے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موصوف نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے استفسار پر سلسلہ کے تبرکات حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے نامزد فرما دیے تھے اور یہ طریقہ صوفیاء میں جانشین بنانے کے لیے جاری ہے۔ اس وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہانسی میں تھے اس رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بلاتے ہیں۔ آپ صبح ہوتے ہی دہلی روانہ ہو گئے۔ (سیر اولیاء صفحہ ۷۲)

ادھر جناب قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک درویش کو خط دے کر کہا کہ اس کو جلد سے جلد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دے۔

قاصد حضرت قاضی صاحب کا خط لے کر تیزی کے ساتھ روانہ ہوا۔ اُدھر حضرت بابا صاحب دہلی آرہے تھے کہ قصبہ ماہم میں دونوں مل گئے۔ خط پڑھا اور سفر کو زیادہ تیز کر دیا۔ یہاں تک کہ چوتھے روز دہلی[1] پہنچ گئے اور جس وقت مزار پہنچے تو دیر تک اپنا منہ اس پر ملتے رہے۔

1۔ سیر الاولیاء صفحہ ۷۳ سیر العارفین صفحہ ۳۰ سیوم روز مقبرہ مطہرہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ رسیدہ فوائد الفواد صفحہ ۱۸۸۔ از ہانسی رواں شد۔ چہارم روز در شہر رسید

Scanned with CamScanner

روے[1] گرد بر قدایشاں مالیدہ۔

حضرت کی آمد کی خبر جیسے ہی لوگوں کو ہوئی۔ فوراً سب جمع ہو گئے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناگوری نے سب تبرکات سلسلہ آپ کو دیے اور حضرت خواجہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت بیان کی۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس وقت گریہ طاری تھا۔ آپ نے سب تبرکات احترام کے ساتھ لیے اور پہلے دوگانہ ادا کیا۔ پھر خرقہ مبارک پہنا اور تین روز حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حویلی میں قیام فرمایا۔

(فوائد الفواد صفحہ ۱۸۸)

جب دہلی شہر میں آپ کی آمد کا حال لوگوں کو معلوم ہوا۔ تو حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین کی قدم بوسی کے لیے لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ چونکہ آپ کو شہرت سے نفرت تھی۔ جب آپ نے لوگوں کی آمد کا یہ حال دیکھا۔ تو یہاں سے چلے جانے کا ارادہ کرنے لگے۔ اتفاقاً اسی دن یہ واقعہ پیش آ گیا۔ جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ واقعہ یہ تھا کہ ہانسی میں ایک مجذوب نامی رہتا تھا۔ جو روزانہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب آپ یہاں آ گئے تو وہ بھی آپ کی محبت میں دہلی آ گیا اور دو تین مرتبہ اس نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں باریابی کی کوشش کی مگر دروازہ شیخ کے دربان نے اس کو اندر نہ جانے دیا۔ جمعہ کی نماز کے لیے جب آپ باہر نکلے تو سرہنگا دوڑ کر آیا اور قدموں میں گر پڑا اور رو رو کر کہنے لگا۔

شما در ہانسی بودید۔ من شمارا آساں میدیدم۔ ایں ساعت دیدن شما دشوار شدہ است۔

جب آپ ہانسی میں تھے تو آسانی سے میں آپ کی زیارت کر لیا کرتا تھا۔

1- سیر الاولیاء صفحہ ۷۲ کہ در خانہ شیخ قطب الدین بود بیاد سیر العارفین صفحہ ۳۳ خانہ خویش نزول فرمود۔ فوائد الفواد ۱۸۸ سہ روز پیش آنجا نبو ہفت روز شیخ در خانہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ قطب الدین ساکن شد

اب آپ کو دیکھنا مشکل ہو گیا۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۸۸ سیر الاولیاء صفحہ ۷۳)

جب آپ نے سرہنگا کی بات سُنی تو آبدیدہ ہو گئے اور اس کو غیبی ہدایت سمجھ کر کہا کہ نماز کے بعد میں تمہارے ساتھ ہانسی چلوں گا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا۔ کہ آپ کے مُرشد نے تو آپ کو یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ میرے حضرت نے جو نعمت مجھے عطا فرمائی ہے اس کے لیے یہ مقام اور وہ مقام برابر ہے۔

مورخین کا خیال ہے کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دور بین نظر نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ دہلی میں رہ کر عوام سے تعلق نہ صرف کم ہو جائے گا۔ بلکہ دار السلطنت کا ماحول سلسلہ کی تبلیغ و ترویج میں حائل ہو گا۔

''حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دہلی میں قیام نہ کرنا چشتیہ سلسلے کے حق میں اتنا ہی مفید ہوا جتنا حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دہلی میں قیام کرنا۔ التمش کی وفات کے بعد کچھ عرصے تک دہلی کے حالات خراب رہے اور علماء و صوفیہ سب نے مل کر سیاست میں خوب حصّہ لیا اور اپنے مخصوص دائرہ عمل کو چھوڑ کر سیاست کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا''۔

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹)

مگر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب باتوں سے علیحدہ رہ کر ایک پسماندہ علاقہ سے سلسلے کی توسیع و اشاعت کا ایسا بے مثل نظام قائم کیا جس کی گیرائی اور کشش نے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونی ممالک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرہنگا مجذوب کے ہمراہ ہانسی روانہ ہو گئے۔

اسی قیام ہانسی کے زمانہ میں ہانسی کے مشہور خطیب اور فاضل، متقی بزرگ حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے بیعت کی تھی۔ دہلی سے آنے کے بعد آپ چند روز ہانسی میں رہے۔ اس جگہ آپ کے قیام کا مجموعی زمانہ ۱۲ سال ہوتا ہے۔ یہاں لوگوں کی

Scanned with CamScanner

آمدورفت سے گھبرا کر آپ نے اجودھن کا رُخ کیا۔

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''مجھ کو ایسا نیا مقام پسند ہے جہاں کوئی میرا معتقد نہ ہو تاکہ میں اطمینان سے عبادت میں مشغول رہا کروں''۔ (ترجمہ خیر المجالس صفحہ ۶۲)

درویش اور فقیر ہمیشہ شہرت سے گھبراتے ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی گمنام جگہ رہ کر مولیٰ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہا جائے منازل سلوک کے طے کرنے کے زمانے میں یہ بات خاص طور پر نظر آتی ہے۔ کہ درویش تھوڑے عرصے کے بعد اپنی جائے قیام تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ شہرت نہ ہو اور مخلوق کی آمدورفت کی زیادتی ان کے معمولات میں مزاحم نہ ہو۔ البتہ تکمیل کے بعد جس مقام کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے وہیں مقیم ہو جاتے ہیں۔

اجودھن یا پاکپتن شریف

یہ قدیم قصبہ مغربی پاکستان کے ضلع ساہیوال میں ہے اور ملتان سے لاہور اور دہلی جاتے ہوئے راستے میں آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راجہ رام چندر کے آباواجداد جن کی اجودھیا میں حکومت تھی۔ انہی کے ایک بھائی کا دارلحکومت اجودھن تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ کوروں پانڈوں کی لڑائی کے وقت (جنگ مہابھارت) اس کا نام دھارا نگری تھا۔

اِس کا قدیم نام گڑوا ہے۔ کسی زمانہ میں یہ چالوکیہ خاندان کے راجاؤں کی راجدھانی بھی رہا ہے۔ اس وقت اس کا نام اُنھیل پٹن یا اُنھیل واڑہ تھا۔ شہنشاہ اکبر کے حکم سے اِس کا نام پاک پتن یا پتن بابا فرید رکھا گیا۔ قدیم زمانے میں دریائے ستلج اِس شہر کے قریب بہتا تھا اور ملتان سے دہلی جانے والے مسافر دریا کو اسی جگہ سے عبور کرتے تھے۔ دریا کا یہ پتن بہت مشہور تھا۔ یہ پُرانا تاریخی شہر ہے۔ کتاب واقعات

دارالحکومت میں لکھا ہے کہ

''سلطان محمد غوری ۷۹-۱۱۷۸ء میں گجرات پر حملہ آور ہوا۔ لیکن اُنھیل واڑہ کے راجہ سے شکست کھائی۔ اُنھیل واڑہ کا نام اُنھیل پتن بھی ہے اور اب تو صرف پٹن ہی کہتے ہیں۔ جو چالوکیہ خاندان کی راجدھانی تھا۔ پٹن کا قدیم نام اجودھن تھا۔ بابا فرید کی خانقاہ کے سبب اس کو اکبر بادشاہ کے حکم سے پاکپتن کہنے لگے''۔ (واقعات دارالحکومت مُصنفہ بشیر الدین احمد مرحوم صفحہ ۱۵،۱۶)

مُلا محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اس شہر کا نام پٹن بابا فرید لکھا ہے اور آئین اکبری میں اِس شہر کا نام صرف پتن لکھا ہوا ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہانسی سے روانہ ہو کر اجودھن پہنچے۔ اس وقت شہر میں ہندوؤں کی اکثریت تھی اور ہندو درشت خو[1] سخت دل، بدخو اور فقراء کے منکر تھے سیر الاولیاء صفحہ ۶۳ مقام مجہول بود۔ شجرۃ الانوا، اہل آں مقام مجہول الکیفیۃ بوداز کمال، غیر کمال راکسے نمی بُرو، سخت دل، ظاہر پرست، جوگیوں کے معتقد اور درویشوں کے منکر تھے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ

''مردم دے درشت خُو۔ ظاہر پرست، منکرِ درویشاں بودند'' (اخبار الاخیار صفحہ ۵۲)

یعنی وہاں کے لوگ عادتوں کے سخت۔ ظاہر پرست اور درویشوں کے منکر تھے۔

اور مولانا جمال نے لکھا ہے کہ

''دراں قصبہ بیشتر مردم کژطبع درشت مزاج وبداعتقاد بودند'' (سیر العارفین صفحہ ۳۳)

اِس قصبہ کے اکثر لوگ کج طبع بدمزاج اور بداعتقاد تھے اور یہ ایک غیر معروف جگہ تھی۔ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے اور یہ حالات دیکھے تو خوش ہو کر فرمایا۔

''ایں محل بودن من است''

1- خیر المجالس صفحہ ۶۲

"یہ ہے میرے رہنے کی جگہ"۔

شیخ ابراہیم فرید ثانی نے کہا ہے:

چل فریدا اوتھے وسیئے جتھے وسن انھے
نہ کوئی سانوں جانے نہ کوئی ساڈی منھے

اس وقت شہر کے باشندوں پر چند جوگیوں کا بڑا اثر تھا اور جادوگروں سے لوگ بہت ڈرتے تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ غیر مسلموں کے علاوہ مُسلمان بھی جادُو کے شائق تھے اور بڑی بڑی مشقتیں اُٹھا کر اس کو حاصل کرتے تھے۔ خاص اجودھن میں ایک بڑا صاحب کمال مُسلمان جادُوگر رہا کرتا تھا۔ اس کا نام شہاب تھا اِسی کے لڑکے نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جادُو کیا تھا۔ جس سے آپ سخت بیمار ہو گئے تھے۔ اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجودھن پہنچے تو شہر سے باہر ویرانے میں اُترے۔ یہاں ایک جگہ چند درخت کریل کے تھے اور قریب ہی شہداء کے مزارات تھے جن کے تصدیق سیر الاولیاء اور فوائد الفواد کے بیانات سے ہوتی ہے۔ اس وقت بھی کہ ۱۹۶۶ء ہے یہ جگہ ٹو یہ گنج شہیداں کہلاتی ہے۔ اسی جگہ عبدالعزیز مکی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مشہور و معروف ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے انہیں درختوں کے نیچے آ کر بیٹھے تھے اور یہیں قیام کیا تھا۔

مولانا جمالی نے لکھا ہے کہ

"بیرونِ قصبہ درختاں بودند کہ درمیاں آں درختاں درخت کلاں دید ہم درزیر آں درکت گلیمے انداخت دآنجا مشغول شُد۔ چنانچہ از ہیچ مردم در آنجا مزاحم او نگشت فراغت کلی یافت" (سیر العارفین صفحہ ۳۳)

قصبہ کے باہر درخت تھے۔ ان درختوں میں ایک بڑا درخت تھا۔ اس درخت کے نیچے اپنی گلیم بچھائی اور وہاں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ کوئی آدمی

وہاں آپ کا مزاحم نہ ہوا اور آپ کو کلّی فراغت حاصل ہوئی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ستر یا اتہتر سال کی عمر میں اجودھن تشریف لائے تھے ایک روایت کے مطابق ۱۸ سال اور دوسری کے مطابق ۲۴ سال آپ نے یہاں بسر کیے تھے۔ امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ

"تا آخر عمر در اجودھن ماندہ وآں مقام بوجود مبارک او قبلہ ہندوستان و خراسان شُد۔ وتا روز قیامت ملجائے بیچارگان و مسکیناں و ملوک و بادشاہاں گشت"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۳،۶۴)

آخر عمر اجودھن میں گذاری اور یہ مقام آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے قبلہ ہندوستان و خراسان ہو گیا اور انشاءاللہ قیامت تک پریشان حال مسکینوں، بادشاہوں اور امیروں کی جائے پناہ رہے گا۔

ہم پچھلے صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کے لیے تھوڑی تھوڑی مُدت کے بعد اپنی جائے سکونت تبدیل کرتے رہتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز یک زمان در ہانسی بود چوں علمِ وافر داشت بعمل مقرون گردانید امثال آں بداں زیادت شد آنجا مشہور گشت از آنجا نقل کرد در کھتوال کہ معاش کمتر باشد و مقامے مجہول است ساکن گشت۔ چوں آں مقام از ملتان نزدیک است آنجا مستور۔ نماند بارہا خواستے کہ از آنجا ہم برود در لاہور کہ خراب است و آبِ رواں دارد سکونت سازد فی الجملہ آخر عمر در اجودھن گزار دیند۔ مقصود ازیں حکایت آن است۔ کہ خود را مستور داشت و در اشتہار نکوشید و بارہا بر زبان مبارک شیخ شیوخ العالم فرید الدین طیب اللہ مضجعہ ایں بیعت رفتے"۔ (سیر اولیاء صفحہ ۶۳،۶۴)

Scanned with CamScanner

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ ہانسی میں رہے۔ چونکہ علم بہت زیادہ تھا۔عمل سے مقرون ہوئے بلکہ اس سے زیادہ اس پر عمل کیا تو وہاں مشہور ہوگئے۔اس لیے وہاں سے کھتوال چلے آئے۔جو مجہول مقام تھا۔ مگر یہ جگہ بھی چونکہ ملتان کے قریب تھی۔اِس لیے یہاں بھی پوشیدہ نہ رہ سکے اور مشہور ہوگئے۔بارہا سوچتے کہ یہاں سے بھی چلا جاؤں۔لاہور کہ زیادہ آباد بھی نہیں ہے اور دریا بھی قریب ہے وہاں اقامت اختیار کر لوں۔فی الجملہ آخر عمر میں اجودھن رہائش اختیار کرلی۔مقصود اس حکایت سے یہ ہے کہ ہمیشہ خود کو پوشیدہ رکھا اور اپنی شہرت کی کوشش نہ کی۔اکثر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے یہ بیت سُننے میں آئی ہے۔

ہر کہ دربندِ نام و آوازہ است
خانہ او برونِ دروازہ است

جو کہ نام ونمود کا خواہشمند ہے اس کا گھر دروازہ سے باہر یعنی یہاں اُس کا کوئی کام نہیں ہے۔

چونکہ اجودھن کے باشندے جوگیوں جادوگروں کے معتقد اور درویشوں کے منکر تھے اس لیے ابتداء میں حضرت کی مشغولی میں کوئی مزاحم نہ ہوا اور آپ نہایت اطمینان سے یادِ حق میں مشغول رہے۔لیکن جس طرح یہ ممکن نہیں کہ مُشک ہو اور خوشبُو نہ پھیلے۔شمع روشن ہو اور پروانے نہ آئیں۔سورج چمکے اور روشنی نہ پڑے۔اسی طرح یہ ممکن نہ تھا کہ خاندان چشت کا یہ آفتابِ معرفت اجودھن سے ضیاباریاں کرے اور لوگ اس کی طرف مخاطب نہ ہوں۔تھوڑے ہی دنوں گھر گھر دھوم مچ گئی۔دُکھیا اور مصیبت زدہ مخلوق کا ایک سیلاب اجودھن کی طرف بہت نظر آنے لگا۔امیر خورد کا بیان ہے کہ

چوں نام وآوازۂ شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ فرید الدین جہانگیر شد وضع و

شریف روئے بخاک بوس حضرت شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نہادند۔
(سیر الاولیاء صفحہ ۶۳)

جیسے ہی حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین مسعود کی شہرت عالم میں ہوئی وضیع وشریف تمام لوگ آستان بوسی کے لیے حاضر ہونے لگے۔

آپ نے جب مخلوق کی آمدورفت کا یہ حال دیکھا تو یہاں سے بھی کسی اور مقام پر چلے جانے کا خیال کرنے لگے۔مگر رات کو خواب میں اپنے مُرشد حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے باقی عمر اسی جگہ گزارنے کا فیصلہ کرلیا اور شہر کی جامع مسجد کے قریب سکونت اختیار کرلی۔(بزم صوفیہ صفحہ ۱۱۱)

جمالی نے لکھا ہے کہ

''نزدیک مسجد جامع منزلے ساختند عیال ایشاں آنجا بودے وخود اکثر اوقات دراں مسجد مشغول بودے باستغراقی تمام۔چنانچہ آوازہ حضرت ایشاں دراطراف وجوانب رسید کہ ایں چنیں آفتابی قطب الاقطاب در قصبہ اجودھن طالع شدہ است کہ از پرتو طلعت ظاہر و باطن خود بہر کہ نظرمی انداز دمنوری سازد''۔(سیر العارفین صفحہ ۳۳)

شہر کی جامع مسجد کے قریب ایک مکان بنایا گیا جس میں ان کے اہل وعیال رہتے تھے اور خود اکثر اس مسجد میں مشغول رہا کرتے تھے۔پوری استغراقی کے ساتھ۔چنانچہ ان کی شہرت اطراف وجوانب میں پہنچی کہ ایک ایسا آفتاب قطب الاقطاب اجودھن سے طلوع ہوا ہے کہ وہ جس پر اپنے پرتو طلعت ظاہر وباطن سے نظر ڈالتا ہے اس کو منور کر دیتا ہے۔

حضرت سیّدنا عبدالعزیز علمبردار مکی رضی اللہ عنہ

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور اسلام میں سب سے پہلے قلندر ہیں۔

Scanned with CamScanner

قلندر پر تو نورِ الٰہی است   قلندر مطلع انوارِ شاہی است
قلندر رامقام کبریائی است   قلندر دُرِ بحرِ آشنائی است

قلندر کسے کہتے ہیں۔یہ ایک بڑی تفصیل طلب بات ہے۔ہم آپ کو ایک قلندر ہی کی زبان سے سناتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ

القلندر بلسان السریانیه اسم من اسماء الله تعالٰی۔

یعنی قلندر سریانی زبان میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک اسم مقدس ہے

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

''قلندر وہ ہے کہ جو علائق روزگار سے مُجرد ہو کر تجرید ظاہری و باطنی حاصل کر چکا ہو اور شریعت و طریقت کا کوئی نکتہ اس سے فروگزاشت نہ ہوتا ہو اور وہ بحرِ وجود اور دریائے شہود میں مستغرق رہتا ہو''۔(رسالہ غوثیہ)

سیدنا عبدالعزیز مکی قلندر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے رسولِ خدا ﷺ نے قلندر فرمایا تھا۔اس لیے آپ کے سلسلہ کو قلندریہ کہا جاتا ہے سید الفقراء حضرت مجتبیٰ عرف مجا قلندر لاہرپوری نے اپنے ایک خط میں حضرت شاہ فتح قلندر جونپوری کو لکھا ہے کہ

''قلندر کسے است کہ از حال و مقامات و کرامات گزشتہ باشد چوں شیخ عبدالعزیز مکی براں درجہ رسید۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ویرا بخطاب قلندر ممتاز ساخت''

''یعنی قلندر وہ ہے جو اپنے حال و مقامات و کرامات سے گزر گیا ہو۔جیسے حضرت شیخ عبدالعزیز مکی رضی اللہ عنہ جب اس درجہ پر پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے آپ کو قلندر کے خطاب سے ممتاز فرمایا''۔

لکھا ہے کہ آپ حضرت صالح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اصحاب صفہ میں داخل ہو گئے۔اکابر صوفیہ کے نزدیک آپ کی عمر چھ سو سال ہوئی ہے۔آپ سلسلہ قلندریہ، مداریہ، طیفوریہ کے سرخیل و سرتاج ہیں۔

علمائے ظاہر اور خاص طور پر اہل حدیث حضرات جو پانی اصابہ اور اسدالغابہ تہذیب التہذیب وغیرہ کتب رجال سے باہر نکلنے کے عادی نہیں ہیں۔حضرت عبدالعزیز مکی علمبردار رضی اللہ عنہ کی صحابیت بلکہ آپ کے وجود سے انکار کی جرأت کر گئے ہیں۔لیکن کتب اسماء الرجال میں آپ کے اسم گرامی کا نہ ہونا آپ کی صحابیت کا نفی نہیں ہو سکتا۔کیونکہ ان کتابوں میں زیادہ ذکر ان حضرات کا ہے جو راویانِ حدیث ہیں۔کیا کوئی یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے۔کہ اسماء الرجال میں جن صحابہ کا ذکر آ چکا ہے۔اُن کے علاوہ کسی صحابی کا ہونا ناممکن ہے اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام و کمال صحابہ کا ذکر کسی حدیث یا فنِ حدیث کی کتاب میں موجود ہے؟ نہیں کسی کتاب میں اس کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔پھر آپ کے صحابی ہونے سے کیوں انکار کیا جائے۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے علمبردار لشکر بھی رہے ہیں۔حجۃ العارفین میں لکھا ہے کہ

''شیخ عبدالعزیز مکی در بعضے اسفار علم رسول اللہ ﷺ برداشتہ انداز اں مشہور راند بہ علم بردار''۔

''یعنی شیخ عبدالعزیز مکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض سفروں میں آپ کا علم اُٹھایا ہے۔اسی سبب سے علمبردار مشہور ہیں''۔

حضرت شاہ شکر اللہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جناب شاہ محبت علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصنیف ''مظہر محبت'' میں لکھا ہے کہ

آپ علمبردار مصطفےٰ تھے۔(تجلیات العنبریہ صفحہ ۲۵)

مراد المریدین میں لکھا ہے کہ وہ علم نبوی جو حضرت عبدالعزیز مکی رضی اللہ عنہ کی دست مبارک میں تھا۔وہ اب بھی جونپور کے قریب ایک قصبہ میں موجود ہے۔

عمر کا اس قدر طویل ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے۔تاریخی طور پر ایسے لوگوں کی فہرست تیار ہو سکتی ہے جن کی عمریں لمبی ہوئی ہیں۔مثلاً لبید ابن ربیعہ کی عمر ۱۵۷ سال ہوئی۔حضرت ابوعبدالرحمٰن نسائی کی عمر بھی ایک سو ستاون سال ہوئی۔عبدالمسیح

بن قبس الغسانی کی عمر ساڑھے تین سو سال ہوئی حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور صحابہ کرام میں بڑی بڑی عمر والے لوگ موجود تھے۔ مثلاً حضرت ربیع ابن ضنع بن وہب بن یغیض بن مالک بن سعد بن عدی بن فزارۃ الفزاری کی عمر تین سو بیس سال تھی اور وہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد تک زندہ رہے اور حضرت صفوان بن قصی برادر عبدالمناف کی بابت حضرت سید محمد بن جعفر مکی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ چراغ دہلی نے اپنی کتاب بحرالمعانی میں لکھا ہے کہ جس وقت میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں آپ کی عمر نو سو بانوے سال کی تھی اور آپ لوگوں سے دور مکہ معظمہ کے پہاڑوں میں رہتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے آپ کو درازی عمر کی دعا دی تھی۔ (کتاب النصائح بحوالہ لمحات العنبر یہ 27)

اسی طرح ایک اور شیخ معمر صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی آتا ہے۔ جو سات سو ہجری تک حیات تھے۔

تبت کے لامہ لوگوں کی عمریں بھی بہت لمبی ہوتی ہیں۔ اسلام کی تبلیغ عرب تاجروں کے ذریعہ فاتحینِ اسلام سے بہت پہلے بحرِ عرب کے تمام کناروں پر پہنچ چکی تھی۔ شہر مدراس سے متصل سمندر میں ایک جزیرہ ہے۔ جہاں ایک مزار مرجع خلائق ہے اور پورے مدراس شہر کی یہ روایت ہے کہ وہ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے۔

اِسی طرح سلسلہ سہروردیہ میں ایک بزرگ علی لالہ غزنوی ہوئے ہیں۔ آپ ہندوستان میں ایک صحابی سے مشرف ہوئے تھے۔ جن کا نام ابوالرضا بابا رتن ہندی تھا۔ آپ کے متعلق روایتوں میں آتا ہے۔ کہ بابا رتن ہندوستان کے برہمن عالموں میں تھے۔ انہوں نے اپنے علم اور نشانیوں کے ذریعے سمجھا کہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ پیدا ہو چکے ہیں۔ وہ ہندوستان سے مدینہ منورہ پہنچے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کے پاس آنحضرت ﷺ کی عطا فرمودہ ایک کنگھی تھی۔ جو آپ نے شیخ رضی الدین علی

لالہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہہ کر عنایت فرمائی تھی کہ میرے پاس تمہاری یہ امانت رسول اللہ ﷺ کی عنایت فرمودہ ہے۔ مولانا جامی ؒ نے بھی یہ واقعہ نفحات الانس میں لکھا ہے۔ حضرت رتن ہندی کا مزار بٹھنڈہ میں ہے۔

حضرت عبدالعزیز مکی رضی اللہ عنہ پر اکثر سکر طاری رہتا تھا اور اسی حالت میں آپ پر ہفتے، مہینے اور سال گزر جاتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالقادر باسطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ربط المشائخ میں لکھا ہے کہ

”آپ حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ غزوہ میں نکلے کہ راستہ میں آپ پر سکر طاری ہو گیا۔ تیس سال کے بعد اس وقت ہوش آیا جب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ امیر معاویہ کے خلاف جنگ صفین کے لیے نکلے ہیں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور صفین میں شریک ہوئے“۔

جناب مسعود علی صاحب قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب فصول مسعودیہ کے نام سے لکھی ہے اس میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عبدالعزیز مکی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء کے ساتھ کہیں سفر میں تھے۔ کسی مروح مقام پر پہنچے۔ تازہ وضو کیا اور تحیۃ الوضو کی نیت باندھی کہ سکر طاری ہو گیا اور پھر چالیس سال کے بعد ہوش آیا۔ اللہ اکبر اِسی حالت سکر میں لوگوں نے مغالطہ میں تین مرتبہ آپ کو دفن کیا اور آپ چالیس سال کے بعد اپنی قبر سے باہر آ گئے اور چوتھی مرتبہ موجود سردابہ پاکپتن شریف میں یہ کہہ کر داخل ہوئے تھے کہ اب میں امام مہدی کے وقت باہر آؤں گا۔

رسالہ غوثیہ میں لکھا ہے کہ

قال الراوی کان لہٗ ای للشیخ عبدالعزیز مکی رضی اللہ عنہ ربعۃ قبور وفی کل قبر مکث اربعین سنۃ والناس یحسبون انہٗ توفی وھولم یتوف ویخرج من قبرہٖ بعد اربعین سنۃ والرابع ھذا

القبرا الذی کان عِندہٗ قبر شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ ومن ھذا القبرلم یخرج ومدتہ عمر الشیخ عبدالعزیز ستہ مائۃ سنۃ وھومن اصحاب الرسول کان بعبدہٖ لوائے النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

یعنی راوی نے بیان کیا کہ حضرت عبدالعزیز مکی رضی اللہ عنہٗ کی چار قبریں ہیں اوروہ ہرقبر میں چالیس سال رہے اورلوگ سمجھتے تھے کہ انہوں نے وفات پائی۔ حالانکہ وہ وفات نہیں پاتے تھے اورقبر سے نکل کرتمام روئے زمین کا دَورہ کرتے تھے۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا اور ہر قبر سے چالیس سال کے بعد نکلے اور چوتھی قبر وہ ہے جس کے قریب حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر کا مزار ہے۔ ان کی عمر ۶۰۰ سال کی ہوئی اور اصحاب رسول اللہ میں سے تھے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بھی اٹھایا تھا۔

سلسلہ قلندریہ کے اصحاب آپ کے اس سکر اور اتنے عرصے کے بعد قبروں سے نِکل آنے اور پھر قبر میں زندہ داخل ہو جانے اور امام مہدی کے وقت میں باہر آنے کے متعلق کہتے ہیں کہ

"اس بات کا انکار اہل دل اور صاحبِ عِلم وفہم آدمی نہیں کرسکتے کیونکہ جس طرح اصحاب کہف کا سینکڑوں برس سونا پھر بیدار ہونا اور پھر قیامت تک کے لیے سوجانا صحیح اور درست ہے حضرت عزیر علیہ السلام کا سو برس سونا اوران کے گدھے کا سو برس بعد دوبارہ زندہ ہونا بالکل حق و درست ہے سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا یہ حال بھی صحیح اور حق ہے شک اور انکارِ حق دل کے اندھوں سے ہی ظہور میں آتا ہے۔"

حضرت عبدالعزیز مکی رضی اللہ عنہٗ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تین خلیفہ ہوئے ہیں۔

(نفحات العنبر یہ صفحہ ۳۴)

1- حضرت میراں میر رحمۃ اللہ علیہ ساکن گوندہ جن کے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین

قلندر ہوئے ہیں۔

2- سید محمد برکی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ۔

3- سید المجذ و بین حضرت سید خضر رومی قلندر رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے ہندوستان میں یہ سلسلہ شائع کیا۔

حضرت خضر رومی شعلہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت نجم الدین غوثِ الدہر رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں اور آپ کے خلیفہ حضرت قطب الدین بینا دل جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اور یہ سلسلہ آج تک صوبہ بہار میں جاری ہے اور پھلواری شریف کی خانقاہ مجیبیہ میں حضرت مخدوم ومکرم جناب شاہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدظلہ العالی اور خانقاہ سلیمانیہ میں حضرت قبلہ شاہ غلام حسین چشتی سلیمانی دامت برکاتہم اِس سلسلے کے مجاز ہیں۔

باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ سردارِ سلسلہ کی حیثیت سے

حضرت سلطان الہند خواجہ خواجگان سید معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ۶ رجب ۶۳۲ھ میں انتقال فرمایا اور آپ صرف آٹھ ماہ بعد ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں آپ کے جانشین وخلیفہ قطبِ عالم حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ آپ کے وصال کے بعد سلسلے کی تمام ذمہ داریاں حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئیں۔

حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان ذمہ داریوں کو جس احسن طریقہ سے نبھایا اور سلسلے کی توسیع واشاعت کا کام جس عمدگی سے انجام دیا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ کے اثرات صرف پنجاب یا شمالی ہند تک محدود نہیں رہے بلکہ آپ کی غیر معمولی رواداری، حسنِ اخلاق اربابِ حکومت سے اجتناب، ذوقِ سماع اور خدا کی مخلوق سے بے پناہ ہمدردی نے آپ کو اقلیم قلوب کا سلطان بنا دیا۔ ایک طرف آپ کے اثرات پاک وہند سے بیرونی ممالک میں پہنچ گئے اور وہاں سے عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ تو دوسری طرف کفر وشرک اور اوہام باطلہ کی تیرہ و

Scanned with CamScanner

تار گھٹائیں چھٹ گئیں۔فسق و فجور ختم ہوگیا۔جن لوگوں کا پیشہ قتل وغارت گری تھا وہ آپکی نظر سے ہادی بن گئے۔

تاریخ مشائخِ چشت میں لکھا ہے کہ

حقیقت یہ ہے کہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانی عظمت و کردار کی بلندی اور دردمندی خلق سے چشتیہ سلسلہ کی شہرت کو چار چاند لگادیے اوران کے زمانے میں سلسلے کے اثرات کا دائرہ وسیع ہوگیا۔اس کے نظامِ اصلاحِ تربیت نے ایک مستقل شکل اختیار کرلی اور مریدین کا ایک ایسا طبقہ تیار ہوگیا جس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں چشتیہ سلسلہ کی خانقاہیں قائم کرا دیں۔(تاریخ مشائخ چشت صفحہ۱۶۲)

شیخ محمد اکرام نے آبِ کوثر میں لکھا ہے کہ

''مغربی پنجاب میں کامیاب اشاعت اسلام کرنے کے علاوہ آپ نے بڑے بڑے صاحبِ سطوت بزرگوں کی تربیت کی چشتیہ سلسلہ کو حضرتِ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں رونق دی تھی۔لیکن خطۂ ہندو پاکستان میں اس سلسلہ کو اصل وسعت واستحکام بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکت سے نصیب ہوا اور فی الحقیقت انہیں اس سرزمین میں چشتیہ سلسلہ کا موسس ثانی کہا جاسکتا ہے''۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی عظمت، کردار کی بلندی اور دردمندی خلق کا اندزاہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے۔کہ تمام اِسلامی ممالک سے عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔نیشاپور سے محمد شاہ، کرمان سے سید محمد، اصفہان سے فخر الدین، سیستان سے شیخ احمد، سمرقند سے رکن الدین، غور سے محمد شاہ، کابل سے حسام الدین، مکہ شریف سے علی، وسط ہند سے علی بہاری، اودھ سے داؤد پالبی، اجمیر شریف سے وحید الدین بنسیۂ حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، ناگور سے شرف

الدین آپ سے بیعت ہونے کے لیے آئے تھے۔کافرستان[1] سے بھی سیاہ کافروں کی ایک جماعت آپ کے جماعت خانہ میں مقیم ہوئی تھی۔

ابن بطوطہ[2] ساتویں صدی ہجری کا مشہور عالم سیاح ہے۔وہ اپنی سیاحت کے دوران جب سکندریہ پہنچا تو وہاں اس کی ملاقات اسکندریہ کے مرجع خلائق بزرگ حضرت برہان الدین اعرج رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔انہوں نے ابن بطوطہ سے کہا تھا۔اگر تمہاری مُلاقات ہندوستان میں شیخ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے ہو تو ان کو میرا سلام کہہ دینا۔

دہلی میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام نہ کرنا سلسلے کے لیے بہت سُودمند ثابت ہوا۔کیونکہ دہلی کے سیاسی حالات نے وہاں کے علماء ومشائخ کو کسی نہ کسی طرح ملوث کرلیا تھا۔

حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جلیل القدر خلیفہ حضرت بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تھے وہ بھی بالواسطہ ان حالات سے متاثر ہوئے۔ان کا ایک مرید نظام الدین خطہ دار تھا اس نے آپ کے لیے ایک خانقاہ بنوادی اور درویشوں کے لیے خوردونوش کا انتظام کردیا۔لیکن چند ہی دنوں بعد حساب کتاب میں پکڑا گیا۔جس سے ان کا سکون برباد ہوگیا اورانہوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا جس میں التماس کی تھی میرے لیے دعا کیجئے۔تاکہ اس پریشانی سے نجات پاؤں۔(سیر العارفین صفحہ ۵۰)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لوگ عام طور پر ایک بہت بڑے بزرگ کی حیثیت سے جانتے اور مانتے ہیں۔لیکن یہ حقائق تو بہت کم لوگوں کے علم میں ہیں کہ آپ نے کس کس خطے کو دولتِ اسلام سے مالا مال کیا اوراسلام کے فروغ کے لیے

1- لائف اینڈ ٹائم۔حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

2- سفر نامہ ابن بطوطہ صفحہ ۱۸ جلد اول۔حضرت برہان الدین اعرج سکندریہ میں امامِ زمانہ صاحبِ علم والزہد والتواضع الورع کبار عباد اور زہاد سے تھے۔

Scanned with CamScanner

کون کون سے کارہائے نمایاں انجام دیے اور بے دینی کے اثر و نفوذ کو مٹانے کے لیے آپ نے کیا کیا کوششیں کیں۔ قرامطہ کی ملحدانہ تعلیم جو اس وقت عام طور پر لوگوں کے دل و دماغ کو متاثر کر رہی تھی۔ اس کا توڑ کس طرح کیا۔

عبداللہ میمون ایرانی کا شاگرد احمد قرامطہ تھا۔ اس کے متبعین اسلامی مُلکوں میں لوگوں کو اس عقیدہ کی طرف زور و شور سے بُلا رہے تھے کہ جنت و دوزخ کوئی شے نہیں ہیں۔ نہ آخرت میں نیکیوں کی جزا ملے گی اور نہ برائیوں کی سزا۔ جو کچھ کرنا ہے یہاں کر لو وغیرہ وغیرہ۔

جن دنوں اِس عقیدہ کا پرچار زور شور سے اسلامی ممالک میں ہو رہا تھا بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلامی ملکوں کا دورہ کر رہے تھے۔ ایک عالم باعمل اور صوفی باصفا ہونے کی حیثیت سے آپ نے ان گمراہ کُن خیالات و عقائد کی شدت سے مخالفت کی اور اس کے پرخچے اڑا کر رکھ دیے۔

صوفیوں کو حجروں میں نکما بیٹھے رہنے کا طعنہ دینے والے چھٹی صدی ہجری کے اس دور کو تاریخ کے آئینہ میں دیکھیں کہ قرامطہ کے اِس سیلابِ گمراہی کو جس نے سندھ سے نیل تک کے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ کس طرح اِن حجرہ نشین صوفیوں نے سردھڑ کی بازی لگا کر روکا۔ بلکہ گمراہوں کو نورِ ایمان سے مزین کر دیا۔

مغلوں کی خون آشامیاں کس سے پوشیدہ ہیں۔ بغداد کی تباہی کے بعد مسلمانوں میں جو قنوطیت اور افسردگی پیدا ہوئی تھی۔ اس کا علاج اگر یہ حجرہ نشین نہ کرتے تو آج مُسلمان کہاں ہوتے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ مغلوں کی اس تیز و تند آندھی سے چراغِ اسلام گل ہوا چاہتا تھا۔ کہ صوفیوں کا ایک گروہ جن میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے میدان میں نکل آیا۔ قدم قدم پر ان مردانِ حق کا راستہ مصائب و آلام نے روکا بڑی سے بڑی عقوبت سے ان کو ڈرایا گیا۔ مگر ان اللہ والوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور آخر دینِ حق کو سر بلند کر

کے چھوڑا۔ بلکہ مغلوں کی خون آشام تلواروں کو اِسلام کا محافظ بنا دیا اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی تائید تاریخ بھی کرتی ہے۔

قرامطہ نے دینی پردہ میں جو بے دینی اور بددینی پھیلائی تھی اگر علمائے صوفیہ بروقت اس کا مقابلہ نہ کرتے اور دینِ اسلام کے محافظ کے فرائض انجام نہ دیتے تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ آج مسلمان باقی رہتے۔

حضرت بابا صاحِب نے اِس زمانہ میں ایک عالم اور ایک صوفی ہونے کی حیثیت سے ممالک اسلامیہ اور ہندوستان میں جو خدمات انجام دی ہیں۔ اس کی تفصیل کے لیے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ تاکہ تاریخ کا طالبِ عالم اس حقیقت سے آشنا ہو جائے کہ اسلام پر جب کبھی بُرا وقت آیا ہے تو حجرہ نشین صوفیا فوراً اس کی مدد کے لیے میدان میں آگئے۔

پروفیسر ایچ اے ارگب نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ

"اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ لیکن با ایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیاء کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخشش دیتا تھا۔ کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی"۔ (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۰)

سرزمین ہند پر مُسلمان بادشاہوں کے جاہ وجلال کا پرچم صدیوں تک لہراتا رہا۔ لیکن انہوں نے کبھی اس سے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام نہ دیا۔ پاک و ہند میں جو آج کروڑوں مُسلمان نظر آتے ہیں۔ ان کا وجود صوفیائے کرام کی تبلیغی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے۔

علامہ سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ جن لوگوں نے ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے ساتھ ساتھ یہاں کی روحانی تاریخ کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ

Scanned with CamScanner

ہندوستان کو اگرچہ غوروغزنی کے بادشاہوں نے فتح کیا۔ مگر اس فتح سے پہلے ہندوستان کی روح کا خانوادہ چشت کے روحانی تاجدار حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فتح کرلیا تھا۔

صوفیائے کرام کی تبلیغ واشاعتِ دین کے دو پہلو تھے۔ ایک نام کے مُسلمان کو پکا دیندار اور متقی پرہیز گار بنانا اور پھر ان کی باطنی تعلیم و تلقین کرنا اور مدارِج سلوک قطع کرانا۔ دوسرا غیر مسلموں کو اپنے اخلاق ومحبت کی کشش سے کفروشرک کے تاریک غار سے نِکل کر اسلام کی روشنی میں لانا۔ انگریز مورخین نے لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں کئی لاکھ آدمی مسلمان کیے۔ خزینۃ الاصفیاء کے مفتی غلام سرور نے ایک درویش خواجہ ابواسحٰق گارزونی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ

> ''بست و چہار ہزار کس بروست شیخ مُسلمان شُدند وقریب صد ہزار اہل اسلام پیشِ شیخ تائب گشتہ درحلقۂ ارادت شیخ آمدہ بودند۔''
>
> یعنی چوبیس ہزار آدمی شیخ کے ہاتھ پر مُسلمان ہوئے اور تقریباً ایک لاکھ مُسلمان شیخ کے سامنے تائب ہوکر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

صوفیائے کرام نے جس احسن طریقہ سے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ ان میں چشتی بزرگوں کا طریقہ تبلیغ منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ عین اس وقت جب ہندوستان میں رنگ ونسل کا امتیاز پُورے عروج پر تھا۔ حضرت شیخ العالم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جماعت خانہ کے دروازے ہر کس وناکس کے لیے کھول دیے تھے۔

ملتان کی سہروردی[1] خانقاہ میں داخلہ کے لیے بادشاہ وقت سے باضابطہ اجازت لینی پڑتی تھی۔ لیکن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ کا دروازہ آدھی رات تک امیر غریب، فقیر، مسکین، عورت، مرد سب کے لیے کُھلا رہتا تھا۔ کسی پر پابندی نہ تھی۔ نہ کسی پر فوقیت، یہاں تک کہ بادشاہِ وقت بلبن بھی جب آپ کے حضور حاضر ہوا تو اس طرح جس طرح ایک عام آدمی حاضری دیتا ہے۔

سلاطین اور امراء اپنی رزم آرائیوں میں مصروف تھے، مگر فقراء کے جماعت خانے اور خانقاہیں محبت واخلاص سے معمور تھیں۔ ہندو مسلمان فقراء حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانے میں ایک جگہ بیٹھ کر عالم علوی وسفلی پر تبادلہ خیالات کرتے تھے۔ اس طرح کی تبلیغ وہدایت کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلموں کو جو اسلام سے اجتناب اور تعصب تھا وہ جاتا رہا اور ان کو اسلام کی اعلیٰ تعلیم سُننے اور سمجھے کا موقع ملا۔

مسٹر جے این مدن نے اپنی کتاب پنجابی صوفی شعراء میں لکھا ہے کہ

''مُسلمانوں نے جب شمالی ہند کو فتح کیا۔ تو صوفی لوگ بھی اس مُلک میں داخل ہونے شروع ہوگئے۔ اسلام کا یہی طبقہ روادار، امن پسند اور صلح کُل تھا۔ بزورِ شمشیر اور پُرجوش علماء اور غازیوں کے ذریعے اسلام کو پھیلایا جاتا ہندوؤں کو متاثر نہیں کر سکتا تھا۔ جو اس سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن اسلام جس کی نمائندگی صوفیائے کرام کرتے تھے۔ ہندوؤں کے لیے کشش کا باعث تھا۔ جو لوگ برضا ورغبت اسلام میں داخل ہوئے اُن کی تبدیلی مذہب بلاشُبہ صوفیوں کی تعلیم کا نتیجہ تھی''۔

جس زمانے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجودھن تشریف لائے ہیں تو شہر اور مضافات میں بکثرت غیر مسلم قومیں آباد تھیں اور یہ لوگ سخت وحشی، اوہام پرست، جاہل اور چھوت چھات کے مریض تھے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا۔ یہاں آپ کی ذاتِ گرامی کے فیض سے ہزاروں آدمی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور سینکڑوں آپ کے ذریعہ اقطاب، ابدال، اوتاد کے مدارج پر فائزالمرام ہوئے۔ آپ کی نظر کے اثر سے گمراہ ہادی اور چور ولی بن گئے۔

1- عجائب الاسفار جلد دوم صفحہ ۱۴۲ شیخ رکن الدین سہروردی اپنی خانقاہ میں اس وقت تک کسی کو نہیں ٹھہراتے تھے۔ جب تک کہ بادشاہِ وقت سے باضابطہ اجازت نہ حاصل کرلے۔

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

اِن دنوں خاص اجودھن شہر میں ایک مشہور و معروف جوگی رہا کرتا تھا۔ شہر والے اس کے معتقد تھے۔ آٹھویں دن تمام شہر کا دُودھ اس کی نذر کیا جاتا تھا اور لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اگر کوئی شخص آٹھویں دن کا دُودھ جوگی کو نہ دے گا تو اس کے دودھ دینے والے جانور مرجائیں گے۔ (اقتباس الانوار صفحہ ۱۶۶)

ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید بازار دُودھ لینے گئے۔ تو ان کو معلوم ہوا کہ آج بازار میں دُودھ نہیں آئے گا۔ کیونکہ آج کا دِن تو جوگی اور اس کے چیلوں کا ہے تمام شہر کا دُودھ اُس کے پاس جائے گا۔

وہ بازار سے واپس آ کر ایک مُسلمان کے پاس گئے۔ جس کے پاس دُودھ کے جانور تھے۔ اُس نے بھی دودھ دینے سے انکار کر دیا اور کہا اگر ہم نے جوگی کو دُودھ نہ دیا تو ہمارے جانور مر جائیں گے۔ لہٰذا ہم اس سے ڈرتے ہوئے تم کو دُودھ نہیں دے سکتے۔

جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ معاملہ عرض کیا گیا تو آپ نے ان مسلمانوں کو بُلایا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا چاہیے اور اسی سے دُعا مانگنی چاہیے اور جو حقوق اللہ تعالیٰ کے تم پر واجب ہیں اُن کو ادا کرتے رہو اور فضول وہم اور خوف کو دل سے نکال دو۔ تم ہم کو دودھ دو یا نہ دو مگر یہ خیال دل سے نکال دو کہ جوگی کی بد دُعا سے تمہارے جانور مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

اس گفتگو میں لوگوں کو ایمان و یقین کی حلاوت محسوس ہوئی اور انھوں نے دودھ آپ کو دے دیا اور جوگی کو دودھ دینے سے انکار کر دیا۔ جب جوگی مذکور کے پاس کم دودھ پہنچا تو ساتھ ہی یہ شکایت بھی کہ فلاں فلاں آدمی نے دودھ نہیں دیا ہے تو اس کو یہ سُن کر بہت غصہ آیا اور اُس نے کہا کہ صبح میں اس فقیر کو یہاں سے نکال دُوں گا۔

جوگی کے چیلوں نے جوگی کو بتایا کہ اس مُسلمان فقیر کے یہاں مقیم ہو جانے کے سبب ہمارے پاس لوگوں لوگوں کی آمد و رفت کم ہوتی جا رہی ہے۔ اگر فوراً اس کو یہاں سے نہ نکالا گیا تو اس کے پاؤں جم جائیں گے اور ہمارا اثر و رسوخ لوگوں پر سے جاتا رہے گا۔

صبح کو جوگی اپنے ڈیڑھ ہزار چیلوں کو لے کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے کے لیے چلا۔ جیسے ہی آپ کے سامنے پہنچا اور اُس کی نظریں آپ سے چار ہوئیں۔ اللہ والے کی ایک نظر برداشت نہ کر سکا۔ اتنا متاثر اور خوف زدہ ہوا کہ بے اختیار آپ کے سامنے اوندھا گر پڑا اور اس کے ساتھ اُس کے سب چیلوں نے بھی اپنے سر زمین پر رکھ دیے۔ آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا۔ سر اُٹھا، جوگی نے سر اٹھایا آپ نے پوچھا کس ارادہ سے آیا ہے۔ جوگی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور اب تو صرف یہ ارادہ ہے کہ آپ اپنا غلام بنا لیجیے۔

کافر صد سالہ را مومن کند در یک نظر — آں فرید الحق الدین خواجہ گنج شکر

چنانچہ وہ جوگی اور اُس کے سب چیلے اُسی وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

جوگی کے اسلام لانے کی خبر جنگل میں آگ کی طرح سب جگہ پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دید کے لیے آنے لگے۔

حضرت کی ذاتِ گرامی میں وہ جاذبیت اور کشش تھی اور آپ کے اخلاق میں ایسی گیرائی تھی۔ کہ جو ایک دفعہ آپ کے پاس آجاتا۔ بس آپ ہی کا ہو جاتا تھا۔ صبح سے شام تک اسلام لانے والوں کا جھمگھٹا لگا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے مُسلمانوں کی قلت کثرت میں تبدیل ہوگئی۔ ستلج اور راوی کے کناروں پر جو قومیں آباد تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ آپ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ آبِ کوثر میں ہے کہ

"سر ایڈورڈ میکلیگن نے مختلف قبیلوں کا ذکر کرتے ہوئے بعض مشہور قبائل کے قبولِ اسلام کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ مثلاً راجپوتوں میں سیال ایک مشہور قبیلہ ہے۔ جو اضلاع ملتان، ساہیوال اور جھنگ میں کثرت سے آباد ہے۔ یہ قبیلہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اِسی طرح وٹو قبیلہ کو جو ستلج کے دونوں بازوؤں پر ساٹھ میل دُور تک اور علاقہ گوگیرہ میں آباد ہے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے مُسلمان کیا تھا"۔

صاحبِ جواہر فریدی نے باب پنجم کی فصل سوم میں اس وقت کی غیر مُسلم قوموں کا ذکر کیا ہے جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئیں تھیں۔ جو نام انہوں نے اس وقت کی اقوام کے لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ اس وقت موجود ہیں اور کچھ کا نام ونشان نہیں ملتا۔

مثلاً سرہنگو الیاں، بھلیاں، ادھکاں، جھکڑ والیاں، بکاں، ہکاں، ان قوموں کا نشان نہیں ملتا۔ البتہ سیال، کھوکھر، ڈھڈی، جوئیے، نیاریئے، بھاکری، بینہ ڈوگر وغیرہ موجود ہیں۔

جو قومیں آج کل پاکپتن شریف اور اس کے نواح میں آباد ہیں ان میں سے اکثر راجپوت نسل کی شاخیں ہیں جو اپنے اپنے قدیم سربراہ کے نام سے معروف ہیں مثلاً مانیکے، لالیکے، آکوکے، کاکوکے، مل لیکے، مہاموںکے، مجیدے کے، کھوکھر، ڈھڈی، چوہان، وٹو، زرگر وغیرہ۔

ان قوموں اور گوتوں کے سربراہ آج بھی اِس بات کے مُقر ہیں کہ ہمارا مسلمان ہونا حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرہونِ منت ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ میں ہر مُلک اور ہر قسم کے لوگوں کی کثرت سے آمد ورفت رہتی تھی۔ سینکڑوں مُفلس اور پریشان حال انسان دُور دُور سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ آپ ہر ایک کی دِلداری کرتے اُن

کے لیے دعائیں کرتے اور ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرتے تھے۔

کرمانی نے لکھا ہے کہ

"ہیچ کس بخدمت ایشاں نیامدے کہ او را چیزے نصیب نہ کردے یعنی کوئی شخص آپ کی خدمت میں ایسا نہ آتا کہ آپ اُسے کچھ نہ دیتے ہوں"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۴)

طالبانِ حق اور سالکانِ طریقت سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے یہاں پہنچتے اور آپ کی باطنی توجہ سے کامیاب وکامران واپس جاتے۔ آپ کی خدمت میں علماء کی جماعتیں، فقراء کے گروہ، قلندروں اور مسکینوں کی ٹولیاں آتی تھیں اور ہر وقت حاجت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ امراء وروٌساء شاہی ملازم تاجر، عامی غرضیکہ حضرت کا دروازہ ہر آنے والے کے لیے آدھی رات کھلا رہتا تھا۔

صاحبِ سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ

"بقیاس نیم شب کم وبیش بَیستندے یعنی پیوستہ در باز بودے وطعام و نعمت موجود از کرم خدائے تعالیٰ آئندہ وروندہ را از اں نصیب شُدے"۔

یعنی تقریباً آدھی رات تک آپ کا دروازہ کُھلا رہتا تھا اور قسم قسم کے کھانے اور نعمتیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہر آنے والے کو عطا فرماتے تھے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۴)

عجب قوت اور عجب زندگانی تھی کہ شاید کسی آدمی کو مُیسر آئی ہو۔ آپ کا لُطف و کرم عام تھا۔ آپ ہر نووارد اور پُرانے واقف کار سے یکساں برتاؤ کرتے تھے کسی نئے آنے والے کے دل میں یہ خلش نہ رہتی تھی۔ کہ حضرت کا برتاؤ فلاں شخص کے ساتھ زیادہ اچھا ہے اور چونکہ میں نووارد ہوں اس لیے میں ایسی مہربانی سے مشرف نہیں ہوا۔

اگر کسے بخدمتے او بیامدے کہ ہرگز نیامدہ بودے و دیگر کسے کہ حاضر

Scanned with CamScanner

بودے وآشنا چندیں سالہ بُودے۔ درمحاروہ باُ دبرابر بودے ودرتوجہ باہر دو متساوی۔(سیرالاولیاء صفحہ ۶۵)

یعنی اگر کوئی ایسا شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا کہ پہلے کبھی نہ آیا ہوتا اور دوسرا ایسا آتا کہ چند سال کا واقف ہوتا۔ مگر حضرت کے نزدیک دونوں برابر ہوتے اور آپ کی توجہ ومہربانی سے دونوں برابر مستفید ہوتے۔

الغرض حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سربراہِ سلسلہ چشت کی حیثیت سے تیس سال ایسی بے مثل خدمات انجام دیں۔ جس کا کماحقہٗ بیان مشکل ہے آپ ہی کی نظر کا فیضان ہے کہ سلسلہ چشت میں حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ جیسے آفتاب ومہتاب طلوع ہوئے۔ جن کے انوار سے پورا پاک وہند جگمگا رہا ہے جناب محمد اکرم صاحب صابری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اقتباس الانوار میں تحریر کیا ہے کہ

"کمالات وخوارق عادات حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ازقیدِ تحریر وتقریر بیرون است وازیں چہ زیادہ خارق عادت مرآنحضرت راخواہد بُود کہ مثلِ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء بدایوانی قدس سرہٗ مریدے داشت کہ چہار دانگ وسعتِ آباد ہندوستان راازنورِ ولایت خویش منور گردانید وعالمے راسبب ہدایت شُد وحق سُبحانہٗ اورابہ خطاب سلطان المشائخ ممتاز ساخت۔ وتاج کرامت برسرِ او۔ وپیردانِ وے نہاد۔ چنانکہ تصرفات ولائتش اظہرمن الشمس است وہیچ احدے رابرآں دستِ انکار نمیرسد"۔ (اقتباس الانوار صفحہ ۷۵)

"یعنی حضرت بابا صاحب کے کمالات وکرامات تحریر وتقریر سے باہر ہیں اور اس سے زیادہ حضرت کی کرامت کیا ہوگی کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرید اور تربیت یافتہ ہیں اور ہندوستان شرق سے

غرب تک اُن کے نورِ ولایت سے جگمگا رہا ہے اور اُن کی ذاتِ گرامی ایک عالم کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنی اور حق تعالیٰ نے اُن کو شیخ المشائخ کے خطاب کے ساتھ ممتاز کیا اور بزرگی وکرامت کا تاج ان کے اور ان کے پیرووں کے سرپر رکھا۔ چنانچہ ان کی ولایت کے تصرفات اظہر من الشمس ہیں اور اس سے کسی ایک کو انکار کی جرأت نہیں ہوسکتی"۔

وجہ تسمیہ لقب گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کئی لقب ہیں "گنج شکر" زیادہ مشہور ہے۔ اِس کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی۔ اِس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

سیرالاولیاء[1] اور سیرالاقطاب[2] کی روایات ایک ہیں۔ اخبار الاخیار[3]، گلزارِ ابرار[4]، خزینۃ الاصفیاء[5] اور تذکرۃ العاشقین کی روایات ایک ہے۔ سیر العارفین[6] اور تاریخ فرشتہ[7] کی روایات اور ہیں۔ ہمارے خیال میں ان سب روایات کو درج کردینا فائدہ مند ہوگا۔ کیونکہ ایک روایت کی صحت سے دوسری کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ بلکہ ایک روایت سے دوسری کی توجیہہ اور تطبیق ہوسکتی ہے۔

سیرالاولیاء میں لکھا ہے کہ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرومُرشد کے حکم سے طے کا روزہ رکھا۔ تیسرے دن افطار کے وقت آپ کو ایک شخص کھانا دے

1- سیرالاولیاء از امیر خورد کرمانی
2- سیرالاقطاب از اللہ دیا چشتی
3- اخبارالاخیار از شیخ عبدالحق محدث
4- گلزار ابرار از غوثی شطاری
5- خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری
6- سیر العارفین از مولانا جمالی
7- تاریخ فرشتہ از مُلا محمد قاسم فرشتہ

گیا۔ آپ نے اِس سے روزہ افطار کرلیا۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ کو اُلٹی ہوئی اور سب کھانا واپس نکل گیا۔ بعد نماز جب آپ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت قطبِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مسعود تین دِن کے طے کے بعد شرابی کے گھر کے کھانے سے روزہ افطار کرلیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ کھانا واپس نکل گیا۔ اب پھر طے کا روزہ رکھو اور جو کچھ غیب سے پہنچے اس سے افطار کرو۔ یہ سُن کر آپ نے اُسی وقت پھر تین دن کے طے کے روزے کی نیت کرلی۔ چھٹے دن افطار کے وقت کوئی چیز نہ ملی یہاں تک کہ نصف شب گزر گئی۔ تو آپ نے ایک مٹھی کنکر اُٹھا کر منہ میں ڈال لیے جو شکر ہوگئے۔ لیکن آپ نے اُنہیں فوراً تھوک دیا۔ کہ مبادا شیطانی وسوسہ ہو۔ پھر کچھ دیر کے بعد ایسا ہی ہوا۔ آخر تیسری مرتبہ پچھلی شب کو وہ کنکر جو شکر ہوگئے تھے آپ نے تناول فرمالیے اور صبح جب آپ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو اُنہوں نے فرمایا۔

نیکو کردی کہ بداں افطار کردی۔ ہر چہ از غیب است، نیکو است، بروہچو شکرِ شیریں خواہد بُود۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۸ و اخبار الاخیار صفحہ ۵۳)

ازیں جا شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز را پیر شکر بارد گنج شکر خوانند۔

یعنی بہت اچھا کیا جو تو نے اُن سے روزہ افطار کرلیا۔ جو کچھ غیب سے ہے اچھا ہے۔ جا شکر کی طرح ہمیشہ شیریں رہے گا۔

اِسی وجہ سے حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہٗ العزیز کو پیر شکر گنج کہتے ہیں۔ یا پیر شکر بار کہتے ہیں۔

شکر کی بجائے نمک:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دوسرے تذکرہ نویسوں نے اپنی اپنی کتابوں میں کچھ فرق سے یہ لکھا ہے کہ ایک سوداگر اُونٹوں پر شکر لادے ملتان سے دہلی جار ہا تھا۔

جب اجودھن پہنچا تو راستے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ آپ نے سوداگر سے پوچھا۔ اُونٹوں پر کیا لدا ہوا ہے؟ اُس نے (آپ کو منگتا سمجھ کر) کہا: بابا نمک لدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا خیر نمک ہوگا۔ سوداگر نے دہلی پہنچ کر بوروں کو کھولا۔ تو اُس میں شکر کی بجائے نمک بھرا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر اُس کے ہوش اُڑ گئے اور اُس کو فوراً یاد آ گیا۔ کہ اجودھن میں اُس نے جس فقیر سے جھوٹ بولا تھا۔ یہ اس کی زبان کی تاثیر ہے اسی وقت واپس روانہ ہوا اور اجودھن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے اپنی غلط بیانی پر انتہائی ندامت اور شرمندگی کا اظہار کیا۔ تو آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا بہت بُرا ہے۔ آئندہ جھوٹ بولنے سے توبہ کرو اور دل کو بدگمانی کے گناہ سے بھی بچایا کرو۔ پھر فرمایا۔ اگر وہ شکر تھی تو شکر ہو جائے گی۔

سوداگر حضرت کے پاس سے تائب ہو کر واپس اپنے اونٹوں کے پاس آیا اور ان کو کھول کر دیکھا۔ تو ان میں شکر بھری ہوئی تھی۔ بیرم خان خاناں نے اس واقعہ کو چند اشعار کے ذریعہ ادا کیا۔

کان نمک جہانِ شکر شیخ بحر و بر
آن کز شکر نمک کند، واز نمک شکر

کانِ نمک و گنج شکر شیخ فرید کز گنج شکر کانِ نمک کر دیدید
درکان نمک کرد نظر گشت شکر شیریں ترازیں کرامتے کس نشنید

سیر العارفین میں مولانا جمالی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس زمانے میں اپنے مُرشد قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مجاہدہ کر رہے تھے اور غزنی دروازہ کے قریب بُرج کے نیچے حجرہ میں رہا کرتے تھے۔ برسات کا موسم آ گیا اور اِس دفعہ بارشیں اچھی ہوئیں۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول پندرہ دن کے بعد جب اپنے مرشد کی خدمت میں جانے لگے تو راستہ بارش سے خراب تھا اور

کر بہت حیرت ہوئی اور فرمایا ''انشاءاللہ تعالیٰ تو ضائع نہیں ہوگا مثل شکر کے شیریں ہوگا۔

(سیر العارفین صفحہ ۴۷)

ارباب سیر نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ چلہ معکوس کے آخری دن آپ کو غیب سے آواز آئی تھی۔ کہ اے فرید! تیرے چلہ کو ہم نے قبول کر لیا، اور تجھے اپنے لیے چُن لیا اور آج سے تجھے گنج شکر کیا۔

الغرض ان تمام روایات کے پڑھنے سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو برگزیدہ کیا تھا اور لُطف وعنایت سے آپ کو گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ لقب عطا فرمایا تھا۔

جماعت خانہ فریدیہ:

مشائخ عظام اپنے مریدوں کی اصلاح وتربیت کے لیے ان کو جماعت خانوں اور آباد مسجدوں میں قیام کے لیے ہدایت کیا کرتے تھے۔

چونکہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش جامع مسجد قدیم پاکپتن کے قریب تھی۔ اس لیے آپ اپنے مریدوں کو ان کی اصلاح وتربیت کے لیے اسی جگہ ٹھہراتے تھے۔ خود حضرت بھی رات دن اِسی مسجد میں مشغول رہا کرتے تھے۔

جمالی کا بیان ہے کہ

''نزدیک مسجد جامع منزلے ساختند عیال ایشاں آنجا بودے وخود اکثر اوقات درآں مسجد مشغول می بودے بااستغراقِ تمام''۔ (سیر العارفین صفحہ ۴۴)

''یعنی مسجد جامع کے قریب مکان بنایا گیا۔ ان کے بال بچے اس میں رہتے تھے اور خود اکثر اوقات اِس مسجد میں پورے استغراق کے ساتھ

1- سیر العارفین صفحہ ۴۶، ۴۷ نیز مولانا جمالی نے یہ لکھا ہے کہ جب میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے روانہ ہوا ہوں تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر بھی حاضر ہوا تھا۔ اس وقت دیوان شیخ المشائخ شیخ محمد صاحب سجادہ نشین تھے۔ انہوں نے بھی میرے استفسار پر یہی روایت وجہ تسمیہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی مجھ سے بیان کی تھی۔

آپ اس وقت نعلین چوبیں (کھڑاویں) پہنے ہوئے تھے۔ طے کے روزوں کے سبب آپ بہت نقیہہ اور کمزور ہوگئے تھے۔ کہ ایک جگہ آپ کا پاؤں پھسل گیا اور آپ گرِ پڑے اور کچھ مٹی کھیتوں کی آپ کے منہ میں بھی چلی گئے۔ جو منہ میں جاتے ہی شکر ہوگئی۔ لیکن آپ نے اس کو تھوک دیا اور کُلی کر کے مُنہ صاف کر لیا۔

جب آپ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب حال بیان کیا۔ تو اُنہوں نے فرمایا۔

''فرید الدین مسعود! بدیں پارہ گلی کہ در دہنت رسید وشکر گشت عجب نیست کہ حضرتِ تبارک تعالیٰ وجود ترا گنجِ شکر گردانید است ہموارہ شیریں خواہد بُود''

یعنی فرید الدین مسعود! یہ تھوڑی سی مٹی جو تمہارے منہ میں پہنچ کر شکر ہوگئی ہے۔ عجب نہیں کہ حضرت حق تبارک تعالیٰ نے تمہارے وجود کو گنج شکر بنایا ہو۔ تم ہمیشہ شیریں رہو گے۔

یہ سُن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سجدہ شکر ادا کیا اور جب وہاں سے واپس اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں جہاں چند آدمی آپ کو ملتے تو آپس میں آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے۔ لگتا ہے یہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو شکر کا شوقین دیکھ کر فرمایا کہ تم نماز پابندی سے پڑھا کرو۔ تو روزانہ تمہارے مصلّی کے نیچے سے شکر کی پُڑیا نکلا کرے گی۔ یہ سُن کر آپ نے نماز شروع کر دی اور روزانہ والدہ ماجدہ کی رکھی ہوئی شکر کی پڑیا مصلّی کے نیچے سے نکل آتی تھی ایک دن والدہ صاحبہ شکر کی پڑیا رکھنی بُھول گئیں مگر حضرت نے نماز پڑھ کر جو مصلّی کے نیچے ہاتھ ڈالا تو شکر کی پڑیا ہاتھ میں آ گئی۔ والدہ نے پوچھا۔ مسعود! تم نے نماز ادا کر لی؟ تو آپ نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے نماز بھی پڑھ لی اور شکر بھی لے لی۔ والدہ صاحبہ کو یہ سُن کر اور آپ کو شکر کھاتے دیکھ،

مشغول رہا کرتے تھے"۔

یہ جماعت خانہ علم وفضل کا مرکز تھا۔ اس کے مدارالمہام (RECTOR) حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو دہلی کے ممتاز فضلاء میں سے تھے اور وہاں ان کی درس گاہ تھی۔ جو ہندوستان کی قدیم دینی درسگاہوں میں اچھی شہرت رکھتی تھی۔ ایک دینی مسئلہ کے حل کے لیے بہت سی کتابوں کے ساتھ بخارا جا رہے تھے۔ اجودھن میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مُلاقات ہوئی اور وہ آپ ہی کے ہو گئے۔ آپ کے مکمل حالات کے لیے ہماری کتاب تذکرہ سید بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ فرمائیں۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۰)

لوگوں کی اصلاح وتربیت کا کام کرنے والے اِس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ انسان کے کردار کی بناوٹ اور اس کے افکار واحساس کی بلندی وپستی میں اُس کے ماحول کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ اپنے مریدوں کو اپنی صحبت میں رکھتے ہیں۔

مشائخ کی اصلاحی جدوجہد کا مرکز ان کی خانقاہیں یا جماعت خانے ہوتے ہیں جہاں طالب یا مریدین رہتے ہیں۔ یہ جگہ ایسی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ جہاں داخل ہو کر بڑے بڑے گنہگار کے خیالات ایک دم بدل جاتے ہیں۔ کیونکہ پاکیزہ ہم جلیس دینداری، تقویٰ، خلوص، شیخ کی نورانی صحبت اس پر ہر وقت یہ خیال قائم رکھنے کی ہدایت کہ خدا تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ انسانی قلوب پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہتے اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اگر ماحول تبدیل نہ کیا جائے۔ تو اصلاح باطن کی تمام وکمال کوششیں اکثر رائیگاں جاتی ہیں۔

اگر کسی طالبِ صادق کا ہم نشیں ایک ایسا شخص ہو جائے۔ جو دینی جدوجہد میں بالکل دلچسپی نہ رکھتا ہو تو پھر نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہیں ہوتا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحی جدوجہد کا آغاز دینی تربیت سے ہوتا تھا

اور آپ ارکانِ اسلام کی پابندی پر بہت زور دیتے تھے۔ معمولی سے معمولی شرعی فروگزاشت پر مواخذہ فرماتے تھے اور مرید کرتے وقت ہر ایک سے عہد لیتے تھے کہ

باحضرت عزت عہد کردی کہ دست وپائے وچشم نگاہداری وبر نہج شرع باشی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

یعنی میں حضرت رب العزت سے عہد کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ پاؤں اور آنکھوں کی خلاف شرع سے حفاظت کرونگا اور احکام شریعت بجالاؤں گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوتا تو آپ پہلے اس سے سورۃ فاتحہ پھر سورۃ اخلاص۔ پھر سورہ بقر کا آخری رکوع آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ (پ۳ البقرۃ ۲۸۵) تا آخر پھر اشھد اللہ سے اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (پ۳ البقرۃ ۱۹) تک پڑھاتے (جس میں پورے اسلامی عقائد موجود ہیں) اس کے بعد فرماتے ہیں کہ کہہ

بیعت کردی بریں ضعیف وخواجہ ایں ضعیف وخواجگان خواجہ ما وبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وباحضرت عہد کردی کہ دست وپائے وچشم نگاہداری وبر نہج شرع باشی انشاءاللہ تعالیٰ۔

یعنی بیعت کی تو نے اس ضعیف اور اس ضعیف کے خواجہ اور اُن کے خواجگان اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اپنے ہاتھ اور پاؤں اور آنکھوں کی حفاظت کروں گا اور شریعت پر چلوں گا۔

اور جب کسی کو خرقہ پہنچاتے تو فرماتے کہ

وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

یعنی لباس تقویٰ تو یہ بہتر ہے اور عاقبت تو پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔

نیز طرح طرح سے لوگوں پر یہ بات واضح کرتے تھے۔ کہ ارکانِ اسلام کی

پابندی کے بغیر روحانی ترقی ممکن نہیں ہے۔ راہِ طریقت کی پہلی منزل یہی ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ میں کسی کے ساتھ امتیازی برتاؤ نہ ہوتا تھا بحث و مباحثہ، دِل آزار گفتگو پر پابندی تھی۔ سب زمین پر سوتے تھے۔ شب بیداری ہر وقت باوضو رہنا، نوافل کی کثرت، تلاوتِ کلام اللہ، ذکر و فکر، مراقبہ تقریباً سب کے لیے ضروری تھا۔ کتب خانہ سے ہر شخص مستفید ہوتا تھا۔

جماعت خانہ کے مدارالمہام سید بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ خود[1] لنگر خانہ کے لیے جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے تھے۔ مولانا جمال الدین ہانسوی[2] اور سید محمد کرمانی کریل کے پھل ڈیلہ توڑ کر لاتے تھے۔ مولانا حسام الدین کابلی[3] پانی بھرتے تھے اور برتن دھویا کرتے تھے حضرت خواجہ نظام الدین ان پھلوں کو درویشوں کے لیے اُبالتے اور خود حضرت کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ کبھی اِن اُبلے ہوئے ٹینٹوں (ڈیلوں) میں نمک ہوتا تھا اور کبھی وہ بھی نہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے ہاں جس رات درویشوں کو اُبلے ہوئے ٹینٹ (ڈیلہ) پیٹ بھر کر مل جاتے تھے۔ وہ دن اُن کے لیے روزِ عید ہوتا تھا۔ اخبارالاخیار میں لکھا ہے کہ

''دراں شب کہ ڈیلہ یا گلِ کریر درخانہ شیخ سیری خوردیم مارا روزِ عید بودے''۔ (اخبارالاخیار صفحہ ۵۲)

جماعت خانہ میں کچھ درویش زنبیل گردانی کرتے تھے۔ اس طرح جو روٹی حاصل ہوتی تھی وہ مہمانوں سے اگر بچ جاتی تو درویشوں کے افطار میں کام آتی تھی۔

جماعت خانہ کے پُرانے لوگ نو واردوں کے ساتھ پورے خلوص اور ہمدردی کا برتاؤ کرتے تھے۔ جس سے اُن میں مواخات قائم ہو جاتی تھی اور یہ لوگ جماعت خانہ

1- سیر العارفین صفحہ ۶۱، سید بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ہیزم آوردے
2- سیر العارفین صفحہ ۶۱ جمال الدین ہانسوی از جنگل ڈیلہ
3- سیر العارفین صفحہ ۶۱ مولانا حسام الدین کابلی آب آوردے دیگ ہائے مطبخ شستے

کے پُورے قواعد و ضوابط بڑی آسانی سے سیکھ جاتے تھے۔ غرضیکہ اصلاح نفس اور تزکیۂ باطن کے لیے جن پابندیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سب اِس جماعت خانہ میں موجود تھیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ صحبت[1] میں بڑا اثر ہے۔ بُری صحبت[2] کے اثر سے دل میں نجاست پیدا ہوتی ہے۔ جو جسم کی نجاست سے بدر جہا بدتر ہے اور اس دل کی نجاست دھونے کے لیے آنسوؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ شیخ کامل کی صحبت سے انسان اپنے عیوبِ نفس سے آگاہ ہو جاتا ہے اور دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''غذا سے نفرت جسم کی بیماری کی علامت ہے اور یادِ الٰہی سے گھبراہٹ دل کی بیماری کی دلیل ہے۔ اس کا علاج نیک صحبت ہے۔ جہاں سے دل کو زندگی ملتی ہے''۔

مُرشد کی تراش خراش اور اصلاح و تربیت کے بعد ہی آدمی انسان بنتا ہے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت ابوعلی وقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

شجرة التی تنبت بنفسہٖ بلاثمروان کان لہ ثمر یکون بغیر لذۃٍ وسنتہ اللہ جاریہ علیٰ انہ لابد من السبب فکما ان التوالد والتناسل الصوری لایحصل بغیر الوالد والوالدۃ، کذالك التوالد المعنوی حصول بغیر المرشد متعذربہ۔

یعنی خود درختوں میں پھل نہیں آتے اگر آتے ہیں تو بے لذت۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اِسی طرح جاری ہے کہ سبب کا ہونا ضروری ہے جس طرح صوری توالد و تناسل کے لیے والد اور والدہ کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح معنوی توالد بغیر مرشد ممکن نہیں۔

1- قول حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کہ در صحبت اثر است
2- قول حضرت ابوالفتح رکن الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اخبارالاخیار صفحہ ۶۴

Scanned with CamScanner

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت اور صحبت کے اثر سے جماعت خانہ کے ہر فرد میں ایک تبدیلی ہو جاتی تھی۔ وہ تبدیلی کیا تھی؟ اگر اس کو بہت مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے۔ تو یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت کی خدمت میں رہ کر لوگ مومن بن جاتے تھے اور مومن کی موت و زیست صرف خدا کے لیے ہوتی ہے۔ یعنی وہ خدا کے لیے جیتا ہے اور خدا کے لیے ہی مرتا ہے۔ کہنے کے لیے تو یہ چھوٹا سا جُملہ ہے مگر اس کی وسعت وگیرائی کا یہ عالم ہے کہ مہد سے لحد اور لحد سے بہشت اور انعام الٰہی تک کوئی چیز اس سے باہر نہیں ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس گروہ فقراء کے پاس آنے جانے والے اور ان سے تعلق رکھنے والے بدنصیب اور محروم نہیں رہا کرتے۔ وہ ایمان ان سے حاصل کرتے ہیں اور ایمان کے ساتھ دُنیا سے جاتے ہیں۔ کیونکہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ

''صوفیہ ہی اللہ تعالیٰ کے راستہ کے سالک ہیں۔ ان کی سیرت بہترین سیرت ہے۔ ان کا راستہ سب سے زیادہ سیدھا ہے۔ ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔ اگر کل عقلا کی عقل اور کل حکماء کی حکمت اور کل علمائے شریعت کا علم مِل کر بھی ان کی سیرت واخلاق سے بہتر لانا چاہیں تو ممکن نہیں ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات وسکنات مشکواۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے''۔

فقراء کی اس ساری جدوجہد کا مقصد ومنشاء از ابتداء تا انتہا یہی ہوتا ہے کہ لوگ خدا کے لیے جئیں اور خدا کے لیے مریں۔

ولایت بادشاہی علم اشیاء کی جہانگیری یہ سب کیا ہیں فقط اک نقطہ ایماں کی تفسیریں۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا ڈھنگ کچھ ایسا تھا کہ اِس سے برائی کی صورتیں بند ہو جاتی تھیں۔ دین و دُنیا کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا معاملہ نصیحت

اور عبرت پذیری کے لیے ہوتا۔ تو اس سے بہترین نتائج اخذ کر کے ذہن نشین کرتے تھے۔ اگرچہ آپ نے مخلوق سے بچ کر گھنی اور گنجان آبادیوں کو چھوڑ کر ایک پس ماندہ و ویران جگہ اپنے قیام کے لیے مقرر کی تھی مگر اس پر بھی مخلوق کی آمدورفت کا کچھ شمار نہ تھا۔ حاجتمندوں اور سائلوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ جو کچھ لوگ سیم و زر اور نعمت ہائے گونا گون نذر کے لیے لاتے تھے۔ آپ اُسے فوراً تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ''آنے والے میرے لیے کچھ نہ کچھ لے کر آتے ہیں۔ جو کچھ نہ لائے میرے لیے ضروری ہے کہ میں اس کو کچھ نہ کچھ دوں''۔

آپ ہر آنے والے کے ساتھ نہایت محبت واخلاق سے پیش آتے اور اس سے ایسی سچی ہمدردی کا برتاؤ کرتے کہ وہ آپ ہی کا ہو جاتا۔

حضرت سید بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اخیر دم تک خادم ومحرم رہا ہوں۔ جو کچھ کرتے مجھ سے فرماتے۔ ظاہر و باطن کسی سے فرق نہ کرتے تھے، تمام عمر میں نے آپ سے کوئی ایسی بات نہ دیکھی جو آپ نے خلوت میں کی ہو یا کہی ہو اور اس کو مجلس میں چھپایا ہو۔ گویا آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا۔

نمک کہاں سے آیا:

ہم نے پچھلی سطور میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ کا کچھ حال بیان کیا ہے جس کے ذریعہ یہ بات سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ کہ اس جماعت خانہ کا نظامِ تعلیم و تربیت خورد و نوش اور رہائش کیا تھا اور جو لوگ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی کسی غرض سے حاضر ہوتے تھے۔ حضرت ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے۔ آئندہ صفحات میں آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کی شفقت ومرحمت سے متاثر ہو کر بھٹکے ہوئے، کس طرح خدائے ذوالجلال کی چوکھٹ پر جُھک جاتے تھے۔ جس زمانے میں مخلوق کی رجوعات حضرت کی خدمت میں بے حدوحساب تھی اور چاروں طرف سے طالبان جوق درجوق آپ کی جناب میں حاضر ہو رہے تھے۔ دُور ونزدیک

Scanned with CamScanner

ایک غلغلہ برپا تھا۔ عالم وعامی، فقیر وغریب، بادشاہ ورئیس کھنچے چلے آرہے تھے۔ خود آپ کا یہ حال تھا کہ اکثر جماعت خانہ اور گھر میں فاقہ ہوتا تھا۔ کوئی ہفتہ ایسا نہ گزرتا تھا جس میں ایک دو وقت صاف نہ گزر جاتے ہوں۔ جمالی نے لکھا ہے کہ

درآں ایام نجانہ حضرت شیخ الاسلام عسرتی نمابود درکردرا ایشانز "درہفتہ دوگان یا سہ گا اوروز فاقہ بُودے"۔ یعنی ہفتہ میں دو تین دن فاقہ سے گذرتے تھے۔ (سیر العارفین صفحہ ۶۱)

ایک دفعہ آپ کے لنگر خانہ میں کئی دن سے نمک نہ تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے خیال کیا کہ حضرت آٹھ پہر میں ایک دفعہ کھانا تناول فرماتے ہیں اور کئی دن سے اِس میں یہ ٹینٹ (ڈیلے) ہیں۔ اب اِس میں نمک بھی نہیں ہے۔ لہٰذا تھوڑا نمک قرض لے کر اِس میں ڈال دینا چاہیے۔ یہ سوچا اور برابر کی دکان سے نمک قرض لے لیا اور ان اُبلے ہوئے ٹینٹوں میں ڈال دیا جس وقت دسترخوان بچھایا گیا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کھانا کھانے والے فقراء جمع ہو گئے۔ دعا پڑھنے کے بعد جیسے ہی حضرت نے لُقمہ اُٹھایا فوراً واپس رکھ دیا اور فرمایا لقمہ گراں ہے۔ کوئی مشتبہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اتنا سُنتے ہی خواجہ نظام الدین اولیاء کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: حضور! لکڑیاں مولانا سید بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ لائے ہیں۔ ٹینٹ مولانا جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور پانی مولانا حسام الدین کابلی رحمۃ اللہ علیہ اور اِن کو جوش اس فقیر نے دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ لقمہ گراں کیوں ہے؟ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "نمک کہاں سے آیا؟" یہ سُن کر حضرت کانپ اُٹھے اور دست بستہ عرض کیا حضور کی ذاتِ گرامی کاشفِ حالات ہے یہ خطا مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔ آپ آٹھ پہر میں ایک دفعہ کھانا تناول فرماتے ہیں اور آج کئی دِن سے بغیر نمک ٹینٹ ہی کھانے میں ہوتے ہیں۔ میں نے اس لیے تھوڑا سا نمک قرض لے کر اِس میں ڈال دیا کہ شاید حضور ذوق سے تناول فرمائیں۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا:

"نظام الدین! اگر درویشاں بفاقہ میرند از برائے لذتِ نفس قرض نگیرند زیرا

کہ قرض وتوکل بعد المشرقین است بہم راست نیائد"۔ (سیر العارفین صفحہ ۶۲)

یعنی اگر درویش فاقہ سے مرجائیں تب بھی لذتِ نفس کے لیے قرض نہیں لیتے کیونکہ قرض وتوکل میں بعد المشرقین ہے۔ دونوں ایک جگہ نہیں سماتے۔ پھر فرمایا۔ اس کھانے کو دوسرے فقراء میں تقسیم کر دو۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت عہد کیا کہ میں پھر تمام عمر قرض نہیں لوں گا۔ جیسے ہی آپ نے یہ عہد کیا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طرف دیکھا اور وہ گلیم جس پر حضرت اس وقت تشریف فرماتھے۔ آپ کو عطا کی اور فرمایا کہ تم کو انشاء اللہ تعالیٰ قرض کی ضرورت بھی نہ ہوگی لیکن اگر کسی کا تمہارے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کر دینا۔[1]

مندرجہ بالا واقعہ اِس شہادت کے لیے کافی ہے۔ کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ دینیات کے ساتھ ساتھ معاملات کی صفائی پر بھی خاص زور دیتے تھے۔

لوگوں میں قرض ادا نہ کرنے کا عیب پُرانا ہے۔ لیکن اس کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ پڑھے لکھے اور اَن پڑھ سب اِس حمام میں ننگے نظر آتے ہیں۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے آٹھ سو سال پہلے حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دی اور اس گناہ کی جڑ یعنی قرض لینے پر ہی پابندی لگا دی اور لوگوں کو بتایا کہ قرض کی ادائیگی اشد ضروری ہے۔ ورنہ قرض دار کی نیکیوں اور حسنات سے اس کی ادائیگی کی جائے گی اور یہ بھی فرمایا کہ فقراء کے لیے تو قرض سم قاتل ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ میں چار چار پانچ پانچ آدمی ایک ایک کاسہ میں شریک ہو کر کھانا تناول فرماتے تھے اور یہ ایک جگہ کھانا اپنی اپنی مواخات کے اعتبار سے تھا۔ کھانا سب کا ایک ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا بدر

1- حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ذمہ اس وقت ایک بزاز کے چند روپے تھے اور ایک شخص کی کتاب تھی۔ اس نصیحت کے بعد جیسے ہی آپ دہلی گئے۔ ان کا حساب پاک کیا۔

Scanned with CamScanner

الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ایک پیالہ میں کھانا تناول فرماتے تھے۔ سیر العارفین میں مولانا جمالی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا بیان لکھا ہے کہ

"مرا بخدمتِ شیخ وجمال الدین قدس سرہ ومولانا بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ را فرمان بودے کہ دریک کاسہ تناول نمایم"۔ (سیر العارفین صفحہ ۶۱۲)

یعنی مجھے شیخ کا حکم تھا کہ میں جمال الدین قدس سرہٗ اور مولانا بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھایا کروں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس روحانی تربیت گاہ کی معروف شخصیتیں کافی ہیں۔ مگر ہم یہاں چند کا ذکر کرتے ہیں۔

سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

روسائے کرمان میں سے تھے۔ زمینیں، باغات، سکنی جائیداد سب کچھ تھا ملکوں کی سیاحت کا شوق تھا۔ اسی لیے تجارت اختیار کرلی تھی۔ اپنا مال کرمان سے لاہور لاکر فروخت کیا کرتے تھے۔ واپسی میں اجودھن، حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرتے ہوئے ملتان جاتے تھے۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۹۶)

ملتان میں آپ کے حقیقی چچا اور خسر سید احمد کرمانی رہا کرتے تھے اور وہ ٹکسال کے مدار المہام تھے اور بڑے معزز مانے جاتے تھے۔ صاحب سیر الاولیاء نے سید محمد کرمانی کے متعلق لکھا ہے کہ

"در کرمان اسباب دنیاوی از قریات وباغات واراضی بسیا بود"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۸)

آخر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے اثر دکھایا اور سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تمام اثاثہ (مال واملاک وغیرہ) خدا کی راہ میں لٹا دیا اور ترکِ علائق کر کے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درویشوں میں شامل ہو گئے۔ جب آپ کے چچا سید احمد کرمانی کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے آپ کو بہت سمجھایا اور کہا تم مجھ سے اتنا ہی مال لے لو جتنا تم نے راہ خدا میں تقسیم کیا ہے اور میرے پاس ملتان میں سکونت اختیار کر لو۔ اگر فقراء

کی صحبت کو دل چاہے تو شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہو آیا کرو اور کچھ دنیاوی شغل بھی جاری رکھو۔ آپ نے یہ سب باتیں بڑی سنجیدگی سے سنیں اور فرمایا۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۸)

"محبت ازیں ہا تہی شود"

یعنی میرا دل ان سب سے بھر گیا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

وار سودائے تو ادیجہ دردامن دل حیف باشد کہ باطراف گلستاں نگرم

آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی رانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے بھی اپنے خاوند کا دل سے ساتھ دیا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرید ہو گئیں اور فقر وفاقہ اختیار کر لیا۔

جماعت خانہ کے افراد کے ساتھ آپ بھی جنگل سے کریل کے پھل لینے جایا کرتے تھے۔ مگر چونکہ عمر کا بڑا حصہ راحت وآرام میں گزرا تھا۔ اس لیے سخت دھوپ اور گرمی میں کانٹے دار جھاڑیوں سے پھل بہت تھوڑے ٹوٹتے تھے اور آپ کے نرم ونازک ہاتھ لہولہان ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا سید کے لیے رعایت ہے وہ جنگل سے ڈیلے لینے نہ جایا کریں ہم نے ان کی خدمت قبول کر لی ہے۔

آپ نے اٹھارہ سال حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارے اور جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو خلافت مرحمت فرما کر دہلی بھیجا تو آپ کو بھی ان کے ہمراہ دہلی بھیج دیا تھا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اجودھن میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید محمد کرمانی کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم کر دی تھی اور فرمایا تھا کہ

"در صحبت یک دگر باشید ومیان شما مواخات باشد"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۸)

اسی مواخات کے سبب یعنی تم دونوں ایک دوسرے کی صحبت میں رہا کرو۔ تمہارے درمیان بھائی چارہ ہے۔ آپ دہلی بھیجے گئے تھے۔ یہاں حضرت خواجہ نظام

الدین اولیاء اور آپ کے ہمراہیوں پر ابتداء میں بڑی سختی پیش آئی۔ کئی کئی دن صاف گزر جاتے تھے۔ صرف پانی سے روزہ افطار ہوتا تھا۔

اسی سختی کے زمانے میں سلطان جلال الدین خلجی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بڑی جاگیر کا فرمان بھیجا۔ آپ نے اس خیال سے کہ شاید سید فاقوں سے تنگ آگئے ہوں۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تخلیہ میں بلایا اور پوچھا کہ جلال الدین خلجی کے فرمان کے متعلق آپ کا کیا مشورہ ہے۔ یہ سُنتے ہی سید صاحب کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ

"اگر آپ نے جاگیر قبول کرلی۔ تو پھر ہم آپ کے گھر کا پانی بھی نہیں پئیں گے ہم نے مال واملاک وجاگیر ترک کر کے فقر اختیار کیا ہے"۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۹)

اتفاقاً کسی بات پر ان دونوں بزرگوں میں کچھ کدورت پیدا ہوگئی تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"نظام الدین محمد تو از فرزندانِ مائی بالسب صحیح وسید محمد نیز از فرزندانِ من است"۔

یہ خواب دیکھ کر آپ بیدار ہوئے اور سید محمد کرمانی کی طرف چلے وہ بھی خواب دیکھ کر آپ کی طرف آرہے تھے۔ صحن خانہ میں دونوں بغل گیر ہوئے اور معاملہ ختم ہوگیا۔

۱۱ ربیع الاول کو نوے سال کی عمر میں آپ نے دہلی میں انتقال کیا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے چبوترہ یاراں میں دفن ہوئے۔ آپ کے قریب آپ کے صاحبزادگان[1] اور پوتوں کے مزارات ہیں۔ اِسی جگہ امیر خورد کرمانی کا مزار ہے جو آپ کے پوتے تھے اور جنھوں نے چشتیوں کی مشہور کتاب سیر الاولیاء تصنیف کی

1- آپ کے چار لڑکے تھے: (i) سید نور الدین محمد مبارک کرمانی، (ii) سید کمال الدین احمد کرمانی (iii) سید قطب الدین حسین کرمانی (iv) سید شمس الدین خاموش کرمانی۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۱۱)

تھی۔ ان کے قریب ان کے والد سید نور الدین مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ یہ چھوٹی سی درگاہ آستانہ عالیہ حضرت خواجہ نظام الدین میں داخل ہوتے ہی چشمۂ دلکشا کے بائیں طرف واقع ہے اور زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔ درگاہ کا انتظام اور عرس کا خرچ خاندان نبیرگان کرتا ہے۔

حضرت مولانا علی بہاری اور حضرت بابا صاحب رحمہما اللہ

آپ جماعت خانہ فریدیہ کے پُرانے رکن تھے۔ وطن بہار تھا لیکن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت وشفقت نے وطن چھڑا دیا تھا۔ فوائد الفواد میں حضرت امیر حسن علا سنجری نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک بیماری میں فرمایا کہ بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ علی بہاری رحمۃ اللہ علیہ اور نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ تینوں آج رات شہداء کے قبرستان جائیں اور رات بھر مشغول حق رہ کر میری صحت کیلئے دعا کریں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق ہم تینوں گئے۔ رات بھر بیدار رہے اور آپ کی صحت کے لیے دعا کرتے رہے۔ علی الصبح جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا حضرت چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چارپائی پر وہی چادر بچھی ہوئی ہے جس پر دن کو بیٹھے رہتے تھے وہ اتنی چھوٹی تھی کہ پائنتی کھلی ہوئی تھی اور حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کا عصا سرہانے رکھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اس عصا کو ہاتھ لگا کر چومتے تھے اور اپنے منہ پر پھیرتے تھے جیسے ہی حضرت کی نظر ہم پر پڑی۔ پوچھا رات قبرستان گئے تھے اور میرے لیے دُعا کی تھی میں نے عرض کی: جی ہاں! ہم سب ابھی وہاں سے واپس آئے ہیں۔ فرمایا: تمہاری ان دعاؤں نے میری صحت پر کوئی اثر نہیں کیا۔ حضرت کے اِس ارشاد پر ہم لاجواب ہوگئے مگر مولانا علی بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو ہم سب سے پیچھے کھڑے تھے آہستہ سے کہا: حضور کی ذاتِ گرامی کامل ہے اور ہم ناقص ہیں۔ ناقصوں کی دُعا

Scanned with CamScanner

کاملوں کے حق میں کیسے اثر دکھائے۔

آپ نے مولانا علی بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات نہ سنی تو میں نے ان کی یہ بات دُہرائی یہ سُن کر حضرت نے مجھے قریب بلایا اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ

''ہر چہ تو از خدائے بخواہی بیابی۔ بعد ازاں عصائے خود بمن داد''۔

یعنی جو کچھ تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے وہ تجھ کو عطا فرمائے اس کے بعد اپنا عصا مجھ کو عنایت فرمایا میں نے جُھک کر شکرانہ ادا کیا۔ اس کے بعد فرمایا آج رات پھر وہاں جاؤ اور میری تندرستی کے لیے دعا کرو۔

اس واقعہ کے بعد جب ہم حضرت کے پاس سے واپس ہوئے تو مولانا علی بہاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر احباب مجھ سے بغل گیر ہوئے اور اُنہوں نے مجھے مبارک باد دی۔

رات کو سب لوگ حسب الارشاد شہداء کے قبرستان گئے۔ گرمی کا موسم تھا اور شہداء کے قبرستان میں مسقف خطیرہ بنا ہوا تھا۔ ہم اس کی چھت پر چلے گئے۔ ہم نے وہاں کھانا کھایا اور پھر مشغول ہو گئے اور ساری رات بیدار رہے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۵۲)

پچھلی شب میرے اندر ایک انشراح[1] پیدا ہوا۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ دعا قبول ہو گئی۔ صبح کو جب ہم تینوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ہم نے دیکھا تو فرمایا:

''درویش نظام الدین چوں دعائے من در حق تو قبول است تو دعائے کہ برائے صحت من در شب کردی آن نیز قبول افتاد''۔ (سیر العارفین صفحہ ۴۹)

''یعنی درویش نظام الدین چونکہ میری دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی ہے۔ اس لیے تم نے رات کو جو دعا میری صحت کے لیے کی تھی وہ بھی قبول ہو گئی۔ اب مجھے آرام ہے پھر جس مصلے پر اس وقت تشریف فرما تھے۔ وہ مجھے عنایت فرمایا''۔

1- سیر العارفین صفحہ ۴۹ در آخر شب انشراح در من ظاہر گشت۔ چنانچہ مرا یقین شد کہ ایں دُعا بحضرت عزت قبول افتاد۔

حضرت علی بہاری رحمۃ اللہ علیہ درویش صفت اور بڑے بابرکت آدمی تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ صحبت نے ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ احمد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ

سندھ میں سیون شریف کے گرد و نواح کا علاقہ سیوستان کہلاتا ہے۔ لکی شاہ صدر اسٹیشن کا نام ہے جو سیون اسٹیشن کے قریب ہے اسی جگہ غار شاہ صدر الدین ہے جس میں چند روز حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بتایا جاتا ہے۔ خواجہ احمد بحکم الٰہی سیوستان سے اجودھن آئے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور پھر وطن واپس نہیں گئے۔ بلکہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق دہلی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے پاس چلے گئے۔ آخیر تک وہیں رہے اور وہیں انتقال فرمایا اور چبوترہ یاران میں دفن ہوئے۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ میں رہتے تھے اور آپ کے وضو اور غسل کے لیے دریا سے پانی لایا کرتے تھے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ تھی۔ کہ ہر روز بلاناغہ اور ایک روایت کے مطابق ہر نماز کے لیے غسل فرماتے تھے۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۳۸۶۔ ہر روز غسل فرمودے)

ایک دن خواجہ احمد کی کمر میں سخت درد شروع ہوا۔ یہاں تک کہ وہ اُٹھنے بیٹھنے سے مجبور ہو گئے اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے غسل کے لیے پانی نہ لا سکے۔ جب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ نے خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور پوچھا کہاں درد ہے؟ خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا حضور کمر میں درد شدید ہے۔ یہ سن کر آپ نے ان کو قریب بُلایا اور ان کی کمر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا جاؤ پانی لاؤ۔

آپ کا دست مبارک کمر سے مس ہوتے ہی درد جاتا رہا۔ خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ سو سال

سے زائد زندہ رہے مگر ان کی کمر میں درد نہیں ہوا اور نہ ہی ان کی کمر خمیدہ ہوئی۔

ایک دفعہ خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میرے کپڑے دھو لاؤ۔ خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ دریا پر گئے اور کپڑے دھو لائے اور حضرت کے سامنے پیش کر دیے حضرت نے ان کو دیکھے بغیر فرمایا ایک دفعہ اور دھو لاؤ۔ حضرت خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے حضرت کے ارشاد سے خیال آیا کہ اس میں ضرور کوئی بھید ہے۔ کپڑے دھونے میں شاید مجھ سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہے۔ میں یہ سوچتا ہوا جا رہا تھا تو مجھے یاد آ گیا کہ میں نے پہلے کپڑے دھوئے تھے اور بعد میں وضو کیا تھا۔ حالانکہ پہلے وضو کرنا چاہیے تھا۔

اس مرتبہ میں نے پہلے وضو کیا۔ تحیۃ الوضو کا دوگانہ پڑھا پھر کپڑے دھوئے، سکھائے اور لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے کپڑے دیکھتے ہی فرمایا احمد! ایک مرتبہ دھولاؤ۔ میں پھر روانہ ہوگیا اور سوچتا رہا کہ ضرور اس میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ آخر میں یہ بات سمجھ میں آئی کہ میں نے کپڑے دھو کر درختوں پر ڈال دیے تھے۔ شاید جانوروں کی بیٹ لگ گئی ہو اس مرتبہ میں نے پہلے وضو کیا پھر کپڑے دھوئے پھر ان کو پاک وصاف خشک ریت پر سکھایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو منظور فرمایا۔

خواجہ احمد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد سو سال کی عمر میں دہلی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ گئے تھے اور بقیہ عمر حضرت ہی کے پاس رہے ان کی کمر میں جوانوں کی سی توانائی تھی اور ان کی یہ کرامت تھی کہ جو کم عمر بچے کسی نظر یا بیماری کی وجہ سے دودھ پینا چھوڑ دیتے تھے تو خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے بچوں کے ہونٹوں پر اپنا لعاب دہن لگا دیتے تھے۔ جس سے بچے فوراً تندرست ہو کر دودھ پینے لگتے تھے۔

حضرت بابا صاحب اور مولانا داؤد پالہی (اودھی)

رودلی کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ جمالی نے لکھا ہے کہ محمود آباد (اودھ) کے رہنے والے تھے۔ اوصافِ حمیدہ رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کی غایت بزرگی کے سبب اکثر ان کا ذکرِ خیر اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کو سفر کے لیے ساتھ رخصت کیا۔ دونوں پیادہ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولانا داؤد تیزی سے چلے اور مجھ سے آگے نِکل گئے جب کچھ دیر کے بعد میں ان کے پاس پہنچا تو میں دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول ہیں۔ میں بھی اُن کو چھوڑ کر دو کوس آگے نکل گیا اور ایک اچھی جگہ دیکھ کر میں نے بھی نماز شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد مولانا آئے لیکن میرے پاس رُکے بغیر آگے چلے گئے۔ جب میں فارغ ہو کر آگے بڑھا تو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں بھی رُکے بغیر آگے چلا گیا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ غرضیکہ یہ سارا سفر میں نے اور مولانا داؤد نے اِسی طرح طے کیا۔ راستہ خطرناک تھا۔ جس میں جنگلی جانوروں کا ڈر بھی تھا۔ مولانا داؤد رحمۃ اللہ علیہ پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر چلے بھی جاتے تھے مگر راستہ نہ بھولتے تھے اور مجھ سے آن ملتے تھے۔ اِن کا دستور تھا کہ بعد نماز صبح جنگل میں نکل جاتے تھے اور وہاں کیا کرتے تھے دورانِ ذکر جنگلی ہرن اُن کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور ان کے گرداگرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کو دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

1- جوامع الکلم صفحہ ۲۴۱، معارج الولایت صفحہ ۲۶۶، سیر العارفین صفحہ ۵۶ اور اخبار الاخیار صفحہ ۱۷، گلزار الابرار، خیر المجالس، خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۳۱۴

"بعد از نماز بامداد از خانہ بیروں آمدی و در بیابان رفتی و مشغول شُدے آہواں می آمدند گرد بر گرد او ایستادہ و دو چشم در دنہادہ تماشائی می کرد رحمۃ اللہ علیہ"۔(اخبار الاخیار صفحہ ۱۷)

مولانا جمال نے حضرت داؤد پالمی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اودھ کا ایک بزاز نور دین نامی تھا۔ جو مولانا داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔

ایک مرتبہ نور دین کا اکلوتا لڑکا سخت بیمار ہوا۔ یہاں تک کہ طبیبوں نے اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کر دیا۔ نور دین نے مولانا داؤد کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لڑکے کا تمام حال بیان کیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور دعا فرمائیں تاکہ وہ اچھا ہو جائے۔

حضرت مولانا داؤد رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر خاموش رہے پھر نور دین سے فرمایا اگر تیرا لڑکا فی الفور تندرست ہو جائے تو مجھے تو خدا کے لیے کیا دے گا؟ نور دین نے جواب دیا جو حضور فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تجھے اپنے مال کی ایک تہائی حصہ دینا ہوگا۔ نور دین نے اقرار کیا۔ آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا اور پھر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا جا دیکھ لے وہ تندرست ہو گیا ہے۔ نور دین فوراً گھر آیا تو دیکھا واقعی لڑکا بالکل تندرست بیٹھا ہوا ہے۔ جمالی کا بیان ہے کہ

"از برکتے مولانا داؤد ہماں زماں پسر او بر خواست چنانکہ ہیچ زحمتے نداشت"۔

یعنی حضرت مولانا داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے اُسی وقت اُس کا لڑکا بیماری سے تندرست ہو گیا جیسا بیمار ہی نہ تھا۔

نور دین نے حسب وعدہ اپنا ایک تہائی مال آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ مال لے کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ میں فقراء مساکین اور ضرورت مندوں میں مال کو تقسیم کر دیا اور جس وقت آپ اپنے جائے قیام پر پہنچے تو

اس مال میں سے ایک پیسہ بھی آپ کے پاس باقی نہ تھا۔

"مولانا مذکور تا بخانہ خود رسید تمام آں مال را بفقراء بخشید چنانکہ یک جیتل ازاں در حق خود خرچ نہ کرد"۔(سیر العارفین صفحہ ۵٦)

بعض کتابوں میں جو سیر الاولیاء وغیرہ کتب سے کئی سو برس بعد کی لکھی ہوئی ہیں۔ حضرت مولانا کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ لکھا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت حال

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علی مکی رحمۃ اللہ علیہ

جماعت خانہ فریدیہ میں حضرت علی مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک قابل ذکر بزرگ تھے۔ ان کا وطن مکہ شریف تھا۔

فقراء کے ذریعہ علی مکی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال معلوم ہوا تو زیارت کے لیے مکہ شریف سے پیدل اجودھن آئے تھے۔ وہ اپنی اس سیاحت کے عجیب وغریب واقعات بیان کیا کرتے تھے۔

ایک دن انہوں نے کرمان کے قاضی کا واقعہ سنایا جو ہم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ذریعہ فوائد الفواد نقل کرتے ہیں کہ(فوائد الفواد صفحہ ۱۵۷)

ایک دن قاضی کرمان کے ہاں سماع کی مجلس تھی۔ اس مجلس میں ایک نووارد بھی شریک ہوا جو کمزور اور ضعیف تھا اور یہ بغیر بلائے شریک ہوا تھا۔ قاضی صاحب نے شہر کے علماء اور فقراء ہی کو دعوت دی تھی۔ یہ عام مجلس نہ تھی۔ یہ درویش آیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا جیسے ہی سماع شروع ہوا۔ اس درویش میں حرکت پیدا ہوئی اور کچھ دیر بعد وجد کے لیے کھڑا ہو گیا۔ قاضی صاحب کو یہ بات بہت ناگواری گزری وہ چاہتے تھے کہ پہلے کوئی معروف بزرگ یا صدر مجلس وجد کے لیے کھڑا ہوا۔ آخر ان سے رہا نہ گیا اور انہوں نے زور سے آواز دے کر کہا: اے درویش! بیٹھ جا درویش کو یہ بات بہت

گراں گزری مگر وہ بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد خود قاضی صاحب کو کیفیت ہوگئی اور وہ وجد کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جیسے ہی وہ کھڑے ہوئے درویش نے پرہیبت آواز سے قاضی کو بیٹھنے کے لیے کہا جس سے تمام مجلس لرز گئی۔ حضرت شیخ المشائخ فرماتے ہیں کہ

"درویش بانگ بر قاضی زد و گفت قاضی بنشیں بایں نوع ایں سخن گفت کہ ہیبتے در دلِ حاضراں در آمد و قاضی بر جائے خود نشست"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۵۷)

قاضی کی کیفیت سبب ہوگئی اور وہ بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد سماع ختم ہوا۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ درویش مذکور بھی چلا گیا۔ مگر قاضی جی بیٹھے رہے ان سے نہ اُٹھا گیا۔ سات سال بعد وہ درویش پھر آیا اور قاضی کے پاس آ کر کہا: قاضی کھڑا ہو۔ قاضی کھڑا نہ ہوا تو پھر اُس درویش نے کہا کہ

"ہلا ہم چنیں نشستہ باش و ہم چناں بمیر ایں بگفت و بیروں آمد"۔

(فوائد الفواد صفحہ ۱۵۸)

یعنی اچھا اِسی طرح بیٹھا رہ اور اسی طرح مرجا۔ یہ کہا اور باہر آ گیا۔ جب وہ باہر نکل گیا تو قاضی نے لوگوں سے کہا یارو دیکھنا یہ درویش کدھر گیا۔ اس کو بلاؤ میں اس سے معافی مانگوں۔ لوگ دوڑے مگر اس درویش کا کہیں پتہ نہ چلا اور کچھ دنوں بعد قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح بیٹھے بیٹھے وصال فرما گئے۔ حضرت علی صبکی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ بڑے زبردست بزرگ تھے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اُن کے متعلق فرماتے ہیں:

"مردے نیک بود بابرکت بارہا گفتے کہ خدایا مرا جائے مرگ دہی کہ در شہر خود باشم و نہ بداں جائے کہ نیت دارم یعنے ہم درمیاں راہ چناں کہ کسے مرا نہ داند و نشاسد ور چناں جائے مرا مرگ دہی"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۵۷)

یعنی وہ ایک بہت بابرکت مرد تھے۔ بارہا دُعا مانگتے کہ اے خُدا! مجھے ایسی

جگہ موت دینا کہ میں نہ اپنے شہر میں ہوں اور نہ اُس جگہ جہاں کا ارادہ ہو یعنی راستہ میں جہاں کوئی مجھے جانے نہ پہچانے۔

ایک مرتبہ حضرت علی مکی رحمۃ اللہ علیہ چند یاروں کے ساتھ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رُخصت ہوئے ان کے احباب حوالی اجودھن میں مقیم ہوئے۔ علی مکی رحمۃ اللہ علیہ پھر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم کو رخصت کر دیا تھا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ میرے احباب نے قیام کرلیا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اُن کے پاس رہنے سے حضور کی خدمت میں رہنا بہتر ہے۔ اس لیے حاضر ہو گیا ہوں"۔ آپ نے فرمایا: "مرحبا"۔ پھر شام کو علی مکی رحمۃ اللہ علیہ رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن پھر گئے۔ تیسرے دن جب وہ پھر آئے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لنگر خانہ سے دو روٹیاں منگوا کر دیں اور رخصت کر دیا۔ پھر وہ واپس نہ آئے۔

علی مکی رحمۃ اللہ علیہ آخر میں بدایوں میں مقیم ہو گئے تھے۔ اُن کی دُعا کے مطابق اُن کا انتقال اس طرح ہوا کہ بدایوں روانہ ہوئے۔ راستے میں بیمار ہو گئے۔ جب قصبہ "نحلانہ" سے باہر آئے بیماری نے شدت اختیار کر لی اور بدایوں پہنچنے سے پہلے انتقال ہو گیا اور وہیں دفن کر دیے گئے۔

ان کی دعا یہ تھی کہ الٰہی مجھے موت ایسی جگہ آئے کہ جہاں میرا کوئی واقف اور نہ شناسا ہو۔ یعنی راستہ میں میرا انتقال ہو۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا یُوسف ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

جن دنوں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ہانسی میں تھا۔ وہاں کے ایک مولوی صاحب یوسف نامی آپ کے مرید ہوئے تھے۔ جب آپ اجودھن آ گئے تو وہ آپ کے ہمراہ یہاں آ گئے۔ ان کی خواہش تھی کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے کہیں کی ولایت و خلافت عطا فرما دیں۔ مگر اس کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۳۱، ۳۲، سیر العارفین صفحہ سیر الاولیاء ۸۱)

ایک دن گرمی کے موسم میں دو پہر کے وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زنانخانہ سے باہر تشریف لائے اور تمازتِ آفتاب سے بچنے کے لیے دیوار کے سائے کی طرف بڑھے۔ اس وقت حضرت مولانا جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سید بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا یوسف ہانسوی بھی آ گئے اور مولانا یوسف نے آگے بڑھ کر تلخ و ناپسندیدہ لہجہ میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یوں خطاب کیا۔

ماراچندیں سال است کہ خدمت شیخ می کنم وملازمت مینائم ہیچ نعمتے نمی یابم بسیار کساں درپس من بخدمت حضرت شیخ رسیدند۔ نعمتِ خلافت یافتند و از حضرت شیخ خرقہ پوشیدند و باطراف و جوانب تعین گشتند و ناز و نعمت می ربایند۔ و مریداں گیرند وفتوحات وافرمی ستانند مگر من درشب و روز خدمت می کنم خواری وخرابی میکشم وغیرہ۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۷)

یعنی کافی عرصہ گزر گیا کہ میں شیخ کی خدمت کرتا ہوں اور آپ کی ملازمت کرتا ہوں مگر مجھے کوئی خاص نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ بہت سے لوگ ہیں جو میرے بعد حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور ان کو نعمت خلافت مل گئی اور وہ شیخ کے ہاتھوں سے خرقہ پہنے ہوئے ہیں اور ان کا تعین اطراف و جوانب میں مناسب جگہوں پر ہو گیا ہے۔ وہ نعمت حاصل کر رہے ہیں۔ لوگوں کو مُرید بنا رہے ہیں۔ ان کو فتوحات مل رہی ہیں مگر میں کہ شب و روز خدمت کرتا ہوں۔ خواری و خرابی میں مُبتلا ہوں۔

یہ اور اسی طرح کے غیر مناسب الفاظ یوسف نے حضرت سے کہے۔ آپ نے بڑے تحمل کے ساتھ یوسف کی بات سُنی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یوسف کی اس گستاخی پر کئی دفعہ خیال آیا کہ اس کو جواب دوں مگر حضرت کی موجودگی میں جواب دینا بے ادبی تھا۔ اس لیے چپ رہا۔

"حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف سے بڑی محبت کے ساتھ فرمایا: یوسف! ہر کسے نعمتِ برحسب قابلیت می یابد از ماہیچ تقصیرے نیست از تو نیز قابلیتے می باید تا بدیں دولت مشرف گردی"۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۸)

یعنی ہر شخص اپنی قابلیت و صلاحیت کے مطابق نعمت پاتا ہے۔ میری طرف سے تیرے معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں۔ تجھ میں بھی تو قابلیت و صلاحیت ہونی چاہیے تاکہ اس دولت سے مشرف ہو سکے۔

"از جانب من تقصیرے نیست از جانب تو استعدادی وقابلیتے می باید ونیز من از آن خود میکنم اگر خدائے تعالیٰ مدد آں راچہ تواں کرد"۔ (فوائد الفواد ۳۲)

میں تیری طرف سے کوتاہی نہیں برتتا۔ تجھ میں بھی تو صلاحیت و قابلیت ہونی چاہیے۔ میں تو اپنا کام کرتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نہ عطا فرمائے تو کیا کیا جائے۔

حضرت یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ قریب کے مکان سے ایک پانچ سالہ لڑکا باہر آیا اور ہم سب کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی ہمارے قریب آ کھڑا ہوا۔ حضرت کے سامنے کچھ فاصلہ پر اینٹوں کا ڈھیر تھا۔ آپ نے اُس بچے سے اینٹوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان میں سے ہمارے لیے ایک اینٹ اُٹھا لاؤ۔ وہ لڑکا گیا اور اُن اینٹوں میں سے ایک صاف ستھری اینٹ اُٹھا لایا۔ آپ نے اُس سے پھر فرمایا ایک اینٹ (مولانا) نظام الدین کے لیے اٹھا لاؤ۔ وہ ایک اچھی اینٹ اُٹھا لایا۔ آپ نے فرمایا ایک اینٹ مولانا جمال الدین کے لیے اُٹھا لاؤ۔ بچہ گیا اور ایک عمدہ اینٹ لا کر ان کو دے دی۔ آپ نے فرمایا، ایک اینٹ (مولانا) یوسف کے لیے بھی لا دو۔ وہ بچہ پھر اینٹوں کے ڈھیر کے پاس گیا اور کچھ دیر اینٹوں کو دیکھتا رہا۔ پھر ایک ٹوٹی ہوئی خراب اینٹ جو آدھی سے بھی کم تھی اُٹھا لایا اور مولانا یوسف کو دے دی۔ مولانا یوسف درمیان میں کھڑے تھے آپ نے مولانا یوسف کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ یوسف تیرا نصیب ان کے برابر نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطا ہے۔ میری کوتاہی نہیں ہے تجھ کو اللہ

Scanned with CamScanner

تعالیٰ کی عطا پر راضی رہنا چاہیے۔

''من چہ کنم چوں نصیب تو مساوی دیگراں نباشد۔ ایں قسمتِ خدا است ہر آنچہ دہد راضی باید بود و شکر باید نمود''۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۸ فوائد الفواد صفحہ ۳۲)

یعنی میں کیا کروں جب کہ تیرا نصیب ان دوسروں کے برابر نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔ وہ جو کچھ عطا فرمائے۔ اس میں خوش رہنا اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

ایک مرتبہ یہی مولانا یوسف اُچ گئے۔ جب واپس آئے تو وہاں کے چند فقراء کی بڑی تعریف و توصیف کی۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی باتوں کو سُنا اور پھر وضو کے لیے اُٹھے اور دیر تک واپس نہ آئے۔ تو مریدین نے مسجد کے اندر باہر گھر میں سب جگہ آپ کو تلاش کیا مگر آپ کا کوئی پتہ نہ چلا۔ کچھ دیر بعد آپ مسجد میں آئے تو مولانا یوسف نے عرض کیا۔ حضور کہاں تشریف لے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا یوسف! تم نے فقرائے اُچ کی ایسی تعریف کی کہ مجھے ان کی دید کا شوق پید ہوا۔ مگر جا کر دیکھا تو معاملہ برعکس نکلا۔

''دوکانہا کردہ اندو نشستہ کندہ بزی میکنند''

یعنی دکانیں لگائے بیٹھے ہیں اور لوگوں کے کھالیں اُدھیڑتے ہیں۔

حضرت بی بی فاطمہ سام

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں کچھ عورتیں بڑی عارفہ کاملہ گذری ہیں جن میں خاص طور پر حضرت بی بی فاطمہ سام رحمۃ اللہ علیہا حضرت بی بی رانی اور حضرت بی بی مستورہ قابلِ ذکر ہیں۔

سچ کہا ہے کسی نے حق کے راستے میں مرد و عورت میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ جو مولیٰ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے۔ رحمتِ حق کی بدلیاں اس پر برستی ہیں۔ قرآن پاک

میں خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ فھو مومن فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ

یعنی جس نے نیک عمل کیے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت مگر وہ مومن ہو اس کو حیاتِ طیبہ کے ساتھ زندہ کر دیا جائے گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درویش دعا کرتے وقت بارگاہِ الٰہی میں پہلے نیک عورتوں کا وسیلہ لاتے ہیں پھر نیک مردوں کا۔

''درویشاں دعا می کنند باعتبار آنکہ زناں غریب باشند اول بحرمتِ نیک زناں بعدۂ نیک مرداں از اں اول نیک زناں را یاد میکنند'' (فوائد الفواد صفحہ ۲۲)

یعنی درویش دعا کرتے ہیں۔ اِس اعتبار سے کہ عورتیں غریب ہوتی ہیں۔ پہلے کہتے ہیں کہ نیک عورتوں کی حرمت کے طفیل۔ پھر کہتے ہیں: نیک مردوں کی حرمت کے طفیل۔ اس طرح دعا میں اول نیک عورتوں کو وسیلہ کے طور پر یاد کرتے ہیں۔

یہ چند سطریں بطور تمہید لکھنے کے بعد ہم حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مریدہ حضرت بی بی فاطمہ سام کا ذکر خیر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حیات طیبہ رکھتی ہیں اور وہ مقامِ قرب و رحمت ان کو حاصل ہے۔ کہ اولیائے کاملین اپنی قبولیتِ دعا کے لیے آپ کی ذاتِ گرامی کو بارگاہِ الٰہی میں شفیع و وسیلہ لاتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ آپ کا صحیح نام بی بی فاطمہ سام تھا۔ کچھ لوگ آپ کو بی بی فاطمہ شام اور کچھ بی بی فاطمہ صائمہ کہتے ہیں یہ دونوں غلط ہیں۔

ایں ہر دو غلط است۔ نام ایشاں بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا سام است۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۲۹۶)

آج سے تقریباً آٹھ سو سال قبل دہلی میں پرانے قلعے کے سامنے قصبہ اندر پت آباد تھا۔ آپ کی رہائش اِسی قصبہ میں تھی۔ دہلی آنے سے پہلے آپ سالہا سال

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زیرِ تربیت رہی ہیں۔

آپ کی علو مرتبت بلند ہمتی اور سخت مجاہدوں کا ذکر تقریباً ہر تذکرہ میں موجود ہے۔خود جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

''اس ایک عورت کی مشغولی حق دس کامل مردوں کی مشغولی کے برابر ہے'' اور متوکل علی اللہ حضرت شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

''امن نیز اکثر بخدمت اومی رفتے و بسے فوائد تحصیل نمودے'' (سیر العارفین صفحہ ۱۰۱)

میں اکثر ان کی خدمت میں جاتا رہا ہوں اور مجھے ان سے بہت فائدے حاصل ہوئے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان کے پاس دُعا کرانے کے لیے جایا کرتے تھے۔ان کے وصال کے بعد ان کے مزار پر جاتے رہے اور فرمایا کرتے تھے کہ

''عورتے بسے بزرگ بُود کہ اہل کشف و کرامات رابعہ دوراں بُود''۔

یعنی ایک بہت بزرگ عورت تھیں۔صاحبِ کشف و کرامت گویا اپنے وقت کی رابعہ تھیں۔ (سیر العارفین صفحہ ۱۰۱)

''شیر از بیشۂ بیرون آید کسے نہ پرسد کہ آں شیر نرست یا مادہ۔فرزنداں آدم را طاعت و تقویٰ باید خواہ مرد باشد خواہ زن''۔(فوائد الفواد صفحہ ۲۲)

یعنی شیر اپنی کچھار سے نکلا ہے۔کوئی نہیں پوچھتا کہ نر ہے کہ مادہ ہے۔ آدمیوں کو طاعت و تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں۔

پھر ایک شخص کے جواب میں فرمایا کہ

''عورتے بود در اندر پت در غایت عفت و صلاحیت چنانکہ بارہا بر لفظ مبارک شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ العزیز رفتہ بود کہ آں مرد یست او را در صورتِ زناں آفریدہ فرستادہ اند''۔(فوائد الفواد صفحہ ۲۲)

''یعنی ایک عورت تھیں جو اندر پت میں رہتی تھیں۔بڑی صالحہ اور عفیفہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے مناقب میں اکثر فرمایا کہ یہ مرد ہے۔جس کو عورتوں کی صورت پر پیدا کر کے بھیجا گیا ہے''۔

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ

''بی بی فاطمہ کہ حضرت شیخ (متوکل) را برادر گفتہ بود عجب عورتے بابرکت و ریاضت کش بود صوم دوام داشتے و درویشانِ عہد را در حق او اعتقادِ کامل بود''۔(سیر العارفین صفحہ ۱۰۱)

یعنی بی بی فاطمہ جو حضرت شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ کو بھائی کہا کرتی تھیں عجب بابرکت اور بڑی مجاہدہ کرنے والی عورت تھیں۔ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں۔ اس وقت کے تمام درویش ان کے حق میں اعتقاد کامل رکھتے تھے''۔

''بیتہا بر حسب حال ہر چیزے گفتی ایں دو مصرعہ من از و یاد دارم''۔

(اخبار الاخیار ۲۹۵)

ہم عشق طلب کنی و ہم جاں خواہی   ہر دو طلبی و لے مُیسر نشود

یعنی عشق بھی کرنا چاہتا ہے اور جان کی سلامتی کی آرزو بھی رکھتا ہے۔دونوں کو طلب کرتا ہے۔ایں خیال است و محال است و جنوں۔

حضرت بی بی فاطمہ سام کی ایک لونڈی تھی۔وہ روزانہ افطار کے وقت آپ کو دو روٹیاں اور ایک کوزہ پانی دیا کرتی تھی۔اس میں سے بھی آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جس کو چاہتی تھیں دے دیا کرتی تھیں اور باقی خود تناول فرمایا کرتی تھیں اور دن رات میں آپ کی صرف یہی غذا تھی۔

جب آپ کی عمر آخیر ہوئی تو ایک دن افطار کے وقت آپ کو خیال آیا اگر یہی رات میری زندگی کی باقی ہو تو مجھے اس وقت کو غنیمت جان کر نفس کی خواہش کھانے پینے کو ترک کر دینا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں وقت گزرانا

Scanned with CamScanner

چاہیے۔

اس خیال کے آتے ہی آپ نے اپنا کھانا فقراء کو دے دیا اور خود نماز میں مشغول ہو گئیں اور تمام رات نفل پڑھتی رہیں۔ پھر دن بھر بھی اسی طرح گزارا اور دوسری شب اور دوسرا دن بھی۔ یہاں تک کہ چالیس رات دن آپ کی یہی حالت رہی۔ کہ اپنا کھانا فقراء کو تقسیم کر دیتیں۔ خود نفل پڑھتیں۔ چالیسویں دن آپ نے اپنے مکان کے صحن میں ایک اجنبی کو کھڑے دیکھا جس کا چہرہ بہت نورانی تھا۔ آپ نے اُس سے پوچھا تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ میں عزرائیل ہوں اور تمہاری روح قبض کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا مجھے اتنی اجازت ہے کہ میں تازہ وضو کر کے دوگانہ تحیۃ الوضو ادا کرلوں اس نے جواب دیا۔ ہاں ابھی اتنا وقت باقی ہے۔ یہ سُن کر آپ نے لونڈی کو آواز دی اور تازہ وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر سجدہ میں سر رکھا اور اپنے مولا کو پکارا اور مولیٰ تعالیٰ نے اپنی بندی کو اپنے پاس بُلا لیا۔ جمالی نے لکھا ہے کہ

''سر بسجدہ نہاد و بجوارِ رحمت حق پیوست''۔ (سیر العارفین صفحہ ۱۰۲)

یہ واقعہ ۱۸ شعبان ۶۹۶ھ کا ہے۔ آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے برادرِ طریقت حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور وہیں اپنے مکان کے سامنے حوض کے کنارے دفن کی گئیں۔

انتقال کے بعد ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ عرش پر نماز پڑھ رہی ہیں پُوچھا آپ کا کیا حال ہے اور کیا مقام ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحمت فرمائی ہے اور عالم جبروت میں حضرت سیدۃ النساء العالم خاتونِ جنت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی صحبت نصیب فرمائی ہے۔ (سیر العارفین صفحہ ۱۰۲)

آپ کا مزار دہلی میں پُرانے قلعہ کے سامنے مسجد خیر المنازل کے بائیں طرف ایک چار دیواری میں ہے۔ جس کے چاروں طرف بڑا قبرستان تھا۔ اب اِن قبروں کو

برابر کر کے حکومت ہند ان پر کوٹھیاں تعمیر کرا رہی ہے۔ صرف آپ کے مزار کی مختصر چار دیواری باقی ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کے مزار شریف پر ابدال آتے رہتے ہیں، ایک مرتبہ ایک ابدال کی ملاقات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی جس کا ذکر اخبار الاخیار و خیر المجالس وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۲۹۶)

چالیس دِن تک کھانا پینا ترک کر دینے سے لوگوں کو خیال آ سکتا ہے کہ کیسے ممکن ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اپنے حال کی مقیاس سے بزرگوں کو نہ ماپیئے۔

شرح التعرف المذہب اہل التصوف میں لکھا ہے۔ کہ ایک درویش حج کرنے کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ تو ان کو کئی دن کا فاقہ تھا۔ انہوں نے روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کے بعد عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آج آپ کا مہمان ہوں۔

رات کو خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضور نے ان کو ایک روٹی اور ایک کوزہ پانی عنایت فرمایا۔ جس میں نصف انہوں نے خواب ہی میں کھا پی لیا۔ جب بیدار ہوئے تو بقایا روٹی اور نصف کوزہ پانی ہاتھ میں موجود تھا وہ بیدار ہو کر کھا پی لیا۔

اس ضیافت کے بعد چالیس سال تک ان کو کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفےٰ   حسبی اللہ گو کہ اللہ امسکفیٰ

حضرت بی بی رانی رحمۃ اللہ علیہا

سادات کرمان کے ایک ذی وقار فرد سید احمد کرمانی تھے۔ جو ملتان میں شاہی ٹکسال کے مدار المہام تھے۔ ان کی لڑکی بی بی رانی رحمۃ اللہ علیہا تھیں جن کا نکاح اپنے تایا کے لڑکے حضرت سید محمد کرمانی کے ساتھ ہوا تھا۔

سید محمد کرمانی نے اپنا تمام مال و املاک فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور خود حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درویشوں میں شامل ہو گئے۔

حضرت بی بی رانی نے نہایت ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی اور جب بیاہ کر

Scanned with CamScanner

آئیں تو خاوند کے ہاں بھی کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ لونڈی غلام مال و اسباب سب کچھ موجود تھا، لیکن جب ان کے خاوند نے درویشی اختیار کر لی۔ تو انہوں نے بھی دُکھ سُکھ میں ساتھ دینے والی وفادار عورت کی طرح شوہر کے ساتھ فقیری اختیار کر لی اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مُرید ہوگئیں۔ صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ

''بی بی رانی اتباع خود را در اجودھن آورد باختیار ترک اسباب و املاک و وطنِ قدیم داد۔ وبفقر و فاقہ در اجودھن قناعت کردو بمرحمت وشفقت نظر لطفِ شیخ شیوخ العالم مخصوص شُدہ بی بی رانی و اتباع او نیز بشرف بیعت شیخ شیوخ العالم مشرف گشت'' (سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۹)

یعنی بی بی رانی اپنے بال بچوں کو اجودھن لے آئیں اور اپنی مرضی سے اسباب و املاک اور وطنِ قدیم کو ترک کر دیا اور اجودھن میں فقر و فاقہ اختیار کر لیا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرحمت و شفقت اور نظرِ لُطف و کرم سے مخصوص ہوئیں اور اُنہوں نے اور ان کے سب گھر والوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر لی۔

اپنی دولت کے گھمنڈ میں فقیروں کو مجبور سمجھنے والے اِس پر بھی غور کریں۔ کہ ان لوگوں کا فقر اختیاری ہوتا ہے۔ اضطراری نہیں۔

بی بی رانی صاحبہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کرنے کے بعد فقراء اور درویشوں کی خدمت گزاری اختیار کر لی۔ آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زنانخانہ میں رہتی تھیں اور جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لونڈیوں کے ساتھ مل کر گھر کا کام کاج کیا کرتی تھیں۔ خصوصاً حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے روٹی اپنے ہاتھ سے پکاتی تھیں۔ جماعت خانہ کے حافظوں اور درویشوں کے کپڑے دھوتیں اُن میں پیوند لگاتی تھیں۔

سیر الاولیاء میں مختلف مقامات پر آپ کی اِن خدمات کا تذکرہ ملتا ہے مثلاً

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ نصر اللہ کے پوتے شیخ کمال الدین جن کا مزار شریف دھار میں ہے اور جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید و خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ دھار سے دہلی آئے۔ تو صاحب سیر الاولیاء امیر خورد کرمانی اُن سے ملنے گئے۔ شیخ صاحب اس وقت حجرہ میں تھے۔ اطلاع ملتے ہی باہر آئے اور ساتھ ہی ایک دیگچی میں حلوہ وہریسہ بھی لائے اور انہوں نے امیر خورد کرمانی کو مخاطب کر کے فرمایا لو۔ اس کو شوق و رغبت سے کھاؤ۔ تمہارا مجھ پر حق ہے کیونکہ

من نان ہائے دست پختہ یعنی جدّہ پدریں بزرگوار تو بسیار خوردہ ام۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۸)

میں نے تمہاری دادی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹیاں بہت کھائی ہیں۔

جن دنوں حضرت نظام الدین اولیاء اجودھن میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تکمیل سلوک کر رہے تھے۔ تو آپ کے پاس صرف ایک جوڑہ کپڑوں کا تھا۔ وہ بہت میلا ہوگیا اور کہیں کہیں سے پھٹ بھی گیا۔ آپ کے پاس نہ صابون تھا اور نہ صابن خریدنے کے لیے دام و درم اور نہ کوئی دوسرا کپڑا جسے پہن کر انہیں دھولیں۔

ایک دن اس حال میں آپ کو بی بی رانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے دیکھا تو فرمایا بھائی

''جامہ ہائے تو بغایت ریمگیں شدہ و پارہ ہم گشتہ اگر بدہی من بشویم و پیوند بر آں زنم'' ۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۵)

تمہارے کپڑے بہت میلے ہوگئے ہیں اور پھٹ بھی گئے ہیں اگر مجھ کو اُتار دو تو میں ان کو دھو کر ان میں پیوند لگا دوں۔ یہ سُن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے معذرت کی مگر بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سمجھ گئیں اور آپ کو سید محمد کرمانی کی چادر دی۔ کہ یہ باندھ کر بیٹھ جاؤ۔ میں انہیں ابھی دھو کر ٹھیک کیے دیتی ہوں۔

حضرت نے وہ چادر باندھ لی اور کپڑے بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کو دے دیے۔ آپ نے وہ دھوئے۔ پھر سید محمد کرمانی کے دستار چہ سے کپڑا لے کر آپ کے کرتہ میں

گریبان کے قریب پیوند لگایا اور پھر آپ کو دیے۔

امیر خورد نے لکھا ہے:

''جدہ ؒ معذور نداشت چادر خود داد کہ ایں را بپوشید تا آں غایت کہ جامہ ہا بشویم۔ سلطان المشائخ ہمچناں کرد جدہ کاتب الحروف بجامہا شستین مشغول شدہ و سلطان المشائخ کتابے بر دست داشت و گوشہ رفت در بمطالعہ آں مشغول گشت۔ چوں جامہ ہا شستہ شد و خشک گشت بعدہ جدہ ام دستارچہ از سید محمد کرمانی جد کاتب الحروف طلبید و بشست و بر پیراہن سلطانِ المشائخ نزدیک گریبان رفتہ بود پیوند کرد و جامہا سلطان المشائخ داد''۔

الغرض حضرت بی بی رانی حضرت بابا صاحب ؒ اور آپ کے درویشوں کی خدمت کیا کرتی تھیں اور اس میں مسرت محسوس کرتی تھیں۔ گھڑی بھر کے لیے بھی آپ کو اپنی دولت و امارت کا خیال نہ آتا تھا کیونکہ آپ حضرت بابا صاحب ؒ کی خدمت و خوشنودی کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سمجھا کرتی تھیں۔

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بُوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگی بو تراب میں

خلفائے حضرت بابا صاحب ؒ

سیر الاولیاء، فوائد الفواد، خیر المجالس، جوامع الکلم، سیر العارفین اور اخبار الاخیار وغیرہ کتب کے مطالعہ سے حضرت بابا صاحب ؒ کے نو دس خلفاء کا حال معلوم ہوتا ہے لیکن سیر الاولیاء وغیرہ کتابوں کے کئی سو سال بعد کی لکھی ہوئی سیر الاقطاب، جواہر فریدی، معارج الولایت وغیرہ کتابوں میں ایک لمبی فہرست آپ کے خلفاء کی دی ہوئی ہے۔

در سیر الاولیاء مرقوم است کہ آنحضرت را دہ ہزار خلیفہ در زمین اند و ہژدہ ہزار در دریاہا و آب و پانصد و چہل و دو در ہوا چہار صد بالائے آسمان اول

و چہاردہ ہزار خلیفہ در آسمان ہائے دیگر اند و ہفت ہزار خلیفہ در غیب اند۔ ہژدہ ہزار در زمین اند و کوہ قاف و سیزدہ ہزار در حجاب اند۔ منجملہ دہ ہزار خلیفہ کہ بر روئے زمین اند از اں بست و دو خواجہ دسی و سوم کہ درجہ خواجہ و قطب یافتہ اند۔

یعنی سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب ؒ کے دس ہزار خلفاء زمین پر اور اٹھارہ ہزار دریاؤں اور پانی پر اور پانچ سو بیالیس ہوا میں اور چار سو آسمان اول پر اور چودہ ہزار دیگر آسمانوں پر اور سات ہزار غیب میں اور اٹھارہ ہزار زمین اور کوہ قاف میں اور تیرہ ہزار حجابات میں ہیں اور دس ہزار خلفاء زمین پر ہیں۔ ان میں سے بائیس خواجہ ہیں اور تینتیس نے درجہ خواجہ اور قطب کا پایا ہے۔

میں نے یہ عبارت جواہر فریدی سے نہایت تکلیف کے ساتھ نقل کی ہے۔ کیونکہ اپنی غلط نویسی کو سیر الاولیاء کا معتبر نام لے کر لوگوں کو اعتماد میں لینا بڑی جسارت بے جا ہے۔ سیر الاولیاء میں ایسی بے سروپا کہانیاں اور افسانے نہیں ہیں۔

مندرجہ بالا مجموعہ خلفاء اسی ہزار نو سو بیالیس (۸۰۹۴۲) ہوتا ہے۔ مگر اس کے بر خلاف سیر الاولیاء میں جن محترم اور مقدس افراد کا ذکر خلفائے حضرت بابا صاحب ؒ کے باب میں آیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

1- حضرت جمال الدین احمد ہانسوی ؒ
2- حضرت شیخ نجیب الدین متوکل ؒ
3- حضرت مولانا بدر الدین اسحٰق ؒ
4- حضرت مخدوم شیخ علی صابر ؒ
5- حضرت مولانا عارف ؒ
6- حضرت مولانا حمید ؒ

Scanned with CamScanner

7- حضرت مولانا فخر الدین صفاہانی رحمۃ اللہ علیہ

8- حضرت مولانا برہان الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ

9- حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

10- حضرت قاضی منتخب الدین رحمۃ اللہ علیہ

قاضی صاحبِ مذکور کو اگرچہ آپ کا خلیفہ تو نہیں لکھا ہے۔ مگر حالات و واقعات سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آپ کے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجودِ مسعود سے چشتیہ سلسلہ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجمیری کا یہ ارشاد کہ "فرید ایک ایسی شمع ہے جس سے خانوادہ درویشاں منور ہو جائے گا۔" بالکل صحیح ثابت ہوا۔ آپ کی دردمندی خلق اور نظام تعلیم و تربیت نے خواص و عوام پر گہرے اثرات چھوڑے اور خلفاء کو جب سلسلے کی توسیع و اشاعت کا کام سپرد کیا گیا تو انہوں نے وہ سب اصول اپنائے۔ جن کی ہدایت و تربیت اُنہوں نے آپ سے حاصل کی تھی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور صاحبزادگان کے مکمل حالات پڑھ جائیے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ سلسلے کی اشاعت کا کام خلفاء نے کیا ہے۔ اولاد میں صرف آپ کے پوتے حضرت علاؤ الدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی قابل ذکر ہے۔ لیکن ان کے صاحبزادگان نے سلطان محمد تغلق کی ملازمت کر لی تھی جس کی وجہ سے سلسلہ کا کام مدھم ہو گیا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں میں سے حضرت شیخ نصیر الدین عرف نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے اور خلفاء میں سے حضرت جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور سید بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے بھائی حضرت نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر لیا اور نظامیہ سلسلے میں مدغم ہو گئے حضرت مولانا عارف رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا حمید رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاضی منتخب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا فخر الدین صفاہانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے بھی جلدی ختم ہو گئے۔ یا نظامیہ سلسلہ میں مدغم ہو گئے۔

اس وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صرف دو مشہور و معروف سلسلے جاری ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیں گے۔ البتہ سجادگان کا سلسلہ بدریہ بھی ہے۔ (i) نظامیہ (ii) صابریہ، اس کے علاوہ ہم کو کسی سلسلہ کا علم نہیں ہے۔

حضرت مولانا جمال الدین احمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں۔ بڑے جید عالم اور سحر البیان خطیب تھے۔ امیر خورد کرمانی نے آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ

آں شیخ با کرامت و خاطر او از غیر حق سلامت آن از رسوم و تکلف بری اعنی آں شیخ جمال الملۃ والدین ہانسوی الخطیب کہ جمال اہل حقیقت و قدوہ اہلِ طریقت بود بعلم و تقوی، او لطافت طبع و درویشی مخصوص و نظم او کہ دستورِ عاشقاں خدا است دلیل بر کمالِ عشق اوی کند ایں بزرگ خلیفہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز بود بمرتبہ مشائخ کبار رسیدہ۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۸)

یعنی وہ بزرگ با کرامت کہ دل ان کا غیر حق سے سلامت ہے اور رسوم و تکلفات سے بری یعنی جمال الملۃ والدین ہانسوی خطیب جو اہل حقیقت کے جمال اور اہل طریقت کے برگزیدہ تھے۔ ان کے علم و تقوی کے ساتھ لطافت طبع و درویشی مخصوص تھی اور ان کی نظم کہ "خدا تعالیٰ کے عاشقوں کا دستور ہے"۔ ان کے کمال عشق پر دلالت کرتی ہے یہ بزرگ شیخ الشیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ تھے اور مشائخ کبار کے رتبہ کو پہنچے تھے۔

Scanned with CamScanner

آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول ہیں اور آپ ہی کی محبت میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ سال ہانسی[1] میں رہے۔ حضرت آپ پر اتنے مہربان تھے کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

''جمال جمال ماست''۔ (سیر العارفین صفحہ ۳۳)

جمال الدین میرا جمال ہے۔ کبھی فرماتے۔ ''جمال میں تجھ پر قربان ہونا چاہتا ہوں'' مولانا جمالی کی روایت کے مطابق حضرت جمال الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ اس وقت حاصل کیا تھا جب آپ دہلی سے واپس ہانسی آئے تھے۔ لکھا کہ

''حضرت شیخ المشائخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ درہماں ایام بہ شرف خرقہ متبرکہ ایشاں مشرف شدہ بود کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ از شہر دہلی بعد از وفات حضرت پیر خویش قطب الملتہ والدین رحمۃ اللہ علیہ بخطہ ہانسی مراجعت نمودہ بود''۔

یعنی حضرت شیخ المشائخ جمال الدین ہانسوی اُنہیں دنوں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خرقہ متبرکہ سے مشرف ہوئے۔ جبکہ آپ اپنے شیخ حضرت قطب الملتہ والدین کی وفات کے بعد دہلی سے ہانسی تشریف فرما ہوئے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق مُحدث دہلوی نے حضرت جمال ہانسوی کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''او جامع کمالات ظاہر و باطن بود و شیخ فرید الدین دوازدہ سال بصحبتِ او در ہانسی بود''۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۶۷)

1- تاریخ فرشتہ آئین اکبری اور طبقات میں لکھا ہے کہ مہاراجہ جے پال کی چوہان چکرورتی کے خاندان میں ایک نامور راجہ نانک رائے ہوا ہے۔ اُس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی اور سلطان محمود غزنوی نے قلعہ ہانسی کو فتح کیا تھا۔

یعنی وہ کمالاتِ ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ سال ان کی محبت کی وجہ سے ہانسی میں رہے تھے اور جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجودھن آئے تو جناب جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ لنگر خانہ کے لیے جنگل سے کریل کے پھل (ڈیلہ) توڑ کر لایا کرتے تھے۔ ایک عرصے کے بعد آپ نے ان کو واپس ہانسی بھیج دیا اور وہ سرزمین ان کی ولایت میں دے دی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں یہ اعزاز صرف حضرت مولانا جمال الدین احمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا کہ آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی خلافت کی تصدیق کیا کرتے تھے اور بغیر آپ کی تصدیق کے کسی کی خلافت قابلِ تسلیم نہ ہوتی تھی۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے اصرار کر کے اور رنج پہنچا کر خلافت نامہ حاصل کیا یعنی (سیر الاولیاء صفحہ ۲۲۱)

''آں شخص بالتماس و مزاحمت از شیخ شیوخ العالم خلافت نامہ یافتہ بود''

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ اس خلافت نامہ پر ہانسی جا کر مولانا جمال الدین کی مُہر لگوا لینا۔

اور ان کی مُہر لگوانے کا انتظام اس لیے کیا گیا تھا۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کرنے کے لیے جھگڑا کیا تھا اور کہا تھا کہ

''سالہا من دریں کار خون خوردہ ام و در ارادت ازیں عزیزاں سابقم چرا شاید کہ بمن خلافت نرسد۔ چہ شود اگر شیخ مرا خلافت خود ندہد۔ من می توانم کہ ایں چنیں کاغذے بہ پردازم و بدیں کار مشغول شوم''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۲۱)

یعنی سالہا سال میں خون جگر کھایا ہے اور بیعت میں بھی ان عزیزوں سے سابق ہوں پھر مجھے خلافت کیوں نہیں ملنی چاہیے۔ کیا ہوا اگر شیخ مجھے خلافت نہیں دیتے ہیں خود ایسا کاغذ بنالوں گا اور اس کام میں مشغول ہو جاؤں گا۔

یہ سُن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سید بدرالدین اسحٰق سے فرمایا۔ کہ ان عزیزوں کے خلاف ناموں پر تم اپنی کتابت کے دستخط کروتا کہ

''ہیچ حریص را دریں کار مداخلت نباشد''

یعنی کسی حریص کو اس کام میں مداخلت نصیب نہ ہو اور مولانا جمال الدین کی تصدیقی مہر اور دستخط بھی ان پر ہونے لازمی ہیں۔ ورنہ خلافت نامہ جعلی تصور ہوگا۔

الغرض یہی اول الذکر شخص خلافت نامہ لے کر ہانسی آئے اور مولانا جمال الدین کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا نے وہ خلافت نامہ یہ کہہ کر پھاڑ دیا کہ

تو شایانِ خلافت نہ۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۸)

یعنی تو خلافت کے لائق نہیں ہے۔ جب وہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس اجودھن آئے اور پھٹا ہوا خلافت نامہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''پارہ کردۂ جمال را ما نتوانیم دوخت''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۹)

یعنی جمال کے پھاڑے ہوئے کو ہم نہیں سی سکتے۔ سیر الاقطاب کی روایت کے مطابق یہ واقعہ حضرت سیدنا و مولانا مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس میں یہ زائد ہے کہ مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحبِ جلال بزرگ تھے۔ خلافت نامہ تصدیق کرنے کے لیے ہانسی پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ حجرے کا چراغ گُل تھا۔ مخدوم صاحب نے اپنی اُنگلی کو پھونک مار کر روشن کر دیا۔ حضرت جمال الدین کو یہ اظہار کرامت و عجلت پسند نہ آئی۔ خلافت نامہ چاک کر دیا اور فرمایا کہ

''چندیں سرعت چیست صاحبِ ولایت دہلی را بُرد باری باید۔ و شما طاقت نشستن یک ساعت ندارید ایں کار چہ طور خواہد رفت''۔ (اقتباس الانوار)

یعنی اتنی جلد بازی۔ دہلی کے صاحبِ ولایت کو بُردبار ہونا چاہیے اور تم ایک ساعت بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ کام کِس طرح چلے گا۔ یہ سُن کر حضرت مخدوم

صاحب کو جلال آ گیا اور فرمایا میں نے تمہارا سلسلہ چاک کر دیا۔ یہ کہا اور واپس اجودھن چلے آئے واللہ اعلم۔ مگر روایت و درایت کی رو سے یہ واقعہ حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نہیں گزرا۔

جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت نامہ عطا فرمایا تو آپ کو بھی ہدایت کی تھی کہ ہانسی جا کر یہ مثال میرے جمال کو دکھا لینا اور ان کی تصدیق بھی کرا لینا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ میں حسب الارشاد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہانسی حاضر ہوا۔ ان کا دستور تھا کہ میں اُن کے پاس جاتا تو وہ میری تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کیونکہ ایک مرتبہ میں اور حضرت جمال الدین اور مولانا شمس دبیر وغیرہ احباب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رُخصت ہوئے تو مولانا جمال نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سفر کی وصیت چاہی اور یہ بات آدابِ اہلِ ارادت میں سے ہے کہ

''چوں بر عزم سفرے شیخ را وداع کنند وصیتے خواہند اگر شیخ پیش از سوال وصیتے کرد فھو المراد و الا مریداں درخواست کنند''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۹)

یعنی جب سفر کے ارادہ سے شیخ کو رخصت کرتے ہیں تو وصیت چاہتے ہیں۔ اگر شیخ سوال کرنے سے پہلے ہی وصیت فرما دے تو فھو المراد وگرنہ مرید خود درخواست کرتے ہیں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا جمال کو درخواست پر فرمایا کہ

''وصیتِ ما ہمیں است کہ فلاں را اشارت بجانب من کرد۔ دریں مصاحبت می باید کہ خوش دار''

یعنی ہماری وصیت یہی ہے کہ فلاں (یعنی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی طرف اشارہ کر کے) کو اِس مصاحبت سفر میں خوش رکھنا۔ چنانچہ حضرت مولانا جمال

Scanned with CamScanner

اور شمس دبیر وغیرہ احباب نے سفر میں میرے ساتھ بہت لُطف و مہربانی کا برتاؤ کیا اور تعظیم و تکریم بجالائے اور ان کا یہ دستور ہو گیا کہ وہ میری تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اس مرتبہ خلافت نامہ لے کر میں ان کی خدمت میں گیا تو وہ خلافِ معمول بیٹھے رہے۔ مجھے تعجب ہوا۔ فی الفور آپ نے فرمایا۔ مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ تمہاری تعظیم کے لیے نہ اُٹھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے اور تمہارے مابین اُلفت و محبت ہے۔ یہاں تک کہ میں اور تم ایک ہو گئے ہیں تو پھر اپنے واسطے اُٹھنا جائز نہیں۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

''من و تو یکے شدیم پیشِ خود برخواستن چہ گونہ روا باشد''۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۹)

الغرض مناسب موقعہ پر جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خلافت نامہ حضرت قطب جمال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور یہ شعر پڑھا اور دستخط کر دیے۔ (بعض تذکروں میں ہے کہ یہ شعر خلافت نامہ پر لکھ کر دستخط کیے)

خدائے جہاں راہزاراں سپاس — کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

حضرت مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بوڑھی خادمہ تھی۔ بڑی عابدہ زاہدہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو مادرِ مومناں کہا کرتے تھے۔ وہ حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پیغامات جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لاتی اور لے جاتی تھیں۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۷)

ایک دن حضرت نے اُن سے پُوچھا۔ مادرِ مومناں! ہمارا جمال رحمۃ اللہ علیہ کیسا ہے؟ اُس نے عرض کیا۔ حضور ان کو بھوک و بلاؤں نے گھیر لیا ہے۔ سخت مجاہدوں میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا الحمد اللہ! اچھی زندگی گزار رہا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دہلی سے اجودھن جا رہا تھا۔ جب ہانسی پہنچا اور مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے مِلا تو اُنہوں نے فرمایا کہ جب حضرت کی خدمت عالی میں پہنچو تو میرا اسلام عرض کرنا اور میری طرف سے گزارش کرنا میں خرچ کی تنگی میں مُبتلا ہوں۔ آپ میرے لیے دُعا فرمائیں۔

جب میں اجودھن حاضر ہوا اور ان کا پیغام و سلام عرض کیا تو حضرت شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس سے کہنا جسے ولایت دی جاتی ہے اُس کو اس کی استمالت (دلداری) کرنی چاہیے۔

اورا بگوئے چوں ولایت بکسے دادہ شود اورا واجب است استمالتِ آں ولایت۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۰)

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے سے پوچھا گیا کہ استمالت ولایت دنیا کے معنی تو معلوم ہیں۔ استمالت ولایتِ آخرت کیا ہے؟ فرمایا کہ:

''استمالت سلوک آخرت توجہ القلب الی اللہ من کل وجوہ''۔

یعنی قلب کی توجہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف من کل الوجوہ ہو جانا۔

''وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا''۔ (پ۲۹ المزمل ۸)

دہلی اندر پت پُرانے قلعہ کے سامنے طوس کے ایک بزرگ حضرت ابو بکر حیدری قلندر رہا کرتے تھے۔ ان کی حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی گہری دوستی تھی اور مولانا حسام الدین جو اس وقت شہر کے قاضی القضاۃ والخطبا تھے۔ حضرت مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ وہ اکثر حضرت ابو بکر طوسی حیدری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جب حضرت مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلی آئے تو ان کے استقبال کے لیے مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو بکر طوسی رحمۃ اللہ علیہ گئے۔ حضرت ابو بکر طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے

Scanned with CamScanner

کہنا میں حج کو جارہا ہوں۔ کلو کہری[1] کے قریب دریا کے اس پار مولانا جمال الدین پہنچے اور اس طرف مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوبکر طوسی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں سے آواز دے کر مولانا حسام الدین سے پوچھا۔

''آں باز سپید ما چگونہ است۔ یعنی شیخ ابوبکر طوسی''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۲)

یعنی وہ ہمارا باز سفید کیسا ہے۔ یعنی شیخ ابوبکر طوسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا وہ حج کو جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم اُن سے کہو ہم بھی پیچھے آتے ہیں اور یہ رباعی ان کو سُنا دو۔

برپائے ترا سرم نثار اولے تر
یک سرچہ بودھزار اولے تر
درغار وطن ساز چو بوبکر ازاں کہ
بوبکر محمدی بغار اولے تر

یعنی میرے سر کا تیرے قدموں پر نثار ہونا ہی بہت اچھا ہے۔ ایک سر کیا اگر ہزار ہوں تو بھی نثار کیے جائیں۔ غار وطن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح رہ اس لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غار میں رہنا ہی بہت اچھا ہے۔

یہ ہم لکھ آئے ہیں کہ حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنا جمال فرمایا کرتے تھے اور آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام غوث بہاؤالحق زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط تحریر کیا۔ جس میں لکھا تھا کہ میں اپنے تمام مرید آپ کو دیتا ہوں اور ان کے عوض آپ کے جمال الدین ہانسوی کو لینا چاہتا ہوں۔ یہ سودا کر لیجئے اور مروت اس کا نام ہے کہ اس سودے کو رد نہ کیا جائے۔ (گلزار ابرار صفحہ ۵۴)

۱- کلو کہری کیقباد کا آباد کردہ شہر جو دریائے جمنا کے کنارے واقع تھا۔ اب اس کا نام ایک گاؤں ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جواباً تحریر کیا۔ کہ سودا ہر خرید و فروخت ہونے والی چیز میں ہو سکتا ہے۔ لیکن جمال کے ساتھ سودے بازی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کوئی شخص اپنا جمال فروخت نہیں کیا کرتا۔

سیر الاقطاب میں حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی ایک روایت درج ہے۔ جس طرح کی روایت حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلافت نامہ کو چاک کرنے کے بارے میں درج کی گئی۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام غوث بہاؤالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جذب باطنی سے اپنی طرف کھینچا اور انہوں نے باطنی کشش سے مغلوب ہو کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت مانگی اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے ناراض ہو گئے اور فرمایا:

برو[1] روئے خود سیاہ کن۔ آپ کے ان الفاظ سے حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور آپ دیوانہ ہو کر جنگلوں میں نکل گئے۔ ایک عرصے کے بعد حضرت قطب جمال نے عالم سوداگر کے ہاتھوں حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ شعر ارسال کیا تھا۔ سیر الاقطاب۔ مگر یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔

حضرت گنج شکر قطب زماں قطب زمیں
چشم رحمت بکشا جانب درویش بہ بیں

اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رباعی جواباً بھجوائی۔ (اقتباس الانوار صفحہ ۱۷۰)

رو گرد جہاں بہ گرد یا آب رکن — گر ہم چومنی یا بی مارا ایلہ کن
یک صبح بہ اخلاص بیا بر درما — گر کار تو بر نیاید آنگہ گلہ کن

عالم نامی سوداگر نے معافی دلوائی وغیرہ وغیرہ۔

یہ روایت اور اس سے پہلی روایت جو حضرت مخدوم پاک کے متعلق بیان ہوئی۔ دونوں عجیب و غریب ہیں اور بغیر سند کے بیان کی گئی ہیں۔ اوّل ماخذ اس معاملے میں

۱- اقتباس الانوار صفحہ ۱۷۰ از غایت غضب فرمود کہ اختیار داری

بالکل خاموش ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت حال۔ کیونکہ وہ شخص جس نے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مزاحمت کے ساتھ خلافت حاصل کی، کوئی اور ہو سکتا ہے۔ مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی اس سے اعلیٰ ہے۔ اسی طرح حضرت جمال الدین کی ذاتِ گرامی بھی پاک ہے وہ تو اہلِ طریقت کے جمال ہیں۔ ایسی روایات دل کے اندھے ہی بنایا کرتے ہیں۔ پچھلے زمانہ میں جمالیوں اور صابریوں کا جھگڑا ایسی ہی بے سروپا روایات کی بنا پر ہوا تھا۔

حضرت جمال الدین احمد رضی اللہ عنہ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ سیر الاولیاء وغیرہ کتب میں آپ کی کرامات درج ہیں۔

آپ کی یادگار دو کتابیں اس وقت موجود ہیں۔ ایک ملہمات جس میں آپ نے اپنے الہامات غیبی جمع کئے ہیں۔ دوسرا آپ کا دیوان ہے۔ آپ کے وصال کے کچھ عرصے بعد مزار پاک پر گنبد بنوانے کے لیے جب بنیادیں کھودی گئیں تو ایک طرف سے لحد مبارک کھل گئی۔ جس میں سے خوشبو کی لپٹیں آنے لگیں اور لوگ کہنے لگے کہ حضرت جمال الدین احمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک[1] جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری ہے۔

آپ کا وصال ۱۱ شعبان المعظم ۶۵۹ کو ہوا اور ہانسی میں سپردِ خاک کئے گئے۔ یعنی آپ کا وصال حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارک میں ہو گیا تھا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

بڑے صاحبزادے نے سورۂ یوسف کا وظیفہ پڑھا اور کیفیاتِ عشقیہ کی شدت نے آپ کو مجذوب بنا دیا تھا۔ وہ کبھی اجودھن میں حضرت سلطان المشائخ سے ہم کلام ہوتے تھے اور انہوں نے خود اپنی زبان[2] سے یہ بیان کیا تھا کہ میرے والد ماجد کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہزار مرتبہ سورۂ یوسف پڑھنے کے لیے فرمایا تھا۔ میں نے بھی

1- القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفرت النیران یعنی قبر جنت میں سے ایک کیاری یا دوزخ میں سے ایک گڑھا ہے۔

2- سیر الاولیاء صفحہ ۲۲۹

بڑھی جس سے نعمت اور ولائے حق کے دروازے کھل گئے اور میری یہ حالت ہو گئی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ان کے متعلق فرماتے تھے "باہوش دیوانے ہیں"۔

حضرت جمال الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کی خادمہ (مادر مومناں) آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا برہان الدین صوفی کو لے کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت نے ان کو اپنی خلافت عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا تم نظام الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ بدایوانی کے پاس رہ کر تکمیل سلوک کرو۔ اس پر مادرِ مومناں نے عرض کیا۔

"کھا جا[1] برہان الدین بالا ہے" یعنی خواجہ برہان الدین بچہ ہے۔

حضرت نے فرمایا "پونوں کا چاند بالا ہی ہوتا ہے۔ یعنی چودھویں کا چاند پہلی رات کو چھوٹا ہی ہوتا ہے۔ بتدریج کمال کو پہنچتا ہے۔ حضرت برہان الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر اپنی باطنی تکمیل کی۔ جب ان سے کوئی بیعت ہونے کے لیے عرض کرتا تو فرماتے کہ

"باوجود بندگی سلطان المشائخ شیخ زمانہ حضرت سیّد نظام الدین محمد ہمچو منی را کلاہِ ارادت دادن و بیعت گرفتن روا نیست"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۳)

یعنی شیخ زمانہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ سیّد نظام الدین محمد کے ہوتے ہوئے مجھ جیسے کو کلاہ ارادت دینا اور بیعت کرنا درست نہیں ہے۔

کسی نے یہ خبر حضرت سلطان المشائخ کو پہنچائی۔ جب مولانا برہان الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں دہلی آئے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ جس طرح اس ضعیف کو حضرت شیخ شیوخ العالم سے اجازت ہے آپ کو بھی ہے۔ آپ مرید کیوں

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۳۔ مادرِ مومناں نے ہندی زبان میں یہ جملہ کہا تھا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہندی زبان ہی میں جواب دیا۔

Scanned with CamScanner

نہیں کرتے۔ مولانا نے نہایت ادب کے ساتھ وہی جواب دیا۔

حضرت برہان الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ جتنی مرتبہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تازہ غسل کرتے، نئے کپڑے بدلتے، عطر لگاتے آپ سے نظامیہ جمالیہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور ہندوستان میں اس سلسلے کے مشہور پیر جناب خلیل الرحمٰن صاحب تھے۔ جن کا چند سال ہوئے انتقال ہوا ہے اب ان کے صاحبزادہ موجود ہیں۔

حضرت مولانا سیّد بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ خادم۔ داماد اور جماعت خانہ فریدیہ کے مدارالمہام تھے۔ آپ نے تقریباً ۲۰ سال حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی ہے۔ جماعت خانہ کے ہر فرد کو اور ہر نو وارد کو جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنا چاہتا ہو مولانا موصوف سے ہی واسطہ پڑتا تھا۔ کیونکہ جماعت خانہ کے نظام تعلیم وتربیت خورد و نوش و رہائش، مہمانوں اور مسافروں کی آسائش اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی خدمت آپ کے سپرد تھی۔

آپ صحیح النسب سیّد ہیں۔ آپ کے دادا سلطان شہاب الدین محمد غوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بخارا سے دہلی آئے تھے۔

آپ دہلی میں پیدا ہوئے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی۔ جوہر قابل تھے۔ تھوڑے ہی عرصے میں شہر کے فضلاء میں یگانہ ہو گئے۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ

''از دانشمنداں و خوب طبعاں شہر در علم و فضل فائق گشتہ۔ وایں بزرگ اور زہد و ورع و عشق و درد و یگانہ بےنظیر'' ۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۹،۱۷۰)

چند علمی اشکال کے حل کیلئے جو دور و نزدیک کے تمام علماء مہینوں کی سوچ و بچار

کے بعد حل نہ کر سکے تھے۔ بخارا کا قصد کیا اور بہت سی کتابیں[1] اونٹ پر ساتھ لے چلے۔ مولانا جمالی نے آپ کا تبحر علمی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''مولانا بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ در علمِ معقول و منقول مستثنیٰ بود'' ۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۶)

یعنی مولانا بدرالدین اسحٰق علم معقول و منقول میں یکتا تھے۔ جب اجودھن پہنچے تو آپ کے ہمراہی اپنا سامان رکھ کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کیلئے تیار ہوئے اور انہوں نے آپ سے بھی چلنے کیلئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ:

''کے در صحبت اینہا تضیع اوقات نمائید'' ۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۶)

کہ ان لوگوں کی صحبت میں کون وقت ضائع کرے۔ لیکن بعد میں لوگوں کے اصرار پر ساتھ ہو لیے۔ جس وقت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو سلام علیک کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کی طرف دیکھا اور ان ہی مشکلات پر گفتگو شروع کر دی۔ جن کے حل کیلئے مولانا بخارا جا رہے تھے۔ اور ایسی جامع اور فصیح و بلیغ تقریر کی کہ مولانا کے سب شکوک رفع ہو گئے اور مولانا حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ یہ چادر پوش فقیر جس کے پاس نہ کتابیں ہیں اور نہ عالمانہ شان و شوکت اس کا علم کسبی معلوم نہیں ہوتا بلکہ لدنی ہے۔ جس خیال سے میں بخارہ جا رہا تھا۔ وہ تو یہیں ختم ہو گیا۔ اب کہیں جانا آنا بےکار ہے۔ بس اس کی خدمت میں رہنا چاہیے۔

اس خیال کے آتے ہی آپ کھڑے ہو گئے اور پھر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ حضرت نے آپ کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔ آپ نے اسی وقت بیعت کی درخواست کی جو منظور ہوئی اور پھر حضرت حق تعالیٰ کی محبت اس شدت کے ساتھ آپ کے قلبِ مبارک میں پیدا ہوئی کہ آپ نے اپنے سب عزیزوں دوستوں کو چھوڑ دیا۔ اور صرف بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہو گئے۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ:

از اقربا و خویش و پیوند کہ در شہر داشت بکلی بُرید و با دوست یکے شد۔

1- با کتب ہائے بسیار عزیمت بخارہ کرد۔

اور عشق کی کارفرمائی یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ آپ نے عالمانہ شان وشوکت ترک کردی۔ درویشانہ لباس پہن لیا۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ جماعت خانہ فریدیہ کیلئے جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے تھے۔ مہمانوں کی خدمت اور مریدوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ مزید برآں رات دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی خادم کی حیثیت سے خدمت میں مشغول رہتے تھے۔

خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ:

''مولانا بدرالدین اسحٰق چناں خادمی شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہٗ العزیز کردے کہ از دہ چند چناں خدمت نیاید بآں ہم مستغرق و مشغول حق بُودے''۔

یعنی مولانا بدرالدین اسحٰق نے حضرت شیخ شیوخ العالم قدس سرہٗ کی ایسی خدمت کی ہے کہ دس آدمی بھی ویسی خدمت نہیں کرسکتے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مشغول حق بھی رہتے تھے۔ اور آپ کو ایسی مشغولیت حاصل تھی کہ جس کو فنا فی اللہ کہا جاتا ہے۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ:

''ازسر خود خبر نداشتے''۔

آخر آپ کی خدمات نے قبولیت کا درجہ حاصل کیا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنا بنالیا اور اپنی چھوٹی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کردیا اور خلافت سے مشرف فرمایا۔ امیر خورد کرمانی کی زبان سے سنیئے فرماتے ہیں کہ:

''کارِ بحدے کشید کہ یکے از واصلانِ درگاہ بے نیازی گشت و بنعمت خلافت شیخ شیوخ العالم رسید''۔

یعنی آپ کا کام یہاں تک پہنچا کہ درگاہِ بے نیازی کے واصلوں میں سے ایک ہوئے اور حضرت شیخ شیوخ العالم کی نعمتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ و شفقت سے آپ میں عشق الٰہی کی ایسی

کیفیت پیدا ہوگئی تھی کہ ہر وقت[1] آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے۔

''یک ساعت چشم مبارک او از آب دیدہ خالی نبودے''۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ مولانا[2] نے میری روحانی تربیت میں بڑا حصہ لیا ہے۔ اور مجھے حضرت بابا صاحب کی حضوری کے آداب سکھائے ہیں۔ اسی لیے آپ نے ہمیشہ حضرت مولانا کی عزت واحترام کو مدِّنظر رکھا۔ یہاں تک کہ مولانا حیات رہے۔ آپ نے کسی کو بیعت نہیں کیا۔

''مولانا تا در صدر حیات بود۔ بسبب عظمت و احترام او سلطان المشائخ یکسے دست بیعت نہ داد''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۲)

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب مجھے کوئی سختی اور تنگی آتی ہے تو میں پہلے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کرتا ہوں۔ پھر حضرت مولانا کی بارگاہ الٰہی میں شفیع و وسیلہ لاتا ہوں۔

اور یہ بات خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے ایک دفعہ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہی تھی کہ:

''من در حالت تنگیہا اول شیخ شیوخ العالم را یاد میکنم پس از اں شمارا بحضرت عزت شفیع می آرم''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۲)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد مولانا اجودھن کی جامع مسجد قدیم میں آرہے تھے۔ کیونکہ بعض لوگوں نے حضرت بدر سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا کی طرف سے بدگمان کردیا تھا۔

حضرت مولانا کی عادت تھی کہ صبح کی نماز چاشت تک گریہ وزاری کے ساتھ اپنے اوراد و وظائف میں مصروف رہتے تھے اور چاشت کے نفل ادا کرنے کے بعد آپ سجدہ کرتے تھے اس میں گریہ کی شدت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ جائے سجدہ آنسوؤں

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۱
2- سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۲

سے تربتر ہوجاتی تھی۔

اے زِ عشقت خانہ عقلم خراب   مردمِ چشم زگریہ غرق آب

آخر ہر وقت کی اس گریہ وزاری نے بینائی پر اثر ڈالا اور آپ کی آنکھوں میں زخم ہو گئے۔ جس کے علاج کیلئے ایک دن صاحب سیر الاولیاء کی دادی نے مولانا سے کہا تھا کہ اگر تم تھوڑی دیر کیلئے اپنے آنسو روک لو۔ تو میں تمہاری آنکھوں میں ایسی دوا لگا دوں گی جس سے یہ زخم بہت جلد اچھے ہو جائیں گے۔ یہ سن کر مولانا نے ایک آہ بھری اور کہا بہن! کیا کروں آنسو میرے اختیار میں نہیں ہیں۔

"اے خواہر من چہ کنم کہ آب دیدہ بر دست من نیست"۔

حضرت مولانا کا نکاح حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ سے ہوا تھا۔ جس سے آپ کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔

1- سید محمد امام رحمۃ اللہ علیہ۔

2- سیّد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد بی بی صاحبہ اور بچے سخت تکلیف میں سنے گئے۔ تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دہلی بلوالیا اور دونوں بچوں کی تعلیم وتربیت اپنی زیرِ نگرانی کرائی اور تکمیل ظاہری و باطنی کے بعد ان کو اپنی خلافت سے شرف بخشا۔

حضرت سیّد محمد امام رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی مجالس میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا کرتے تھے اور لوگوں کو اپنی موجودگی میں آپ کا مرید کرایا کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیعت کے خواہشمند حضرات کو فرماتے تھے کہ مولانا سے بیعت کرلو۔ کہ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

"بدر دست ماست"۔

حضرت مولانا کا انتقال ۷/ جمادی الاخر ۶۶۷ھ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے تین سال بعد اس طرح ہوا تھا کہ آپ نے مرض کی شدت کے باوجود صبح کی نماز جماعت سے ادا کی۔ پھر حسبِ معمول اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ اشراق کا وقت ہوگیا تو نماز اشراق ادا کی۔ پھر مشغول رہے۔ یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہوگیا اور آپ نے چاشت کے نفل ادا کیے۔ پھر حسبِ معمول سجدہ کیا اور روتے رہے۔ بعد ازاں بلند آواز سے ایک مرتبہ اللہ کہا۔ سجدہ ہی میں جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

اِنَّا لِلّٰہ و انا اِلیہ راجعون۔

درکوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند   کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

یہ ہیں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ کے مدار المہام اور خلیفہ حضرت سید بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ۔

صاحبِ سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ مولانا بہت سریع البُکا تھے"۔ ایک مرتبہ مجلس، سماع میں آپ کو ایک شعر پر سخت کیفیت ہوئی۔ مجلس کے بعد بھی آپ پر تحیر طاری رہا۔ اور بار بار آپ اس شعر کو پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ شام کی نماز کا وقت ہوگیا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولانا نماز پڑھاؤ۔ مولانا نے نیت باندھی اور قرات کی جگہ اسی شعر کو پڑھنا شروع کردیا۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ:

"مولانا نماز شروع کرد و تحریمہ بست و بجائے قراتِ ہمیں بیت بر زبان مبارک ایشاں گذشت بعدہٗ بے ہوش شد"۔

اور کچھ دیر بعد بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"باز در امامت شروع کن وحاضر باش"۔

پھر نماز شروع کرو اور حاضر رہ کر نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی۔

مولانا موصوف شہر دہلی کے سربرآوردہ علماء میں سے تھے اور شہر میں آپ کا بہت

Scanned with CamScanner

بڑا دینی مدرسہ تھا۔ جس کی عمدہ شہرت دور و نزدیک سب جگہ تھی۔ اور بیرونی ممالک کے طلبہ اس میں تعلیم کیلئے آتے تھے اور اس وقت ہندوستان کے دینی مدارس میں جو کتابیں نصاب میں داخل تھیں۔ ان میں سے کئی کتابیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف تھیں۔ علم صرف میں آپ کا منظوم رسالہ ''تصریف بدری'' ہر طالبعلم کا رہبر تھا۔

ہم نے مولانا قدس سرہٗ کے مکمل حالات ''تذکرہ حضرت بدر الدین اسحٰق'' کے نام سے شائع کردیئے ہیں۔

حضرت شیخ[1] نجیب الدین مُتوکل رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور دہلی میں بحیثیت خلیفہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی شیخ اعزاز الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی رہائش بدایوں میں تھی۔ حضرت متوکل رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ان کی ملاقات کیلئے دہلی سے پیدل چل کر بدایوں جایا کرتے تھے۔ جس طرح ہر سال حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کیلئے اجودھن آیا کرتے تھے۔ دہلی میں آپ دروازہ مندہ کے باہر رہتے تھے۔ آپ کے پڑوس میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ رہائش رکھتے تھے۔ یہ جگہ اب ادھ چنی کے نام سے مشہور ہے۔ (اور یہاں حضرت شیخ نجیب الدین متوکل۔ آپ کے صاحبزادگان اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی صاحبزادی بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا اور آپ کی ہمشیرہ حضرت بی بی جنت اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی دو لڑکیاں بی بی حور رحمۃ اللہ علیہا اور بی بی نور رحمۃ اللہ علیہا وغیرہ مدفون ہیں)۔

1- فوائد الفواد صفحہ ۱۶، ۱۸، ۷۸، ۷۹۔ سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۷، ۱۶۹۔ خیر المجالس صفحہ ۱۷۵، ۷۶۔ سیر العارفین صفحہ ۹۷، ۱۰۱۔ اخبار الاخیار صفحہ ۸۹، ۶۰ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت متوکل خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے دہلی آگئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اولیاء طالب علم تھے دہلی پہنچنے کے تھوڑے دنوں بعد حضرت شیخ متوکل کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی۔ اور ہزار ہا لوگ آپ کے فیوض سے متمتع ہونے لگے۔ دہلی کے چھوٹے بڑے عالم و عامی اور فقیر و امیر سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے پاس جایا کرتے تھے۔ جب تعلیم سے فارغ ہوگئے تو ایک دن خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے لئے دعا کریں کہ میں قاضی ہوجاؤں۔ حضرت شیخ نے آپ کی یہ بات سنی ان سنی کردی۔ آپ نے دوبارہ گذارش کی کہ:

''یک بار سورہ فاتحہ و اخلاص بخوانید بہ نیت آنکہ من جائے قاضی شوم دریں کرت تبسم کردو فرمود کہ تو قاضی مشو چیزے دیگر شو''۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۸، فوائد الفواد صفحہ ۲۸)

''ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اس نیت سے پڑھے کہ میں کسی جگہ کا قاضی ہوجاؤں یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ تم قاضی نہ بنو کچھ اور بنو''۔

ایک دن شیخ نور الدین[1] مبارک غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نجیب الدین متوکل سے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل آپ ہی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں صورتاً تو میں ہوں معناً کوئی ہوگا (سبحان اللہ حضرت شیخ کے اس جواب میں کس قدر خاکساری اور انکساری ہے)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت متوکل تقریباً ستر سال دہلی میں رہے۔ لیکن اس طرح کہ نہ کہیں مکان بنایا نہ زمین خریدی۔ آپ کے استغراق حق اور بے تعلقی دنیا کی کیفیت یہ تھی کہ:

1- فوائد الفواد صفحہ ۱۴

”ندانستے کہ امروز کدام روز است و ایں ماہ کدام ماہ است و ایں درم چہ درم است“۔

نہ جانتے تھے کہ آج کیا دن ہے اور کون سا مہینہ ہے اور کس کس قیمت کے سکے بازار میں رائج ہیں۔

چونکہ متوکل تھے۔ اس لیے فقر و فاقہ سے دوچار رہتے تھے۔ جس دن فاقہ ہوتا تھا۔ اسی رات کشف کے ذریعے حضرت بی بی فاطمہ سام[1] رحمۃ اللہ علیہا کو اس کا علم ہو جاتا تھا۔ آپ دوسرے دن صبح کو بہت سی روٹیاں پکوا کر آپ کے گھر بھیج دیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ عید کے دن جب آپ نمازِ عید سے واپس آنے لگے تو چند غیر ملکی درویش آپ کو بڑا پیر سمجھ کر آپ کے ساتھ ہو لیے۔ آپ نے ان کو مردانہ میں بٹھایا اور خود گھر میں آ کر اپنی اہلیہ سے کہا کہ کچھ ہو تو لاؤ۔ چند مہمان آ گئے ہیں۔ آپ کی اہلیہ نے جواب دیا۔

”صاحبِ خانہ شائد اول عُسرت خانہ شمارا روشن است دو روز است کہ بوئے طعام در مشام فرزنداں نرسیدہ است“۔

یعنی صاحبِ خانہ آپ ہیں گھر کی عسرت کا حال آپ پر روشن ہے۔ دو روز ہوئے کہ کھانے کی خوشبو بھی میرے بچوں کی ناک میں نہیں پہنچی ہے۔

یہ سن کر حضرت شیخ نے فرمایا تمہارا کوئی دوپٹہ یا سر کی چادر ہو تو دے دو میں اس کو بازار میں فروخت کر کے مہمانوں کی تواضع کر سکوں گا۔ ان عصمت مآب نے اپنا دوپٹہ سر سے اتار کر شیخ کو دے دیا اور کہا میرے پاس یہی ہے اور اس میں کئی پیوند لگے ہوئے ہیں اگر کوئی خرید لے تو بشوق اسے فروخت کر دیجئے۔

شیخ نے دوپٹہ کو دیکھا تو وہ

1- بی بی فاطمہ سام رحمۃ اللہ علیہا حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرید عارفہ و برگزیدہ خاتون گزری ہیں۔ آپ کے حالات جماعت خانہ کی معروف شخصیتوں کے بیان میں صفحہ ۱۸۹ پر دیکھئے۔

”لائق آن نبود کہ کسے آں را بدو درم بخرد“۔ (سیر العارفین صفحہ ۹۸)

اس لائق بھی نہ تھا کہ کوئی اس کو دو درم ہی میں خرید لے۔ آپ نے دوپٹہ ان کو واپس دے دیا اور خاموش ہو کر یہ کہتے ہوئے مکان کی چھت پر چلے گئے۔

”ایں چنیں روز عیدے بگزرد و در حلقِ فرزنداں من طعامے نہ رسد و مسافراں بیایند و چناں نامراد باز گردند“۔

روزِ عید اس طرح بھی گزرتا ہے کہ میرے بچوں کے حلق میں کھانے کا ایک لقمہ بھی نہیں گیا۔ مہمان اور مسافر آ کر خالی واپس جاتے ہیں۔ یہ کہا اور پھر آپ اوپر جا کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں آپ نے ایک آدمی کو اپنے پاس کھڑے دیکھا۔ جو یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

بادل گفتم دلا خضر را بینی ۔۔۔ دل گفت اگر مرا نمائی بینم

یعنی میں نے اپنے دل سے کہا۔ اے دل خضر کو دیکھے گا۔ دل نے کہا اگر مجھ کو تو دکھائے تو دیکھوں گا۔

اس شخص کے ہاتھ میں کھانے کا ایک بڑا خوان بھی تھا وہ حضرت شیخ کے قریب آیا اور وہ خوان اس نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اور کہا کہ:

”کوسِ توکل تو در عرش میانِ ملاء اعلیٰ می زنند و تو بجہت ایں معنی ملتفت گشتہ“۔ (سیر الاولیاء صفحہ 167)

یعنی تمہارے توکل کا نقارہ عرش پر فرشتگانِ اعلیٰ میں بج رہا ہے۔ اور تم اس طرف متوجہ ہو۔

آپ نے فرمایا:

”حق میداند بسببِ خود ملتفت نہ گشتہ ام۔ سببِ یاراں التفاتے روئے دادہ بود“۔

خدا جانتا ہے کہ میری توجہ اپنی ذات کے سبب اس طرف نہ تھی۔ بلکہ چند

Scanned with CamScanner

مہمانوں کی وجہ سے تھی جو باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر اس مرد نے کہا جاؤ یہ کھانا لے جاؤ مہمانوں اور بچوں کو دو۔

حضرت شیخ نے کھانا اٹھایا اور نیچے مہمانوں اور بچوں کو دینے کی ہدایات کیں اور فوراً اوپر آئے مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ یہ مرد حضرت خضر علیہ السلام[1] تھے۔ جب آپ نے وہاں کسی کو نہ پایا تو فرمایا کہ:

''آرے[2] ایں سعادت کہ یافتم از برکتِ بینوائی یافتم''۔

''یعنی یہ سعادت جو مجھے حاصل ہوئی ہے۔ یہ اسی بے نوائی کی برکت کے سبب حاصل ہوئی ہے''۔

ایک دن حضرت متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس وقت آنجناب بارگاہِ الٰہی میں مناجات کرتے ہوئے ''ربی ربی'' کہتے ہیں۔ تو حق سے لبیک عبدی کی صدا آتی ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''خیر الارجاف مقدمۃ المسکون'' پھر آپ نے پوچھا لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے ہاں آیا کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خیر (نہیں)

اس کے بعد آپ نے سوال کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے، مردانِ غیب یا ابدال آپ کی خدمت میں آتے رہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے اس کا انکار نہ فرمایا۔ صرف اتنا جواب دیا تو بھی ابدال ہے۔

حضرت شیخ متوکل کی روحانی عظمت عوام وخواص سب کے دلوں میں تھی اور وہ حضرت بابا صاحب کے نائب کی حیثیت سے اپنی روحانی اور مادی ضرورتوں میں آپ کی طرف توجہ کیا کرتے تھے۔ بلند پایہ اور کامل درویش بھی اکثر حضرت متوکل کے

1- سیر الاولیاء ۱۶۷ اور سیر العارفین صفحہ ۹۹

2- سیر العارفین صفحہ ۹۹

پاس اپنی روحانی مشاورت کیلئے آیا کرتے تھے۔ دہلی میں ایک برگزیدہ کامل ترک درویش رہا کرتے تھے۔ ان کا ترکی نام انکلش تھا۔ ایک دن انہوں[1] نے خواب میں حضرت حق تعالیٰ کو دیکھا۔ بہت مسرور ہوئے۔ صبح کو وہ حضرت متوکل کی خدمت میں آئے اور پہلے کئی سخت قسمیں دیں کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ خواب کسی سے بیان نہ کرنا اور پھر اپنا خواب سنایا اور اس کے انوار وکیفیات کا ذکر کیا۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد وہ ترک انکلش چالیس سال حیات رہے۔ لیکن حضرت شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک روز آپ نے سنا کہ وہ ترک سخت بیمار ہیں۔ آپ ان کی عیادت کیلئے گئے۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کو وہ میرا خواب یاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یاد ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اس وقت کیا حالت ہے۔ انکلش نے جواب دیا کہ:

''ایں ساعت غرق آں حالت میردم''۔

یعنی میں اس وقت اسی حالت میں غرق دنیا سے جاتا ہوں۔

جاہ طلب علماء اور بناوٹی درویشوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے اپنا احترام اور عزت چاہتے ہیں اور اس کیلئے وہ تصنع اور بناوٹ سے کام لیتے ہیں۔ اگر کبھی کسی شخص سے اتفاقاً اور سہواً کوئی ایسی بات ہوجائے۔ جس کو وہ اپنی شان کے منافی سمجھتے ہوں۔ تو بس پھر قہر آجاتا ہے۔ یہی حال بدایوں میں حضرت شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرا۔ آپ وہاں اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ اعزاز الدین محمود سے ملنے گئے تھے۔ ان دنوں وہاں ایک درویش رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی شہرت تھی۔ ان کا نام شیخ علی تھا۔

حضرت متوکل رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ ان کی زیارت کیلئے گئے تھے۔ اتفاقاً آپ کا پاؤں ان کے بوریہ پر پڑگیا۔ تو ان بزرگ صاحب کو بڑا غصہ آیا اور انہوں نے آپ سے بڑے تند لہجے میں کہا دیکھتے نہیں یہ میرا مصلّٰی ہے۔

1- فوائد الفوائد صفحہ ۷۸ سیر العارفین صفحہ ۱۰۰

Scanned with CamScanner

کچھ دیر یہ دونوں حضرات ان کے پاس بیٹھے رہے مگر انہوں نے غصہ میں ان سے کوئی بات نہ کی۔ تو حضرت متوکل نے ان کے پاس رکھی ہوئی ایک کتاب کے متعلق پوچھا کہ یہ کونسی کتاب ہے؟ اس پر بھی انہوں نے جواب نہ دیا۔ آپ نے پھر ان سے پوچھا اگر اجازت ہو تو میں یہ کتاب دیکھ لوں۔ انہوں نے بڑے نخرے سے اجازت دی۔ جیسے ہی آپ نے کتاب کھولی۔ اس میں اوّل صفحے پر یہ عبارت نکلی۔

درآخرِ زماں ایں چنیں مشائخ باشند کہ درخلا معصیت کنند۔ ودر ملا چوں بر بوریائے ایشاں کسے پا نہد قیامت قائم کنند۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۸)

یعنی آخر زمانے میں ایسے مشائخ ہونگے کہ تنہائی میں گناہ کریں گے اور ظاہر میں اگر کسی کا پاؤں ان کے بوریہ پر پڑ جائے گا۔ تو قیامت برپا کردیں گے۔

آپ نے یہ عبارت پڑھی اور پھر کتاب شیخ علی کے آگے کردی۔ اور کہا کتاب آپ کی ہے۔ اور بے قصد یہ عبارت نکلی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

جب شیخ علی نے یہ عبارت پڑھی تو بہت شرمندہ ہوئے اور آپ سے معذرت کی۔

حضرت شیخ متوکل کو کتاب ''جامع الحکایات'' بہت پسند تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ اس کتاب کو نقل کرالیں۔ چونکہ عسرت بہت تھی۔ اس لئے عرصے تک یہ آرزو رہی۔ اور سامان فراہم نہ ہوسکا۔ کبھی کاتب میسر نہ آیا۔ کبھی کاغذ اور کتابت کی اجرت ایک کتاب بھی نقل نہ کراسکے۔ جبکہ اتنا سستا زمانہ تھا کہ ایک درم میں کتاب کے کاغذ خریدے جاسکتے تھے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۸)

ایک دن ایک کاتب حمید نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے کہا حمید!

''دیر باز است تا میخواہم جامع الحکایات را بنویسانم ہیچگونہ میسر نمی آید''۔

(فوائد الفواد صفحہ ۲۸)

یعنی بہت دن سے میری یہ خواہش ہے کہ جامع الحکایات کو نقل کرالوں مگر کسی

طرح یہ آرزو پوری نہیں ہوتی۔

حمید نے عرض کی کہ اس وقت کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا ایک درم۔ حمید نے وہ درم آپ سے لے لیا اور کاغذ خرید کر کتابت شروع کردی۔ جب وہ کاغذ ختم ہوگئے تو کچھ اور فتوح آگئی جس سے کاتب کی اجرت بھی نکلی اور اس طرح وہ کتاب نقل ہوئی۔

آپ کا دستور تھا۔ کہ جس طرح دہلی سے بدایوں اپنے بڑے بھائی سے ملنے جایا کرتے تھے۔ اسی طرح اجودھن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب واپس دہلی روانہ ہوتے تو وقتِ رخصت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرتے کہ جس طرح اب آیا ہوں۔ آئندہ بھی حاضری نصیب ہو۔ اس زمانہ میں جبکہ سفر کی سہولتیں میسر ہیں۔ یہ بات کچھ اہم معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن غور فرمایئے۔ کہ آج سے آٹھ سو برس قبل جبکہ سفر کو لوگ سقر سے تعبیر کرتے تھے۔ شیخ متوکل ہر سال اجودھن سے دہلی اور دہلی سے بدایوں جاتے رہتے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعد فاتحہ دعا کی اور فرمایا: بارہا آؤ گے چنانچہ آپ اس واقعہ کے بعد ۱۹ مرتبہ اجودھن حاضر ہوئے۔

جب ۱۹ ویں مرتبہ واپس[1] جانے لگے۔ تو نہ معلوم کیا خیال آیا کہ پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ اس واقعہ کے بعد سے یہ ۱۹ ویں حاضری ہے۔ دعا فرما دیجئے کہ آئندہ سال بھی حاضری ہوجائے تا کہ ۲۰[1] حاضریاں پوری ہوجائیں۔ یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت فرمایا۔

اور جب حضرت متوکل دہلی آئے تو کچھ مدت کے بعد ۹/ رمضان المبارک کو آپ کا انتقال ہوگیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب[2] ۱۴ رمضان المبارک کو مجھے خلافت نامہ عطا فرمایا تو ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ

1- فوائد الفواد صفحہ ۴۲ و سیر الاولیاء صفحہ ۱۶۹

2- سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۶

اس خلافت نامہ کو ہانسی میں مولانا جمال الدین کو اور دہلی میں قاضی منتجب رحمۃ اللہ علیہ کو دکھالینا۔ مگر حضرت نے شیخ متوکل کا اسم گرامی نہیں لیا۔ مجھے خیال آیا کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت نے حضرت متوکل کو خلافت نامہ دکھانے کیلئے نہیں فرمایا۔ کہیں حضرت ان سے ناراض تو نہیں ہیں۔ مگر میں جب دہلی آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت متوکل کا انتقال ۹ رمضان المبارک کو ہو گیا تھا۔

حضرت مولانا فخر الدین صفاہانی رحمۃ اللہ علیہ

اصفہان کے رہنے والے تھے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو کر مدتوں جماعت خانہ میں آپ کی زیر تربیت رہے۔ آخر میں بلگرام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہاں کے لوگ آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے ایک درویش داؤد نامی کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج کر یہ عرض کیا۔ کہ لوگ مجھ سے بیعت ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ آپ ازراہِ کرم مجھے مرید کرنے کی اجازت دے دیجئے لیکن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی یہ درخواست ردّ کر دی۔

ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے تنہائی میں ان کی سفارش کی اور دوسری مرتبہ حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ پسر شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ۔ لیکن حضرت نے سب کچھ سن کے فرمایا کہ:

''ایں کارِ حق است۔ بآرزو نیست۔ ہر کہ قابل باشد ناخواستہ بیابد''۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۳۴۶)

یعنی یہ کارِ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کسی کے آرزو کرنے سے حاصل نہیں ہوتا جو قابل ہوگا۔ بغیر آرزو پائے گا۔

اس واقعہ کے کچھ عرصے کے بعد ایک دن پھر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

رحمۃ اللہ علیہ نے اچھا وقت دیکھ کر عرض کیا کہ مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ پر کرم فرمایا جائے۔ حضرت نے اس کے جواب میں ازراہِ نوازش آپ سے پوچھا: تو کیا چاہتا ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ:

''حاکم مخدوم است او در ظاہر درویشی مشغول می نماید''۔

حضور مالک ہیں۔ بظاہر تو وہ کارِ درویشی میں لگا ہوا ہے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ سیّد بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت نامہ لکھوا کر فخر الدین کو بھجوا دو۔

اس واقعہ کے کچھ عرصے کے بعد مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو آپ نے ان کو بتایا کہ اس طرح سے آپ کو خلافت نامہ لکھوا کر بھجوایا ہے۔ جب انہوں نے یہ ذکر سنا تو وہ خوش نہ ہوئے یہ دیکھ کر حضرت نظام الدین اولیاء کو خیال آیا کہ بیشک:

''آنچہ در باب او شیخ می فرمود حق ہماں بود''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۴۶)

ان کے متعلق جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا اور یہ بات حضرت نے اس ضمن میں فرمائی کہ کسی شخص نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا۔ کہ وہ کونسے اوصاف ہیں جس کے سبب آدمی خلافتِ مشائخ کے لائق سمجھا جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ:

''اوصافِ ایں کار بسیار است فاما دراں ایام کہ خواجہ من مرا بدولتِ خلافت خود رسانید۔ روزے مرا گفت باری تعالیٰ ترا علم و عقل و عشق دادہ است۔ ہر کہ ایں سہ صفت موصوف باشد از و خلافت، مشائخ نیکو آید''۔

یعنی اس کام کیلئے بہت سی صفات ضروری ہیں۔ جس زمانے میں میرے خواجہ نے مجھے اپنی دولتِ خلافت عطا فرمائی ہے۔ ایک دن مجھ سے فرمایا۔ باری تعالیٰ نے تجھ کو علم و عقل و عشق عطا فرمایا ہے۔ جو کوئی ان تینوں صفتوں سے موصوف ہوتا ہے۔ اسے مشائخ کی خلافت زیب دیتی ہے۔

Scanned with CamScanner

اس کے بعد فرمایا میں نے اپنے حضرت سے سنا ہے کہ مشائخ اپنی خلافت تین طرح پر دیتے ہیں۔

اوّل محکم و بہتر است و آں رحمانی است و دراں خیر و برکت بسیار است و آنست کہ پیر در باب یک ملہم میشود و حق تعالیٰ بغیر واسطہ در دلِ شیخ می اندازد کہ فلاں را خلافت بدہ۔

دوم آنست کہ شیخ در مرید معاملہ نیکوی بیند اجتہاد میکند و اجتہاد احتمال خطا و صواب دارد۔

سوم آنست کہ بشفاعت وعنایت کسے اورا خلافت میدہد۔

اول محکم و بہتر ہے اور وہ رحمانی خلافت ہے اور اس میں بہت زیادہ خیر و برکت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ پیر کو کسی مرید کے متعلق الہام ہوتا ہے اور حق تعالیٰ بغیر کسی واسطہ کے شیخ کے دل سے ڈالتا ہے کہ فلاں کو خلافت دے دو۔

دوسرا یہ کہ شیخ کسی مرید کے حالات کو اچھا دیکھتا ہے اور اپنے اجتہاد سے کام لیتا ہے اور اجتہاد میں احتمال خطا و صواب دونوں ہیں۔

تیسرا وہ ہے کہ کسی کی سفارش وعنایت سے شیخ کسی مرید کو خلافت عطا فرماوے۔

حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

مرشد و مخدوم شیخ صابر صابر   در صبر و رضا اوّل و آخر صابر
گفتم کر بود در اولیاء جوہر فرد   خود روح فرید گفت صابر صابر

(گرامی)

آپ کے والد ماجد کا نام سیّد عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو حضرت غوث[1] پاک کی اولاد میں تھے۔ آپ کے تفصیلی حالات سیر الاقطاب، امراۃ الاسرار اور اقتباس الانوار

1- تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر جلد دوم صفحہ ۴۲

وغیرہ کتب میں درج ہیں جو آپ کے انتقال کے تقریباً ۳۰۰ برس بعد لکھی گئی ہیں اور ان سب روایتوں کا مآخذ یا تو روحانی کتابیں ہیں (نطاب) یا بزرگوں کی سینہ بسینہ روایات۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب اخبار الاخیار میں حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ:

شیخ علی صابر است داماد شیخ فرید الدین و خلیفہ او بود۔ قبر او در قصبہ کلیر است وسلسلہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ بہ وے منتہی مے شود۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۶۹)

یعنی شیخ علی صابر ہے جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور خلیفہ تھے اور ان کا مزارِ پاک قصبہ کلیر میں ہے اور حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا سلسلہ ان تک منتہی ہوتا ہے۔

آپ سلسلہ چشتیہ کی ان عظیم و مبارک ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی شہرت قیامت تک آفتاب و مہتاب کے دامن سے وابستہ رہے گی۔ چشتیہ سلسلہ کی توسیع و اشاعت اس وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صرف دو خلفاء سے زیادہ جاری ہے۔

1- حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ۔
2- حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کلیر شریف کی ولایت عطا فرمائی تھی۔ آپ کی ولایت حقّہ کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ آپ کے سلسلے میں اکمل اولیاء کی ایک بے بہا، سلک مروارید نظر آتی ہے جس کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے حضرت شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جلال الدین کبیر اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی وغیرہ وغیرہ۔

جناب محمد اکرم صاحب صابری اقتباس الانوار میں لکھتے ہیں کہ:

"دے محبوب تریں خلفاء و خواہر زادہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر است و

Scanned with CamScanner

درارادت ازاکثر یاران اعلیٰ سابق بود"۔(اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۴)

یعنی وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ترین خلفاء میں سے تھے اور آپ کے خواہرزادہ اور شرف بیعت میں اکثر یارانِ اعلیٰ سے متقدم تھے۔

آپ مظہرِ قہر وجلال اور سیف زبان تھے اور بقول صاحبِ اقتباس الانوار نزدیک ایں طائفہ مقرر است کہ ہر یک ولی را بر ولایت یک نبی میشود۔(اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۴)

العلماء ورثۃ الانبیاء اشارت ازیں مقام است۔

یعنی اس گروہ صوفیہ کے نزدیک یہ بات مقرر شدہ ہے کہ ہر ولی کی ولایت کسی نبی کی ولایت پر ہوتی ہے۔علماء انبیاء کے وارث ہیں۔اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

او بر قلب اسرافیل بود وولایت موسوی داشت صلوٰۃ اللہ علیہ۔

یعنی مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ قلب اسرافیل پر تھے۔اور موسوی ولایت رکھتے تھے صلوٰۃ اللہ علیہ۔

جناب اللہ دیا صاحب چشتی صابری نے اپنی کتاب سیر الاقطاب میں حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"سیّد صحیح النسب است و خدمت حضرت گنج شکر بسیار کرد چنانکہ آنحضرت از عنایت مہربانی در باب وے فرمود کہ علمِ ظاہری و باطنی من بہ شیخ نظام الدین بداؤنی رسیدہ و علم ظاہری و باطنی پیر من بہ شیخ علاؤ الدین احمد صابر"۔

یعنی آپ صحیح النسب سیّد تھے اور آپ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت خدمت کی ہے اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حق میں انتہائی لطف وکرم کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا ظاہری و باطنی علم تو شیخ نظام الدین بداؤنی کو پہنچا اور میرے پیر کا ظاہری و باطنی علم علاءالدین علی احمد صابر کو پہنچا۔

ان ہی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب مخدوم

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لنگر کی تقسیم کا کام سپرد کیا ہوا تھا جس کو جناب نے بہت اچھے طریقہ پر ۱۲ سال انجام دیا اور خود اس مدت میں لنگر خانہ سے کچھ بھی تناول نہ فرمایا اور صائم النہار اور قائم اللیل رہے۔۱۲ سال بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن جناب مخدوم پاک کو بلا کر پوچھا کہ:

"بابا علاؤ الدین شما کہ طعام قسمت میکنید خود ہم چیزے میخورید یا نے گفت بندہ را بے اجازت حضرت پیر دستگیر چہ قدر مجال است کہ یک دانہ ازاں بخورد۔فرمود شیخ علاؤ الدین علی احمد ماصابر ست ازاں روزے قدس سرہ بہ خطاب صابر مخاطب گشت"۔

یعنی بابا علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ تم سب کو کھانا تقسیم کرتے ہو۔خود بھی کچھ کھاتے ہو یا نہیں انہوں نے عرض کیا کہ بندہ کی کیا مجال ہے جو آنجناب کی اجازت کے بغیر ایک دانہ بھی کھایا ہو۔یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ہمارا شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر ہے۔اس دن سے آنجناب قدس سرہ کا خطاب صابر ہوا۔

صابری شیوخ کی متفقہ روایت کے مطابق جو تقریباً تھوڑے فرق سے ہر کتاب میں درج ہے۔حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلافت نامہ لے کر کلیر شریف پہنچے تو وہاں کے علماء نے آپ کا انکار کیا۔کیونکہ:

او قلندر مشرب بود و ابدال وش میگذرانید در آراستگی باطن چنداں مستغرق بود کہ بہ رسم ظاہر التفات نداشت۔(اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۵)

یعنی آپ قلندر مشرب تھے اور ابدالوں کی طرح پر رہتے تھے اور اپنے باطن کی آراستگی میں اتنے مستغرق تھے کہ ظاہری رسوم پر بالکل التفات نہ تھا۔

آپ نے کلیر شریف کے باشندوں کی اس بے التفاتی اور انکار پر کوئی توجہ نہ دی۔ بلکہ اپنے کام میں مصروف رہے۔یہاں تک کہ ایک جمعہ کو آپ کے ہمراہی جامع مسجد گئے۔اور ممبر کے قریب بیٹھ گئے۔کہ یہی جگہ مشائخ اور علماء کیلئے موزوں ہے۔کچھ دیر کے بعد نمازی کثرت سے آنے لگے اور انہوں نے آپ کے احباب کو اس جگہ سے اٹھا

Scanned with CamScanner

کر پچھلی صفوں میں چلے جانے کیلئے کہا۔تو ان پاک نفوس نے کہا کہ:

جائے خالی بود ما آمدہ نشیتم از مکارم اخلاق خود معذور باید داشت۔

(اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۶)

یعنی جگہ خالی تھی۔ہم پہلے آئے اور یہاں بیٹھ گئے۔آپ اپنے مکارم اخلاق سے ہم کو معذور رکھیے۔کیا یہ درست ہے۔آپ پہلے سے آئے ہوئے لوگوں کو اٹھا کر خود بیٹھنا چاہتے ہیں۔حالانکہ آپ بعد میں آئے ہیں۔

یہ معقول بات سن کر انہوں نے یہ جاہلانہ جواب دیا کہ یہ جگہ ہمارے آباؤ اجداد سے متعلق ہے۔یہاں ہم کسی دوسرے کو نہیں بیٹھنے دیں گے۔جب بات بڑھی تو بلند آواز سے گفتگو ہونے لگی اور مسجد کا احترام بالائے طاق رکھ کر لوگوں نے چیخنا شروع کر دیا۔اس پر حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور ان سے فرمایا کہ:

''صاحبِ ولایت ایں دیار برائے نشستن چنین جائے از شما سزاوار تر است''۔(اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۶)

یعنی تم سے زیادہ صاحبِ ولایت اس دیار میں بیٹھنے کا مستحق ہے۔

یہ سن کر وہ لوگ چلائے کہ تمہارے پاس اس دیار کا صاحبِ ولایت ہونے کی کیا دلیل ہے۔تری باتوں کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔آپ نے جب ان کی یہ بات سنی تو:

''اوراغیرت مظہر جلال درکار شد و حالے عجب رونما گشت پس از مسجد بر آمدہ۔گفت کہ برہانش ایں است کہ شما دریں ساعت ہمہ بمیرند''۔

(اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۶)

یعنی آپ کو جلال آگیا اور آپ کی عجیب حالت ہوگئی۔پھر آپ مسجد سے باہر آگئے اور فرمایا دلیل یہ ہے۔تم سب اسی وقت مر جاؤ گے۔

الغرض نماز شروع ہوئی۔اور لوگ جب رکوع میں گئے تو آپ نے مسجد کو گرنے کا اشارہ کر کے فرمایا: تو بھی رکوع کر۔آپ کی زبان سے یہ بات نکلتے ہی مسجد ایک دم

آپڑی۔اور کئی ہزار آدمی اس کے نیچے دب کر مر گئے۔جس میں تقریباً چار سو علماء اور مشائخ تھے۔

اس کے بعد جلال میں فرمایا کہ:

حالا ایں معنی سود مند نیست من از حق تعالیٰ خواستہ ام و اجابت شد کہ ہیچ کس از ساکنانِ ایں قصبہ زندہ نہ ماند و بعد ازیں ہرگز آباد نہ شود کہ نزدیک من ویرانی ایں جا بہ از آبادانی ست۔

یعنی ابھی یہ کام درست نہیں ہوا۔میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے اور وہ قبول ہوئی ہے۔کہ کوئی ایک آدمی بھی اس قصبہ کا رہنے والا زندہ نہ رہے۔اور آج کے بعد یہ جگہ ہرگز آباد نہ ہو۔کیونکہ اس جگہ کی ویرانی میرے نزدیک آبادی سے بہتر ہے''۔

پس آپ کی اس دعا کے اثر سے اسی سال کلیر میں وبائے عظیم پھیلی اور ایک متنفس بھی زندہ نہ بچا اور قصبہ بالکل ویران ہو گیا۔

جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب چشتی صابری نے اپنی کتاب مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ:

''وے قدس سرہ معاصر حضرت سلطان المشائخ نظام الدین بداونی رحمۃ اللہ علیہ بود با حضرت سلطان المشائخ محبتے فوق الحد داشتے و چند سال پیش حضرت سلطان المشائخ ازیں مقام نقل فرمودہ مرقدِ پاک وے قدس سرہٗ در قصبہ کلیر قبلۂ حاجاتِ خلق است و تصرفاتِ ولایت اوالآن ہمچناں جاری ست''۔(مراۃ الاسرار بحوالہ اقتباس الانوار صفحہ ۱۸۸)

یعنی حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین بداؤنی کے ہم عصر تھے اور آپ کو حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے چند سال بے حد محبت تھی اور آپ کا انتقال حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے چند سال پیشتر ہوا۔آپ کا مرقدِ پاک کلیر میں قبلہ حاجاتِ خلق ہے اور

آپ کے تصرفات ولایت اس وقت تک اسی طرح جاری ہیں۔

صابریہ سلسلہ کی توسیع واشاعت حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے شروع ہوئی۔ آپ سے پہلے یہ سلسلہ زیادہ مشہور نمایاں نہ تھا۔ خود بانی سلسلہ حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات نے سلسلے کیلئے کیا کیا کام کیے اور مسند ارشاد کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کے بعد مخلوق خدا کی کیا خدمات انجام دیں اس سے معاصر تذکرے اور تاریخیں بالکل خالی ہیں۔ اور جن لوگوں نے ۳۰۰ برس بعد تفصیلی حالات تحریر کیے ہیں وہ تمام کے تمام قابل وثوق نہیں مانے جاتے کیونکہ ان میں سے اکثر کا ماخذ باطنی کتابیں (نطاب) میں یا سینہ بسینہ روایات۔ یہاں یہ باتیں اس لئے تحریر کر رہا ہوں کہ بعض لوگوں نے ان باتوں سے غلط نتائج اخذ کئے ہیں اور حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کے وجود سے انکار کی جرأت کر گئے ہیں۔ حالانکہ بعض اور دوسرے بزرگوں کے حالات بھی اخفا میں ہیں۔ حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کی مثال صحابی رسول اللہ ﷺ جناب سیدنا عبدالعزیز علمبردار مکی رضی اللہ عنہ کی سی ہے۔ جن کا نام گرامی اور حالات اسماء الرجال کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے اصحابِ حدیث نے حضرت سیدنا عبدالعزیز مکی کی صحابیت بلکہ وجود سے انکار کی جرأت کی ہے۔ مگر اہل حق جانتے ہیں کہ جس طرح رجال کی کتابوں میں آپ کا نام نامی نہ ہونے سے نہ آپ کی صحابیت سے انکار ثابت ہوتا ہے اور نہ وجود کی نفی۔ یہی حال مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

حضرت مخدومِ پاک رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص وجدانی کیفیت رکھتے تھے۔ ایسی کیفیت والے بارگاہِ اعلیٰ میں یوں عرض کیا کرتے ہیں۔ الٰھی استرنی فی بلادكَ بین عبادكَ یعنی یا اللہ! مجھے اپنی آبادیوں میں اپنی مخلوق سے پوشیدہ کر دے۔ دوسرے ہمارے پاس قوی دلیل چشتیہ سلسلہ کی معتبر کتاب سیر الاولیاء کی ہے جس میں صاف تحریر ہے کہ "حضرت مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ صاحب نعمت درویش تھے اور ثابت قدم اور نفس گیرا رکھتے تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو خلافت حاصل تھی"۔ اب

فرمایئے کیا اعتراض ہے۔ قلب کو کور بصری کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں غالباً بہ شک وشبہ اور تکلیف دہ غلط روایات صاحب سیر الاقطاب کی رطب و یابس روایات سے معرض وجود میں آئی ہیں جنہوں نے جمالیوں اور صابریوں کے درمیان مستقل ایک نزاع کی صورت اختیار کر لی ہے جس سے صاحبِ بصیرت چشتیوں کا خواہ وہ صابری ہوں خواہ جمالی یا نظامی سخت دکھ ہوتا ہے۔ اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ اسلام کا وہ گروہ جس کی تعلیم یہ کہ دشمنوں کو راضی کئے بغیر روحانی مدارج طے نہیں ہو سکتے اس کے دعویداروں نے دوستوں کی دل آزاری کیلئے دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہوں۔

ترا سایہ دشمنی چرا گنجی
جائیکہ خیال دوست زحمت باشد

بعض دوست امیر خورد کرمانی سے ان کی اس مختصر نویسی کی وجہ سے سخت ناراض ہیں مگر خود بھی زیادتی ذکر کے شوق میں چند ایسی روایات تحریر کر گئے ہیں جو حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و بزرگی کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ آپ کے یا دوسرے اولیاء کے خلاف دل میں تعصب یا دشمنی رکھنا بدنصیبی کی علامت ہے۔ اللّٰھم احفظنا۔

صاحبِ سیر الاولیاء کے تحریر کردہ حالات بعد کی دوسری کتابوں سے مختلف ہیں۔ بقول حضرت عبدالحق محدث دہلوی سمجھ میں نہیں آتا کہ سیر الاقطاب کے علی احمد صابر اور سیر الاولیاء کے شیخ علی صابر ایک ہی ہیں۔ صاحبِ سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ میں نے والد ماجد سے سنا ہے کہ:

"درویشے بود بزرگ صاحبِ نعمت کہ او را شیخ علی صابر گفتندے درویشے قدمے ثابت و نفس گیرا داشت و ساکن قصبہ ڈیکری بودے و پیوند بخدمتِ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز داشت و از حضرت شیخ شیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اجازت بیعت بود"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۵)

یعنی ایک درویش تھے بڑے بزرگ اور صاحبِ نعمت ان کو شیخ علی صابر

رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے ثابت قدم اور نفس گیرا رکھتے تھے۔ (یعنی جو کچھ کہتے تھے وہ ہو جاتا تھا) وہ قصبہ ڈیکری میں رہتے تھے۔ ان کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اجازت تھی۔ وہ آپ ہی کے مرید تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو خلافتیں عطا فرمائیں تو ہر ایک کو رخصت کرتے وقت وصیت و نصیحت فرمائی تو حضرت شیخ علی صابر نے عرض کیا۔ بندہ کیلئے کیا حکم ہے۔ تو آپ نے فرمایا:

"اے صابر برو بہو کہا خواہی کرد۔ یعنی ترا عیش خوش خواہد گذشت"۔

یعنی اے صابر جاؤ تمہارا اچھے عیش کے ساتھ گذران ہوگا۔

الغرض تا آخر عمر شیخ علی صابر را عیشے خوش گذشت او مرد خوش باش و کشادہ ابرو بود علیہ الرحمہ۔

یعنی وہ آخر عمر تک بڑی راحت کے ساتھ رہے اور خوش باش اور کشادہ آبرو تھے۔ علیہ الرحمہ

سلسلہ حضرت مخدوم شمس الدین ترک پانی پتی سے جاری ہوا۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

حضرت مولانا عارف رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ اوچھ کے رہنے والے تھے اور علم و فضل میں یکتا۔ ابتداً جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ عقیدت تھی۔ ایک دن انہوں نے حاکم اوچھ سے کہا کہ میں اجودھن جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کو جا رہا ہوں اس حاکم کو بھی غائبانہ حضرت سے اعتقاد تھا۔ اس نے یہ سن کر مولانا عارف کو دوسو[1] روپے دیئے اور کہا کہ:

1- فوائد الفواد صفحہ ۲۱۵ صد تنگہ بدست عارف داد۔ سیر اولیاء صفحہ ۱۸۵ آن ملک یک صد تنگہ بدست ایں عارف بخدمت شیخ الشیوخ العالم فرستاد۔

"چوں بقصبہ اجودھن رسی ایں دویست تنگہ سفید پیش حضرت سلطان المشائخ فرید الملۃ والدین قدس سرہ نہی داز من نیازے معروض داری و فاتحہ استمداد نمائی"۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۵)

یعنی جب اجودھن پہنچو تو یہ دوسو روپے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرنا اور میرے لئے دعا کی درخواست کرنا۔

مولانا عارف اجودھن پہنچے تو خیال آیا کہ حاکم نے خط تو تحریر کیا نہیں ہے جس میں رقم کا تعین ہو۔ لہٰذا اگر میں آدھی رقم خود رکھ لوں اور آدھی حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پیش کر دوں تو کیا مضائقہ ہے۔ یہ سوچ کر مولانا عارف نے نصف رقم خود رکھ لی۔ اور نصف رقم لے کر جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد قدم بوسی وہ نصف رقم آپ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ:

"فلاں ملک مخلص و معتقد شما است صد تنگہ بدست من شکرانہ نمودہ است۔ قبول نمایند"۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۵ فوائد الفواد صفحہ ۲۱۵)

یعنی فلاں ملک نے جو آپ کا مخلص و معتقد ہے۔ یک صد روپیہ مجھے آپ کا شکرانہ پیش کرنے کیلئے دیا ہے۔ قبول فرمائیے۔

یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا کہ[1]:

"مولانا عارف حق برادری بریں درویش درست ساختی کہ نقود شکرانہ بنصفا نصفی انداختی"۔

یعنی مولانا عارف تم نے اس درویش کے ساتھ حق برادری خوب نبھایا کہ نقد شکرانہ کو نصفا نصفی تقسیم کر لیا۔

حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ علیہ اور کرمانی کا بیان ہے کہ حاکم اوچھ نے یک صد روپیہ دیا

1- سیر العارفین صفحہ ۵۵ فوائد الفواد صفحہ ۲۱۵ و سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۴ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمود عارف قسمت برادر وار کردی۔

تھا لیکن جمالی نے دوصدروپیہ لکھا ہے۔ بہرصورت مولانا نے نصف رکھ لیے تھے جس پر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "عارف قسمت برادروار کردی"۔

یہ سن کر مولانا عارف بہت شرمندہ ہوئے اور بقایا نصف رقم اور اس کے ساتھ اپنا کل سرمایہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اسی وقت آپ سے بیعت کی اور محلوق ہوئے اور خدمت میں ایسے راسخ ہوئے کہ استقامت حاصل ہوگئی۔

مولانا عارف حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ میں تھوڑا عرصہ رہے لیکن حضرت کے فیضان نے ان کو خوب نوازا اور وہ بہت جلد واصلانِ حق میں شامل ہوگئے اور جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنی خلافت عطا فرمائی اور سیستان کی ولایت بخشی۔

مولانا جمالی نے لکھا ہے کہ:

"میانِ اندک ایام از شیخ المشائخ خرقہ خلافت یافت و یکے از واصلانِ حق تبارک تعالیٰ گشت چنانچہ اوراحضرت شیخ بولایت سیستان تعین فرمودتا مردم آں دیار از وے فیض شامل ونصیبے کامل حاصل نمائید"۔

(سیر العارفین صفحہ ۵۶)

یعنی تھوڑے دنوں میں انہوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت پالیا اور وہ واصلانِ الٰہی میں سے ایک ہوگئے اور پھر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ولایت سیستان میں ان کو مقرر فرمایا تا کہ اس ملک کے لوگ ان سے فیض حاصل کریں۔

لیکن چند دن کے بعد مولانا عارف رحمۃ اللہ علیہ اپنا خلافت نامہ لے کر حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ مجھ پر حضور نے عنایت بے پایاں فرمائی ہے اور اپنی غلامی میں قبول فرمالیا ہے میرے لئے تو یہی کافی ہے۔ بیعت کرنا مشائخ کا کام ہے۔ آپ نے مجھے سیستان کی ولایت عطا فرمائی ہے

اور وہاں چلے جانے کا حکم دیا ہے اگر حضور مجھے بیت اللہ شریف جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں تو عین بندہ پروری ہوگی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے از راہ مہربانی ان کی درخواست منظور فرمائی اور وہ بیت اللہ شریف روانہ ہوگئے اور پھر وہاں سے واپس نہ آئے۔

حضرت مولانا حمید رحمۃ اللہ علیہ

دہلی کے ایک مشہور و معروف عالم حضرت مولانا حمید تھے۔ انہوں نے طغرل داروغہ بنگال کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ فوائد الفواد میں ہے کہ:

"چاکرطفلِ ظفری کہ در آخر حال بلکھنوتی خود را بادشاہ ساختہ"۔

(فوائد الفواد صفحہ ۲۰۴)

در ملازمتِ طغرل کہ سلطان غیاث الدین او را داروغہ بنگال کردہ بود۔

اور جب سلطان غیاث الدین بلبن نے اس کو بنگال بھیج دیا تو مولانا حمید کو بھی وہ اپنے ہمراہ بنگال لے گیا۔

ایک روز مولانا حمید رحمۃ اللہ علیہ اس کی پیشی میں کھڑے تھے کہ ان کو ہوا میں ایک لطیف صورت نظر آئی جس نے مولانا سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے حمید! تو اس شخص کے سامنے ہاتھ باندھے کیوں کھڑا ہے۔ یہ کہا اور غائب ہوگئی۔ مولانا اس معاملہ کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ ابھی وہ اسی شش و پنج میں تھے کہ وہ صورت پھر سامنے آئی اور پھر سابقہ جملہ دہرایا۔ مولانا نے گردن جھکالی اور سوچنے لگے۔ کہ کیا معاملہ ہے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ آخر پھر سر اٹھایا تو دیکھا وہ صورت ہوا میں معلق موجود ہے اور اس نے پھر مولانا سے فرمایا حمید! تو اس کے سامنے ہاتھ باندھے کیوں کھڑا ہے؟ یہ سن کر اس مرتبہ مولانا حمید نے جواب دیا کہ میں اس کے سامنے اس لئے ہاتھ باندھے کھڑا ہوں کہ یہ میرا آقا ہے۔ میں اس کا ملازم ہوں۔ یہ مجھے تنخواہ دیتا ہے۔ اس صورت نے جواب دیا کہ:

Scanned with CamScanner

تو عالمے داد جاہل تو حُرے داد۔ بندہ تو صالحے داد و فاسق۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۰۴)

یعنی تو عالم ہے اور وہ جاہل، تو آزاد ہے اور وہ غلام، تو صالح ہے اور وہ فاسق، تیرا اس طرح اس کے سامنے کھڑا ہونا غیر مناسب ہے۔

یہ کہا اور وہ صورت غائب ہوگئی۔

اس مرتبہ مولانا کا دل بھی برگشتہ ہوگیا۔ اور آپ نے اپنے داروغہ سے کہا کہ: میرا حساب کتاب دیکھ لیجئے۔ میں آپ کی ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کیوں فضول گوئی کرتا ہے۔ کیا دیوانہ ہوگیا ہے۔ مولانا نے جواب دیا، بس میں اب ملازمت نہیں کرسکتا۔ مجھے قناعت حاصل ہوگئی ہے۔

الغرض مولانا حمید رحمۃ اللہ علیہ بنگال سے روانہ ہوکر دہلی آنے اور یہاں سے اجودھن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ:

اے مولانا حمید! دیدی کہ بہ چہ صورت ترا دریں جا آوردہ ام۔

(سیر العارفین صفحہ ۵۵)

یعنی اے مولانا حمید تم نے دیکھا کہ ہم کس طرح تم کو یہاں لے آئے۔

مولانا اسی وقت بیعت ہوئے اور استقامت کے ساتھ ترک و تجرید اختیار کرلیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں لگ گئے اور بابا صاحب نے تکمیل سلوک کے بعد خلافت عطا فرمائی۔ پھر ایک دن آپ نے ان سے فرمایا:

تو ایں زمان مثلِ ستارہ شُدی کہ ستارہ در مقابل مہتاب نور نہ دہد۔

یعنی تم اس وقت مثل ستارہ کے ہو۔ اور ستارہ چاند کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ لہٰذا تم کیلوکری جا کر رہو۔ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔

یہ سن کر مولانا جماعت خانہ میں آ گئے۔ رات کو مولانا کے کچھ احباب بیت اللہ شریف کے لئے تیار ہوگئے۔ تو مولانا بھی صبح حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور نے مجھ کو کیلوکری قیام کیلئے فرمایا ہے میرے احباب

بیت اللہ شریف جا رہے ہیں۔ حضور از راہِ بندہ نوازی مجھے بھی بیت اللہ جانے کی اجازت مرحمت فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اجازت ہے۔

مولانا جمالی نے لکھا ہے کہ:

مولانا حمید استاد و سر بر زمین نہاد و عرض نمود کہ خداوند گار شکستہ نواز مرا عنایت نمودہ۔ رخصت فرمایند کہ بزیارت حضرت رسالت مشرف شوم و در بیت الہ گردِ ادبارِ بآب زمزم فراشویم حضرت شیخ مشار الہ فاتحہ و رخصت فرمود۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۵)

یعنی مولانا حمید کھڑے ہوئے اور پھر اپنا سر آپ کے سامنے زمین پر رکھا اور عرض کیا کہ خداوندِ شکستہ نواز مجھ کو از راہِ نوازش اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں زیارت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوں اور بیت اللہ شریف میں اپنی گرد ادبار کو آبِ زمزم سے دھوؤں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر ان کیلئے فاتحہ پڑھی اور رخصت فرمایا۔

حضرت مولانا حمید اپنے احباب کے ساتھ بیت اللہ شریف روانہ ہوئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہوکر واپس ہوئے تو راستہ میں انتقال فرمایا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ:

''من اورا دیدہ بودم مردے اہل بود گاہ گاہ تذکیر گفتے''۔

یعنی میں نے ان کو دیکھا ہے مردانِ حق کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ کبھی کبھی وعظ بھی کہا کرتے تھے۔ ان کے کلام میں بڑا سوز واثر تھا۔ اور میں نے اکثر ان کے وعظ سنے ہیں۔

سخن گیرا داشت مستمعاں را از حال می ربود۔

یعنی ایسا موثر کلام تھا کہ سننے والے میں کیفیت وحال پیدا ہو جاتا تھا۔ علیہ الرحمۃ الرضوان۔

Scanned with CamScanner

حَضرَتْ سُلطَانُ الْمَشَائخ خُواجَه

سیّد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی

قطب عالم نظام ملت و دیں — کافتاب کمال شد رخ او
وز جنید وز شبلی و معروف — یادگارے است ذات فرخ او
شیخ ایشان اگر چنیں بودند — ور نہ بودند ایں چنیں شیخ او

اسم مبارک محمد بن احمد ہے۔ نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے القاب سے مشہور ہیں۔ دہلی والے سلطان جی کہتے ہیں۔

۲۷/صفر المظفر ۶۳۶ھ آخری چہار شنبہ کو بدایوں میں پیدا ہوئے ۱۶ سال کی عمر میں علم منقول و معقول سے فراغت پائی۔ اور علماء نے آپ کا تجرِ علمی تسلیم کرتے ہوئے آپ کو بحاثِ محفل شکن کہا۔

آپ کے اساتذہ میں مولانا شمس الملک اور مولانا کمال الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ مشہور و معروف آدمی گزرے ہیں۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے مولانا کمال الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے شاہی امام کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی تھی۔ لیکن مولانا نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ ہمارے پاس نماز کے سوا اور ہے ہی کیا۔ کیا سلطان اسے بھی ہم سے چھین لینا چاہتا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ ہی سے حدیث شریف کی سند حاصل کی تھی۔ ۱۲ سال کی عمر میں آپ نے ابوبکر قوال سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات سنے۔ جس سے آپ کے دل میں جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غائبانہ اتنی محبت پیدا ہوئی کہ آپ ہر نماز کے بعد ''یا فرید'' کا وظیفہ پڑھنے لگے۔

۲۰ سال[1] کی عمر میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۷ رجب المرجب ۶۵۵ھ

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ — سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۶)

یعنی تیرے فراق کی آگ نے بہت سے دلوں کو کباب کر دیا۔ اور تیرے اشتیاق کے سیلاب نے بہت سی جانوں کو خراب کر دیا۔

بیعت کے ساتھ ہی فرمایا نظام الدین میں ولایت ہندوستان کسی اور کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔ کہ غیب سے حکم ہوا کہ ٹھہرو۔ نظام الدین بدایونی آ رہا ہے۔ یہ اس کا حق ہے۔ پھر آپ کو سیّد بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر کے فرمایا دہلی والے مہمان کی میزبانی بھی دہلی والے کو کرنی چاہیے۔

جماعت خانہ فریدیہ میں داخل ہو کر آپ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علم اصول میں حضرت ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تمہید المہتدی اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی عوارف المعارف اور تجوید کے ساتھ قرآن شریف کے چھ سیپارے پڑھے۔

۱۳/ رمضان المبارک ۶۵۹ھ کو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی۔ اور روزہ دار رہنے اور مجاہدہ جاری رکھنے کی ہدایت کی اور فرمایا اس خلافت نامہ کو دہلی میں قاضی منتجب رحمۃ اللہ علیہ کو اور ہانسی میں مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دکھا لینا پھر فرمایا:

اسعدکَ اللّٰہ فِی دَارَینِ رَزَقَکَ عِلماً نافِعًا عَمَلاً مَقْبُوْلاً۔ آمین۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۷)

یعنی اللہ تعالیٰ تجھ کو دونوں جہان میں نیک تریں بنائے اور علمِ نافع اور عملِ مقبول عطا فرمائے۔ آمین۔ اور تو ایک ایسا درخت[1] ہو جس کے سائے میں مخلوق خدا آرام کرے۔

اور رخصت کرتے وقت فرمایا کہ:

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۷ تو درختے شوی کہ در سایہ تو خلقے بیا ساید۔

تو بظاہر از ما غائب و بباطن با ما یک جا خواہی بُود۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۴۸)

یعنی ظاہراً تو مجھ سے دور ہو گا مگر باطناً میرے پاس یکجا ہی ہو گا۔ آپ حسب الحکم دہلی واپس آئے۔ اور مجاہدات و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ یہاں خلق کا رجوع اس کثرت سے ہوا کہ حد و شمار میں نہیں آ سکتا۔ لیکن ہجوم خلائق کے باوجود آپ کے اذکار و اشغال میں ایک لمحہ فرق نہیں پڑنے پاتا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ:

''حق تعالیٰ او را قبولے تام داد و خاص و عام را بوے رجوع شُد و ابواب فتوح بروے مفتوح گشت و عالمے از موائد احسان و انعام او فواید بر گرفتند و او خود بریاضت و مجاہدہ می بود۔ گویند کہ در آخر عمر کہ بسنِ شریفش از ہشتاد۔ متجاوز شدہ بود بغایت مجاہدہ پیش گرفتہ بود وصوام و دام داشتے و بوقت افطار اندک چیزے چشیدے وطعامیکہ وقت سحر بودے اکثر چناں بودے کہ نخوردے۔ خادم عرض داشت کردے کہ مخدوم وقت افطار طعام کمتری خورند۔ اگر طعام سحر اندک تناول نکنند حال چہ شود وضعیفِ قوت گیرد۔ دریں محل بگریستے وستے کہ چندیں مسکیناں و درویشان در کنجہائے مساجد و دوکانہا گرسنہ و فاقہ زدہ افتادہ اند۔ ایں طعام در حلقِ من چگونہ فرو رود و ہمچناں طعام از پیش بر می داشتند''۔ (اخبار الاخبار صفحہ ۵۶)

یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو نہایت مقبولیت عطا فرمائی۔ اور خاص و عام کا رجوع آپ کی طرف ہو گیا۔ آپ پر دروازہ فتوح کھل گیا۔ ایک عالم آپ کی مہمان نوازیوں اور عنایتوں سے سیراب ہونے لگا۔ لیکن آپ خود برابر ریاضت و مجاہدہ میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ آخر عمر میں جب سنِ شریف اسی سال سے بھی متجاوز ہو گیا۔ آپ سخت مجاہدوں میں مشغول رہتے تھے۔ اور صوم دائم رکھتے تھے۔ افطار کے وقت بہت قلیل غذا ہوتی

تھی اکثر سحری میں کچھ تناول نہ فرماتے تھے۔ خادم عرض کرتے کہ افطاری میں آپ بہت کم تناول فرماتے ہیں اور سحری بھی ترک ہوتی جا رہی ہے۔ تو اس عمر میں ضعف و نقاہت سے کیا حال ہو جائے گا۔ یہ سن کر مخدوم رونے لگتے اور فرماتے۔ اتنے فقیر اور محتاج مسجدوں اور دکانوں میں بھوکے پڑے ہیں۔ میرے حلق میں نوالہ کیسے اتر سکتا ہے۔ یہ فرما کر کھانا سامنے سے ہٹا دیتے۔

نماز و عبادت کی یہ حالت تھی کہ ساری رات نفل پڑھتے رہتے تھے پچانوے سال کی عمر میں پانچ وقت بالا خانے سے اتر کر جماعت سے نماز ادا فرماتے۔ سال میں ان پانچ دنوں کو چھوڑ کر جن میں روزہ رکھنا منع ہے تمام سال روزہ رکھتے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو خلافت نامہ آپ کو عطا فرمایا وہ ہم آگے جا کر نقل کریں گے اس میں جو الفاظ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کیلئے استعمال فرمائے ہیں وہ غور کے قابل ہیں۔ لکھا ہے کہ:

فرزندِ رشید پاک دیں و پاک رائے دانا و برگزیدہ آراستگی کردہ محمدی و دین محمدی۔ محمد پسر احمد زیب آوری اماماں و عالماں جائے فخر بزرگاں و متقیاں پس دست بزرگِ آں نظام الحق نائب دست ماست و آں نظام الملۃ از جملہ خلیفہ ہائے ماست و لازم گرفتن حکم آں نظام الحق در کارِ دیں و در کارِ دنیا از جملہ تعظیم ماست۔ پس رحم کند حق تعالیٰ کسے را کہ اکرام کند آں نظام الحق راد بزرگی دارد۔ کسے را کہ من بزرگ داشتم او را او مہان و خوار دارد۔ کسے را کہ نگاہ ندارد سرانکس حق کسے را کہ من نگاہ داشتم حق آں را صحیح و ثابت است۔ (سیر الاولیاء خلافت نامہ حضرت محبوب الٰہی صفحہ ۱۱۹، ۱۲۱)

یعنی ان کا بزرگ ہاتھ ہمارے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور یہ ہمارے خلفاء میں سے ہیں۔ دینی اور دنیاوی امور میں ان کی فرمانبرداری عین ہماری

تعلیم ہے۔ پس رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس شخص پر جو ان کا اکرام واحترام کرے اور ان کو بزرگ جانے کیونکہ میں ان کو بزرگ وعزیز رکھتا ہوں اور مہان وخوار کرے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو ان کے حقوق واحترام کو نظر انداز کردے جن کو میں نگاہ رکھتا ہوں۔ کہ ان کا حق درست وثابت ہے۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور جانشین کی حیثیت سے سلسلہ کی توسیع واشاعت اور مخلوق کی رشد وہدایت کا کام اس شان سے انجام دیا کہ شاید دوبارہ وہ سماں قیامت تک دیکھنے میں نہ آئے۔ مشہور مورخ ضیاء الدین برنی کی زبان سے سنیئے وہ آپ کے طریق رشد وہدایت اور فیضان عام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

حضرت سے مرید ہونے کی شرم لوگوں کو ظاہر اور باطن ممنوع باتوں کے ارتکاب سے بچاتی تھی۔ اور سب لوگ عملاً اور اعتقاداً عبادت واطاعت کی طرف راغب ہوگئے تھے۔ خواص وعام کے دلوں میں نیکی ونیکوکاری نے جگہ پکڑ لی تھی۔ آپ کے فیضِ صحبت سے بوڑھے، جوان، مرد، عورت، بچے، بازاری، عامی، نوکر، غلام سب نماز پابندی سے ادا کرتے تھے اور اکثر لوگ چاشت واشراق کے پابند ہوگئے تھے۔

(تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنی صفحہ ۳۴۳)

برنی نے کئی صفحات میں یہ حالات لکھے ہیں۔ پھر آخر میں لکھا ہے کہ:

خداوند تعالیٰ نے شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو اس زمانہ میں شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی مثل پیدا کیا تھا۔

(تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۳۴۶)

حضرت سلطان المشائخ کے وقت میں چشتیہ سلسلہ کی ترقی کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ ہزار ہا لوگ آپ کے دستر خوان پر روزانہ کھانا کھاتے تھے۔ آپ کی خانقاہ

کا دروازہ ہر ایک کیلئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ جس کو کچھ تکلیف ہوتی۔ کوئی رنج پہنچتا۔ کوئی مراد بر نہ آتی وہ محبوب الٰہی کی خانقاہ کی طرف رخ کرتا۔ آپ ہر ایک کا درد وغم سنتے۔ اس کو تسلی دیتے۔ اور پھر بارگاہِ الٰہی میں ایک ایک تکلیف آپنے اوپر طاری کرکے دعا فرماتے۔ تقریباً نصف صدی سے زائد عرصہ لوگ حضرت کی ذاتِ گرامی سے مستفیض ہوتے رہے۔

حضرت سلطان المشائخ کی تمام عمر مخلوق خدا کی خدمت گزاری اور دردمندی میں گزری۔ وہ دوست دشمن سب کے دوست تھے۔ ہر وقت ہر ایک کی مدد کیلئے تیار رہتے تھے۔ جب کسی کا دکھ سنتے تو بے چین ہوجاتے۔ اور جس طرح ممکن ہوتا اس کا مداوا کرتے اور فرماتے۔

عجب دلے باشد کہ غم برادر مُسلمان بشنود ودردے اثر نکند۔ (خیر المجالس صفحہ ۴۱)

یعنی وہ عجب دل ہوگا جو مسلمان بھائی کا غم سنے اور اس پر اثر نہ ہو۔

فوائد الفواد کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت کس طریقہ پر اپنے مریدین اور ملنے جلنے والوں کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ خدمتِ خلق اپنی زندگی کا مقصد بنایا جائے۔ جفا کے بدلے وفا اور گالیوں کے بدلے دعائیں دی جائیں اور امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتری وبرتری کیلئے ہر وقت کوشاں رہا جائے اور برائی کا بدلہ برائی سے ہرگز نہ دیا جائے۔ کیونکہ:

اگر یکے خار نہد و تو ہم خار نہی۔ ایں خار خار باشد۔ میاں مردماں ہم چنیں است کہ بانغراں نغوی باکوزاں کوزی امامیاں درویشاں ہم چنیں نیست بلکہ بانغزاں نغزی وباکوزاں ہم نغزی۔ (فوائد الفواد صفحہ ۸۷)

یعنی اگر کوئی کانٹا رکھے اور تو بھی اس کے عوض کانٹا رکھے تو کانٹے ہی کانٹے ہوجائیں گے۔ عام لوگوں میں تو یہ دستور ہے۔ کہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں۔ لیکن درویشوں میں یہ دستور نہیں

ہے۔ یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہیے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض لوگ برسرِ ممبر آپ کو برا کہتے ہیں۔ ہم سے نہیں سنا جاتا۔ آپ نے فرمایا میں نے ان کو معاف کر دیا۔ تم بھی معاف کر دو کیونکہ ہمارا شیوہ لوگوں کے ساتھ دشمنی میں مشغول ہونا نہیں ہے۔

ایک دن ایک قلندر نے خانقاہ میں آ کر آپ کے منہ پر آپ کو برا بھلا کہا۔ پھر کچھ سوال کیا۔ آپ نے اس کا سوال پورا کر دیا۔ اور لوگوں سے کہا اس سے ناراض مت ہوں۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ:

"معاملہ خلق بر خلق سہ قسم است۔ اوّل آں است کہ ازیں کس بدیگرے نہ منفعت برسد نہ مُضرت حکم ایں حکم جماد باشد۔ قسم دوم ازیں بہتر کہ بدیگرے منفعت برسد و مضرت۔ قسم سیوم از ہر دو خوشتر است کہ ازیں کس بدیگرے منفعت رسد و اگر او را مضرت رسانند او مکافات نکند و تحمل کند و حلم ورزد و ایں کار صدیق است"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۵۵۵)

یعنی لوگوں کے آپس میں معاملات تین قسم کے ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ ایک شخص کو دوسرے سے نہ فائدہ پہنچے نہ نقصان، ایسا شخص جماد کا حکم رکھتا ہے۔

دوسری قسم اس سے بہتر ہے اس میں وہ لوگ شامل ہیں جن سے فائدہ پہنچتا ہے اور نقصان بھی۔

تیسری قسم جو پہلی دو قسموں سے بہتر ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں کو ہمیشہ فائدہ پہنچتا ہے اور اگر لوگ اسے نقصان بھی پہنچائیں تب بھی وہ بدلے کا خیال نہیں کرتا۔ بلکہ تحمل کرتا ہے۔ اور یہ کام صدیقوں کا ہے۔

اخلاص اور دردمندی خلق کی اس کیفیت نے آپ کو دلوں کا محبوب بنا دیا تھا آپ

کے اخلاص و محبت کو بیان کرتے ہوئے صاحب تاریخ دعوت و عزیمت نے کیسی صحیح ترجمانی کی ہے لکھا ہے کہ:

ان کی زندگی کا بہترین جوہر جس نے ان کو اپنے معاصرین میں ہی نہیں بلکہ مشائخ اسلام میں ایک بلند مقام اور اپنے زمانہ ہی میں نہیں بلکہ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں قبول عام اور بقائے دوام عطا کیا اور ان کی محبوبیت کے خاص انعام سے نوازا۔ وہ توحید و اخلاص کی وہ خاص کیفیت اور ذوق ہے جس میں محبت و رضا الٰہی کے سوا کوئی چیز مطلوب و مقصود نہیں رہتی۔ (تاریخ دعوت و عزیمت صفحہ ۱۰۳)

بحر المعانی میں سیّد محمد بن جعفر مکی نے لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء

ہر دو را مشارب از روحِ احمدی بُود

خضر علیہ السلام نیز فرمود کہ شیخ عبد القادر گیلانی و شیخ نظام الدین بدایونی در مقام معشوقی بودند۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۱۳۷)

یعنی ان دونوں کا مشرب روح احمدی سے تھا اور خضر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ دونوں مقامِ محبوبیّت میں تھے۔

مولانا جمالی نے حضرت سلطان المشائخ کو اس طرح یاد کیا ہے:

سلطان الاولیاء نظام الدین محمد قدس سرہ العزیز از مشائخ کبار یادگار بُود و در ارباب ولایت نامدار در اسرارِ باطن بایزید وقت بود و در اطوار ظاہر ابو حنیفہ زماں۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۹)

مولانا غوثی شطاری نے لکھا ہے کہ:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بڑے شہروں میں مخلوق کی رشد

Scanned with CamScanner

وہدایت کیلئے ایسے سات سو خلفاء روانہ کئے تھے کہ جن میں ہر شخص کے سینے سے گویا عرفان کا آفتاب طلوع تھا۔ (گلزارِ ابرار صفحہ ۸)

حضرت عبدالحق محدثِ دہلوی نے لکھا ہے کہ:

لقب او سلطان المشائخ و نظامِ اولیاء ست۔ وے از محبوباں و مقرباں درگاہِ الٰہی است۔ دیارِ ہندوستان مملو است از آثار برکات او۔ (اخبارالاخیار صفحہ ۵۵)

یعنی ان کا لقب سلطان المشائخ اور نظامِ اولیاء ہے۔ اور وہ محبوبوں اور بارگاہِ الٰہی کے مقربوں میں سے ہیں اور ملکِ ہندوستان ان کے فیوض و برکات سے مملو ہے۔

حضرت امیر خسرو نے جگہ جگہ آپ کو خضر و مسیح سے تشبیہ دی ہے۔

وجود خواجہ نہ از آب و گل گشتہ مرتب
کہ جانِ خضر و مسیحا بہم شد مرکب

در حجرہ فقر پادشا ہے — در عالم دِل جہاں پنا ہے
شاہنشہ بے سر یرو بے تاج — شاہانش بخاک پائے محتاج

صاحب مراۃ الاسرار نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''حضرت سلطان المشائخ از جملہ آں بزرگاں بود کہ در گور نشستہ تصرف میکنند چنانکہ روضہ متبرکہ او قبلہ حاجات عالم است و ایں ذرّہ بے مقدار سنِ یک ہزارہ پنجاہ و دو ہجری بہ شرف سعادت زیارت آستانۂ آں بادشاہ کونین سربلند گشتہ است و بہ فیضِ روحانیت آنحضرت قدس سرہٗ نعمت ہائے نوازشہائے یافتہ کہ بہ تحریر راست نیاید سبحان اللہ تا امروز ظہور تصرفات ولایت آنحضرت ترقی است تا قیام قیامت خواہد بُود چندیں ہزار اولیائے کبار در دہلی خفتہ اند ولیکن چوں ایں فقیر در عالمِ معنوی توجہ نمود غیر از دو خیمہ ولایت دیگر بر پا ندید۔ یکے بر سرِ مرقد پاک حضرت خواجہ قطب

الدین بختیار اوشی دوئم بر مزار متبرکہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ''۔

(مراۃ الاسرار بحوالہ اقتباس الانوار صفحہ ۱۷۸)

یعنی حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں میں سے تھے جو اپنی قبر میں بیٹھے تصرف کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا روضہ مبارکہ قبلہ حاجاتِ عالم ہے۔ اور یہ ذرہ بے مقدار سن ایک ہزار باون ہجری میں اس بادشاہ کونین کے آستانہ عالیہ کی زیارت کے شرف سے سربلند ہوا۔ اور حضرت کے فیض روحانیت سے اتنی نعمتیں پائیں کہ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ سبحان اللہ آج تک حضور کے تصرفات ولایت کی ترقی ہے۔ اور قیامت تک ترقی رہے گی۔ کم از کم ہزار اولیاء اللہ دہلی میں آسودہ ہیں۔ لیکن جب اس فقیر کی عالمِ معنوی کی طرف توجہ ہوئی۔ تو دو ولیوں کے خیمۂ ولایت کے سوا کسی کا خیمۂ ولایت برپا نہ دیکھا۔ ایک مرقد مبارک حضرت قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ پر اور دوسرا مزار متبرکہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ پر۔

علامہ اقبال مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی شان میں کتنا درست فرمایا ہے:

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

حضرت سلطان المشائخ[1] کا وصال ۱۸/ ربیع الآخر ۷۲۵ھ چہار شنبہ بعد طلوع آفتاب ہوا۔ مولانا عبدالقادر گرامی نے آپ کی شان میں فرمایا ہے:

محبوب الٰہی کہ نظام الدین است — سلطان المشائخ ادب تمکین است
بر سر خط آں کجکلاہ مسندِ فقر — ہند سندھ و عراق و روم و چین است

آپ کی تاریخ انتقال یہ ہے:

1- آپ کے مکمل و مستند حالات کیلئے ہماری کتاب سلطان المشائخ ملاحظہ فرمائیے۔

نظام و دیگتی شہ ما و طیں　　سراجِ دو عالم شدہ بایقین
چوں تاریخ فوتش بجستم زغیب　　ندادا و ہاتفِ شہنشاہ دیں

شہنشاہ دیں سے آپ کی تاریخِ وصال ۷۲۵ھ نکلتی ہے۔

نفوسِ مُتبرّکہ

متذکرہ نفوسِ قدسیہ کے علاوہ جن کی خلافت مسلمہ ہے اور فوایدالفواد سیرالاولیاء خیرالمجالس، جوامع الکلم وغیرہ مستند و متقدم کتب سے ثابت ہے۔ جواہرِ فریدی، سیر الاقطاب، معارج الولایت وغیرہ میں مندرجہ ذیل حضرات کو بھی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء لکھا ہے یہاں صرف ان حضرات کے اسمِ گرامی لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

شیخ وحید رحمۃ اللہ علیہ، شیخ وہارد رحمۃ اللہ علیہ، شیخ زین الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، علی شکرریز رحمۃ اللہ علیہ، شیخ علی شکر بار رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد سراج رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نور جمال کابلی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ علی لاحق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا داؤد پالہی رحمۃ اللہ علیہ، محمد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ یوسف ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، محمد شاہ غوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ منتجب الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا علی بہاری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ۔

ہوسکتا ہے کہ اول نویسندہ سے کوئی بات رہ گئی ہو یا ان کے علم میں نہ آئی ہو اور جب کہ احصا کا دعویٰ بھی اس نے نہیں کیا ہے۔ تو پھر ایسا ثابت ہوجانے پر بعد کے تذکرہ نگاروں کا فرض اور زیادہ اہم ہوجاتا ہے۔ ان کو ایسا کوئی واقعہ لکھنے سے پہلے روایت و درایت کے ثقہ اور معتبر ثابت ہوجانے پر اپنے معتمد مآخذوں کا حوالہ دینا چاہیے تاکہ لوگ ردوقبول کے خلجان سے نکل جائیں اور اول فروگذاشت کا ازالہ ہوجائے۔

شیخ وہارد رحمۃ اللہ علیہ، شیخ وحید رحمۃ اللہ علیہ، شیخ زین الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، ان بزرگوں کا ذکر سیرالاقطاب اور معارج الولایت وغیرہ میں موجود ہے۔ شیخ وحید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صاحب جوامع الکلم نے بھی لکھا ہے کہ وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ شیخ علی شکربار، شیخ علی شکرریز رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد سراج رحمۃ اللہ علیہ شیخ نور جمال کابلی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ

علی لاحق رحمۃ اللہ علیہ ان نفوسِ قدسیہ کے حالات سیر الاقطاب و معارف الولایت میں موجود ہیں۔ اور مولانا معین الدین نے لکھا ہے کہ شیخ علی شکر ریز رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ علی شکر بار اصل میں شیخ علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ علی لاحق سیالکوٹی ہیں شکر ریز اور شکر بار ان کے القاب ہیں۔

مولانا داؤد پالہی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اخبار الاخیار، گلزارِ ابرار، خیر المجالس، معارج الولایت، سیر العارفین وغیرہ میں موجود ہے۔ لیکن مولانا معین الدین صاحب معارج الولایت کے علاوہ کسی نے آپ کو بابا صاحب کا خلیفہ نہیں لکھا۔ آپ کا ذکر ہم نے پچھلے صفحات میں ''جماعت خانہ کی معروف شخصیتیں'' کے باب میں کیا ہے۔

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ:

''مریدے بُود در غایتِ کمال''۔ ''ایک مرید تھے نہایت کامل''۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ:

''مردے بزرگ بود''۔ ''بزرگ آدمی تھے''۔

اور دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی آپ کا ذکر خیر بہت عزت کے ساتھ کیا ہے

محمد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فوائد الفواد[2] میں مرقوم ہے کہ وہ ایک نقیب تھے۔ اچھا اعتقاد اور بزرگانہ روش رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ خود محمد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں گجرات جا رہا تھا کہ راستہ میں مجھ کو ایک قزاق ملا جو مسلح تھا۔ اس نے تلوار نکالی اور میری طرف بڑھا۔ میں یہ دیکھ کر کانپنے لگا اور ایک دم میری زبان سے نکلا کہ ''یا شیخ میری مدد فرمائیے''۔ جیسے ہی میری زبان سے یہ نکلا۔ اس نے تلوار پھینک دی اور مجھ سے کہا: امان دیجئے۔ میں نے کہا جا تجھ کو امان ہے۔ اور اس کی تلوار اٹھا کر اس کو دے دی وہ ایک طرف چلا گیا۔

1- خزینۃ الاصفیا صفحہ ۳۱۴، معارج الولایت صفحہ ۲۶۶

2- فوایدالفواد صفحہ ۷۶

متقدم کتابوں سے آپ کی خلافت کا ذکر یا ایسا کچھ حال نہیں ملتا۔ جس سے آپ کے خلیفہ ہونے پر استدلال کیا جا سکے۔ جیسا کہ حضرت قاضی منتجب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں ہے کہ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت نامہ مرحمت فرمایا۔ تو ساتھ ہی یہ ہدایت کی تھی کہ اس کو ہانسی میں مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اور دہلی میں قاضی منتجب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دکھا لینا۔ اس سے یہ بات اخذ کی جا سکتی ہے کہ قاضی منتجب الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ اسی لئے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قاضی منتجب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی لیا۔

مولانا معین الدین نے معارج الولایت میں لکھا ہے کہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے دیوگیر میں رہتے تھے۔ (معارج الولایت صفحہ ۲۶۶)

اور مولانا تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حضرت مولانا داؤد پالہی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے۔

حضرت مولانا شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سیر الاقطاب، مراۃ الاسرار اور اقتباس الانوار وغیرہ کتب میں تحریر ہے۔ کہ آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

مرزا محمد اختر نے تذکرہ اولیائے ہند میں لکھا ہے کہ:

آپ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ محمد حنفیہ کے ذریعہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ تک پہنچتا ہے۔ پانی پت کے شاہِ ولایت تھے۔ ابتداء میں غیاث الدین بلبن کی فوج میں ملازم تھے۔ علم معقول و منقول میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ ترکستان کے رہنے والے تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی تھی اور حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر

کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت عطا فرمائی تھی۔ آپ ہی کے ذریعہ سے مخدوم صاحب کا سلسلہ جاری ہوا۔ آپ سے نعمت وخلافت حضرت جلال الدین کبیر اولیاء رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی نے پائی۔

حضرت مولانا محمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ایک دفعہ ملتان سے اجودھن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ زمانہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیامِ اجودھن کا ابتدائی زمانہ تھا۔ حضرت کے ہاں بڑی عسرت تھی۔ کھانے کا وقت ہوا۔ تو چند روٹیاں[1] آئیں کھانے میں حضرت مولانا جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور سیّد بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ شریک تھے۔ لیکن خیر کا یہ عالم تھا۔ کہ دستر خوان تک نہ تھا۔ روٹیاں فرش پر رکھ دی گئیں تو مولانا محمد کے دل میں یہ خیال آیا کہ:

اگر سفرہ بودے نیکو بودے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۵۵)

یعنی اگر دستر خوان ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔

حضرت بابا صاحب کو ان کا یہ خیال منکشف ہو گیا۔ آپ نے انگشتِ شہادت سے فرش پر روٹیوں کے گرد اگرد لکیر کھینچ دی اور فرمایا:

محمد ہمیں داں کہ سفرہ است۔ (فوایدالفواد صفحہ ۵۵)

یعنی مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ سمجھ لو یہی دستر خوان ہے۔

سیر العارفین میں مولانا جمالی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید لکھا ہے۔ لیکن معارج الولایت[2] میں آپ کو بھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ لکھا ہے۔

محمد شاہ غوری کے متعلق مولانا حمید قلندر نے خیر المجالس[3] میں لکھا ہے کہ:

1- سیر العارفین صفحہ ۴۷
2- معارج الولایت صفحہ ۲۵۷ جلد اول
3- خیر المجالس صفحہ ۱۰۳

غور کے رہنے والے دو بھائی اجودھن رہتے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام محمد شاہ تھا۔ ایک دن محمد شاہ میں ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ اس نے فوجی ملازمت ترک کر دی۔ اور بابا صاحب رضی اللہ عنہ کا مرید ہو کر آپ کے جماعت خانہ میں داخل ہو گیا۔ تو دوسرا بھائی اپنے اور اپنے بھائی کے بچوں کی خورد ونوش وغیرہ کا انتظام کرنے لگا۔ اتفاقاً وہ سخت بیمار ہوا اور اس کی حالت یہاں تک خراب ہوئی کہ لوگوں نے سمجھ لیا کہ کچھ دیر کا مہمان ہے۔ اور تجہیز و تکفین کی تیاری کے متعلق سوچنے لگے۔ محمد شاہ یہ حال دیکھ کر نہایت بے قراری کے ساتھ روتا ہوا حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے محمد شاہ غوری کا یہ حال دیکھا تو پوچھا۔ محمد شاہ کیا بات ہے؟ اس نے روتے ہوئے بیان کیا کہ حضور میرا بھائی جو میرے بال بچوں کی خبر گیری کیا کرتا تھا سخت بیمار ہے اور میں اس کو ایسی حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ شاید میرے یہاں آتے آتے اس کی روح پرواز کر گئی ہو۔ اگر خدانخواستہ وہ مر گیا تو میرا کام درہم برہم ہو جائے گا۔

آپ نے محمد شاہ کی یہ بات سنی اور اس کی بے قراری دیکھی تو آپ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ اور آپ نے فرمایا محمد شاہ ہم تو تیرے بھائی کو تندرست دیکھ رہے ہیں اور وہ چار پائی پر بیٹھا کھانا کھا رہا ہے۔ پھر قریب بلا کر ارشاد فرمایا۔ محمد شاہ جو اضطراب اور بے چینی تجھ کو اس وقت اپنے بھائی کی جدائی کے خیال سے ہے۔ حق تعالیٰ کی محبت میں میری ہر وقت یہی حالت ہے۔ مگر میں نے آج تک یہ بات کسی پر ظاہر نہیں ہونے دی۔

ہمچنیں کہ تو ہمیں ساعت ہستی من ہمہ عمر ہمچنیں ام دلے باکسے پیدا نہ کنم۔

محمد شاہ غوری نے جھک کر حضرت کے قدم چوم لیے اور پھر گھر آیا تو دیکھا کہ:

''برادر نشستہ طعام می خورد''۔

اس کا بھائی بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا ہے۔

قضا تمہید پا بوس رضائش
اثر خط کف دست دعائش

امیر حسن سنجری نے جناب محمد شاہ غوری کے متعلق لکھا ہے کہ وہ فوج میں ملازم تھے اور صاحبِ باطن انسان تھے۔ جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو ان کو خواب میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوتی اور حضرت ان کو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم فرما دیتے تھے۔

آخیر عمر میں حج کرنے کیلئے کعبہ شریف گئے تھے۔ پھر اس کے بعد ان کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم وفضل

تاریخ وسیر کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس طرح علم باطن میں فرید الدہر تھے۔ اسی طرح علم ظاہر میں بھی فرید العصر تھے۔ آپ کا علم ایک بحرِ بیکراں تھا۔ جس سے ہزاروں تشنگانِ علم نے اپنی پیاس بجھائی۔ خود آپ کے ہم عصر شیوخ اور علماء اس بات کے مقر اور معترف تھے۔ کہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہیں۔

یہ شروع میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت بابا صاحب کھتوال میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملتان چلے گئے۔ پھر ملتان سے تکمیل کے بعد قندھار یا سیستان گئے تھے۔ جو اس زمانہ میں علوم وفنون کے بہت بڑے مرکز تھے۔ اور یہاں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ پانچ سال تک پورے ممالک اسلامیہ کے ان سرآمد روزگار ہستیوں کی صحبت میں رہے جو علومِ ظاہر و باطن میں اپنی مثال آپ تھے۔

بزم صوفیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کو مزید تعلیم کی تلقین فرمائی تھی۔

چنانچہ وہ ہندوستان سے نکل کر غزنی، بغداد، سیستان، بدخشاں وغیرہ میں علوم ظاہری و باطنی حاصل کرتے رہے۔

ہم چند واقعات پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی۔ کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علوم مختلفہ میں کیا مقام تھا۔

1- اجودھن کا قاضی جو آپ کا سخت مخالف تھا۔ جب ملتان آپ کے خلاف فتوے لینے گیا۔ تو اس نے اپنے استفتاء میں خود اس بات کا اقرار کیا کہ "یہ شخص عالم ہے"۔

اور علمائے ملتان نے جس میں حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الحق بھی موجود تھے متفقہ کہا تھا کہ قاضی

"تو نام درویشے می گیری کہ مجتہداں را یارائے نیست کہ بر قول وفعل او اعتراض نمائیند و در معرض مخالفت او درائند"۔ (سیر العارفین صفحہ ۳۴)

یعنی تو ایسے درویش کا نام لیتا ہے۔ کہ مجتہدانِ وقت کو یہ طاقت نہیں کہ اس کے قول وفعل پر اعتراض کر سکیں اور اس سے مخالفت اور جھگڑا کریں۔

2- آپ کے مریدوں اور شاگردوں میں ایسے ایسے فقید المثال عالم و فاضل نظر آتے ہیں۔ جو اپنے پیروکاروں اور شاگردوں کی اپنے پیچھے ایک جماعت کثیر چھوڑ گئے ہیں ایسے لوگوں کا آپ کے حلقہ درس میں شامل ہونا آپ کے فضل و کمال پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جو علمائے وقت میں بحاث محفل شکن کہلاتے تھے اور جن کو بعد کی آنے والی نسلوں نے "ابوحنیفہ زماں"[1] کہہ کر یاد کیا ہے۔

حضرت مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ جو ہانسی کے خطیبِ اعظم اور علم وفضل میں یکتا تھے۔

سیّد بدرالدین اسحاق جو دہلی میں ایک بڑی یونیورسٹی کے سکالر تھے۔

مخدوم شمس الدین ترک پانی پتی جو علم منقول ومعقول میں فرد تھے۔ علاوہ ازیں

1- سیر العارفین صفحہ ۵۹

Scanned with CamScanner

حضرت مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عارف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حمید قاضی منتجب الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فصیح الدین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب فضلائے روزگار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کے خوشہ چین تھے اور حضرت کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ مدان سمجھتے تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ علمی مسئلہ سمجھاتے وقت ایسی شستہ اور جامع تقریر فرماتے تھے کہ مرجانے کو جی چاہتا تھا۔

حُسن عبارت و لطائف تقریر شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ
بحدے بود چوں سمع انیکس رسیدے خواستے کہ ایں کس از غایت ذوق
ہماں ساعت بمیر دنیکو باشد۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۰)

یعنی حسن عبارت و لطافتِ تقریر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں اس درجہ تھی کہ جب کوئی سنتا تو انتہائی ذوق وشوق کے عالم میں بے اختیار اس کا جی چاہتا تھا کہ اس وقت موت آجاتی تو بہت اچھا ہوتا۔

مولانا نور ترک سلطانہ رضیہ کے وقت کے زبردست فاضل بزرگ تھے جو اپنے زمانے کے علماء کے کردار پر کھلم کھلا تنقید کیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ امیر خورد کرمانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر احترام کے ساتھ کیا ہے۔ جب مولانا ہانسی آئے تو جامع مسجد تقریر کرنے کے دوران جس وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں داخل ہوئے تو مولانا ترک نے آپ کی کمال علمیت کو سمجھتے ہوئے کہا:

اے مُسلمانانِ صراف سخن رسید۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۲)

یعنی اے مسلمانو! صرافِ سخن آگیا ہے۔

یعنی وہ شخص آگیا جس کے پاس علم وعمل کی کسوٹی ہے اور وہ عالمانہ بات کو پرکھتا ہے۔

حضرت سیّد بدر الدین اسحٰق کے وہ علمی اشکال جو علمائے عصر مہینوں غور و خوض کے بعد حل نہ کر سکے تھے اور جن کو حل کرنے کیلئے مولانا بخارا جا رہے تھے۔ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر کسی کتاب کا مطالعہ کئے منٹوں میں حل کر دیئے تھے اور مولانا جو فقراء کے منکر تھے۔ اور ان کو جاہل سمجھتے تھے۔ کہا تھا کہ:

"بجہت چیزے کہ در بخارا میرفتم صد چنداں ہمیں جایافتم"۔

یعنی جس چیز کیلئے میں بخارا جا رہا تھا۔ اس سے سوگنا زیادہ مجھے یہاں مل گئی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو عوارف المعارف کے پانچ باب اور تمہیدات حضرت ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ حرفاً حرفاً پڑھائی تھیں۔

عوارف المعارف حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو صحت وسند کے اعتبار سے تصوّف کی ان کتابوں میں شمار ہوتی ہے جو رہتی دنیا تک فنا نہیں ہوں گی۔ اصل کتاب عربی میں ہے۔ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کو دستار بند فضلاء کو پڑھایا کرتے تھے۔ اور تمہیدات علم اصول حدیث میں بہترین کتاب ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا بیان ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف کو بڑی عمدگی کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے۔ جس سے معانی پوری طرح ذہن نشین ہوجاتے تھے اور ساتھ ساتھ اعتراضات رفع ہوتے جاتے تھے۔ مولانا جمالی حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی لکھتے ہیں کہ:

"چوں نسخہ عوارف سبق فرمودے چناں ادا نمودے کہ شنوندہ را طاقتِ
ہوش براودے لذت بیان ایشاں مرا حالتے پیدا شدے اگر دراں حالت
کسے بمیر د دولتے حاصل نمودہ باشد"۔ (سیر العارفین صفحہ ۵۲)

یعنی حضرت کا بیان ایسا تھا کہ جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ اس بیان کے مثل کسی دوسرے سے ہر گز سننے میں نہیں آیا ہوگا۔ اکثر ان کے بیان کی لذت سے لوگوں پر

ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی کہ اس حال میں لوگ مر جانے کو اچھا سمجھتے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم تجوید القرآن کے بھی ماہر تھے۔ اور آپ نے سبع قرات کے ساتھ قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ یہ چیز آپ نے مدینہ طیبہ یا مکہ مکرمہ میں اس وقت حاصل کی ہوگی۔ جب آپ تحصیل علم کے ذوق میں سفر کرتے ہوئے ان مقامات پر حاضر ہوئے تھے۔

حروف کی ادائیگی آپ بڑی عمدگی اور صحت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخرج کے ساتھ حروف کی ادائیگی میں آپ کا اس وقت کوئی ہمسر نہ تھا۔ میں بھی پوری کوشش کے باوجود اس طرح حروف ادا نہ کر سکتا تھا جس طرح حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔

ایک دن جب انہوں نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا میں آپ سے قرآن شریف پڑھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ جب انہوں نے شروع کیا تو آپ نے فرمایا پہلے سورۃ فاتحہ پڑھو۔ جب وہ والضالین پر پہنچے تو فرمایا والضالین اس طرح پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں انہوں نے بہت کوشش کی۔ لیکن اس طرح ادا نہ کر سکے۔

''آن چہ فصاحت و بلاغت بود۔ شیخ شیوخ العالم ضاد بنوعے خواندے
کہ ہیچ کس را میسّر نہ شود''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۱)

یعنی ایسی فصاحت و بلاغت تھی جس کے ساتھ شیخ شیوخ العالم ضاد کو ادا کرتے تھے کہ کسی دوسرے کو ہرگز میسر نہیں ہوئی۔

ایک دن مولانا بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ایک علمی مذاکرہ ہوا۔ ایک بات میں دونوں کو شک واقعہ ہوا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے پوچھا کیوں کھڑے ہو۔ مولانا نے عرض کیا کہ شرع میں زرّک ہے یا سرّک۔ آپ نے فرمایا:

استر سرّک ھمن زرّک۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۱)

یعنی چھپا اپنے راز کو اپنے گریبان سے بھی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ فقیر صابر کو غنی شاکر پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ غنی شاکر کو اس کے شکر پر مزید نعمت کا وعدہ ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (پ۱۳ ابراہیم ۷) اور فقیر صابر کو اس کے صبر پر بشارت ہے معیت کی اِنَّ اللّٰہ مع الصّابرین ان دونوں مراتب میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

شمس دبیر مشہور شاعر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے علم و فضل سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے حضرت سے استدعا کی کہ مجھے اپنی شاگردی میں قبول فرما لیجئے۔ آپ نے اس کی یہ درخواست منظور کر لی اور اس کو حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب لوائح پڑھائی۔ اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

ضیاء الدین نامی ایک عالم مینار کے نیچے درس دیا کرتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں فقہ و نحو وغیرہ سے واقف نہ تھا۔ صرف علم اخلاق پڑھایا کرتا تھا۔ میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو مجھے یہ خیال آیا کہ حضرت بہت بڑے فاضل ہیں اور آپ کی مجلس میں اہل علم لوگ ہوتے ہیں۔ اگر آپ نے مجھ سے ان علوم کے متعلق سوال کیا تو میں کیا جواب دوں گا۔ بھری محفل میں شرمندگی ہوگی۔ کیا اچھا ہو کہ حضرت مجھ سے صرف اس علم کے متعلق سوال کریں جس کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ حضرت نے میری طرف رخ کر کے فرمایا کہ مولانا تنقیح مناظرہ کیا ہے؟

میں اس سے بہت خوش ہوا۔ کیونکہ سوال میرے علم کے متعلق تھا۔ اور میں نے کمال عمدگی سے اس کا جواب عرض کیا میرے بعد حضرت نے خود اس کے متعلق ایسی بے نظیر تقریر فرمائی اور وہ نکات بیان کئے کہ جو کبھی میرے خواب و خیال میں بھی نہ آئے

Scanned with CamScanner

تھے۔مجھ کواس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ حضرت تمام علوم میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ[1] خلافت ملنے سے پہلے ایک دن جامع مسجد اجودھن میں بیٹھے کسی علمی مسئلے پر غور کر رہے تھے کہ حضرت مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ہانسوی کے بڑے صاحبزادے جو مجذوب ہو گئے تھے۔آئے اور انہوں نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔مولانا نظام الدین علم حجاب اکبر ہے۔آپ کو خیال آیا کہ علم حجاب تو ہے۔حجاب اکبر کیسے۔مجذوب نے کہا ''علم دونِ حق ہے اور جو دون حق ہے وہ حجاب حق ہے پھر کہا جب اس مقام پر پہنچو گے تو خود معلوم ہو جائے گا۔یہ کہا اور چل دیئے۔آپ وہاں سے اٹھ کر جناب بابا صاحب کی خدمت میں آئے اور مجذوب کی باتیں بیان کیں۔حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔حجاب دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک ظلمانی، دوسرا نورانی۔نورانی حجاب اکبر کہلاتا ہے۔گناہ اور برائیاں ظلمانی حجاب ہے جو شخص ان سے توبہ کرے گا۔اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور علم کا حجاب حجابِ اکبر ہے۔یہ نورانی حجاب ہے جس کو ہر شخص نہ عبور کر سکتا ہے نہ اس کے کنارے سے اٹھ سکتا ہے۔جس وقت تک شرعی علوم میں دستگاہ نہ ہو گی۔خدا کی محبت و معرفت کیسے حاصل ہو گی اور علم سے حاصل ہونے والی وجاہت کا ترک کرنا مشکل ہے۔اسی لئے کہا ہے کہ:

''علمِ حجاب اکبر ہے''۔

حضرت[2] جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحب زادے جو مجذوب ہو گئے تھے۔بڑے عالم فاضل تھے۔حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ باہوش دیوانہ تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو روزانہ ایسے عالموں سے بھی واسطہ پڑتا تھا۔جو علم

1- شمائل الاتقیاء صفحہ۴۰

2- اخبار الاخیار صفحہ۶۹

پڑھ کر عمل نہ کرتے تھے۔بلکہ اپنی فضیلت جتانے کیلئے بلاوجہ بحث و مباحثہ کرتے اور لوگوں کو تکلیفیں پہنچاتے تھے۔اس لئے آپ اپنی مجالس میں اہل علم کو بار بار اس طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔کہ اگر تحصیلِ علم کا مقصد لوگوں سے جنگ و جدل کرنا ہے تو پھر ایسے علم کو حاصل نہ کرنا اچھا ہے۔علم پڑھ کر لوگوں کو اذیت پہنچانا بہت برا ہے علم تو عمل کرنے کیلئے پڑھنا چاہیے۔فرمایا کرتے تھے کہ:

''مقصود از خواندنِ علم شریعت برائے عمل است نہ از برائے ایذائے خلق''۔(سیر الاولیاء صفحہ ۸۵)

یعنی علم شریعت پڑھنے کا مقصد اس پر عمل کرنا ہے۔نہ کہ لوگوں کو اذیت پہنچانا۔

عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ پڑھے لکھے آدمی میں بقدر علم پندارِ علمی پیدا ہو جاتا ہے۔اور وہ اپنے سے کم علم کو کسی طرح خاطر میں نہیں لاتا۔بعض عالموں کا تو یہ حال دیکھنے میں آیا ہے کہ دوسروں کو ذلیل کرنے کی خواہش ان کو کُو بکُو لیے پھرتی ہے۔اور وہ خواہ مخواہ بحث و مناظرہ کرتے پھرتے ہیں۔حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایسے عالموں سے واسطہ پڑا تھا۔بعض تو محض بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے امتحانِ علم کیلئے آئے اور بعض نقصانِ علم جتانے کیلئے لیکن چونکہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ وہ بحث و مناظرہ کو سخت ناپسند کرتے تھے۔اس لئے آپ نے کبھی کسی سے بحث و مناظرہ نہیں کیا۔آپ کے انکسارِ علمی کا یہ عالم تھا کہ کبھی دوسروں پر اپنی برتری اور فضیلت جتانے کیلئے اپنے علم کا اظہار نہیں فرمایا آپ ہمیشہ خوش گفتاری اور حکمت کے ساتھ علمی مسائل بیان فرماتے تھے۔جس سے لوگوں کے علم میں بھی اضافہ ہو جاتا تھا اور ان کی اصلاح نفس بھی ہو جاتی تھی۔

سلطان ناصر الدین محمود کے عہدِ حکومت میں مولانا فصیح الدین ایک زبردست عالم تھے۔منقولات و معقولات میں یکتا تھے۔بعض مسائل میں انہوں نے دہلی کے

علماء کو لاجواب کر دیا تھا۔ اس سے ان میں زبردست علمی زعم پیدا ہو گیا تھا اور وہ کسی عالم کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ جب انہوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی سنا تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ چلو اس فقیر کا علمی امتحان بھی کر لیں۔ یہ سوچ کر وہ اجودھن آئے اور مناظرانہ رنگ میں چند دقیق مسائل بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھے۔ حضرت نے خاموشی اختیار کر لی۔ کیونکہ مناظرہ کرنا آپ کو سخت ناپسند تھا۔ مگر حضرت کے شاگرد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے مولانا فصیح الدین کو ایسے مدلل اور مسکت جواب دیئے کہ ان کے پندارِ علمی کا صنم کدہ دھڑام سے زمین پر آرہا۔ اور مولانا کو سخت شرمندگی ہوئی۔ اور وہ حسرت زدہ واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان المشائخ پر سخت ناراض ہوئے کہ تم نے ان کو جواب دے کر ان کی سخت دل آزاری کی۔ کیونکہ مولانا فصیح الدین پندارِ علمی میں مبتلا تھے اور اس کے ٹوٹنے سے ان کو بڑی تکلیف ہوئی۔ جاؤ ان کی تالیفِ قلب کرو۔ سلطان المشائخ بموجب ارشادِ مولانا فصیح الدین کے پاس آئے اور ان سے بہت معذرت کی۔ انہوں نے کہا مولانا آپ معذرت کس بات کی کرتے ہیں۔ آپ کے جوابات تو بالکل درست تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے ان کو پھر یہ تمام واقعہ سنایا کہ حضرت بابا صاحب آپ کی دلداری کو جوابات پر ترجیح دیتے تھے۔ اس لیے حضرت میرے جواب دینے سے سخت ناراض ہیں۔ اور مجھے معذرت کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ یہ سن کر مولانا فصیح الدین پر بڑا اثر ہوا اور وہ حضرت سلطان المشائخ کے ساتھ ہی اجودھن آئے اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مرید کر لینے کی التجا کی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں آپ کو اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ آپ اپنے پندارِ علمی کو باہر نکال دیں اور آئندہ کسی سے بحث و مناظرہ نہ کریں۔ تبلیغِ حق قرآنی حکم کے مطابق بالحکمۃ ہونی چاہیے۔ نہ کہ دباؤ کے ساتھ بحث و مناظرہ میں شکست کھا جانے کے بعد دل میں ضد و نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور قبولیتِ حق کی توفیق جاتی رہتی ہے۔ پھر

اس دروازہ کو کھولنے میں بڑی دیر لگتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ قطعہ پڑھا۔

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی
در روز دوائے شخصے بیمار کنی
تا دل نہ کنی ز غصہ و کینہ خالی
صد خرمن گل برسرِ یک خار کنی

یعنی مانا کہ آپ رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں اور دن کو بیماروں کی تیمارداری کرتے ہیں لیکن یاد رکھیے جب تک آپ اپنے دل کو غصہ اور کینہ سے خالی نہیں کریں گے تو یہ سب کچھ کرنا ایسے ہے جیسے سینکڑوں پھولوں کے ٹوکرے ایک کانٹے پر نچھاور کر دیئے۔

یہ سن کر مولانا کھڑے ہو گئے اور بحث و مناظرہ سے توبہ کی۔ اس کے بعد حضرت بابا صاحب نے ان کو مرید فرمایا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے استدعا کی کہ مجھے سلطان بلبن کے نام ایک سفارشی رُقعہ لکھ دیں۔ آپ نے قلم برداشتہ دو سطریں اس کو لکھ دیں۔ فصاحت و بلاغت، مختصر نویسی، حقانیت غرضیکہ سب کچھ ان دو سطروں میں موجود ہے۔

رفعت قصۃ الی اللّٰہ ثمّ الیک فان اعطیتہٗ شیئاً فالمعطی ھو اللّٰہ وانت المشکور وان لم تعطہٗ شیئاً فالمانع ھو اللّٰہ وانت المعذور۔

میں نے اس شخص کی ضرورت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا پھر تیرے پاس بھیجا اگر تو اس کو کچھ دے گا تو عطا خدا کی ہوگی اور یہ تیرا مشکور ہوگا اور اگر کچھ نہ دے گا تو بندش خدا کی طرف سے ہوگی اور تو معذور سمجھا جائے گا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عربی عبارت کا نمونہ حضرت سلطان المشائخ کا

خلافت نامہ ہے۔ جو ہم آگے جا کر نقل کریں گے۔ اس سے بھی آنجناب کا علم و فضل و کمال ثابت ہوتا ہے۔

ہم نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کے سمجھنے کیلئے چند تاریخی واقعات اپنے علم و فہم کے مطابق آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ حضرت کے علم و فضل کے کماحقہٗ بیان سے ہم عاجز و معذور ہیں۔ ففہم

کرامت

کرامت کے لغوی معنی بزرگی کے ہیں لیکن اصطلاح میں کسی شخص کے ذریعے محض اللہ تعالیٰ کے کرم سے ایسے واقعات کا صادر ہونا۔ جس کی سمجھ سے عقلیں عاجز ہوں۔ کرامت کہلاتا ہے۔

''معجزہ'' کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے ہے ''کرامت'' کا اولیاء اللہ سے اگر عام مسلمانوں میں سے ایسی بات ظہور میں آئے تو اسے ''معونت'' کہتے ہیں۔ غیر مسلم سے ہو۔ تو ''استدارج'' کہلاتا ہے۔ اگر مرشدانِ کامل سے بالارادہ ہو تو اس کا نام ''تصرف'' ہے۔

عام طور پر بزرگوں کے تذکروں میں کشف و کرامت کو ایک اہم مقام دیا جاتا ہے۔ شاید اس اہمیت کی وجہ یہ ہو کہ بادی النظر میں یہ چیز عوام کو غیر معمولی دکھائی دیتی ہے۔ اگر چہ خود بزرگوں نے کشف و کرامت کی اہمیت کم کرنے کی بڑی کوشش کی ہے مگر عوام الناس کا جھکاؤ اسی طرف ہے۔ حالانکہ بزرگوں کے حالات شائع کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں میں نیکی و نیکوکاری بڑھے اور اسلامی خدمت کا جذبہ بیدار ہو۔ اور یہ تذکرے طالبانِ حق کیلئے مشعلِ راہ ثابت ہوں۔ اور لوگوں کو معلوم ہو سکے۔ کہ جب کسی انسان میں حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اس سے کس طرح کے افعال و اعمال سرزد ہوتے ہیں اور اس کی ذات سے معاشرہ کو کیا کیا فائدے پہنچتے ہیں۔

بزرگوں کے نزدیک کشف و کرامت کو فقیری و درویشی میں مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

ایک شخص جس کی زندگی کتاب و سنت کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور جو حق کے دروازہ پر صدق و استقامت سے بیٹھا ہے۔ وہ کرامت پر فوقیت رکھتا ہے۔

بزرگی کا راز کتاب و سنت پر عمل میں مضمر ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

الکرامۃ ھی الاستقامۃ علی باب الغیبْ۔

یعنی کرامت یہ ہے کہ آدمی حق کے دروازہ پر استقامت سے بیٹھا رہے۔ ایک جگہ فرمایا:

''سلوک را صد مرتبہ نہادہ اند ہفتدہم مرتبہ کشف و کرامت است۔ اگر سالک ہم دریں بماند ہشتاد و سہ مرتبہ دیگر را گسے برسد''۔

سلوک کو سو درجوں میں رکھا ہے جس میں ۱۷واں مقام کشف و کرامات کا ہے۔ اگر سالک اس مقام میں رہ گیا تو بقایا تراسی مرتبوں کو کیسے پہنچے گا؟

کشف و کرامت کو لوگوں نے بزرگی کا معیار بنا لیا ہے۔ حالانکہ کل اولیاء اللہ نے سالکانِ راہِ طریقت کو ہدایت کی ہے کہ کشف و کرامت راستے کا حجاب ہیں۔

''کشف و کرامت حجاب راہ است کار استقامت محبت وارد و کرامت پیدا کردن کارے نیست''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۵۵)

کشف و کرامت راستہ کا حجاب ہیں، اصل کام استقامت محبت ہے کرامت دکھانا کچھ بھی نہیں ہے۔

بزرگوں کی کرامتوں کے متعلق عوام الناس میں کئی قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ تو کرامت کا بالکلیہ منکر ہے۔ اور اس کو شعبدہ کہتا ہے۔ دوسرے کا حال یہ ہے کہ اس نے کشف و کرامت ہی کو بزرگی کا معیار ٹھہرا لیا ہے۔ یہ دونوں

Scanned with CamScanner

خیالات افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ جو دانشمند کرامت کے بالکل منکر ہیں وہ اس پر غور کریں کہ اولیاء اللہ کی کرامات دلیل ہیں انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی اور اصول کے مطابق دلیل کے انکار سے مدلول کا انکار لازم آئے گا۔ جس سے ایمان ویقین متاثر ہوں گے۔

قرآن شریف میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی (حضرت آصف بن برخیا) کی کرامت کا ذکر موجود ہے کہ انہوں نے ملکہ سبا کا تخت جو سینکڑوں میل کی مسافت پر تھا، چشم زدن میں لاکر حاضر کیا تھا۔ کیا یہ واقعہ ''کرامتِ اولیاء حق'' کی دلیل نہیں ہے؟ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ''عندہٗ علم من الکتاب'' سے تعبیر فرمایا ہے۔

اولیائے کاملین سے جو کرامات کا صدور ہوا ہے۔ اس پر غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ کرامتیں معاشرہ کی اصلاح اور لوگوں کو خدائے ذوالجلال کی چوکھٹ پر جھکانے اور ان کے ایمان ویقین کو مضبوط بنانے کیلئے تھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے جو لوگوں کو تاریکی سے نکالیں اور نور کی طرف لے جائیں۔

اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ ایک ولی جہاں ولایت کے دوسرے اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ وہاں اس کو کچھ کرامات بھی عطا ہوتی ہیں کہ کرامات بھی ان کی ولایت کا جزو ہیں۔ جن کو ان کی مبارک زندگیوں سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

ان کرامات کا صدور اولیاء اللہ سے شہرت، ناموری یا ذاتی منفعت کیلئے نہیں ہوتا بلکہ تصرف وکرامت کے اظہار سے ان حضرات نے لوگوں کو گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی بخشی ہے اور انسان کے خلیفۃ اللہ اور نائب رسول اللہ ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

مادی ترقی کے اس دور میں جب کہ روحانیت کا انکار وبا کی طرح پھیل رہا ہے

معجزات اور کرامات کو قصہ پارینہ سمجھا جانے لگا ہے۔ چاروں طرف انکار والحاد کی تیز وتند آندھیاں چل رہی ہیں۔ ہم ایمان وایقان والوں کی خدمت میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی پیش کر رہے ہیں تا کہ وہ جان لیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جوگیوں اور جادوگروں کے ماننے والوں کو کس طرح وحدہٗ لاشریک مولا تعالیٰ کی چوکھٹ پر جھکایا تھا اور مصائب وحوادث کے شکار انسانوں کو جو مایوسی میں اپنے خالق ومالک کو بھلا بیٹھے تھے۔ کس طرح ارحم الرحمین کا بنایا تھا۔ ہمارے نزدیک حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ تھے۔

تعلیمات

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ یہ دستور رہا کہ کوئی دینی مشکل ہو یا دنیاوی ہر بات میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ جب کوئی شخص حضرت کی خدمت میں اپنی پریشانی بیان کرتا تو آپ اس کو نماز پڑھنے اور تلاوتِ کلام اللہ کرنے کا حکم دیتے تھے اور روزانہ یہی ہوتا رہتا تھا۔

مفلسی کا علاج:

ایک دن ایک شخص نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی مفلسی اور تنگدستی کا حال عرض کیا اور دعا کا خواستگار ہوا۔ آپ نے پہلے اس کیلئے دعا کی پھر اس کو فرمایا تم رات کو سوتے وقت سورہ جمعہ[1] پڑھا کرو۔

اکسیر ترک کا حال:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا

1- سیر الاولیاء۔ یہ سورۃ ۵ مرتبہ نمازِ عشاء پڑھی جاتی ہے اور وَاللّٰہُ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ کی ۲۱ مرتبہ تکرار کی جاتی ہے۔ (نظامی)

خیال ہر وقت رکھا جائے اور اس معاملہ میں کسی بندے کی ناخوشی سے بالکل متاثر نہ ہوا جائے۔ آپ کی اس تعلیم کا اثر آپ کے مریدوں اور معتقدوں میں بدرجہ اُتم موجود تھا۔

دہلی میں ایک مالدار ترک اُتیمر نامی رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک مسجد تعمیر کی اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کو اس میں امام مقرر کر دیا۔ پھر کچھ دن بعد اس نے اپنی لڑکی کی شادی اور فضول رسموں میں تقریباً ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا۔

ایک دن وہ ترک شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کو اسراف اور خرچ بے جا سے ڈرایا اور فرمایا کہ:

"مومن تمام آں کس باشد کہ او را دوستی حق بر دوستی اولاد غالب باشد اکنوں تو یک لکہ جیتل بلکہ زیادت در حق فرزند خود خرچ کردی اگر چہ دو چنداں در راہِ حق خرچ کنی انگاہ تو آں چناں باشی"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۷۹)

یعنی پورا مومن وہ ہوتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی اولاد کی محبت پر غالب ہو۔ اب تو نے ایک لاکھ جیتل بلکہ اس سے زیادہ اپنی اولاد کی شادی پر خرچ کئے ہیں اگر تو دو لاکھ جیتل راہ خدا میں خرچ کرے گا جب کہیں ویسا مومن ہوگا۔

یہ حق بات سن کر وہ ترک بہت ناراض ہوا مگر آپ نے اس کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کی پھر اس ترک نے اس ناراضگی کے سبب آپ کو مسجد کی امامت سے ہٹا دیا۔

جب آپ اجودھن آئے اور یہ سب واقعہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا۔ (پ۱ البقرۃ ۱۰۶)

یعنی ہم کسی ایک آیت کو منسوخ نہیں کرتے تاوقتیکہ اس سے بہتر یا اس جیسی آیت اور نہ لے آئیں۔

پھر فرمایا:

جو حق بات سننے سے ناراض ہوتا ہے اس کی پرواہ مت کرو اتیمر گیا اور اتیکر آجائے گا۔

چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد اتیمر ترک کا نام و نشان مٹ گیا اور اتیکر نامی ایک اور ترک آگیا۔ جو دیندار اور اچھے عقیدے کا آدمی تھا۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سفارشی خط سلطان بلبن کے نام:

فقراء کی نظر ہر معاملہ میں فاعل حقیقی پر رہتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کارساز نہیں مانتے۔ طرح طرح سے وہ اپنے مریدین و معتقدین کو یہ بتاتے رہتے ہیں کہ بھروسہ کے قابل صرف وہی ذات ہے۔ اور اصل کارساز مؤثر حقیقی اور مالکِ حقیقی وہی ہے اپنے ہر کام میں اسی سے مدد مانگنی چاہئے وہ چاہتا ہے تو اسباب فراہم ہو جاتے ہیں اور کام بن جاتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تو بنے ہوئے اسباب بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ دیان وہی ہے وہ دلوائے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ روک دے تو کوئی دینے والا نہیں۔ اس کے حکم کو رد کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔

ایک دن ایک شخص حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی حضور مجھے سلطان بلبن کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیجئے تا کہ وہ مجھ کچھ عنایت فرمائے۔

آپ نے فرمایا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں وہ تم کو عطا فرمائے گا۔ اس نے یہ سن کر کہا "آپ مجھے بلبن کے نام خط لکھ دیں۔ وہ آپ کے خط سے مجھے کچھ ضرور دے گا۔ آپ نے فرمایا تم خاطر جمع رکھو میں تمہیں خط بھی لکھے دیتا ہوں لیکن یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ کارساز اور دینے والا وہی مالک ہے۔ جو تم کو بھی دیتا ہے اور سلطان بلبن کو بھی دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ لکھ کر اسے دے دیا۔

"رفعت قصه الى اللّٰهِ ثم اليك فان اعطيتة شياً فالمعطى

Scanned with CamScanner

هو اللّٰہ وانتَ المشکوروان لم تعطیہ شیئا فالمانع هو اللّٰہ وَانت المعذور"۔ (سیرالاولیاء صفحہ۷۲)

یعنی میں نے اس شخص کی ضرورت اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کی پھر تیرے پاس بھیجا ہے اگر تو اس کو کچھ دے گا۔ تو عطا اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور یہ شخص تیرا مشکور ہوگا۔ اگر کچھ نہ دے گا تو بندش خدا کی طرف سے ہوگا اور تو معذور سمجھا جائے گا۔

شخصی حکومت کے زمانے میں جب کہ لوگ بادشاہ کو ظلِ الٰہی سمجھ کر سجدہ بھی روا رکھتے تھے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر دیکھئے سچی بات کس بلیغ انداز میں لکھی ہے کہ فصاحت بلائیں لے رہی ہے۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

جاگیر کا فرمان واپس کردیا:

زبانی کلامی تلقین و نصیحت آسان کام ہے۔ لیکن نصیحت کا اثر اس وقت ہوتا ہے جب ناصح خود عامل ہو۔ ترک دنیا کی تلقین کرنے والے اگر خود دنیا جمع کرنے لگیں یا تنگدستی اور عُسرت میں خیرات بند کردیں تو پھر یہ قول و فعل کا فرق نہیں تو اور کیا ہوگا ایسے شخص کی نصیحت بالکل غیر موثر ہوگی۔ ناصح اور معلم کا اصلی روپ اسکی نجی زندگی اور بے تکلّف احباب کے ساتھ نظر آتا ہے۔ اگر اس کی روش ظاہر و باطن اور خلعت و جلوت میں ایک ہے۔ تو پھر واقعی ایسا شخص مسندِ ارشاد کے لائق ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام سیرت مبارک پر نظر ڈالیے آپ کو ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملے گا کہ آپ کو ظاہر کچھ ہو اور پوشیدہ کچھ۔ اس مَعاملہ میں سب سے پہلے سرآمد فضلائے روزگار سیّد بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی موجود ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"مخدوم ہرچہ بودے بامن گفتے و مرا بکاریکہ برراہ کردے اور خلاء وملا یک سخن بودے ہیچ گاہ درخلا سخن نہ گفتے وکارے نفرمودے کہ درملا عین آں نہ گفتے ۔یعنے ظاہر و باطن یک روش داشت وایں عجائب روزگاراست"۔

(سیرالاولیاء صفحہ۶۵)

یعنی مخدوم کا جو کچھ کام ہوتا وہ مجھ سے کہتے تھے۔ خلوت اور جلوت میں ایک ہی بات کہتے اور کرتے تھے مجھ سے کبھی علیحدگی میں ایسی بات نہیں کہی اور کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو ظاہر میں نہ کہہ سکتے ہوں۔ یعنی ظاہر و باطن میں ان کی روش ایک تھی اور یہ بات عجائب روزگار سے ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقامت اجودھن کا ابتدائی اور آخری زمانہ نہایت عُسرت کا تھا۔ اگرچہ فاقہ رہتا تھا۔ لیکن اس پر بھی ایثار[1] کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آتا اسی وقت ضرورت مندوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ عین اس وقت جب کہ آپ کے اہلِ خانہ اور جماعت خانہ کے افراد فاقوں سے دوچار تھے۔ الغ خاں سلطان ناصرالدین کی طرف سے کچھ نقد روپیہ اور چار گاؤں کی جاگیر کا فرمان لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے نقد روپیہ مستحق فقراء میں تقسیم کردیا اور فرمان یہ کہہ کر واپس کردیا کہ اس کے خواہش مند بہت موجود ہیں۔ ان کو دے دو۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

شاہ مارا دیہہ دہد منت نہد
رازق مارزق بے منت وہد

اب آپ پورا واقعہ پڑھیے سلطان ناصرالدین غازی ابن سلطان شمس الدین التمش نہایت نیک سرشت اور پرہیزگار بادشاہ گزرا ہے۔ تاریخ میں اس کو درویش بادشاہ کہا جاتا ہے وہ کسی ملکی ضرورت کے سبب ملتان جارہا تھا۔ جب نہروالا کے قریب

1- اپنی سخت ضرورت کے وقت اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینا قرآن شریف میں ہے کہ وَیوثرون علٰی انفسهم ولو کان بهم خصاصه۔ یعنی پسند کرتے ہیں غیروں کو اپنی جانوں پر اگرچہ خود حاجتمند ہوں۔

Scanned with CamScanner

پہنچا تو اس نے غیاث الدین بلبن سے کہا۔ جو اس وقت نائب السلطنت تھا اور الغ خاں کہلاتا تھا کہ میں حضرت[1] بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کیلئے اجودھن جانا چاہتا ہوں۔ الغ خاں نے کہا راستے میں پانی کی سخت قلت ہے۔ اس عظیم لشکر کے ساتھ وہاں جانا تکلیف کا باعث ہوگا۔ آپ ملتان چلیے۔ میں آپ کی طرف سے نذر لے کر جناب بابا صاحب کی خدمت میں چلا جاتا ہوں بادشاہ نے آپ کی اس رائے کو قبول کرلیا اور کچھ نقد روپیہ اور چار گاؤں کا فرمان بھجوادیا۔

الغ خاں نذر لے کر اجودھن پہنچا۔ اس وقت اس کے دل و دماغ میں ملک گیری کی ہوس بھری ہوئی تھی۔ وہ چاہتا تھا۔ چونکہ بادشاہ بے اولاد ہے۔ اس لیے اس کے بعد سلطنت میرے ہاتھ آجائے۔ وہ یہ سوچ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بادشاہ کی نذر پیش کی۔ آپ نے پوچھا ''یہ کیا ہے؟'' الغ خاں نے کہا کہ:

''ایں سیم است و ایں مثال چہار دیہہ خاص برائے شما''۔

یہ روپیہ ہے اور یہ چار گاؤں کا فرمانِ خاص آپ کیلئے ہے۔

یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا فرمان واپس لے جاؤ۔ اس کے چاہنے والے اور بہت موجود ہیں۔ ان کو دے دو۔ البتہ یہ نقد روپیہ ہم درویشوں اور فقیروں میں تقسیم کرلیں گے۔ پھر الغ خاں کو مخاطب کر کے یہ قطعہ پڑھا:

فریدون فرخ فرشتہ نہ بُود   زِعود و زعنبر سرشتہ نہ بُود
زداد و دہش یافت آں نکوئی   تو داد و دہش کن فریدوں توئی

یعنی فریدوں بادشاہ کوئی فرشتہ نہ تھا اور عود و عنبر سے بھی اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ جو اس کے عدل و انصاف کی خوشبو سارے جہان میں پھیلا دیتے۔ اس نے شہرت و ناموری داد و دہش کے ذریعہ حاصل کی تھی۔ تو بھی خیرات و سخاوت کو فریدوں ہوجائے گا۔

یہ سن کر الغ خاں کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے جھک کر حضرت کے قدم چوم

1- سیر الاولیاء صفحہ ۷۱

لیے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ آپ کا خادم ہوں اور دعا کا محتاج ہوں۔ آپ نے فرمایا:

فریدوں توئی۔

تھوڑے ہی دن بعد ناصر الدین کا انتقال ہوگیا اور الغ خاں بادشاہ ہوگیا۔

مال جمع کرنا فقراء کا شیوہ نہیں ہے:

تنگدستی اور عسرت کے زمانہ میں خیرات کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ لیکن ان لوگوں کیلئے جنہیں اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنے ماں باپ بلکہ کل مخلوق سے زیادہ خدا اور اس کا رسول[1] محبوب ہو یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ کہنے کو تو ہر شخص خدا اور اس کے رسول سے محبت کا دعویٰ رکھتا ہے مگر عملاً لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (پ۴ ال عمران ۹۲) کی تصویر ایک محبّ ہی پیش کرسکتا ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں آپ نے روپے پیسے کو جمع کرنے یا دوسرے دن کیلئے کچھ بچا کر رکھ چھوڑنے پر عمل کیا ہو۔ آپ کا تمام عمر یہی معمول رہا کہ جو کچھ آیا اسی وقت مساکین میں تقسیم کردیا۔

ایک[2] دن کسی شخص نے کچھ روپے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیے۔ آپ نے وہ روپیہ مولانا سیّد بدر الدین اسحٰق کو دے کر فرمایا اس کو تقسیم کردو۔ حضرت مولانا نے وہ روپیہ تقسیم کردیا۔ کچھ دیر بعد ایک روپیہ فرش پر پڑا ہوا ملا۔ آپ نے اس کو اس خیال سے اٹھالیا کہ صبح فقراء کے کھانے میں کام آجائے گا۔

جب آپ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو نماز بے ذوق اور بے حلاوت تھی۔ آپ نے نیت توڑ دی۔ جناب بابا صاحب نے آپ سے پوچھا۔ مولانا کیا وجہ

1- تاریخ ابن عساکر جلد ۷ صفحہ ۲۱۱ قول حضرت عبادہ بن صامت بدری اصحابی رحمۃ اللہ علیہ کہ ہم نے ان امور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی کہ ہم دکھ سکھ میں ان کی اطاعت کریں گے۔ تنگدستی و فراخی میں خیرات کریں گے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالائیں گے اور اللہ کیلئے سچی بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کریں گے۔

2- بعض روایتوں میں یہ واقعہ الغ خاں کے روپوں کی تقسیم کا ہے۔

ہے نماز بے ذوق ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی شاہی روپیہ تو باقی نہیں ہے۔ مولانا نے عرض کیا حضور ایک روپیہ میرے پاس ہے اور میں نے اسے صبح کیلئے رکھ چھوڑا ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ روپیہ اظہار ناراضگی کے ساتھ مولانا سے لے کر پھینک دیا۔ اور فرمایا اسے کیوں رکھ چھوڑا اگر کوئی لینے والا نہیں تھا۔ تو باہر پھینک دیا ہوتا۔ جمع کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔

مکان نہ بنانے کا عہد:

ایک دن جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عقیدت مند نے عرض کیا کہ حضور اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو جماعت خانہ کے قریب ان خادموں کیلئے جو باہر سے لنگر خانہ کیلئے لکڑیاں لاتے ہیں۔ ایک کوٹھڑی بنا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ:

"مُدت ہفت سال است کہ مسعود بندہ نیت کردہ است کہ خشت بر خشت نہ نہد"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۹۰)

الغرض حضرت بابا صاحب نے مکمل تجرید و تفرید ظاہری و باطنی کے ساتھ اپنی تمام عمر بسر کی۔ کیا خوب کہا ہے حضرت عمرو بن عثمان مکّی نے۔

تفیّرو باللہ الفرید فرید
فظل وحیداً والمشوق وحید

یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو جنازہ پر ڈالنے کیلئے گھر میں چادر اور لحد بنانے کیلئے اینٹیں بھی نہ تھیں۔

پنبہ حلاج را رسمِ کفن داری نہ بُود
خانہ بردوش فنا سامان داری ہم نہ داشت

(فوائد الفواد صفحہ ۲۱۲)

بھروسہ خدا کا:

فقراء کا بھروسہ صرف خدا پر ہوتا ہے۔ زبانی کلامی تو سارا جہان یہی کہتا ہے کہ ہمارا بھروسہ خدا پر ہے مگر عملاً یہ چیز صرف فقراء میں نظر آئے گی اور یہ لوگ اپنے متعلق اور مریدین کو بھی ہر وقت یہی تلقین کرتے رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھروسہ پائیدار اور معتمد نہیں ہے۔

اگر فقراء کے اس اعتماد میں ذراسی دیر کیلئے خطرہ آجائے تو ان کی باز پُرس ہوتی ہے۔ اور کبھی سالک واقف ہو جاتا ہے اور کبھی راجع۔

ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سخت بیمار ہوئے کمزوری اور تکلیف کی شدت کی وجہ سے چلنے پھرنے میں تکلف ہوتی تھی اور آپ عصا لے کر چلتے تھے۔ کہ خطرہ پیدا ہوا کہ میں اس عصا کے سہارے چل رہا ہوں۔ اس خطرہ کا آنا تھا کہ فوراً گرفت ہوئی۔ اور عتاب ہوا۔ آپ نے فوراً عصا ہاتھ سے پھینک دیا اور آپ کے چہرے سے پشیمانی اور تاسّف کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ پوچھا حضور خیر تو ہے چہرہ مبارک پر تفکر پایا جاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ نظام اس وقت دل میں یہ خطرہ آیا تھا۔ جس کی گرفت ہوئی کہ غیر پر بھروسہ کرتا ہے۔ اس لئے عصاء کو پھینک دیا اور پشیمان ہوں۔

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ عام لوگوں کی گرفت وقوعِ فعل کے بعد ہوتی ہے لیکن اخص الخواص حضرات کا خطرہ بھی پکڑا جاتا ہے۔

کیونکہ یہ اصول ہے کہ:

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ ابرار کی نیکیاں مقربین کیلئے گناہ ہیں۔

سرکاری ملازموں کیلئے باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت:

عام طور پر لوگ دولت و طاقت کے گھمنڈ میں کسی پر ظلم وزیادتی کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اقتدار کے نشہ میں ایسے بدمست ہوجاتے ہیں کہ کسی غریب کی جائز شکایت سننا تو ایک طرف اس کو اپنے سامنے زبان کھولنا بھی اپنے وقار کے خلاف گستاخی خیال کرتے ہیں لیکن جب خود کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو پھر خدا یاد آتا ہے اور فقراء کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں بعض سرکاری ملازمین بھی شامل ہیں۔ جن کا مصیبت میں پھنس جانے کے بعد یہ حال ہوتا ہے۔

اہل کاراں بوقت معزولی شبلی رحمۃ اللہ علیہ وقت و بایزید رحمۃ اللہ علیہ شوند
چوں بر آیند باز برسر کار شمر ذالجوشن و یزید شوند

اور یہ مرض پرانا ہے ہر وقت میں ایسے لوگ ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اجودھن میں ایک سرکاری منشی تھا جو اپنے ماتحتوں اور غریب عوام کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا تھا اور کسی پر ظلم وزیادتی کرتے بالکل نہ ڈرتا تھا۔ حالانکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ:

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درحق بہر استقبال مے آید

یعنی مظلوم کی آہ سے ڈر کہ جب وہ بیچارگی کے وقت دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت اس کی دعاء کے استقبال کیلئے آجاتی ہے۔

اتفاقاً اجودھن کے منشی صاحب سے ان کا افسرِ اعلیٰ سخت ناراض بلکہ درپئے آزار ہوگیا۔ منشی صاحب کو جب کوششوں میں ناکامی ہوئی تو خدا یاد آیا اور حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور حاکمِ شہر خواہ مخواہ میرے درپئے آزار ہے۔ اگر جناب از راہِ کرم اس سے میری سفارش کردیں تو انتہائی ممنون

ہوں گا۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کے ہاتھ[1] اسے لکھ بھیجا کہ:

''بمنت ایں درویش از یں نویسندۂ دل ریش محترز باید بُود''۔

(سیر العارفین صفحہ ۳۸)

اس درویش کی منت قبول کرو اور اس شکستہ دل نویسندہ کو آزار مت پہنچاؤ۔ لیکن حاکم نے باوجود وعدہ کرلینے کے اس کو ستانا نہ چھوڑا۔ بلکہ پہلے سے زیادہ آزار پہنچایا۔ تو وہ منشی پھر حضرت کی خدمت میں آیا اور سب ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا میں نے اس سے تیری سفارش کردی مگر اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ شاید کوئی مظلوم تیرے پاس بھی فریادی آیا ہوگا اور تو نے بھی اس کی فریادرسی نہ کی ہوگی۔ یہ سنتے ہی وہ منشی کھڑا ہوگیا اور اس نے توبہ کی اور عہد کیا کہ میں آج سے کسی کو نہ ستاؤں گا اور جہاں تک میرے امکان میں ہوگا۔ لوگوں کی خدمت کروں گا اگرچہ میرا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔

اس عہد اور توبہ کو تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ وہ حاکم خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کی سفارش پر عمل نہ کرنے کی معافی مانگی اور اس منشی سے راضی ہوگیا اور اس کو ایک گھوڑا اور خلعتِ انعام میں دیا۔ آپ نے پھر اس کو بہت سی نصیحتیں کیں اور یہ بھی فرمایا:

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے افسر تم سے اچھا برتاؤ کریں تو تم بھی اپنے ماتحتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ اور مظلوموں کی فریاد کو فوراً پہنچو۔ ورنہ تمہاری دعا بھی قبول نہیں ہوگی۔

جادو کے اثر سے حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیمار ہوجانا:

حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ جب اجودھن آئے ہیں۔ تو یہاں اس وقت جوگیوں اور جادوگروں کا بڑا اثر واقتدار تھا۔ اور دور ونزدیک اس شہر کو ''جادونگری'' کہا جاتا تھا۔ غیر مسلموں کے علاوہ یہاں کے مسلمان بھی جوگ اور جادو سے واقفیت رکھتے تھے۔ خاص شہر اجودھن ''پاک پتن'' میں ایک بڑا مشہور ومعروف مسلمان جادوگر رہا کرتا

1- سیر العارفین صفحہ ۳۸ خادمے راجانب والی فرستاد فوائد الفواد صفحہ ۱۴۸ کسے راجانب والی فرستاد

تھا۔ جس کا نام ''شہاب'' تھا۔

اسی کے لڑکے نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جادو کیا تھا۔ جس سے آپ سخت بیمار ہوگئے تھے۔ لیکن چونکہ آپ کا عمل تمام عمر عفو و درگز کی پیغمبرانہ سنت پر رہا۔ اس لئے آپ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔ آپ ہمیشہ اپنے مریدین اور متعلقین کو یہی نصیحت فرماتے رہتے تھے کہ کسی کی برائی کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔ نہ کسی سے دشمنی رکھنی چاہیے۔ اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کا جواب غلط کاری نہیں ہے۔ بلکہ عفو و درگذر ہے۔ اب آپ پورا واقعہ پڑھیے اور دیکھیے کہ خود حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان باتوں پر کس قدر سختی سے عمل پیرا تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ[1] حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سخت بیمار ہوئے۔ بھوک بند ہوگئی۔ کھانا پینا ترک ہوگیا۔ آپ کے صاحبزادگان اور مریدین جمع ہوئے۔ طبیبوں کو بلایا گیا۔ انہوں نے نبض دیکھی۔ پیشاب کا کیمیاوی تجربہ کیا۔ پھر کہا ہم کو کسی مرض کا پتہ نہیں چلتا۔ ہمارا علم آپ کے مرض کی پہچان سے قاصر ہے۔

تکلیف نے شدت اختیار کر لی اور متعلقین بڑے سراسیمہ اور پریشان ہوگئے ایک دن صبح حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو اور حضرت بدر سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اور چند دوسرے خاص لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ آج رات تم سب مشغول رہو اور میری صحت کیلئے دعا کرو۔ ہم سب نے ایسا کیا۔ آخری شب حضرت بدر سلیمان نے دیکھا کہ ایک بزرگ کھڑے فرماتے کہ تمہارے باپ پر شہاب جادوگر کے لڑکے نے جادو کیا ہے اور وہ شہاب کی قبر میں دفن ہے تم اس کی قبر پر جا کر یہ کلمات پڑھو تو جادو ظاہر ہو جائے گا۔

ایھا المقبور المبتلی اعلم بانّ ابنك قد سحر و اذی فضل له ليكف باسمعنا و الاتلحقه بالحق بنا۔

1- سیر العارفین صفحہ ۳۹ فوائد الفواد صفحہ ۷۸

حضرت بدر سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر فرمایا یہ کلمات یاد کرو اور لوگوں سے شہاب ساحر کی قبر معلوم کرو اور اس کے سرہانے بیٹھ کر یہ پڑھو۔

بموجب ارشاد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلمات یاد کئے اور پھر شہاب جادوگر کی قبر پر گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر آپ نے یہ کلمات پڑھنے شروع کیے اور مقررہ تعداد میں پڑھنے کے بعد آپ نے زمین پر دستک دی۔ معلوم ہوا کہ اندر کوئی چیز دفن ہے۔ آپ نے مٹی ہٹائی، تو اندر سے مٹی کا ایک گولہ نکلا۔ آپ نے اور مٹی ہٹائی تو اس میں سے ایک پتلا برآمد ہوا۔ جس میں کچھ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔ اور گھوڑے کی دم کے بال اس میں بندھے ہوئے تھے۔ آپ اس پتلے کو لے کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو آپ کے سامنے ڈال دیا۔

جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آٹے کے پتلے کو دیکھا اور فرمایا کہ اس میں سے سوئیاں نکالو۔ اور بالوں کی گرہوں کو کھولو۔ اور پھر اس پتلے کو توڑ کر دریا میں ڈال دو۔ حضرت محبوب الٰہی نے حضرت بابا صاحب کے ارشاد کی تعمیل کی۔ جیسے جیسے سوئیاں اس میں سے نکلتی تھیں اور بالوں کی گرہیں کھلتی تھیں۔ حضرت کی طبیعت درست ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب تمام سوئیاں نکال لی گئیں اور سب گرہیں کھول دی گئیں تو حضرت اٹھ بیٹھے اور تندرست ہوگئے۔ پھر حضرت محبوب الٰہی نے اس پتلے کو توڑا اور دریا میں ڈال دیا۔[1]

حضرت کی اس بیماری کا چرچا عام تھا۔ اب اس جادو کی برآمدگی کا شہرہ بھی تمام شہر میں ہوگیا۔ کہ شہاب جادوگر کے لڑکے نے بعض لوگوں کے کہنے پر حضرت پر جادو کیا تھا۔

1- جوامع الکلم میں لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجودھن سے دریا کے کنارے ''فرید دال'' تشریف لے گئے تھے اور وہیں حضرت نے غسل صحت کیا تھا۔ اور اسی جگہ پتلا کو توڑ کر دریا میں ڈالا گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

والیِ اجودھن کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے ابنِ شہاب کو گرفتار کر کے حضرت کی خدمت میں بھیج دیا۔اور عرض کرایا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔حکم فرمائیں کہ اس کو کس طرح قتل کیا جائے۔آپ نے والی کو جواب بھیجا کہ:

''چوں درحق من خدائے تعالیٰ صحت بخشید من نیز بہ شکرانہ آں صحت عفو کردم وخطا او بخشیدم تو نیز تعرض نہ رسانی''۔(سیر العارفین صفحہ ۶۸،فوائد الفواد صفحہ ۱۷۸)

یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عطا فرمائی ہے۔میں بھی اس صحت کے شکرانے میں اس کو معاف کرتا ہوں اور اس کی خطا کو بخشتا ہوں۔تو بھی اس سے کوئی تعارض نہ کر۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ پر بھی جادو کیا گیا تھا۔ جس سے آپ سخت بیمار ہو گئے تھے۔پھر آپ کے مریدین ایک ماہر شخص کو آپ کی خدمت میں لائے جس نے خانقاہ کی زمین سونگھ کر ایک جگہ کھودنے کیلئے کہا۔جب زمین کھودی گئی تو علامات سحر ظاہر ہو جائیں اور جادو برآمد ہو گیا۔پھر اس ماہر نے کہا کہ مجھے اس کام میں یہ کمال حاصل ہے کہ میں جادو کرنے اور کروانے والوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔جب حضرت نے یہ سنا تو فوراً فرمایا خبردار ہرگز ایسا نہ کرنا۔میں نے تو ان لوگوں کو جنہوں نے جادو کیا یا کرایا تھا۔معاف کر دیا ہے۔

گناہ سے بچنے پر شکر ادا کرنا چاہیے:

عارف شیراز نے کہا ہے کہ:

بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست   فقیری بجز خدمتِ خلق نیست

خدمتِ خلق میں جہاں بھوکوں کا پیٹ بھرنا اور حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرنا ہے۔وہاں ایک اہم کام اور بھی ہے جس کیلئے پیغمبر مبعوث کئے گئے۔وہ یہ ہے کہ پہلے آدمی خود اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرے۔پھر دوسروں کو احسن طریقہ سے گناہ کی نجاستوں سے نفرت دلائے اور برائی سے روکے اور بھلائی کی طرف

بلائے۔یہ اتنا اہم اور اعلیٰ کام ہے کہ خود پیغمبر علیہ السلام نے یہ فرما کر لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ:

میں ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو اگر چہ خود نبی اور شہید نہیں ہیں۔مگر قیامت کے دن ان کے مرتبہ کی بلندی پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا سے محبت ہے۔اور خدا بھی ان کو محبوب رکھتا ہے۔وہ لوگوں کو اچھی باتیں بتاتے ہیں۔اور برائیوں سے روکتے ہیں''۔(مسند شریف)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ رشد و ہدایت ایسا موثر تھا کہ بڑے سے بڑے گنہگار کی کایا پلٹ جاتی تھی۔جو شخص آپ کے دستِ مبارک پر تائب ہوتا تھا تو گویا برائی اور گناہ اس کی زندگی سے مٹ جاتے تھے۔اور اس کو ناشائستہ اور ناپسندیدہ کاموں سے بالکل نفرت ہو جاتی تھی۔

قصبہ ابوہر کا رہنے والا ایک شخص سراج الدین حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا اور اس کے ساتھ اس کے قوم والے بھی حضرت کے مرید ہو گئے۔ایک دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اس کے ہاں مقیم تھے۔کہ ابوہر کے کچھ لوگوں کا سراج الدین سے جھگڑا ہو گیا تو ان لوگوں نے اس کو بہت برا کہا۔اور اس کی بیوی پر الزام لگائے۔اس کی بیوی نے جواب دیا جو کچھ تم میری بابت کہتے ہو۔سوچو کہ ہو میرے مرید ہونے سے پہلے کی باتیں ہیں۔بعد کی نہیں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو اس عورت کا جواب بہت پسند آیا۔

تذکرے اور تاریخیں اس بات کی گواہ ہیں کہ حضرت کے دستِ مبارک پر بیعت ہونے کے بعد آپ کی مریدی کی شرم عام لوگوں کو ظاہری و باطنی برائیوں سے روک دیتی تھی۔اکثر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیعت کے بعد مریدین کو نصیحت فرماتے تھے کہ اپنے ظاہر کو شریعت کی اتباع سے اور باطن کو عشق مولیٰ سے آراستہ کرنا۔نماز باجماعت پڑھنا۔جمعہ ترک نہ کرنا اور ایام بیض کے روزہ رکھنا۔

Scanned with CamScanner

امیر حسن علاء سنجری نے فوائد الفواد میں اور امیر خورد کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کیلئے دہلی سے اجودھن روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بدقماش عورت بھی ہم سفر ہوگئی۔ اور وہ کوشش کرتی رہی کہ کس طرح اس شخص کو گناہ پر مائل کر لے۔ مگر چونکہ مرد کی نیت صادق تھی۔ اس لیے وہ بالکل اس کی طرف مائل نہ ہوا۔

ایک دن دونوں ایک ہی سواری پر بیٹھے تو اس عورت کو موقعہ مل گیا کہ اس شخص کو ورغلائے۔ قربت کے سبب وہ شخص بھی کچھ مائل ہوا اور اس نے اس سے کوئی بات کی یا اس کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ غیب سے ایک مرد ظاہر ہوا جو ہوا میں معلق تھا۔ اس نے یہ کہہ کر ایک بھرپور طمانچہ اس شخص کے رسید کیا کہ:

بخدمت لُغلاں میروی بہ نیت توبہ ایں چیست؟[1]

یعنی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں توبہ وارادت کی نیت سے جاتا ہے پھر یہ کیا کرتا ہے؟

وہ شخص طمانچہ کھا کر فوراً سواری سے اتر پڑا اور عورت سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی۔

جب وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو پہلی بات جو حضرت نے اس سے کی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ:

خدائے تعالیٰ ترا آں روز نیک قوی نگاہ داشت۔[2]

خدائے تعالیٰ نے تجھ کو اس روز گناہ سے خوب بچایا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی شہر:

گنتی کے چند مولویوں اور قاضیوں نے فقراء کی مخالفت کر کے اور ان کو سولی دلوا

1- فوائد الفواد صفحہ ۲۲۰ و سیر العارفین صفحہ ۳۸ بخدمت شیخ بہ نیت توبہ ارادت میروی و دل برفسق می آری۔
2- فوائد الفواد صفحہ ۲۲۰ و سیر العارفین صفحہ ۳۸ خدائے تعالیٰ آں روز کہ با مطربہ میل نمودی از فضلِ خود نگہداشت

کر عوام میں یہ تاثر پیدا کر دیا ہے کہ مولوی ملا لوگ ہمیشہ فقراء کے مخالف ہوتے ہیں۔ حالانکہ تمام عالم اور مفتی وغیرہ ایسے نہیں ہوتے۔ تاریخ و سیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی افسوسناک مثالیں چھوڑ جانے والے چند نام نہاد مولوی یا جاہ طلب مفتی ہوئے ہیں۔ ورنہ علماء تو خود درویش صفت اور درویشوں کے خادم ہوتے آئے ہیں۔

جن مولویوں نے فقیروں اور درویشوں کو ستا کر اپنے نفس کو خوش کیا انہیں میں سے اجودھن کا ایک شخص قاضی عبداللہ تھا۔ جو اپنے تئیں قاضی محمد ابوالفضل عبداللہ کہلوایا کرتا تھا۔ اسلامی عہدِ حکومت میں قاضی شہر کو اسی طرح کے اختیارات حاصل ہوتے تھے جیسے آج کل سول جج کو ہوتے ہیں۔

اس قاضی کو جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اثر و رسوخ اور عوام کی آپ کے ساتھ بے پناہ محبت سخت ناگوار تھی۔ اور وہ اس کو کم کرنے کیلئے اپنی نجی مجلسوں سے لے کر منبر تک آپ کو برا کہتا رہتا تھا۔ اور خصوصاً ان مجالس میں جہاں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین یا بچوں میں سے کوئی ہوتا۔ تو اس کا پارہ زیادہ چڑھ جاتا تھا۔ اور وہ آپ پر طرح طرح کے بہتان باندھا کرتا تھا۔ غرض وہ اس دشمنی میں اس قدر از خود رفتہ ہو گیا تھا کہ اسے اپنے خسرانِ آخرت کا بھی خوف نہ تھا۔

گشندہ گشندہ باشد:

ایک دن جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ گنج علم شہر کی کسی مجلس میں تھے۔ کہ قاضی مذکور بھی وہاں آ گیا اور اس نے جو وہاں آپ کو دیکھا تو بس حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان پاک میں گستاخیاں کرنے لگا۔ مگر حضرت شیخ شہاب الدین حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق حلم و بردباری کے ساتھ خاموش بیٹھے رہے۔

جب آپ واپس آئے تو آپ نے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی اس تکلیف کا حال بیان کیا۔ جو قاضی کی بدگوئی سے آپ کو پہنچی تھی۔ اور عرض کیا کہ قاضی کو ہم سے

ایسی خصومت ہوگئی ہے کہ جہاں ہم میں سے کسی کی صورت اس کو نظر آئی۔ اور وہ چراغ پا ہوا پھر جو کچھ وہ کہتا ہے وہ سنا نہیں جاتا۔ حالانکہ ہم نے آج تک آپ کے ارشادِ گرامی پر عمل کرتے ہوئے اس کی ناگفتنی کا جواب نہیں دیا۔ کوئی محفل ہو۔ کسی قسم کے لوگ جمع ہوں۔ مگر وہ آپ کی توہین کیے بغیر نہیں رہتا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لختِ جگر کی یہ باتیں سنیں اور فرمایا۔ بیٹا

''جور و جفائے ایشاں بکشید کہ کشندہ کشندہ باشد''۔

یعنی ان کی سختیاں اٹھاؤ۔ کیونکہ برداشت کرنے والا مار ڈالتا ہے۔ صبر کرو۔ برائی اور بدگوئی کا جواب برائی اور بدگوئی نہیں ہے۔ بلکہ عفو و درگذر ہے۔

قاضی کی بے ہودگی:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس صبر و برداشت پر بھی قاضی نے اپنی اصلاح نہیں کی۔ بلکہ آپ کو اور زیادہ تنگ کرنے کی یہ تدبیر نکالی کہ ایک قلندر کو کچھ لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منہ پر آپ کو گالیاں نکالے اور آپ کی توہین کرے۔

جب یہ قلندر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ مصلیٰ پر تشریف فرما تھے اور مولانا بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ پیشی میں حاضر تھے۔ ان کے پیچھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ دست بستہ کھڑے تھے۔ کہ اس قلندر نے قریب آکر کرخت لہجے میں آپ کو مخاطب کر کے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنے تئیں بت بنا رکھا ہے اور لوگوں سے اپنے آپ کو سجدہ کراتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ:

''من نہ ساختہ ام خدائے تعالیٰ ساختہ است''۔ (فوائد الفواد صفحہ ۴۸)

میں نے کچھ نہیں بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ قلندر نے نہایت زور سے کہا۔ نہیں تو نے اپنے تئیں بت بنایا ہے۔ آپ نے فرمایا خود کوئی کچھ نہیں بن سکتا جو

کچھ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ یہ جواب آپ نے کچھ اس طرح دیا کہ قلندر لاجواب ہوگیا۔ اور پھر اس نے کہا کہ:

(ایں بشنید و خجل شُد و بازگشت) آفریں بر تحمل شما باد تا جہاں آباد ایں تحمل بہ تحمل باد۔

یعنی تمہاری برداشت پر آفریں ہے۔ جب تک جہاں آباد ہے خدا کرے تمہارا تحمل اسی شان سے قائم رہے۔ یہ کہا اور چلا گیا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف فتویٰ:

قاضی نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صبر و تحمل سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ کیونکہ شقی میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ حق کی طرف آئے۔ بلکہ وہ الٹا ہی سوچتا ہے۔ یہی روش قاضی عبداللہ کی تھی۔ وہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو زک پہنچانے کیلئے ہر روز نئی نئی تجویزیں سوچتا رہتا تھا اور جب ایک تدبیر ناکام ہو جاتی تھی۔ تو کھسیانہ ہو کر دوسری سوچتا آخر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے ملتان جا کر وہاں کے سہروردی مشائخ اور علماء کو ہموار کیا جائے۔ اور پھر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ان لوگوں سے فتویٰ حاصل کیا جائے۔

چنانچہ قاضی ملتان گیا اور اس نے علماء اور مشائخ پر اپنا پورا اثر و رسوخ استعمال کیا۔ اور پھر ان کے سامنے یہ فتویٰ پیش کیا کہ:

''روا باشد کہ شخص اہل علمے خود را درویش گویاند و پیوستہ در مسجد ماند و آنجا سرود شنود و رقص کند''۔

یعنی کیا یہ جائز ہے کہ ایک شخص اہل علم ہے وہ اپنے آپ کو درویش کہلواتا ہے۔ اور ہمیشہ مسجد میں رہتا ہے۔ اور وہاں سرود سنتا ہے اور رقص کرتا ہے۔ (سیر العارفین صفحہ ۳۲)

ملتان کے علماء نے قاضی مذکور سے پوچھا کہ ایسا کون شخص ہے جس کے متعلق تو

Scanned with CamScanner

یہ کہتا ہے۔ قاضی نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی لیا۔ جیسے ہی علماء اور مشائخ نے آپ کا نام نامی سنا سب نے ایک دم قاضی سے منہ پھیر لیا اور کہا قاضی!

"تو نامِ درویشے میگیری کہ مجتہداں را یارائی آں نیست کہ بر قول و فعل او اعتراض نمایند و در معرض مخالفت در آیند"۔

یعنی افسوس ہے کہ تو ہم سے ایک ایسے پاک و پاکیزہ و برگزیدہ اور عالم فاضل بزرگ کے متعلق فتویٰ لینا چاہتا ہے۔ جن کے سامنے مجتہدِ وقت کو بھی زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ ان کا قول و فعل تو علماء کیلئے حجت ہے۔ تجھے حسد نے صراطِ مستقیم سے ہٹا دیا۔ ہے یہ سن کر قاضی بہت شرمندہ ہوا اور واپس آ گیا۔ مگر آپ کی دشمنی سے باز نہیں آیا۔

"ہر جا کہ فرزندان و معتقدان حضرت شیخ الشائخ می دید بوسع امکان خود می رنجانید و ایشاں حضرت شیخ الشائخ عرض نمودند کہ قاضی وخیلد اران ایں مقام بسیار رنجشے برسانند و جور و جفا از حد میگزارند۔ حضرت ہمیں جواب میداد کہ جور و جفائے ایشاں بکشید۔ کہ کشندہ گشندہ باشد"۔

(سیر العارفین صفحہ ۳۴)

یعنی جہاں کہیں آپ کے لڑکوں اور معتقدوں کو دیکھتا حتیٰ الامکان ان کو رنج پہنچاتا اور وہ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کرتے کہ قاضی اور اس کی پارٹی کے لوگ ہم کو بہت پریشان کرتے ہیں۔ اور ان کی جور و جفا حد سے تجاوز کر گئی ہے تو حضرت یہی جواب فرماتے ہیں کہ ان کی جور و جفا برداشت کرو کہ برداشت کرنے والا مار ڈالتا ہے۔

الغرض قاضی کو اپنے اس منصوبہ کی ناکامی سے بڑی تکلیف ہوئی اور وہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرا دینے کے متعلق غور کرنے لگا۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر قاتلانہ حملہ:

آخر قاضی نے ایک ترک بدمعاش کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ کچھ رقم لے کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کر دے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ تھا کہ آپ صبح کی نماز کے کچھ دیر بعد طویل سجدے کیا کرتے تھے اور اگر سردی کا موسم ہوتا تو پوستین اوپر ڈال لیتے تھے۔ حسن علا سجزی اور امیر خورد کرمانی لکھتے ہیں کہ:

"سر بر زمین نہادہ و مستغرق شغل شدے و بدیں ہیئت بسیار بُودے"۔

(فوائد الفواد صفحہ ۱۵۳ و سیر الاولیاء صفحہ ۸۰)

یعنی آپ زمین پر سر رکھ کر اپنے شغل میں مستغرق ہو جاتے اور اس طرح آپ بہت دیر تک رہتے تھے۔ کبھی کبھی دو دو تین تین گھنٹے آپ کے اسی طرح گزر جاتے تھے۔[1] نماز کے بغیر بھی آپ اپنی نشست گاہ پر اکثر سجدہ کیا کرتے تھے۔

"بعد ہر نماز سر بر خاک نہادتا دوگاں و سہ گاں ساعت ہمدراں حالت مے بُود"۔ (سیر العارفین صفحہ ۳۵)

یعنی ہر نماز کے بعد سر زمین پر رکھتے اور دو دو تین تین گھنٹہ اسی حالت میں رہتے تھے۔

جاڑے کا موسم تھا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز کے بعد سجدہ میں تھے۔ اور آپ کے اوپر پوستین پڑی ہوئی تھی۔ کہ وہ ترک غنڈہ خنجر لے کر اور اوپر چادر اوڑھ کر مسجد میں آیا اتفاقاً اس وقت مسجد میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ اس نے آ کر زور سے ایک قلندرانہ نعرہ مارا اور آپ کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی وہ آپ کی طرف چلا۔ آپ نے سجدہ ہی میں پکار کر پوچھا۔ یہاں کوئی ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ غلام حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میری

1- فوائد الفواد صفحہ ۱۵۳

Scanned with CamScanner

طرف ایک ترک آرہا ہے۔ جس کا قد درمیانہ اور رنگ زرد ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف دیکھا اور عرض کیا۔ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اس کی کمر میں زنجیر پڑی ہوئی ہے۔ ترک نے جب یہ باتیں سُنیں تو وہیں رُک گیا اور خواجہ صاحب نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: جی ہاں۔ زنجیر بھی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا: اس کے کان میں ایک آویزہ ہے جس میں سفید رنگ کا نگ ہے۔ خواجہ صاحب نے پھر اس کی طرف دیکھا اور کہا جی ہاں۔ حضرت نے پھر فرمایا نظام الدین اس کی بغل میں ایک خنجر بھی ہے جسے اس نے چادر میں چھپایا ہوا ہے۔ اور یہ برے ارادے سے یہاں آیا ہے۔ اس سے کہہ دو کہ بھاگ جائے ورنہ خراب ہوگا۔ جیسے ہی ترک غنڈے نے یہ باتیں سنیں گھبرا گیا اور فوراً بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف لپکے لیکن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو آواز دے کر واپس بلا لیا۔

قاضی اجودھن کا خاتمہ:

عفوو درگذر کار نبوی ہے۔ اور فقراء سنت نبوی کے اتباع میں غلو کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کا کوئی وقت سنت نبوی کے اتباع سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ اپنے دشمنوں کی برائیوں کا جواب برائیوں سے نہیں دیا کرتے۔ کیونکہ اس طرح کانٹے ہی کانٹے ہو جاتے ہیں درویشوں کا اصول یہ ہے کہ بانغراں نغزی دبا کوزاں ہم نغزی یعنی وہ نیک کے ساتھ نیک اور برے کے ساتھ بھی نیک ہوتے ہیں۔

اجودھن کا یہ قاضی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۸ سال[1] تنگ کرتا رہا۔ مگر حضرت نے کبھی اس کی برائیوں اور بدخواہیوں کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے مریدوں معتقدوں اور صاحبزادوں کو یہی تلقین فرمائی کہ برائی کا جواب عفو و درگذر ہے۔ لیکن مذکور قاضی حضرت کی اس روش کو آپ کی کمزوری پر محمول کرتا رہا۔

ایک دن جمعہ کی نماز میں قاضی کے نائب نے غلطی کی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

1- فوائد الفواد صفحہ ۹۲ دائم باخدمت شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز منازعت نمودے۔ سیر الاولیاء صفحہ ۸۴

نے فرمایا کہ شریعت کے حکم کے مطابق نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھائی جائے۔ جیسے ہی حضرت نے یہ ارشاد فرمایا۔ سب نمازیوں نے نماز لوٹانے کا مطالبہ کر دیا۔ عوامی مطالبہ سے قاضی بہت متاثر ہوا۔ اس نے نماز تو دوبارہ پڑھا دی۔ مگر منبر پر جا کر حضرت کی شان پاک میں نازیبا اور ناشائستہ الفاظ کہنے شروع کر دیئے کہ:

''مشتے کارانہ گریختگان از جا بجا ایں جا آمدہ اند''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۸۴)

یعنی زمانہ بھر کے مفت خور اور کام چور یہاں جمع ہوتے جا رہے ہیں اور اب یہ لوگ شریعت کے کاموں میں بھی مداخلت کرنے لگے ہیں۔ مگر میں اس مداخلت کو برداشت نہیں کروں گا۔ اور بہت جلد اس کا انتظام کروں گا۔ قاضی منبر پر کھڑا اس طرح کی غیر مناسب باتیں کر رہا تھا کہ ایک دم اس پر لقوہ اور فالج کا حملہ ہوا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اور اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔ زبان سوج گئی۔ لوگ اس کو اٹھا کر اس کے مکان پر لے گئے۔ قاضی کو جب کچھ ہوش آیا۔ تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے چلو۔ میں ان سے معافی مانگ لوں۔ قاضی کے رشتہ دار قاضی کو ایک چار پائی پر ڈال کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائے اور ایک ٹوکرا شکر کا اور ایک بکری بھی نذر کیلئے ساتھ لائے۔ اور قاضی صاحب کو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر ڈال دیا۔ آپ نے قاضی سے پوچھا، قاضی صاحب کیا حال ہے؟ قاضی سے جواب نہ دیا گیا۔ آپ اس کی تکلیف پر اظہارِ افسوس کرتے رہے۔ پھر فرمایا قاضی صاحب!

درمُدت ہژدہ سال ہرکے از تو چیز بمن میرسانید اکنوں ہرچہ در فالِ مصحفے بیروں آید حُکم ہماں باشد۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۸۴)

یعنی اٹھارہ سال سے جو تمہارا دل چاہتا رہا۔ مجھے کہتے رہے ہو اور میرے پاس آنے والوں کے ذریعہ کچھ نہ کچھ مجھے کہہ کر بھیجتے رہے ہو۔ مگر میں نے کبھی تمہارے فرمائے ہوئے پر توجہ نہ کی۔ اور ہمیشہ اپنے مریدوں اور بچوں کو صبر و برداشت اور عفوو

درگذر کی تلقین کرتا رہا ہوں۔ جو کچھ تم مجھے کہتے رہے ہو۔ میں نے معاف کر دیا ہے۔ لیکن میں تمہاری نذر قبول نہیں کر سکتا۔ اب میں تمہارے لیے قرآن شریف میں فال دیکھتا ہوں۔ جو حکم قرآنی ہوگا وہی ہوگا۔

چوں مصحف بکشادند قصہ نوح علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسّلام بیرون آمد۔ قال

یا نوح انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح۔

یعنی جب قرآن شریف کھولا گیا تو حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ نکلا کہ اے نوح (یہ لڑکا) تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ بے شک یہ غیر صالح عمل رکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا: بس یہی حکم الٰہی ہے۔ تم اپنی بکری اور شکر واپس لے جاؤ۔ یہ سن کر قاضی کے رشتہ دار قاضی کی چارپائی اٹھا کر گھر واپس روانہ ہوئے۔ راستہ میں قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا۔

خدا کیلئے جینا اور خدا کیلئے مرنا:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بیشک ہماری نماز، ہماری قربانی، ہماری زندگی اور ہماری موت اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔ (پ۸ الانعام ۱۶۲)

فقراء کے نزدیک زندگی عبادت ہے یادِ حق سے کہ فرمایا ہے۔

حیات آں ست کہ درویش بذکرِ حق مشغول باشد۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۰)

یعنی زندگی وہ ہے کہ درویش ذکرِ حق میں مشغول رہے۔

اگر فقراء کا کوئی وقت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت میں گزر جاتا ہے تو وہ اس کو موت کے مترادف سمجھتے ہیں۔ کہ طریقت میں

"دمے بے یاد او بودن حرامے"

یعنی دم بھر اس کی یاد کے بغیر رہنا حرام ہے۔

ان کی موت و حیات اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تائید اور ثبوت میں ایک بزرگ میرک گرامی کا واقعہ سنایا۔

میرک گرامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

ایک درویش تھے۔ ان میں یہ کرامت تھی کہ ان کے خواب بالکل سچے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ان کو جناب "میرک گرامی" کی زیارت کا شوق ہوا۔ وہ ان کی زیارت کیلئے اپنے شہر سے روانہ ہوئے۔ جب میرگ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر کے متصل پہنچے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میرک گرامی رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے۔ صبح اٹھے تو ان کو بہت رنج و افسوس ہوا۔ کہ اتنی منزل یہاں چل کر پہنچا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ مجھے زیارت بھی میسر نہ آئی۔ پھر خیال آیا کہ اب یہاں تک تو آ گیا ہوں۔ خالی واپس نہیں جاتا۔ میرک گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت ہی کر لوں گا۔ یہ سوچ کر روانہ ہوئے اور شہر میں پہنچ کر لوگوں سے پوچھنا شروع کیا۔ کہ میرک گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا وہ تو زندہ ہیں۔ ان کو تعجب ہوا میرا خواب کبھی غلط نہیں ہوتا۔ یہ کیا بات ہے۔

جب یہ درویش میرک گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور سلام کر کے بیٹھے تو میرک گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً کہا۔ اے خواجہ! فی الواقع تیرا خواب ٹھیک تھا کیونکہ اس رات میں یادِ حق سے غافل ہو گیا تھا۔ پس تمام عالم میں ندا کر دی گئی کہ

"میرک گرامی مر گیا"۔

خدا کیلئے جینے اور خدا کیلئے مرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جو کچھ کرے خدا کیلئے کرے۔ نفس کی خواہش و مراد پوری نہ کرے اور جن لوگوں میں نیت کا یہ انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کی "پوری زندگی عبادت بن جاتی ہے"۔ اگرچہ وہ ہماری طرح کھانا بھی کھاتے ہیں۔ بیوی بچے بھی رکھتے ہیں۔ مگر ان کا کوئی کام نفسانی خواہش کے اتباع میں نہیں ہوتا۔ مزید تشریح میں حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغِ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ ایک واقعہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

حضرت عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

آپ نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کو کہیں دعوت میں بلایا گیا۔ دستر خوان پر کئی قسم کے کھانے تھے۔ حلوائے لوزینہ سب کھانوں سے زیادہ شیخ کے قریب تھا۔ شیخ نے طباق سے ایک لوز اٹھا کر کھائی۔ اچھی معلوم ہوئی اور ایک اور اٹھا کر منہ میں رکھی۔ معاً خیال آیا کہ یہ دوسرا لقمہ خواہش نفس کیلئے کھا رہا ہوں خدا کیلئے نہیں ہے۔ لہٰذا سزائے نفس کیلئے اپنی زبان کو چبا ڈالا اور دستر خوان سے اٹھ گئے۔

دنیا کس چیز کا نام ہے؟:

نبی علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ تمام "برائیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے" اور دنیا کی محبت میں سرِ فہرست مال اور اولاد کی محبت ہے اور مال و اولاد کے فتنہ میں ایک گروہ کو چھوڑ کر سب لوگ مبتلا ہیں۔ دنیا کی محبت اور خدا کی طلب دو متضاد چیزیں ہیں۔ جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دُوں   ایں خیال است و محال است وجنوں

لیکن یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ترکِ دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے آپ کو ننگا کر لے اور لنگوٹہ باندھ کر بیٹھ جائے اور کسی پہاڑ یا درخت کے نیچے دھونی رما لے یہ بات تعلیمِ اسلام کے خلاف رہبانیت کہلاتی ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بُودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی دنیا کیا ہے خدا سے غافل ہو جانا۔ سونے چاندی اور بال بچوں کا نام دنیا نہیں ہے۔ جو چیز آدمی کو خدا سے غافل کر دے وہی دنیا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ترک دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے۔ کھانا بھی کھائے۔ لیکن جو کچھ اسے

ملے اس سے دل نہ لگائے۔ اور اس کی طرف راغب نہ ہو اور اس کو جمع نہ کرے کیونکہ دل محل ہے انوارِ ربانی کا نہ کہ مال و اولاد کی محبت کا"۔

(فوائد الفواد صفحہ۹)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"علماء اشرف الناس ہیں اور فقراء اشرف الاشراف ہیں۔ یہ فقراء ہی کا حصہ ہے۔ کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح جاگزین ہوتی ہے۔ کہ مال و اولاد کیا کائنات کی ہر شے ان کو ہیچ نظر آتی ہے کیونکہ وہ عطا کو چھوڑ کر معطی کو اور شے کو چھوڑ کر مالک شے کو چاہتے ہیں۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۶)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ میں تھے اور حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ دربانی کر رہے تھے کہ ان کو کوئی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے مجھ کو دروازہ پر بٹھایا اور تاکید کی کہ یہاں سے کہیں جانا نہیں۔ میں ابھی واپس آتا ہوں اور کسی کو بغیر اجازت اندر نہ جانے دینا یہ کہا اور چلے گئے اور میں ان کی جگہ دروازہ پر بیٹھ گیا۔ مجھے اندر سے کچھ آواز آئی۔ میں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت کچھ پڑھ رہے ہیں۔ میں نے دراز میں سے جھانک کر دیکھا۔ حضرت کا عجب حال تھا۔ ڈاڑھی شریف آنسوؤں سے تر تھی۔ چہرے مبارک کا رنگ متغیر تھا۔ اور

از بہر تو میرم و زبرائے تو زیم

فرماتے تھے اور سجدہ کرتے تھے۔ کبھی کمر پر ہاتھ رکھ کر وجد کرتے تھے اور یہ رباعی پڑھتے تھے۔

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم   خاکے شوم و بزیرِ پائے تو زیم
مقصودِ من بندہ نہ کونین توئی   از بہر تو میرم وزبرائے تو زیم

یعنی میری خواہش ہے کہ تمام عمر آپ کی طلب میں بسر ہو خاک ہو جاؤں اور آپ

کے قدموں کے نیچے زندگی گزاروں۔ میرا مطلوب تو دونوں جہاں میں صرف آپ ہی ہیں۔ میری موت بھی آپ کیلئے ہو اور میری زیست بھی آپ کیلئے۔

میں نے سوچا کہ وقت اچھا ہے اندر چلنا چاہیے۔ پھر خیال آیا۔ ایسا نہ ہو کہ کیفیت میں مداخلت ہو۔ مگر حضرت کے کرم پر بھروسہ کر کے اندر داخل ہو گیا اور جاتے ہی حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ آپ نے مجھے دیکھا تو نہایت شفقت و مہربانی کے ساتھ پوچھا۔ کیا چاہتا ہے؟[1] میں نے عرض کیا حضور استقامت[2] چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "بخشیدم" لیکن مجھے بعد میں اس کا افسوس ہوا۔ کہ میں نے یہ کیوں نہ چاہا کہ میرا انتقال سماع کی مجلس میں ہو۔

"رعونتِ علم":

جن دنوں حضرت[3] خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اجودھن میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سلوک کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ ایک دن آپ کسی ضرورت سے باہر نکلے تو آپ کو آپ کے تعلیمی زمانے کے ہم سبق مل گئے۔ انہوں نے حضرت کا سر منڈا ہوا اور کپڑے پھٹے پرانے دیکھ کر کہا مولانا نظام الدین تم کو میں کس حال میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آ گیا۔ تم کو تو اس وقت مجتہد زمانہ اور صدر الصدور ہونا چاہیے تھا۔ ان کی یہ بات سن کر آپ خاموش ہو گئے اور جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں واپس آئے تو حضرت نے آپ کو دیکھتے ہی سوال کیا کہ نظام الدین اگر اس وقت تمہارے تعلیمی زمانہ کا کوئی ہم سبق مل جائے اور تم

1- حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا ربیعہ رضی اللہ عنہ کیا چاہتے ہو؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف قبولیت بخشا۔

2- سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۲

3- سیر الاولیاء صفحہ ۲۳۹

سے سوال کرے کہ یہ کیا حال ہے۔ سلسلہ درس و تدریس جو معاش سے فراغت کا باعث ہے۔ تم نے اختیار کیوں نہ کر لیا۔ تو تم اس کا کیا جواب دو گے۔ آپ نے عرض کیا جو حضرت فرمائیں وہی جواب دے دوں گا۔ میرے ساتھ ابھی یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضرت نے فرمایا تم جا کر یہ شعر سنا دو۔

نہ ہمرہی تو مرا راہِ خویش گیرد برد
ترا سعادت بادا مرا نگوں ساری

پھر فرمایا: لنگر خانہ میں جا کر ایک خوان اچھے کھانے سے بھر والو۔ اور اس کو اپنے سر پر رکھ کر اپنے دوست کو ان کی اقامت گاہ پر دے آؤ۔

آپ نے بموجب ارشاد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھانے کا ایک خوان لیا اور اس کو اپنے سر پر رکھ کر تعلیمی ہم سبق کے پاس پہنچے جیسے ہی اس کی نظر حضرت پر پڑی۔ وہ دوڑا ہوا آیا اور وہ خوان اس نے آپ کے سر پر سے اتارا اور گریہ کناں کہنے لگا۔ آپ جیسے عالم روزگار اور میرے لئے کھانا اپنے سر پر رکھ کر لائے۔ اس سے میں بہت شرمسار ہوں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ گفتگو آپ نے میرے ساتھ کی تھی میرے حضرت کو اپنے نورِ باطن سے منکشف ہو گئی اور حضرت نے یہ کھانا آپ کیلئے بھیجا ہے اور آپ کے سوال کے جواب میں یہ شعر فرمایا ہے۔

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیرد وبرو
ترا سعادت بادا مرا نگوں ساری

یعنی تو نہ میرا ساتھی ہے اور نہ ہمراہی تو اپنا راستہ پکڑ اور چلا جا۔ تجھے سعادت نصیب ہو اور مجھے نگوں ساری۔ (عاجزی)

اس شخص نے جب یہ سنا تو کہا الحمدللہ ایسا صاف باطن شیخ معظم تمہارے ہاتھ آیا مجھے ان کی خدمت میں لے چلو تاکہ میں بھی ان کی قدم بوسی سے برکت حاصل کروں۔

پہلے اس نے کھانا کھایا۔ پھر اپنے نوکر سے کہا ہمارے ساتھ چلو۔ حضرت خواجہ

نظام الدین اولیاء نے اس سے کہا کہ جس طرح میں کھانا لایا تھا۔ اسی طرح خالی برتن بھی میں ہی لے جاؤں گا۔ یہ کہا اور خالی برتن اپنے سر پر رکھ لیے۔ وہ شخص بھی آپ کے ہمراہ ہولیا۔ جب وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور اس کی نظر آپ کے جمالِ مبارک پر پڑی۔ رعونتِ علم ایک دم اس کے سر سے نکل گئی۔ اور حضرت کی غلامی میں داخل ہوگیا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مخالف:

دہلی میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مخالف شرف الدین قیامی رہا کرتا تھا۔ ایک دن وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو جامع مسجد میں ملا اور اس نے آپ کے مرید ہونے اور خرقہ خلافت پانے کا حال پوچھا۔ آپ نے بے کم و کاست سب حال بیان کر دیا۔ اس نے سن کر دو مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ پاک میں نازیبا کلمات منہ سے نکالے۔ (انوار الاولیاء صفحہ ۸۳)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مجھ میں اس کو اچھی طرح جواب دینے کی طاقت تھی۔ مجھے فوراً حضرت کا ارشادِ گرامی یاد آ گیا۔ گشندہ گشندہ باشد۔ اور میں نے اس کو کچھ جواب نہ دیا۔

جب میں اجودھن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو شرف الدین قیامی کا سارا ماجرا آپ کو سنایا۔ حضرت پر یہ واقعہ سن کر گریہ طاری ہوگیا اور اسی حالت میں حضرت نے میری برداشت کی تعریف کی۔ اور پھر فرمایا شرف الدین تو مر گیا۔ اب اس کا کیا ذکر جب میں واپس دہلی آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ شرف الدین مر چکا ہے۔

شمس دبیر شاعر کا حال:

شمس دبیر سنام کا رہنے والا تھا۔ علم و فضل میں اپنے زمانہ کے سر برآوردہ لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ:

''آثار فضائل و کمالات او راز حدِّ بیان بیروں و از توصیف و تعریف مستغنی است''۔

''اس کے فضل و کمال بیان سے باہر ہیں۔ جس کی کما حقہٗ تعریف و توصیف نہیں ہوسکتی۔ بلکہ وہ اپنی تعریف و توصیف سے مستغنی ہیں''۔

پریشانی و تنگدستی میں پھرتا پھراتا اجودھن آ گیا اور جب وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے بے چین و متفکر قلب و دماغ نے آپ کی صحبت میں راحت و سکون حاصل کیا۔ اس نے گزارش کی کہ مجھے تبرکاً کچھ پڑھا دیجئے۔

آپ نے اس کو قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ[1] کی کتاب لوائح[2] پڑھائی۔ ایک دن شمس دبیر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے عرض کی کہ مخدوم میں نے چند اشعار لکھے ہیں اجازت ہو تو عرض کروں۔

اجازت لینے کے بعد شمس دبیر نے آپ ہی کی شان میں ایک قصیدہ[3] مطول کھڑے ہو کر سنایا۔ جب ختم ہوگیا تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور دوبارہ سناؤ۔ اس نے دوبارہ سنایا۔ آپ نے ان اشعار کی تشریح فرمائی اور شمس دبیر کی تعریف کی۔ اور پھر فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضور تنگدستی اور مفلوک الحالی سے سخت پریشان ہوں بچے ہیں بوڑھی ماں ہے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ فارغ البالی عطا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا جا شکرانہ لے آ شمس اٹھا اور

1- حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کو حضرت خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت حاصل تھی۔ بہت بڑے فاضل تھے۔ دہلی میں سماع کا مسئلہ آپ کے فضل و کمال سے بیٹھا تھا۔

2- لوائح حضرت قاضی صاحب مذکور کی مشہور کتاب ہے۔ جو علم سلوک میں ہے۔ اس نام کی ایک کتاب حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی نے بھی لکھی ہے۔

3- فوائد الفواد صفحہ ۱۳۷

اپنے گھر سے پچاس جیتل لایا اور حضرت کی خدمت میں پیش کردیئے۔ آپ نے ان کو فقراء میں تقسیم کرادیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تقسیم میں ۲ جیتل میرے حصہ میں بھی آئے تھے۔ پھر حضرت نے اس کیلئے دعا کی۔ تھوڑے ہی دنوں بعد شمس دبیر کو وسعت اور ترقی حاصل ہوگئی اور وہ سلطان غیاث الدین کے لڑکے بغراخاں کا دبیر ہوگیا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دستور تھا کہ آپ جب کسی سے یہ فرماتے کہ جاؤ شکرانہ لے آؤ۔ تو وہ کام ضرور ہوجاتا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"دو ہر کارے کہ شیخ الاسلام کسے را فرمودے کہ برو شکرانہ بیار آں کار بالقطع تمام شدے"۔

شمس دبیر کبھی کبھی کچھ پکا کر لاتے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افطار میں شریک کرتے تھے۔

ایک مرتبہ شمس دبیر حضرت مولانا جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے رخصت ہوئے اور چند منزل سب شریکِ سفر رہے پھر شمس دبیر سنام کی طرف روانہ ہوا۔

وداع کے وقت حضرت جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے شمس دبیر کو مخاطب کرکے فرمایا:

"اے یارِ قدیم راست میروی"۔

اس وقت اس مصرعہ کا تینوں پر بڑا اثر ہوا۔ شمس دبیر حضرت امیر حسن علامہ سجزی کا رشتہ دار تھا۔

خواجہ وحید الدین چشتی اجمیری کی بیعت:

آج کل عام طور پر درگاہوں کے سجادہ نشین متولی یا پیرزادگان (الا ماشاء اللہ)

عقیدت مندوں کی دست بوسی سے اس گمان میں مبتلا ہیں کہ ہم مقبول بارگاہ ہیں اور کسی مقام کے باشی ہیں۔ اسی لئے وہ کسی کی اطاعت و خدمت نہیں کرتے اور اگر مرید بھی ہوتے ہیں تو رسماً۔ بقول مولانا حبیب شاہ قلندر کاکوری رحمۃ اللہ علیہ۔ پیرزادوں کے دو نفس ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی کی تحکیم برداشت نہیں کرتے۔ ہم ان کی خدمت میں حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے کی یہ روایت تدبّر کیلئے پیش کرتے ہیں کہ کمال حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ کسی مردِ کامل کے سامنے پامال ہوا جائے۔ سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے حضرت وحید الدین چشتی اجمیر شریف سے پیدل چل کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اجودھن آئے تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کیلئے عرض کیا تھا۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تو خود آپ کے گھر کا سائل ہوں۔

"من نان ریزہ از خانوادہ شما دریزہ دارم ادب نیست کہ شمارا دست بیعت دہم و مرید سازم"۔

یعنی میں تو ایک ریزہ آپ کے گھر سے مانگ کر لایا ہوں۔ ادب کے خلاف ہے کہ میں آپ سے بیعت لوں اور آپ کو مرید کروں۔

جب خواجہ وحید الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور نہایت منت و عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ:

"اے خداوندِ مثلِ شما دریں زمانہ کجا یابند کہ بخدمت او بارادت و انابت شتابند و سعادت حاصل نمایند البتہ من ایں گذاشتنی نیستم"۔ (سیر العارفین صفحہ ۴۴)

یعنی یا حضرت آپ کی مثل اس زمانہ میں کوئی نظر نہیں آتا میں کہاں جاؤں۔ کس سے بیعت کروں تا کہ سعادت پاؤں۔ میں تو آپ کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان کا خلوص اور اصرار دیکھا۔ تو ان کو

بیعت کرلیا اور اسی وقت ان کا سر منڈھوا دیا اور ان کو اپنا خرقہ خاص عطا فرمایا اور دارین کی نعمتیں بخشش فرمائیں۔

یہ حال دیکھ کر نصیر الدین نامی طالب علم جو بال بڑھانے کی آرزو میں کسی جوگی سے نسخہ پوچھنے کیلئے جماعت خانہ میں آیا ہوا تھا۔ کھڑا ہوا اور جتنا مال اس نے تجارت کیلئے جمع کیا تھا۔ سب فقیروں کو تقسیم کر دیا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوگیا۔ اور اس نے بھی اپنا سر منڈھوا دیا اور درویشی اختیار کرلی۔

سچے اور جھوٹے کا فرق:

اِمی ٹیشن **Imitation** اور سچے موتی کی پہچان و پرکھ نظر والا جوہری ہی کرسکتا ہے۔ بلکہ شاید اس دور میں تو ان کی نظریں بھی دھوکا کھا جائیں۔ بالکل یہی حال فقراء اور درویشوں کا ہے۔ روحانیت رکھنے والے فقراء اور صاحب نعمت درویشوں کو پہچاننا کوئی آسان کام نہیں ہے جب کہ آج کل روش یہ ہوگئی ہے کہ جو داڑھی رکھ لے وہ مولوی کہلانے لگتا ہے جو کپڑا رنگ لے شاہ جی بن جاتا ہے جس نے سر پر بال رکھ لیے اور درویشانہ لباس پہن لیا وہ صوفی ہوگیا۔ حالانکہ درویشی و فقیری کیلئے کسی خاص لباس اور وضع قطع کیلئے خصوصیت نہیں ہے، عارف شیراز کا قول یاد رکھیے۔

حاجت بکلاہِ برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

یعنی درویش کیلئے برکی کی حاجت نہیں ہے۔ درویش صفت بن جا اور پھر چاہے کلاہ تتار سر پر رکھ لے۔

بعض دفعہ کچھ مکار اور متعبد قسم کے لوگ اس درویشی پردے میں دنیا کے فقیر بن جاتے ہیں۔ اور ایسی ہو بہو نقل اتارتے ہیں کہ اچھے خاصے سمجھدار آدمی بھی دھوکا کھا جاتے ہیں، اور جب عقدہ کھلتا ہے کہ نقل اصل نہیں ہوسکتی۔ تو پھر سب کو دھوکا و فریب سمجھ کر فقراء کے منکر ہوجاتے ہیں۔ کچھ اسی طرح کے پانچ آدمی اجودھن میں حضرت

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے جو نہایت سخت گو اور درشت مزاج تھے۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر یہ کہتے ہوئے مجلس سے اٹھے کہ:

"ماچندیں گشتیم ہیچ جا درویش نیافتیم"۔

یعنی ہم اتنا پھر چکے ہیں مگر ہم کو صحیح درویش نہ ملا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا۔ آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں میں آپ کو درویش دکھاتا ہوں۔ مگر وہ نہ رکے اور غصہ کرتے ہوئے روانہ ہوگئے۔ حضرت نے فرمایا آپ جاتے تو ہیں۔ مگر اتنی گزارش میری سن لیں کہ:

"کہ جنگل کی راہ نہ جائیں دوسرے راستہ جائیں" مگر انہوں نے حضرت کی اس بات پر بھی التفات نہ کیا اور اپنے گمان میں حضرت کو صحیح درویش نہ سمجھتے ہوئے یہ بیابان کے راستے ہی روانہ ہوگئے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر بعد ایک خادم کو فرمایا دیکھو یہ لوگ کس طرف گئے ہیں۔ اس نے آکر بیان کیا کہ بیابان کے راستے جارہے ہیں جیسے ہی حضرت نے یہ خبر سنی تو:

ہائے ہائے بگریست چنانکہ کسے ماتم دارد۔

یعنی ہائے ہائے کرکے رو پڑے جیسے کوئی ماتم کرتا ہے۔

پھر معلوم ہوا کہ ان پانچ میں سے چار کو بادِ سموم نے ہلاک کردیا۔ پانچواں بمشکل ایک کنوئیں تک پہنچا۔ اور وہاں اتنا پانی پیا کہ پیٹ پھٹ گیا اور مرگیا۔

خانقاہ:

حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خان کے معنی خانہ ہیں اور قاہ کے معنی عبادت اور دعا کے ہیں۔ پس خانقاہ کے معنی خانہ عبادت و دعا ہوئے۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! انا اہل القاہ یعنی ہم اہل عبادت ہیں پس خانقاہ سے مراد عبادت بھی ہے اور بیت

Scanned with CamScanner

العبادت بھی۔

حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

برائے عبادت مسجد برائے مشغولیہا خانقاہ ودرخانہ برائے دریافت دلہا یعنی عبادت کیلئے مسجد مشغولی کیلئے خانقاہ اور دلداری کیلئے گھر اور خانقاہ خانگاہ سے معرّب ہے جس کے معنی ہیں درویشوں اور فقیروں کے رہنے کا مکان۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آباد شہروں کو چھوڑ کر غیر معروف اور ویران جگہوں کو اپنے لیے پسند فرمایا کیونکہ آپ کو نام ونمود اور شہرت سے بہت نفرت تھی اور اس شہرت سے بچنے کیلئے آپ تھوڑے تھوڑے زمانے کے بعد اپنا قیام تبدیل کرلیا کرتے تھے۔ اجودھن میں بھی جب آپ کی شہرت ہونے لگی تھی تو آپ نے کسی اور مقام پر چلے جانے کا ارادہ کرلیا تھا۔ مگر ایک رات اپنے مرشد کے حکم سے بقایا زندگی اسی جگہ گزارنے کا فیصلہ کرلیا۔ آپ جہاں جاتے تھے مسجد میں قیام کرتے تھے نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے خانقاہ بنا کر اس میں بیٹھنا آپ کو ناپسند تھا کیونکہ آپ نے دہلی کے بعض مشائخ کا حال سنا تھا کہ وہ خانقاہوں میں بیٹھ کر ملکی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں۔ التمش کے انتقال کے بعد دہلی کے حالات خراب ہوگئے دہلی میں آپ کے پیر بھائی حضرت شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ جو حضرت خواجہ قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ان کا ایک مرید نظام الدین نامی شاہی ملازمت میں خرطیہ دار تھا۔ اس نے اپنے مرشد کیلئے ایک خانقاہ بنوادی جس میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے رہائش اختیار کرلی۔ نظام الدین نے اس خانقاہ کے دریشوں اور فقیروں کے خورد و نوش کا بھی معقول انتظام کردیا۔ حضرت بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فقراء آرام و آسائش کے ساتھ خانقاہ میں رہتے تھے۔ لیکن اجودھن میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخیر تک سخت مجاہدوں اور ریاضتوں میں مشغول رہے، گل کر یرڈیلہ (ٹینٹ اور زنبیل

گردانی کی روٹی پر گزارہ کرتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں[1] میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا اور انہوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ کر دعا کی درخواست کی۔

حضرت شیخ بدرالدین غزنوی کا خط[2] بخباب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام:

فرید الدین ملت یار مہتر — کہ یادش در کرامت زندگانی
در یلغار خاطرم گر جمع بودی — بمدحش کر دے گوہر فشانی

معروض داشت کہ شخصے از عہدہ داراں دیوان برائے من خانقاہ بنا نمود برائے خدمت درویشاں وتفقد حال ایشاں نعمتے مہیا ساخت اکنوں اورا بحساب کشیدند براں خاطرم بسید پریشاں است ملتمس آں کہ بدعائے استمداد فرمائید تا او را خلاص حاصل گردد و کاروبار درویشاں سر بسامان آرد اُمید کہ ملتفت خواہند بُود۔ والسلام۔

یعنی مال کے عہدہ داروں میں سے ایک شخص نے میرے لئے خانقاہ بنوائی۔ اور درویشوں کیلئے سامان ونعمتیں مہیا کیں۔ اب وہ حساب کتاب میں پکڑا گیا ہے اس لئے میرا دل پریشان ہے۔ ملتمس ہوں کہ دعا کے ذریعہ میری مدد فرمائیں۔ تاکہ وہ چھٹکارا پائے اور درویشوں کا کام ٹھیک رہے۔ امید ہے کہ جناب التفات فرمائیں گے۔ والسلام۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:

رقعہ عزیز الوجود رسید بمطالعہ آں فرحت انجا مید بدانچہ مندرج بود ہمبر ین نمود۔ ہر آئینہ ہر کہ نہج پیراں خودش روش نہ نماید ضرورتش ہمیں پیش آید کہ خاطرش ازغم نیا یہ از پیران ما کہ بود کہ خانقاہے خود بنا فرمودو

1- قول حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی خیر المجالس صفحہ ۷
2- فوائد الفواد صفحہ ۷۹

دروے جلوس فرمود از آں کہ شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ حضرت سلطان العاشقین قطب الملۃ والدین بختیار اوشی قدس سرہٗ روش وعادت حضرت ایشاں و پیر ایشاں حضرت معین الملت والدین نبودے کہ خانقاہے بسازند و دوکانے آرایند بلکہ در ہر مقامیکہ رسیدند و اقامت می فرمودند قصد بہ گمنامی و بے نشانی و نابودی می نمودند۔

یعنی عزیز الوجود کا خط ملا۔ اس کے مطالعہ سے خوشی ہوئی اور حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی جو اپنے پیروں کی روش کے خلاف چلتا ہے تو ضروری ہے کہ اسے غم دنیا سے چین نہ ملے ہمارے پیرانِ عظام میں کون ایسا ہوا ہے جس نے اپنے لیے خانقاہ بنوائی ہو آپ کے مرشد حضرت سلطان العاشقین قطب الملۃ والدین بختیار اوشی قدس سرہ اور ان کے پیرو مرشد حضرت معین الملۃ والدّین کی عادت شریفہ نہ تھی کہ اپنے لیے خانقاہ بنوائیں اور اپنی دوکانِ پیری لگا کر بیٹھیں۔ بلکہ وہ جس مقام پر جاتے تھے اور جہاں کہیں قیام کرتے تھے قصد گمنامی و بے نشانی اور نابودی کا کرتے تھے۔

"ہر کہ بر سیرت و سنت پیران دو نہ رود ہم چنیں باشد"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۷۹)

یعنی جو کوئی اپنے پیروں کی سیرت و سنت پر نہیں چلا اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا ہے۔

سلطان التارکین کا خط حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام:

سلطان التارکین صوفی حمید الدین سوالی ناگوری چشتیہ سلسلہ کی ان عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کا نام رہتی دنیا تک فنا نہیں ہوگا۔

ناگور میں موضع اسوالی کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سعید بن زید تک پہنچتا ہے۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ تمام عمر دو چادروں میں بسر کر دی۔ ایک بیگھہ زمین تھی جس کو خود اپنے ہاتھوں سے کاشت کرتے تھے۔ اور طلباء کو حدیث مقدس

کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی غذا جاڑے میں باجرہ کا دلیہ اور گرمی میں جو کا دلیہ تھی۔ جس میں نمک بھی نہ ہوتا تھا۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۲۹-۳۰)

ایک مرتبہ بادشاہ وقت نے اپنے کوتوال کے ہاتھ کچھ کپڑا، آٹا، شکر، گھی، پانچ سو روپیہ نقد اور ایک گاؤں کا فرمان بھیجا۔ آپ کوتوال کو چھوڑ کر بیوی کے پاس آئے اور ان سے امتحاناً پوچھا کہ:

بادشاہ عہد پانصد تنکہ نقرہ و فرمان یک دیہ فرستادہ است تو چہ میگوئی بستانم؟
(سیر الاولیاء صفحہ ۵۷)

بادشاہ وقت نے پانچ سو روپے اور ایک گاؤں کا فرمان بھیجا ہے تم کیا کہتی ہو۔ آیا میں یہ ہدیہ قبول کر لوں؟

یہ سن کر اُن طاہرہ نے جن کے پاس اس وقت سر کا دوپٹہ بھی نہ تھا جواب دیا:

اے خواجہ! تو چہ می خواہی کہ فقر چندیں سالہ خود را باطل کنی تو خاطر جمع دار من دو سیر ریسمان بدست۔ خود رشتہ ام۔ از آں مقدار جامہ خواہد شد کہ ترا فوطہ و مرا دامنے مرتب خواہد شد۔

یعنی اے خواجہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اتنے برسوں کے فقر کو باطل کر لیں میں نے دو سیر سوت اپنے ہاتھ سے کات لیا ہے۔ جس سے آپ کا تہہ بند اور میرا دوپٹہ بن جائے گا۔

اس جواب سے حضرت بہت مسرور ہوئے اور کوتوال سے کہا کہ بھئی "میں یہ نذرانہ قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بلا ضرورت کیوں لیا جائے"۔

آپ کا لقب سلطان التارکین تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اس لقب کی وجہ تسمیہ سن لیجئے۔ فرماتے ہیں ایک دن حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ وقت سعید ہے اور اجابت حق کے

Scanned with CamScanner

دروازے کھلے ہوئے ہیں۔تم میں سے ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے مانگ لے۔یہ سن کر کسی نے کچھ مانگا کسی نے کچھ، پھر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ نے حضرت حمید الدین سوالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ کیا اور پوچھا کہ:

تو می خواہی کہ در دنیا و عقبیٰ معزز و مکرم باشی۔

کیا تم چاہتے ہو کہ دنیا و عقبیٰ میں معزز اور مکرم رہو۔

آپ نے جواب دیا: حضور!

بندہ را خواستے نباشد خواست خواستِ است مولیٰ تعالیٰ۔

بندہ کو چاہنے سے کیا سروکار چاہنا صرف مولیٰ تعالیٰ کا کام ہے۔

پھر حضرت نے جناب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ:

"بندہ را اختیارے نیست ہر چہ حکم شود۔اختیار شماست"۔

بندہ کو کوئی اختیار نہیں ہے جو حکم ہو آپ مختار ہیں۔

اس کے بعد حضرت خواجہ بزرگ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

التارك من الدنيا والفارغ عن العقبىٰ سلطان التاركين حميد الدين الصوفي۔(اخبار الاخیار صفحہ ۳۰)

دنیا کا تارک اور عقبیٰ سے فارغ سلطان التارکین صوفی حمید الدین۔

تصوف میں آپ کی مشہور کتاب اصول الطریقہ ہے۔اکثر فقراء اپنے حالات میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور مسائل تصوف پوچھا کرتے تھے۔آپ کے اور حضرت شیخ الاسلام غوث بہاؤ الحق والدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان فقراء کے مال و دولت رکھنے پر خط و کتابت ہوئی ہے۔مولانا جمالی کی زبانی سن لیجئے بہت معقول سوال و جواب ہیں۔(سیر العارفین صفحہ ۱۴)

حضرت سلطان التارکین: یا مخدوم! اس میں کیا حکمت ہے کہ جہاں کہیں مال

ہوتا ہے۔سانپ بھی وہاں مسکن بنا لیتے ہیں۔مثل مشہور ہے جہاں مال وہاں سانپ جہاں پھول وہاں کانٹے۔سانپ اور مال میں کوئی ظاہری یا باطنی مناسبت ہوگی۔ورنہ ان دونوں کے ایک جگہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔

حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ: ان دونوں میں ظاہری نسبت کوئی نہیں ہے۔البتہ معنوی مناسبت ہے۔وہ یہ کہ سانپ اپنے زہر کی وجہ سے مہلک ہے اور مال بھی اکثر لوگوں کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ: معلوم ہوا مال بھی "معنا" سانپ کا حکم رکھتا ہے۔پس جو مال کی حفاظت کرتا اور جمع رکھتا ہے تو گویا سانپ کو پالتا ہے۔

حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ: اگرچہ مال سانپ کی مناسبت رکھتا ہے لیکن جو شخص سانپ کا منتر جانتا ہے۔اس کو سانپ رکھنے سے نقصان نہیں پہنچتا۔

حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ: کیا ضروری ہے کہ جانور ناپاک زہر آلود مہلک کو پالا جائے اور منتر کا محتاج بنا جائے۔

یہ سن کر حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ کیا اور روح شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ فرمایا۔جواب موصول ہوا کہ اسے بہاؤ الدین سلطان التارکین حمید الدین صوفی چشتی کو کہہ دو کہ تمہاری درویشی اتنی حسین و جمیل نہیں ہے جس کو نظرِ بد لگ جائے۔میری درویشی بہت حسین و جمیل ہے۔اگر نظرِ بد کے احتمال سے بچنے کیلئے ذرا سی سیاہی دولت دنیا کی لگا لوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اس جواب پر حضرت سلطان التارکین نے فرمایا۔بہاؤ الدین تمہارا حسن و جمال صفاتی ہے۔ذاتی نہیں ہے۔جمال ذاتی کو نظر بد نہیں لگا کرتی۔

یہ سن کر حضرت غوث بہاؤ الحق نے خاموشی اختیار کر لی اور پھر کوئی جواب نہ دیا۔

اس پر[1] سلطان التارکین نے بارگاہ الٰہی میں آہ و زاری شروع کی۔الٰہی یہ عقدہ

1- اخبار الاخیار صفحہ ۳۱

حل فرما دے۔ دعا مستجاب ہوئی اور معلوم ہوا کہ اربابِ شریعت جو ثوابِ اخروی کیلئے عبادت اور مال و دولت سے خیرات اور مبرّات کرتے ہیں وہ ان حقائق تقویٰ اور دقائق نفس کے کشف و مشاہدہ سے جو اربابِ طریقت کو حاصل ہوتا ہے محجوب رہتے ہیں۔ اسی طرح اربابِ طریقت ان اسرارِ قرب اور انوارِ تجلیات ذات سے جو خاص طالبانِ مولیٰ کا حصہ ہے، باوصف کشف و مشاہدہ کے محجوب رہتے ہیں کیونکہ جو کوئی غیر حق کے ساتھ ہے وہ درماندہ ہے اور حقیقت میں محجوب ہے اور اپنی محجوبی سے ناواقف بھی ہے۔

حضرت سلطان التارکین کی طویل عمر ہوئی۔ آپ کا انتقال حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کے عہد میں ہوا۔ حضرت سلطان التارکین کا ایک مکتوبِ گرامی جو آنحضرت نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرمایا۔ لکھا جاتا ہے۔ جس سے مقاماتِ فقر میں آپ کے بلند ترین منزل پر فائز ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ خط انتہائی مختصر ہے مگر نہایت بلند ہے۔

قیل لو یعلم المشتغلون بذکری فاتھم من قربی لیضحکوا قلیلا لیبکوا کثیرا لو یعلم المشتغلون بقربی مافاتھم من الشیء لیبکوا دمًا۔ ولو یعلم المشتغلون بانسی مافاتھم منی لا نفطعت اوداجھم۔

یعنی کہتے ہیں کہ اگر واقف ہو جاتے میرے ذکر کے ساتھ مشغول ہونے والے کہ کیا فوت ہو گیا میرے قرب سے ان سے تو وہ روتے زیادہ اور ہنستے کم اور اگر یہ علم ہو جاتا ان لوگوں کو جو میرے قرب کے ساتھ مشغول ہیں کہ ان سے کیا چیز فوت ہو گئی تو خون کے آنسو روتے اور اگر یہ معلوم ہو جائے میرے انس کے ساتھ مشغول ہونے والوں کو کہ وہ میری ذات سے محروم ہیں تو ان کی رگِ جان کٹ جاتی یعنی مر جاتے۔

الہام:

ملہم ایک فرشتہ کا نام ہے۔ جس کے تین کام ہیں:

1- نقش دل پر لکھنا۔

2- غیبی آواز دینا۔

3- کاغذ پر لکھ کر کوئی بات ظاہر کرنا۔

اولیاء نقش می بیند، نقاش را نہ بیند۔ انبیاء نقش بیند و نقاش را "ہم بیند۔ ایں زماں کہ نقش پیدا میشود۔ اگر در دل نورے پیدا شود آں رحمانی است۔ کہ آں ملک نویسد و اگر ظلمت پیدا شود آں شیطانی است کہ شیطان در دل القامی کند"۔

یعنی اولیاء اللہ نقش کو دیکھتے ہیں نقاش کو نہیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام نقش و نقاش دونوں کو دیکھتے ہیں۔ جس وقت دل میں ایسا نقش پیدا ہوتا ہے تو اس وقت اگر نور ظاہر ہو تو وہ رحمانی ہے۔ اور اگر ظلمت ہو تو شیطانی ہے کہ شیطان بھی دل میں القا کرتا ہے۔

جو لوگ من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ (جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے اس کے مصداق اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے مریدوں کے تمام کام بناتا رہتا ہے۔ جس سے مریدوں کے ایمان میں تقویت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص بہاء الدین خالد نامی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آیا۔ اس وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور زائرین کا بہت ہجوم تھا۔ خالد اس انتظار میں کہ لوگ ہٹ جائیں تو اطمینان سے زیارت اور عرض و معروض کروں گا۔ مسجد کی محراب میں جا بیٹھا تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ خالد کی گود میں ایک سفید کاغذ گرا اس میں تحریر تھا کہ:

Scanned with CamScanner

"خالد کو فرید الدین کا سلام پہنچے"۔

خالد یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور پھر اس نے فوراً بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کی۔ یہ واقعہ جب کسی نے خواجہ نظام الدین اولیاء سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ ملہَم کا کام ہے۔

نعمت حاصل کرنے کا طریقہ: (کھانا کھلانا)

طاقت[1] دو قسم کی ہے۔ ایک لازم اور دوسری متعدی۔ لازم طاعت کا فائدہ اکیلے کرنے والے ہی کو پہنچتا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج اور اوراد و وظائف وغیرہ۔

متعدی اطاعت وہ ہے کہ اس کی راحت و نفع دوسروں کو بھی پہنچتا ہے جیسے کھانا کھلانا۔ ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا۔ اس متعدی طاقت کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ لازمی طاعت کیلئے اخلاص کا ہونا ضروری ہے متعدی طاعت جس طرح بھی کرے ثواب ہے۔ کھانا کھلانا ہر مذہب و ملت میں پسندیدہ ہے اور لوگوں کو اس سے نعمت ہائے گوناگوں حاصل ہوئی ہیں۔ خاص کر فقراء کے ہاں خواہ وہ کسی سلسلے سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ بڑی اہم خدمت ہے۔

مشہور بزرگ بھگت کبیر نے کہا ہے۔

نہ دیکھا مالا جپن میں کچھ نہ دیکھا پوتھی میں
کہیں کبیر سنو بھئی سادھو جو دیکھا سو روٹی میں

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نور باف کا واقعہ بیان فرمایا (جو فوائد الفواد میں موجود ہے) جس کو تین روٹیوں کے عوض مردانِ خدا سے دین و دنیا کی عظیم نعمتیں حاصل ہوئی تھیں۔

ایک دن ایک صاحب[2] نعمت درویش جامع مسجد میں آئے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

1- فوائد الفواد صفحہ ۱۳،۱۴
2- سیر الاولیاء صفحہ ۴۷

نے جب ان کو دیکھا تو فوراً گھر گئے۔ گھر میں روٹی نہ تھی۔ صرف دو مٹھی جوار کے دانے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ان دانوں کو چکی میں پیسا۔ پھر خود اپنے ہاتھ سے اس کی روٹی پکائی اور اس درویش کی خدمت میں لے گئے۔ درویش نے مسکرا کر کہا: بابا فرید تمہارے گھر میں ان دانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ تم نے قلب ذاکر کے ساتھ ان دانوں کو پیسا۔ پھر روٹی پکائی اور میرے پاس لائے۔ تم کیا چاہتے ہو آپ نے فرمایا میں درویشوں کا خادم ہوں۔ پھر اس درویش نے آپ کیلئے دعا کی۔ اس کی دعا کی برکت سے آپ کو مزید نعمت حاصل ہوئی۔ (غالباً یہ واقعہ حضرت قطب الاقطاب سے بیعت ہونے سے پہلے کا ہے)

عام ہی میں خواص ہوتے ہیں:

حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے اتنے راستے ہیں۔ جتنے مخلوقات کے بے شمار سانس۔ اسی لئے فقراء کی قسمیں ان کی اپنی ذاتی صلاحیت و کیفیت کے مطابق الگ الگ نام زد ہیں۔ اصحاب صحو، اصحاب سکر، ارباب تمکین، اصحاب تلوین، سالک، ناسک، مجذوب، قلندر، سلامتیہ، ملامتیہ، حیدریہ، رسول شاہیہ، سدا سہاگ وغیرہ۔ ان میں سے بعض آپ کو مخلوق سے چھپانے کیلئے انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ اور ایسا روپ دھار لیتے ہیں۔ جس سے ان کو دیکھنے والا اکثر ملامت کرا اٹھتا ہے۔ اور بعض دفعہ تو خاص لوگ بھی بیک نظر ان کو نہیں پہچان سکتے۔

ایک دفعہ شیخ الاسلام حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کا گذر جوالقیوں[1] کے ایک گروہ پر ہوا۔ آپ نے دیکھا اس گروہ سے کچھ انوار اٹھ رہے ہیں۔ جب آپ نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ ان ہی میں سے ایک شخص کے قلبی انوار ہیں۔ آپ اس کے پاس پہنچے۔ اور آہستہ سے پوچھا کہ تو یہاں کیوں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس لئے ہوں کہ "زکریا" سمجھ لے۔ کہ عام ہی میں خواص بھی ہوتے ہیں۔

1- فوائد الفوائد صفحہ ۱

ملامتیہ فرقہ کے لوگ اپنی ظاہری حالت ایسی رکھتے ہیں کہ جسے دیکھ کر لوگ ان کو ملامت کرا ٹھتے ہیں۔

ایک دفعہ ملامتیہ گروہ کا ایک صاحبِ[1] نعمت درویش حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ آپ اس وقت حجرہ میں مشغول حق تھے۔ اور مولانا سید بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ دربانی کررہے تھے۔ یہ قلندر نما درویش سیدھا بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ پر جا بیٹھا۔ اور مولانا سے پوچھا بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں۔ میں ان سے ملنے کیلئے آیا ہوں۔ مولانا نے کہا حضرت اس وقت حجرہ میں مشغول ہیں تھوڑی دیر میں باہر آجائیں گے آپ تشریف رکھیے اور کھانے سے فارغ ہو جائیے۔ اور فوراً آدمی سے کھانا منگوا دیا۔ قلندر نے کھانا کھایا۔ پھر جھولے سے کونڈی سونٹا اور بوٹی نکال کر اسی مصلّٰی پر رگڑنے لگا۔ جس سے چھینٹیں اڑ اڑ کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مصلّے پر گرنے لگیں۔ مولانا کو خیال ہوا۔ کہ بھنگ ہے۔ جس کو عام قلندر نشہ کیلئے پیتے ہیں۔ اس لئے آپ نے اس سے کہا۔ گستاخی اور بے باکی بری چیز ہے۔ آدمی کو حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ یہ حضرت کا مصلی ہے تم اتنے بے ادب ہو۔ کہ حضرت کے مصلے پر ہی بھنگ پیس رہے ہو اور اس کی ناپاک چھینٹیں مصلے پر پڑ رہی ہیں۔ یہاں سے اٹھو اور کسی گوشہ میں جا کر یہ کام کرو۔

قلندر کو یہ سن کر انتہائی جلال آ گیا اور وہ زور سے چیخا پھر اپنا کشکول اٹھا کر مولانا کو مارنا چاہا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حال ''معاملہ'' میں دیکھا۔ تو ایک دم حجرہ سے باہر آ گئے۔ اور فوراً قلندر کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے کہا۔ اس کو میری خاطر معاف کر دو۔ قلندر نے جواب دیا کہ درویش ہاتھ نہیں اٹھاتے اور جب اٹھا لیتے ہیں۔ تو پھر خالی واپس نہیں لے جاتے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس دیوار پر مار دو۔ قلندر نے وہ کشکول دیوار پر مارا۔ جس سے دیوار یک دم منہدم ہو گئی۔ اور پھر وہ قلندر سر جھکا کر

1- اس گروہ کا حال صفحہ ۹۳ پر دیکھیں۔

چل دیا۔ اس کے جانے کے بعد بابا صاحب نے مولانا صاحب سے فرمایا:

بلباسِ[1] ظاہر عامے خاص ہم می باشند۔

یعنی عام آدمیوں کے لباس میں خاص بھی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ یہ بوٹی بھنگ نہیں تھی۔ شاید آزمانے کیلئے آیا ہوگا۔

خاکساراں جہاں را بحقارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سوائے باشد

گمشدہ بیوی کے مل جانے کا حال:

فقراء کے نزدیک قیامت کے دن دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ کوئی چیز گراں قدر نہیں ہوگی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

''در بازارِ قیامت ہیچ کالائے را آنچناں رواج نخواہد بود کہ دریافت دل ہارا''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۸)

یعنی قیامت کے بازار میں کوئی اسباب اتنا مروج اور قیمتی نہ ہوگا جتنا دلوں کو راحت پہنچانا۔

''دل بدست آور کہ حج اکبر است''۔ (قول حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

اس مقصد کو پس منظر سمجھ کر اب آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل واقعات پڑھیے، آپ تسلیم کریں گے کہ اس عمل سے کتنے بھاگے ہوئے غلام مالک و آقا کی چوکھٹ پر آ گئے۔

پاکپتن (اجودھن) سے تقریباً ۲۴ میل دور دیپال پور کا قصبہ ہے۔ ترکوں کے عہدِ حکومت میں یہ سرحدی چھاؤنی تھی۔ مغلوں کی روک تھام کیلئے یہاں اچھے اور تجربہ کار جرنیل رہا کرتے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اس جگہ ایک بڑا مال دار تیلی رہا کرتا تھا اور اس کو اپنی حسین وجمیل بیوی سے بڑی محبت تھی۔ ایک مرتبہ لوگوں کی شورش پسندی

1- سیر العارفین صفحہ ۲۲

اور فتنہ وفساد کے سبب حاکم دیپال پور نے اس گاؤں والوں کو سزا دی اور سپاہیوں نے خوب لوٹ مار کی اور سپاہی تیلی کی بیوی بھی پکڑ کر لے گئے۔ تیلی نے بہت جستجو کی مگر اس کی بیوی کا کوئی نشان و پتہ نہ ملا۔ آخر تیلی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور رو رو کر اس نے آپ کو اپنی داستان سنائی۔ حضرت نے اس کا حال سنا۔ تو پہلے اس کیلئے کھانا منگوایا۔ تیلی نے عرض کیا۔ حضور میں نے عہد کر لیا ہے۔ کہ جب تک میری بیوی نہ ملے گی کھانا نہیں کھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادر ہے وہ اس کو بھی ملا دے گا۔ تو کھانا تو کھا۔ تیلی نے حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں بمشکل تمام چند لقمے کھائے اور پھر عرض کیا حضور کھانا نہیں کھایا جاتا۔ آپ نے فرمایا تجھ کو تین روز میرے پاس رہنا ہوگا اسے ایک دم بھی قرار نہ تھا۔ تین دن کیسے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ کہہ دیا ہے۔ اس پر عمل کرو۔

تیسرے دن اس قصبہ کے منشی چند قیدیوں کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے اور گاؤں کا دیوان بھی ان قیدیوں میں تھا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دیوان سے پوچھا۔ تجھے کیا ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ حضور میں بے گناہ ہوں۔ مخالفین نے امیر کو میرے خلاف بھڑکایا ہے۔ میں ان سپاہیوں کی منت وسماجت کر کے آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بلا سے نجات دے۔

زندگی غم کی کڑی دھوپ میں دم لینے کو
آپ کے سایۂ دیوار تک آ پہنچی ہے

آپ نے فرمایا جاؤ تم باعزت بری ہو گے۔ بلکہ تم کو انعام واکرام ملے گا اور اس انعام میں تم کو ایک لونڈی بھی ملے گی۔ وہ لونڈی (تیلی کی طرف اشارہ کر کے) اس کو دے دینا۔

وہ دیوان حضرت کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنتے ہی آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ پھر اس نے تیلی سے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ تیلی نے جانے سے انکار کر دیا اور حضرت سے

عرض کیا۔ کہ حضور اگرچہ میں لٹ چکا ہوں مگر ابھی میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں چند لونڈیاں خرید سکتا ہوں۔ مجھے تو اپنی بیوی درکار ہے۔ میں لونڈی ہرگز نہ لوں گا۔

آپ نے فرمایا تم اس کے ہمراہ جاؤ اللہ تعالیٰ کارساز ہے۔ تیلی حضرت کے ارشاد پر بادل نخواستہ دیوان کے ہمراہ روانہ ہوا۔

جب یہ لوگ امیر کے پاس پہنچے تو امیر نے دیکھتے ہی دیوان کو چھوڑنے کا حکم دے دیا اور اس کی بہت عزت افزائی کی اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اس دیوان کو انعام واکرام دو اور گھوڑا بھی لاؤ اور وہ نئی لونڈی بھی اس کو دے دو۔

دیوان یہ سب انعام واکرام لے کر واپس لوٹا۔ تو اس نے سب سے پہلے وہ لونڈی تیلی کے حوالے کر دی۔ تیلی نے جب لونڈی کی طرف دیکھا تو وہ اس کی بیوی تھی۔ جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور واپس آ کر حضرت کا ایسا مرید صادق ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنی مراد بنا لیا۔

میر شکار کا واقعہ:

حضرت[1] مخدوم نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اجودھن سے چار[2] فرسنگ دور ایک قصبہ ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں وہاں کا حاکم ایک ترک تھا۔ جو بہت تیز وتند مزاج تھا۔ اور اپنی سخت گیری کے سبب دور ونزدیک مشہور تھا۔ وہ شکار کا بہت شوقین تھا۔ اس کے پاس عمدہ نسل کے شکاری کتے اور بڑھیا قسم کے باز کافی تعداد میں تھے۔ ان بازوں میں ایک باز شکاری خوبیوں میں یکتا تھا۔ وہ اس کو بہت محبوب رکھتا تھا۔ اس لیے اس باز کو اس نے خاص طور پر میر شکار کے پاس چھوڑا ہوا تھا اور اس کو بھی یہ زبردست تاکید تھی کہ میری عدم موجودگی میں کبھی اس باز کو شکار پر مت چھوڑنا۔ ورنہ اگر باز گم ہو گیا۔ تو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی خیر نہ سمجھنا۔

1- خیر المجالس صفحہ ۱۰۵ اور سیر العارفین صفحہ ۴۳ و تاریخ فرشتہ

2- غیاث اللغات صفحہ ۳۱۷ فرسنگ اس کا معرب فرخ ہے۔ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ایک میل چار ہزار گز یا اتنے ہی اونٹ کے قدم اور ہر گز ۲۴ انگشت کا ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ایک دن وہ میر شکار اور اس کے دوست گھوڑوں پر سوار کہیں جا رہے تھے کہ چند کلنگ اڑتے ہوئے نظر آئے۔ دوستوں نے میر شکار سے کہا۔ یار شکار مفت ہاتھ آتا ہے۔ باز کو ان پر چھوڑ دنے۔

میر شکار نے جواب دیا کہ:

صاحبِ من تاکید باہتمام نمودہ است کہ تا من نباشم اصلا ایں باز را بجانورے پرواز نہ دہی کہ مبادا تیز پری نمائید وغائب گردد۔ (سیر العارفین صفحہ ۴۳)

یعنی میرے آقا کی سخت تاکید ہے کہ جب تک میں نہ ہوں ہرگز اس باز کو کسی جانور پر نہ چھوڑنا مبادا کہ تیز پری دکھائے اور غائب ہو جائے۔

دوستوں نے کہا کہ ہم بارہ آدمی ہیں اور سبک رفتار گھوڑوں پر سوار ہیں۔ آخر باز آسمان میں تو گھس جانے سے رہا۔ تو فکر نہ کر ہم اس کو پکڑ لیں گے۔

میر شکار دوستوں کے اصرار پر راضی ہو گیا۔ اور اس نے باز کو کلنگوں پر پھینکا۔ باز چھوٹتے ہی کلنگ پر جانے کی بجائے دوسری سمت تیزی سے چل دیا۔ میر شکار اور اس کے بارہ دوست بھی گھوڑوں پر سوار باز کے پیچھے چلے۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں باز نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور کچھ دیر بعد مطلب پرست یار بھی رفو چکر ہو گئے۔ میر شکار دیر تک ان دوستوں کے چلے جانے کے بعد بھی باز کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہا۔ آخر جب شام ہو گئی تو اس کو خیال آیا کہ اس طرح جنگل میں مارا مارا پھرنے سے کیا حاصل ہو گا۔ اگر میں اپنی جان بچا کر کہیں چلا بھی گیا۔ تو میرے پیچھے میرے اہل و عیال کا کیا حشر ہو گا؟ وہ بے باک و خشمناک ترک ان کو ہلاک کر ڈالے گا۔ اس خیال کے آتے ہی وہ سخت مایوس ہوا۔ اور اس پر گریہ طاری ہو گیا۔ جب رو کر کچھ دل ہلکا ہوا۔ تو اس کو خیال آیا کہ اجودھن میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ انسان ہیں۔ لوگ کہتے ہیں ان کا فیضان عام ہے۔ جو مصیبت زدہ ان کے پاس جاتا ہے۔ اس کی تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس خیال کے

آتے ہی اس نے گھوڑے کا رخ اجودھن کی طرف موڑ دیا۔

میر شکار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مایوس و دل گرفتہ حاضر ہوا اور رو رو کر اپنی تمام سرگذشت سنائی۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ میرا حاکم مجھے کبھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ اور میرے اہل و عیال بھی اس کے پنجۂ ستم سے محفوظ نہ رہیں گے۔ میرے اوپر کرم فرمائیں اور میرے حق میں دعا فرمائیں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت غم خواری کے ساتھ اس کی تمام باتیں سنیں پھر اس کیلئے کھانا منگوایا اور اس سے کہا۔ تو کھانا کھا پانی پی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھ۔ وہ اس پر قادر ہے کہ تیرا باز تجھ کو یہیں مل جائے۔ اس نے عرض کی حضور مجھے تو دو روز ہو گئے۔ میں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ بھوک ہی نہیں ہے مجھے جب اپنے بال بچوں کا خیال آتا ہے۔ تو زندگی بری معلوم ہونے لگتی ہے۔ آپ نے میر شکار کو تسلی دی اور فرمایا تو کھانا کھا اور دیکھ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

میر شکار نے لقمہ اٹھایا۔ منہ میں رکھا۔ مگر چوں کہ اس کا گلا بالکل خشک تھا اس لیے لقمہ نیچے نہیں اترا۔ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میر شکار کا یہ حال دیکھا تو:

دستِ او گرفت و فرمود کہ اینک بازِ تو بر کنگرہ حصار نشستہ است برو بگیر میر شکار چوں باز را معائنہ نمود سر بر خاک پائے حضرت شیخ بسود۔

یعنی حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ کہ یہ کنگرہ حصار پر تیرا باز بیٹھا ہے جا اور پکڑ لے۔ جب میر شکار نے باز کو بیٹھے دیکھا تو حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

اور دوڑا ہوا باز کی طرف گیا اور کمر سے بلاؤنی کھول کر باز کو دکھائی۔ باز فی الفور اس کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ اس نے پکڑ لیا اور پھر حضرت کے پاس آیا اور عرض کیا یہ میرا گھوڑا آپ کی نذر ہے۔ مین آپ کا بندۂ بے دام ہوں۔

آپ نے فرمایا تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً اپنے گھر جا اور اس باز کو اس کے

Scanned with CamScanner

مالک کے حوالے کرتا کہ تیرے بچے بھی پریشانی سے محفوظ رہیں۔ پھر اس گھوڑے کو فروخت کرکے آدھی قیمت اپنے بال بچوں کو دے اور آدھی فقراء ومساکین کیلئے مجھے لادے۔ یہ سن کر میر شکار نے زمین ادب کو بوسہ دیا اور روانہ ہوگیا۔

ترک کو بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ میر شکار نے باز گم کردیا ہے اور خود بھی فرار ہوگیا ہے وہ نہایت غضب ناک حالت میں سوار ہوکر اس کے گھر آگیا تھا اور اس کے بال بچوں سے پوچھ گچھ شروع کردی تھی کہ اتنے میں میر شکار پہنچ گیا۔ ترک نے اس سے تمام ماجرا پوچھا۔ جو اس نے من وعن بیان کردیا۔

یہ سن کر اس ترک نے کہا:

"سبحان اللہ حضرت شیخ فرید الدین مسعود قدس سرہ العزیز ایں چنیں بزرگ است کہ معائنہ نمودے باید کہ زود باز گردی ومقدار تنگہا زر خدمت او از من شکرانہ رسائی وبرائے من از حضرت ایشاں فاتحہ التماس نمائی"۔

(سیر العارفین صفحہ ۴۴)

سبحان اللہ حضرت شیخ فریدالدین مسعود قدس سرہٗ ایسے زبردست بزرگ ہیں جو دیکھنے میں آیا تجھے لازم ہے کہ کچھ اشرفیاں میری طرف سے ان کی خدمت میں شکرانہ لے جا۔ اور میرے لیے حضرت سے دعا کرنے کی التماس کر۔

میر شکار نے اپنا گھوڑا فروخت کردیا اور آدھی قیمت اپنے بچوں کو دی اور آدھی قیمت اور ترک کی نذر لے کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے بیعت کی اور پھر آپ کے درویشوں میں شامل ہوکر جماعت خانہ میں رہنے لگا اور ترک وتجرید اختیار کرلی۔

پھر کچھ دنوں کے بعد وہ ترک بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بھی بیعت کی۔

"وے کے از خداپرستاں گشت"۔

اور اللہ والوں میں سے ہوگیا۔

ایک فراش کی نعمت پانے کا واقعہ:

سلطان ناصر الدین غازی درویش بادشاہ گزرا ہے جو اپنے ہاتھ سے قرآن شریف کتابت کرکے اس کی اجرت سے اپنا گزارہ کیا کرتا تھا۔ اس کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ حضرت کی زیارت کیلئے جاؤں مگر ملکی ضروریات نے اس کو عرصے تک حضرت کی حاضری سے محروم رکھا۔ الغ خاں کے ہاتھ اس نے چار گاؤں کا فرمان بھی بھیجا تھا۔ جو آپ نے واپس کردیا تھا۔

ایک دفعہ وہ اوچھ[1] اور ملتان جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے لشکری بھی سلام عقیدت پیش کرنے کیلئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی آستین چھت کے نیچے لٹکا دی گئی۔ تاکہ لوگ اس کو بوسہ دیتے گزر جائیں۔ خلقت کا اژدہام اتنا زیادہ تھا کہ وہ آستین لوگوں کے بوسوں سے پارہ پارہ ہوگئی۔ پھر حضرت مسجد میں آبیٹھے اور آپ نے مریدین کو فرمایا کہ میرے چاروں طرف حلقہ باندھ لو تاکہ لوگ سلام کرکے لوٹتے جائیں۔

اسی عرصہ میں ایک بوڑھا فراش آیا اور وہ مریدین کا حلقہ توڑ کر اندر گھس گیا اور پھر اس نے آپ کا پاؤں پکڑ کر زور سے کھینچا اور بوسہ دیا جس سے آپ کو تکلیف ہوئی یہ دیکھ کر بوڑھے نے بلند آواز سے کہا۔ بابا ناراض نہ ہونا بہت دنوں سے آپ کی زیارت کا مشتاق تھا۔ آج اللہ تعالیٰ نے یہ آرزو پوری کی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے کہ لوگ آپ کی زیارت کیلئے پروانوں کی طرح آرہے ہیں۔

فراش کی اس بات سے حضرت پر گریہ طاری ہوگیا اور حضرت نے اس فراش پر بہت شفقت فرمائی اور نعمت عطا فرمائی۔

1- فوادالفوائد صفحہ ۴۵،۱۳۶

Scanned with CamScanner

بال کی کرامت:

ابن سعد نے محمد ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال ہیں۔ جو ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملے ہیں۔ یہ سن کر محمد بن سیرین کہنے لگے کہ حضور کے ایک بال کا میرے پاس ہونا مجھ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ پسند ہے۔

بیہقی میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت رسولِ کریم ﷺ کے بال[1] تھے۔ جن کو انہوں نے اپنی ٹوپی میں سیا ہوا تھا۔

اور ان بالوں کی برکت سے جناب خالد کو ہر لڑائی میں فتح و نصرت حاصل ہوتی تھی۔ یہ حضرت محمد ﷺ کا معجزہ تھا۔

حضور اقدس کے کمال اتباع میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ شرف و مجد عطا فرمایا کہ آپ کے ریش مبارک کا بال جس کو بطور تعویذ دیا جاتا تھا وہ بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ریش مبارک سے ایک دن ایک بال گرا میں نے اٹھا لیا اور آپ سے عرض کیا۔ کہ مخدوم کی ریش مبارک سے ایک بال گرا اگر اجازت ہو تو میں اس کو اپنے پاس رکھ لوں اور بطور تعویذ استعمال کیا کروں۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں نے اس بال کو تعویذ کی طرح سی لیا اور جب اجودھن سے میں دہلی آگیا تو جو لوگ صحت و تندرستی کیلئے مجھ سے تعویذ لینے آتے تو میں انہیں وہی تعویذ دے دیا کرتا اور ساتھ ہی یہ وعدہ بھی لے لیتا کہ صحت کے بعد یہ تعویذ واپس دے جانا اور اس متبرک تعویذ کیلئے میں

1- حضور ﷺ کے بالوں کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں۔ آپ کے چند موئے مبارک درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے توشہ خانہ میں ہیں۔ جن کو آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر نے ہمایوں بادشاہ کے مقبرے میں جانے سے پہلے درگاہ شریف کے پیرزادوں کو دے دیا تھا

نے ایک خاص جگہ مقرر کر دی تھی۔

ایک دن میرے ایک دوست تاج الدین مینائی میرے پاس تعویذ لینے آئے۔ ان کا لڑکا بیمار تھا۔ میں نے انہیں کہا کہ طاق سے اٹھا لو مگر دیکھا تو تعویذ طاق میں نہ تھا۔ بہت تلاش کیا مگر تعویذ نہ ملا۔ دو چار دن میں ان کے لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایک اور آدمی یہ تعویذ لینے آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تاج الدین مینائی اپنے لڑکے کیلئے مذکورہ تعویذ لینے آئے تھے مگر وہ طاق میں نہ تھا۔ خبر نہیں کہاں گم ہو گیا۔ اس شخص نے جو طاق میں دیکھا تو تعویذ وہاں موجود تھا۔ وہ اجازت لے کر تعویذ لے گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے مریض کو شفا عنایت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا دیکھو چونکہ تاج الدین مینائی کے لڑکے کی قسمت میں شفا نہ تھی۔ تو تعویذ ہی گم ہو گیا اور اب پھر اسی جگہ سے مل گیا۔ یہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بال مبارک کی کرامت[2] ہے۔

صحبت امراء وسلاطین:

شیوخ کاملین نے سالکانِ راہِ طریقت کو امراء و سلاطین کی صحبت سے اجتناب کی نصیحت کی ہے۔ اس کا مقصد غالباً یہ ہوگا کہ عام طور پر یہ لوگ اپنے مال اور جاہ سے بہت محبت[1] کرتے ہیں اور اس محبت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حدود بھی توڑ ڈالتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان حدود کو توڑنے والا ظالم ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ پس دشمنانِ خدا کی صحبت دوستانِ خدا کیوں اختیار کریں۔ دوست کا دشمن، دشمن ہوا کرتا ہے۔ حضرت بابا صاحب اپنے مریدین اور معتقدین کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اہل دولت و سلاطین کی صحبت سے بچو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ اگر کبھی دولت مندوں کے پاس بیٹھنا پڑے تو دین کو نہ بھولنا۔

1- حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو بھیڑیوں کے زخم کے چاٹنے سے بھی بدتر ہے کسی آدمی کا مال و جاہ کی محبت میں مبتلا ہونا۔

2- سیر الاولیاء صفحہ ۷۶

ایک دوسرے وقت نصیحت فرمائی۔

لو ادو بلوغ درجة الکبار فعلیکم بعده الالتفاتِ اِلی ابنائے الملوکِ۔

یعنی اگر تم بزرگوں کے مرتبہ کے خواہش مند ہو تو بادشاہ زادوں سے تعلق نہ رکھنا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دین داری اور دربارداری دونوں ایک ساتھ چل نہیں سکتے شاہ ولی اللہ صاحب نے ''انفاس العارفین'' میں تحریر کیا ہے کہ:

در بعضے ملفوظات خواجگان چشتیہ مذکور است کہ ہر کہ نام او در۔ دیوانِ بادشاہ نوشتہ شد نام او راز دیوانِ حق سبحانہ تعالیٰ بری آرند۔

(انفاس العارفین صفحہ ۶۹)

یعنی خواجگان چشت کے بعض ملفوظات میں ہے کہ جس شخص کا نام بادشاہ کے دفتر میں لکھا جاتا ہے اس کا نام حق تعالیٰ کے دفتر سے کاٹ دیا جاتا ہے۔

گر وصال شاہ می داری طمع از وصالِ خویشتن مہجور باش

ہر دور میں درویش نما حریص لوگ امراء وسلاطین کی حاشیہ برداری کرتے آئے ہیں۔لیکن سب جانتے ہیں کہ فقراء

لا تمدنَ عینكَ الٰی مَا متعنا۔

کی تعمیل مین ان کی دولت کو وقع نہیں سمجھتے۔اس کی طرف بھی نہیں دیکھتے۔ان کی صحبت سے مجتنب رہتے ہیں۔بلکہ اپنے فقر کی حفاظت اس طرح کرتے ہیں جس طرح مالدار محتاجی کے خوف سے اپنے مال کی حفاظت کرتے ہیں۔

بری صحبت کی مثال دیتے ہوئے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ایک سانپ[1] ایسا ہوتا ہے کہ صرف اس کو دیکھنے سے آدمی مرجاتا ہے یہی حال بدقماش امراء وسلاطین کی صحبت کا ہے۔

1- عوارف المعارف ۲/

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ:

امراء وسلاطین کی صحبت سے عاقبت خراب ہو جاتی ہے۔(تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۲۰۷)

حضرت سیدی مولہ جرجان[1] کے رہنے والے مشہور و معروف بزرگ تھے۔وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔تین روز اجودھن رہے۔ چلتے وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نصیحت کی تھی کہ:

''یک نصیحت من نگہ داری کہ باملوک و امراء اختلاط نہ کنی و در آمد و شد ایشاں را در خانہ خود از مہلکات تصور کنی کہ ہر درویشے کہ در اختلاط باملوک و امرای کشائد عاقبت او وخیم گردد''۔

یعنی ایک نصیحت میری یاد رکھنا کہ سلاطین و امراء کے ساتھ دوستی نہ کرنا اور ان لوگوں کے اپنے گھر آنے جانے کو مہلکات تصور کرنا کہ جو درویش سلاطین و امراء کے ساتھ اختلاط کا دروازہ کھولتا ہے۔اس کا انجام خراب ہوتا ہے۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ حضرت سیدی مولیٰ کی شہادت اسی اختلاط ملوک کا نتیجہ تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس نصیحت پر اس طرح عمل کیا کہ تمام عمر بادشاہوں کے پاس خود جانا تو درکنار کبھی ان کو اپنے پاس بھی نہ آنے دیا۔آپ اپنے خلفاء کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ:

می باید کہ تارک دنیا باشی بسوے دنیا و ارباب دنیا مائل نہ شوی و دیہہ قبول نہ کنی وصلہ بادشاہاں نہ گیری۔(سیر الاولیاء صفحہ ۲۹۵)

یعنی چاہیے کہ تارک دنیا رہو۔دنیا اور اہل دنیا کی طرف میلان نہ رکھو۔ اور گاؤں جاگیر قبول نہ کرو۔اور بادشاہوں سے صلہ نہ لو۔

جب سلطان علاؤ الدین خلجی نے حضرت کی خدمت مین حاضری کی اجازت

1- گلزار الابرار میں غوثی شطاری نے ان کو عرب لکھا ہے۔فرشتہ نے جرجانی۔

چاہی۔تو آپ نے اس کو کہلا بھیجا کہ میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ میں غائبانہ دعا کرتا ہوں۔اور غیبت میں دعا کرنے کا اثر بھی ہوتا ہے"۔لیکن سلطان اس پر بھی حاضری کیلئے مصر ہوا۔تو کہلا بھیجا۔

خانہ ایں ضعیف دو در دارد اگر شاہ از یک در درآید من از دیگر در بیرون روم۔(سیرالاولیاءصفحہ ۱۳۴،۱۳۵)

یعنی میرے گھر کے دو دروازے ہیں۔اگر بادشاہ ایک سے اندر داخل ہوگا تو میں دوسرے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔

قاضی محی الدین کاشانی سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے خلافت نامہ محض اس لیے واپس لے لیا تھا کہ ان کو بادشاہ نے اودھ کی قضاۃ اور گاؤں کا فرمان بھیجا تھا۔آپ نے ان سے فرمایا یقیناً تمہارے دل میں یہ بات گزری ہوگی۔جب ہی تو بادشاہ نے تم کو حکم نامہ بھیجا ہے۔اور سال بھر تک حضرت ان سے ناراض رہے تھے۔

شیوخ کاملین کے یہ ارشادات جس میں انہوں نے فقراء کو امراء اور سلاطین کی صحبت سے اجتناب کی تلقین کی ہے۔غالباً اس لیے ہیں کہ صحبت کے اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔اور امراء کی صحبت سے دل میں دنیا کی محبت پیدا ہوجاتی ہے جس کو حضور اقدس ﷺ نے تمام برائیوں اور گناہوں کی جڑ اور بنیاد فرمایا ہے۔

حُبّ الدنیا راس علی کل خطیته۔

اور فقراء یہ چاہتے ہیں کہ سالکان راہِ طریقت کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا کوئی چیز پیدا نہ ہو۔اسی لئے وہ نصیحت کرتے ہیں کہ:

با عاشقاں نشیں وغمِ عاشقی خوریں   باہر کہ نیست عاشق کم کن از وقریں

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقراء کو امراء وسلاطین کی صحبت سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جن فقراء نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس نصیحت پر کہ امراء کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے سے انجام خراب ہوجاتا ہے،عمل نہ کیا

تو اس کا نتیجہ سیدی مولیٰ کی طرح برآمد ہوا۔یا حضرت شیخ سلیم چشتی کی طرح کہ انہوں نے شہنشاہِ اکبر سے تعلقات قائم کر لیے تو نتیجہ کیا نکلا۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنیئے فرماتے ہیں کہ:

بمر درایام جمعیتے بظاہر احوال ایشاں نیز راہ یافت وعمارتہا و باغہا و چاہ ہا ساخت ودر مقام مشیخت متمکن گشت وبعضے مخالفِ شریعت کہ متعارف عوام باشد تغیر رواداد۔

یعنی زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ ان کے مزاج مین جمعیت پیدا ہوگئی تھی۔ انہوں نے عمارتیں باغ اور کنوئیں بنوائے اور سجادۂ مشیخت پر بیٹھے اور بعض عادتیں جو شریعت کے منافی ہیں اور عوام میں متعارف ہیں۔ان سے سرزد ہوئیں۔

سانپ کے کاٹے کا علاج:

آج سے تقریباً ساڑھے سات سو برس قبل اجودھن ایک غیر معروف تھا۔بے آب وگیاہ جنگل میں درندوں اور زہریلے سانپوں کی کثرت تھی۔اب بھی یہاں زہریلے سانپ پائے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ شام کے وقت جنگل سے واپس شہر آرہے تھے کہ ایک زہریلے سانپ نے آپ کے ہاتھ کی انگشت شہادت پر کاٹ لیا۔آپ نے اس کا یہ علاج کیا کہ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوگئے۔آپ کے جسم سے غلباتِ شوق میں کثرتِ ذکر کی وجہ سے بہت سا پسینہ خارج ہوگیا اور زہر کا اثر جاتا رہا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بھی ایک مرتبہ دہلی سے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اجودھن آرہے تھے کہ راستے میں آپ کو ایک بہت زہریلے سانپ نے ڈس[1] لیا۔آپ کے ساتھیوں کو جب معلوم ہوا تو انہیں بہت فکر ہوا اور

1- سیرالاولیاء صفحہ ۲۳۶

انہوں نے آپ سے کہا۔ کہ اس سانپ کا کاٹا ہوا آدمی جیتا نہیں ہے۔ یہاں قریب ہی ایک باکمال جوگی رہتا ہے جو سانپ کا منتر جانتا ہے۔ فوراً اس کے پاس چلیے۔ آپ نے فرمایا۔ میں جوگی سے جھڑوا کر زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ میرا شیخ کامل و مکمل ہے۔

اگر ارادت من با شیخ خود درست است
بہ ہیچ علاجے حاجت نیست و اگر ارادت
درست نیست خود اینکس مردہ اولیٰ تر

اگر میری ارادت اپنے شیخ کے ساتھ صحیح ہے۔ تو پھر کسی علاج کی ضرورت نہیں اور اگر ارادت درست نہیں ہے تو پھر مر جانا ہی بہتر ہے۔

اسلام کا چھٹا رکن (روٹی)

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کھانا کھلانا متعدی عبادت ہے کسی کو ایک روپیہ دینے سے زیادہ بہتر ہے کہ اس کو روٹی یا ایک مٹھی کھجوریں دے دی جائیں۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ جب تک آدمی اپنی روزی سے مطمئن نہ ہوگا تو اس کو نماز میں حضوری کی بجائے یہ خیال رہے گا کہ صبح کو بال بچے کیا کھائیں گے۔

شب چوں عقد نماز بربندم   چہ خورد با مداد فرزندم

بعض لوگ تو اس روٹی کے پیچھے اپنی متاعِ دین بھی فروخت کر دیتے ہیں۔

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے یہ میخانہ میں   نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایمان اپنا

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اجودھن میں ایک عالم رہا کرتے تھے۔ ان کو اپنے علم پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ فقراء کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہوئے ان کو بے علم اور کم علم کہا کرتے تھے اور کبھی کبھی جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی آیا کرتے تھے۔

ایک دن وہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور بابا صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے مصلّے پر آپ کے برابر جا بیٹھے اور کچھ اس انداز سے گویا ہوئے کہ حاضرین نے یہ محسوس کیا کہ حضرت مولانا کا پندارِ علم و آگہی زیادہ ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اسلام کے پانچ رکن ہیں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولانا سنا ہے کہ روٹی بھی رکن ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ یہ تم فقیروں کے ڈھکوسلے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک روٹی کوئی شے نہیں ہے۔ رکن صرف پانچ ہیں۔ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں نے بھی اہل علم سے سنا ہے کہ روٹی بڑی اہم چیز ہے۔ بلکہ یہ بھی رکن ہے۔ مولانا کو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات پر بہت غصہ آیا اور وہ یہ آیت پڑھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ (نصیحت کرنے کے بعد ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھو) اور چلنے لگے کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہ مانے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ تم لوگ کم علم اور بے علم ہوتے ہو اور خواہ مخواہ عالم بننے کی کوشش میں غلط باتیں کرتے ہو۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب حج کو چلے گئے اور وہاں سات سال رہے۔ خوب ہر سال حج کیے عبادتیں کیں جب واپس ہوئے تو راستے میں طوفان آیا اور مولوی صاحب کا جہاز تباہ ہو گیا اور وہ ایک تختے پر بہتے ہوئے کنارے پر پہنچ گئے یہ ایک بے آباد اور سنسان جزیرہ تھا۔ ہر طرف خشکی تھی۔ سبزہ کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔

مولوی صاحب ایک غار میں جا بیٹھے تو بھوک پیاس کے مارے جان لبوں پر آ گئی چوتھے دن شام کو ایک آدمی نظر آیا۔ جس کے سر پر خوان رکھا ہوا تھا اور وہ آواز لگا رہا تھا۔ ''روٹی بیچتا ہوں روٹی'' یہ آواز سن کر مولوی صاحب غار سے نکلے اور نہایت عالمانہ انداز میں کہا میں عالم ہوں۔ حاجی ہوں سات حج کر کے واپس آ رہا تھا کہ جہاز تباہ ہو گیا۔ اب تین دن گزر گئے۔ بھوکا پیاسا یہاں پڑا ہوں۔ مسافر اور پریشان حال آدمی کی دیکھ بھال کرنا اس کو کھانا کھلانا بہت ثواب ہوگا۔ وہ شخص یہ باتیں سنتا رہا۔ جب مولانا خاموش ہو گئے تو اس نے کہا جناب مولوی صاحب میں تو دکاندار ہوں۔

قیمتاً روٹی فروخت کرتا ہوں۔ اگر قیمت ہو تو لے لو ورنہ آرام کرو۔

مولوی صاحب نے کہا تو کیسا مسلمان ہے۔ تجھ کو میرے حال پر رحم نہیں آتا میں قیمت میں تجھ کو کیا چیز دوں۔ وہ بولا سات حج کا ثواب زبانی کلامی دے دو۔ میں تم کو عمدہ روٹی کھلاؤں گا اور ٹھنڈا پانی پلاؤں گا۔ مولوی صاحب اس بات پر خاموش ہوگئے۔ تو وہ چلنے لگا۔ مولانا نے سوچا بھوک کے مرجانے سے بہتر ہے کہ زبانی اتنی بات کہہ دوں۔ اس طرح کوئی میرے حجوں کا ثواب اس کو تھوڑا ہی مل جائے گا جان بچانی فرض ہے۔ یہ خیال کر کے مولوی صاحب نے کہا۔ اچھا بھائی تم کو سات حجوں کا ثواب دیا۔ روٹی کھلاؤ۔ اس شخص نے یہ سنتے ہی مولوی صاحب کے سامنے کھانا رکھ دیا اور مولوی صاحب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا پانی پیا۔

پھر اس سے پوچھا تم کہاں رہتے ہو۔ مجھے بھی آبادی میں لے چلو میں کچھ محنت کر کے روٹی کھانے کا بندوبست کروں اس نے برتن اٹھائے اور یہ کہتا ہوا چل دیا کہ مولوی صاحب مجھے زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مولوی صاحب بھی اس کے پیچھے اٹھے کہ دیکھوں کدھر جاتا ہے۔ مگر وہ آدمی چٹانوں کے چکردار رستے میں گم ہوگیا۔ مولوی صاحب نے بہت تلاش کیا۔ مگر اس کا پتہ نہ چل سکا اور شام ہوگئی۔ مولوی صاحب پھر اپنی جگہ آن بیٹھے پھر تین دن یونہی گزر گئے۔ چوتھے روز شام کو وہی آدمی پھر آیا اور روٹی کے عوض سب نمازوں کا ثواب لے گیا۔ چوتھی مرتبہ جب وہ شخص آیا۔ تو مولوی صاحب کہنے لگے اب تو میرے پاس کچھ باقی نہیں ہے اس نے کہا کہ اس مرتبہ میں قلم دوات اور کاغذ لایا ہوں۔ آپ آج صرف اس تحریر کے عوض مجھ سے روٹی لے سکتے ہیں کہ میں نے ایک وقت کی روٹی کے عوض اپنی تمام عبادات کا ثواب فروخت کر دیا۔

مولوی صاحب نے اس کو یہ تحریر لکھ دی۔ اس شخص نے حسب سابق کھانا کھلا کر اپنا راستہ لیا۔ مولوی صاحب اس کے پیچھے جانا چاہتے تھے کہ ان کو سمندر میں ایک جہاز نظر آیا انہوں نے اپنا عمامہ اتار کر ہوا میں لہرانا شروع کر دیا۔ جہاز والوں نے ایک

کشتی کے ذریعے مولوی صاحب کو بلا لیا۔ یہ جہاز ہندوستان کے حاجیوں کا تھا۔ مولوی صاحب اس میں واپس آ گئے۔

کچھ دن بعد مولوی صاحب پھر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ بابا صاحب نے مولانا کو آتے دیکھا تو کھڑے ہو کر ان کا خیر مقدم کیا۔ خیریت پوچھی مولانا نے کہا کہ اتنے عرصے میں اس لیے نہیں آیا کہ حج بیت اللہ کو گیا ہوا تھا۔ میں نے سات حج کیے حرم شریف میں سات رمضان کے روزے رکھے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حال سن کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سے پوچھا۔ آپ ایسی مقدس جگہ سے اتنا ثواب لے کر آئے ہیں۔ غالباً اب آپ ہم سے خفا نہ ہوں گے۔ مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ میری خفگی آپ کی کم علمی پر تھی کہ آپ خواہ مخواہ روٹی کو چھٹا رکن بنانے پر مصر تھے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولانا میں نے یہ بات ایک کتاب میں لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ مولانا نے جھنجھلا کر کہا۔ دکھایئے وہ کونسی کتاب ہے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خادم کو آواز دے کر کہا کہ میری فلاں کتاب لانا۔ خادم فوراً وہ کتاب لے آیا۔ آپ نے کتاب مولانا کے ہاتھ میں دے کر فرمایا دیکھئے اس میں لکھا ہے مولانا نے کتاب کھولی چند اوراق الٹے کچھ کہنے ہی والے تھے کہ ان کو اپنے ہاتھ کی تحریر نظر آئی۔ ان کی چیخ نکل گئی اور وہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر پڑے اور اسی وقت آپ سے بیعت کی اور پھر تمام عمر کسی سے کلام نہیں کیا۔ ہر وقت روتے رہتے تھے۔

راہبرِ راہ ہدیٰ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ   حق شناس و حق نما بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معراج:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ قدسی ہے کہ:

الصلوٰۃ معراج المومنین۔ نماز معراج مومنین ہے۔

انعاماتِ الٰہی میں سب سے اعظم اشرف اعلیٰ انعام دیدارِ الٰہی ہے اور یہ انتہائی انعام جنت الفردوس سے متعلق ہے۔

Scanned with CamScanner

جس آدمی میں اس انعام کو حاصل کرنے کی تڑپ ذوق اور جستجو نہ ہو وہ صورتاً تو ضرور آدمی ہے۔مگر اس کا وجود ننگ انسانیت ہے اور وہ اس زمین پر بوجھ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اکثر فقراء کاملین کو دیدار کی نعمت خواب میں حاصل ہو جاتی ہے۔بعض لوگ دنیا میں چشمِ ظاہر کے ساتھ اس کی دید کے منکر ہیں خبر نہیں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اس دید کے متعلق ان لوگوں کا خیال کیا ہے جو اس دنیا میں چشمِ ظاہر کے ساتھ ہوئی تھی اور جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش۔

سلطانِ کونین ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خواب و بیداری دونوں حالتوں میں کئی مرتبہ معراج عطا فرمائی ہے۔جس میں ایک معراج جسمانی بھی شامل ہے۔جس کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (پ۱۵ بنی اسرائیل ۱)

یہ معراج جسمانی تھی۔کیوں عبد روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور اگر یہ خواب کی باتیں ہوتیں تو کافر بھی اس کا انکار نہ کرتے۔کیونکہ خواب میں تو ہر آدمی کو ایسی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔جو اس نے کبھی نہ دیکھی ہوں سرکارِ جملہ موجودات ﷺ کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نوازا اور ان کو معراج عطا فرمائی جو نماز ہے۔

اور نماز نہیں ہوتی جب تک اس میں حضور قلب نہ ہو۔

لا صلوٰۃ اِلّا بحضور القلب۔

اور کم از کم حضور و احسان اس کا نام ہے کہ عابد یہ خیال کرے کہ میں پیشِ معبود استادہ ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ورنہ ہونا تو یہ چاہیے کہ عابد کو عبادت میں مشاہدہ معبود ہو۔

مالکِ حقیقی کی اس زمین پر خاتم النبیین ﷺ کی امت میں ایک قدسی گروہ ایسا بھی بستا ہے۔جن کی نمازوں میں حضور ہے اور جن کی عبادتوں میں شہود ہے اور جن کی

زندگیاں دید سے قائم ہیں اور وہ دید ہی کو زیست سمجھتے ہیں اور کائنات کو چھوڑ کر صرف مالکِ کائنات کو چاہتے ہیں اور اپنے ہر عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ:

دنیا شہ را و قیصر و خاقان را — دوزخ بد را و بہشت مرنیکاں را
تسبیح فرشتہ را صفا مر انساں را — جاناں مارا و جان ما جاناں را

اسی اشرف گروہ میں سے ایک حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص لطف و کرم سے بہرہ ور فرمایا تھا اور ان کی نماز کو معراج بنا دیا تھا۔جس دن یہ فضل ہوا۔وہ جمعہ کا دن تھا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے پیچھے آپ کے مرید میاں محمد بھی نماز میں مشغول تھے کہ وہ ایک دم بے ہوش ہو گئے۔

بعد میں جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا تیرا کیا حال ہوا اور تو کیوں بے ہوش ہوا تھا۔پھر خود ہی آپ نے فرمایا۔الحمدللہ۔

درنمازِ مرا معراج بود ترا ہم از نعمتِ درویشاں نصیب شد۔(سیر الاولیاء صفحہ ۸۳)

مجھے نماز میں معراج ہوئی اور میاں محمد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔اس کو بھی درویشوں کی نعمت میں سے حصہ نصیب ہوا۔

امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نمازِ جمعہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد حال و تحیر پیدا ہوا تھا۔

یہ نور تجلی دردِ مبارک و منور گشت و حق تعالیٰ را در اثنائے نماز سجدہ ہا کرد و ہم چناں در عالمِ تحیّر خانہ آمد و گریہ کہ پیش ازیں بود ازاں غالب تر شد۔و ہر روز چند کرت غائب می شد۔و چند کرّت حاضر و ہمیں مے فرمود کہ امروز روز جمعہ است۔ہر آئینہ دوست موعد دوست یاد آرد و غرق آں حالت باشد۔

و دیگر در آں حال می فرمود وقتِ نماز شدہ است و نماز گذاردہ ام دگر گفتند کہ شما نماز گذاردہ اید می فرمود کہ باز دیگر بگذارم ہر نمازے را مکرّر ادا می کردندے۔

Scanned with CamScanner

وہمیں دو سخن را مکرر می کردند کہ امروز روزِ جمعہ است و نماز گذاردہ ایم و ایں سخن می فرمود۔ میرویم و میرویم و می رویم۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۵۲۔۱۵۳)

یعنی نور تجلی سے ان کا اندرون منور ہوگیا اور انہوں نے حالت نماز میں کئی سجدے کیے اور مسجد سے عالمِ تحیّر میں واپس آئے۔ گریہ نے شدت اختیار کرلی اور ہر روز کبھی غائب ہوتے کبھی حاضر اور فرماتے آج جمعہ کا دن ہے۔ دوست دوست کے وعدہ کا وقت یاد کرتا ہے اور پھر تحیر ہو جاتا اور اسی حالت میں پوچھتے میں نے نماز پڑھ لی ہے لوگ عرض کرتے جی ہاں یہ سن کر فرماتے مکرر ادا کرتا ہوں اور اس طرح ہر نماز دو مرتبہ ادا کرتے۔ اور یہ دو جملے بار بار فرماتے۔ آج جمعہ ہے۔ نماز پڑھ چکا ہوں۔ ہم جاتے ہیں ہم جاتے ہیں۔ انتقال کے وقت تک یہی کیفیت رہی۔ چالیس دن پہلے سے کھانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ ہر وقت گریہ شدت سے طاری رہتا تھا۔

دشمنوں کو راضی کرو:

خدا طلبی کے راستے میں توبہ کے بعد دوسرا نمبر دشمنوں کو راضی کرنے کا ہے حضرت شیخ مشرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔

بداند کہ بعد از توبہ کار مرید خوشنود کردن خصمان است و ایں عقبہ بزرگ است۔ (مکتوبات حضرت شرف الدین یحییٰ منیری صفحہ ۱۰)

یعنی تو اس بات سے واقف ہو جا کہ توبہ کے بعد مرید کا کام دشمنوں کو خوش کرنا ہے اور یہ بڑا دشوار راستہ اور کٹھن بات ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی تو حضرت نے چند مرتبہ فرمایا کہ:

خصمان را خوشنود باید کرد۔ واسترضائی صاحبِ حقاں غلو فرمود۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۴۰)

یعنی دشمنوں کو راضی کرنا چاہیے اور حق داروں کی رضامندی میں غلو فرمایا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے فوراً خیال آیا کہ میرے ذمہ ایک بزاز کے ۲۰ جیتل واجب ہیں اور ایک شخص کی کتاب دینی ہے جو مجھ سے گم ہوگئی تھی۔ چنانچہ میں نے فوراً عہد کیا کہ دہلی جا کر پہلے یہ کام کروں گا اور جب میں دہلی گیا۔ تو مجھے اس قرضے کی ادائیگی کا خیال تھا۔ معاش تنگ تھی۔ اس لیے ۲۰ جیتل ایک دفعہ میرے پاس نہ ہوتے تھے آخر ایک دفعہ میرے پاس دس جیتل آ گئے۔ میں وہ لے کر اس بزاز کے پاس گیا اور اس سے کہا آپ کے ۲۰ جیتل میرے ذمہ ہیں۔ اس وقت دس جیتل لایا ہوں۔ یہ آپ لے لیں۔ بقایا بھی انشاء اللہ آپ کو پہنچا دوں گا۔

آں مرد چوں ایں بشنید گفت آرے از پیشِ مسلماناں می آئی۔ آنگاہ دہ جیتل از من بستد و گفت آں دہ جیتل ترا بخشیدم۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۴۰)

یعنی جب اس مرد نے یہ سنا تو کہا تو مسلمانوں کے پاس سے آ رہا ہے پھر اس نے دس جیتل مجھ سے لے لیے اور کہا بقایا دس جیتل میں نے تجھ کو معاف کر دیئے۔

پھر میں اس کتاب والے کے پاس گیا۔ اس نے مجھے نہ پہچانا۔ میں نے اس کو بتایا کہ میں نے آپ سے ایک کتاب مستعار لی تھی۔ وہ میرے پاس سے گم ہوگئی ہے اب میں اس کتاب کی نقل کسی جگہ سے کرا کر آپ کو دے دوں گا۔ اس شخص نے کہا کہ:

آرے از آنجا کہ تو می آئی ثمرہ ہمیں باشد بعد ازاں گفت من آں کتاب بتو بخشیدم۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۴۰)

ہاں جہاں سے تو آیا ہے۔ اس کا ثمرہ یہی ہے پھر اس نے کہا میں نے وہ کتاب تجھ کو بخش دی۔

الغرض یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ خدا طلبی کے راستے میں ایک دل کو بھی ناراضگی سالک کو منزل تک پہنچنے میں حجاب بنی رہتی ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے اس راستے میں توبہ کے بعد دوسرا مرحلہ ''خوشنودی خصمان'' فرمایا ہے۔

Scanned with CamScanner

''حضرت باباصاحب کی دعا'':

''خدا تجھ کو دردِ محبت عطا فرمائے''۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عقل اور عشق[1] ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ علماء اہل عقل اور فقراء اہل عشق ہیں۔ پھر عشق کی فوقیت کو اس طرح ظاہر فرمایا کہ حضرت یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

محبت کا ایک ذرہ تمام جنوں اور انسانوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

(قول حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ)

پھر اسی مناسبت سے فرمایا کہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص[2] کیلئے بار بار دعا فرماتے کہ:

''خدائے عزوجل[3] ترا دردی دہاد''۔

1- فوائد الفواد صفحہ ۱۳۲

2- ایک شخص سے مراد خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

3- بزرگوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی بات اپنے متعلق کہتے ہیں۔ تو درویشے یا کسے کہہ کر اشارہ کرتے ہیں اور یہاں اس سے مراد خود ان کی ذات ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ایک درویش کو اجازت دی گئی ہے کہ اسے دنیا میں رہنا منظور ہے یا عقبیٰ میں درویش نے عقبیٰ کو قبول کیا۔ جب حضور نے یہ فرمایا تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے سبب گریہ معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا۔ اس درویش سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے اور حضور دنیا سے جانا چاہتے ہیں''۔

''خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے''

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ:

''شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز را بر مثل ایں کلمات بود۔ بارہا گفتی کہ وقتے درویشے را چنیں حال بود یا درویشے چنیں چیز کرد۔ من معلوم کردم کہ حکایت خودی گوید''۔

یعنی شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ العزیز اسی طرح کے اکثر کلمات فرماتے تھے کہ ایک وقت ایک درویش کا ایسا حال تھا اور ایک درویش نے ایسا کام کیا میں سمجھ جاتا کہ حضرت اپنا حال بیان فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تجھے دردِ محبت عطا فرمائے اور وہ شخص حیران ہوتا کہ حضرت یہ کیا دعا فرماتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ کیسی نعمت غیر مترقبہ ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ حضرت باباصاحب کی زبانی:

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک بزرگ تھے۔ وہ پانی پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کر رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔

''خداوند خضر بر کبیرہ ارتکاب میکند اورا از آن توبہ دہ''۔ (فوائد الفواد صفحہ ۸۲)

خداوند خضر علیہ السلام گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسے توبہ کی توفیق عطا فرما۔

تھوڑی دیر بعد حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آئے اور انہوں نے ان سے پوچھا میں کون سا کبیرہ کرتا ہوں تا کہ اس سے توبہ کروں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ آپ نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو خدا کیلئے لگایا ہے۔ حالانکہ آپ خود ہی اس کے سایہ میں آرام کرتے ہیں۔

یہ سن کر خضر نے توبہ کی پھر ان بزرگ نے خضر سے کہا ترکِ دنیا یہ ہے کہ جس طرح میں رہتا ہوں اس طرح رہو۔ خضر نے پوچھا آپ کس طرح رہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں اس طرح رہتا ہوں کہ:

اگر جملہ دنیا مراد ہند و گویند کہ قبول کن کہ حساب بر تو نخواہد بود و ایں ہم گویند کہ اگر قبول نہ خواہی کرد ترا در دوزخ خواہند بود۔ من دوزخ قبول بکنم دنیا قبول نکنم۔ (فوائد الفواد صفحہ ۸۲۔۸۳)

اگر تمام دنیا مجھ کو دیں اور فرمائیں کہ اس کو قبول کر لے تجھ سے اس کا حساب نہ لیا جائے گا اور ساتھ ہی یہ فرمائیں کہ اگر قبول نہ کرے گا۔ تو تجھے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو میں دوزخ قبول کروں گا۔ دنیا قبول ہرگز نہ کروں گا۔

Scanned with CamScanner

خضر علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔اس کا کیا سبب ہے تو انہوں نے فرمایا:

''دنیا مبغوض حق تعالیٰ است۔ چیزی کہ خدائے تعالیٰ آں را دشمن داشت من بحالی آں دوزخ قبول کنم وآں را قبول نہ کنم''۔(فوائد الفواد صفحہ ۸۲۔۸۳)

کہ دنیا پر خدا تعالیٰ کا غضب وغصہ ہے۔اس چیز کو قبول کرنے سے کہ خدائے تعالیٰ اسے دشمن رکھے۔میں دوزخ قبول کرتا ہوں لیکن اس کو قبول نہیں کرتا۔

زکوٰۃ کی قسمیں:

عام طور پر لوگ مال کی محبت میں حدود اللہ کو توڑ دیتے ہیں اور پورا سال گزرنے کے بعد جو اڑھائی روپیہ سینکڑہ کی معمولی سی زکوٰۃ از روئے شریعت ان پر واجب ہوتی ہے۔ادا نہیں کرتے۔لیکن مومن کا حال اس سے بالکل مختلف ہے کیونکہ اس کی محبت صدیق ہوتی ہے کسی عالم نے بزعم خود ایک درویش سے اس کا خسران علم ظاہر کرنے کیلئے سوال کیا کہ اگر کسی کے پاس ۲۰ روپے ہوں تو اس کو کتنی زکوٰۃ دینی چاہیے۔درویش نے جواب دیا مذہب فقیہاں میں بیس روپے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔البتہ مذہب فقیراں میں اسے اکیس روپے ادا کرنے پڑیں گے۔مولوی صاحب نے پوچھا جناب یہ اصل سے بھی ایک روپیہ زائد کس قانون کی رو سے۔درویش نے فرمایا قانونِ محبت کی رو سے جس میں فرمایا ہے کہ:

ہر چہ داری خرچ کن در راہِ او — لن تنالو البرّ حتٰی تنفقوا

یہ قانون درویش کو اس کی راہ میں خرچ کرنا سکھاتا ہے۔جمع کرنا نہیں۔

اور چونکہ اس نے جمع کر کے اس ضابطہ کی خلاف ورزی کی ہے۔لہٰذا اس کو ایک روپیہ جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔[1]

1- سیر الاولیاء صفحہ ۳۰۲

(1) زکوٰۃ شریعت۔(2) زکوٰۃ طریقت۔(3) زکوٰۃ حقیقت۔

1- زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس (ایک سال تک) دو سو درہم جمع رہیں تو اس پر پانچ درہم زکوٰۃ فرض ہے۔

2- زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ ۲۰۰ درم میں سے پانچ درم خود رکھ لے۔باقی زکوٰۃ دے دے۔

3- زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ کچھ پاس نہ رکھے سب کچھ اس کی راہ میں دے دے جمع ہی نہ کرے۔

تاثیر زبان:

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پوتے حضرت شرف الدین تھے وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرنے کیلئے ناگور سے اجودھن آئے تھے۔ان کی ایک لونڈی تھی جو بڑی شائستہ تھی۔اس نے چلتے وقت ایک دستار مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دی اور کہا میری طرف سے حضرت کی قدم بوسی کرنا اور یہ دستار نذرانہ پیش کر دینا۔اس کو میں نے اپنے ہاتھ سے سوت کات کر تیار کیا ہے۔

مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی پھر اپنی لونڈی کی طرف سے قدم بوسی کی اور دستار پیش کی۔آپ نے فرمایا:

''خدائش آزادی دہد''۔

اس کو اللہ تعالیٰ آزادی عطا فرمائے۔

مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی خدمت سے اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو ان کو خیال آیا کہ حضرت نے اس کو آزادی کیلئے دعا فرمائی ہے۔یقیناً وہ آزاد ہو جائے گی۔لونڈی قیمتی ہے لہٰذا میں فروخت کر دوں گا۔پھر خیال آیا کہ وہ دوسروں کے گھر جا کر آزاد ہوئی تو ثواب ان کو ہوگا۔میں ہی اس کو آزاد کیوں نہ کردوں یہ سوچ کر پھر

Scanned with CamScanner

حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا **الحمد اللہ و نعم ماقیل۔**

فرید کہے سو ہوئے

سونا بنانے کا وظیفہ:

ایک دن ایک شخص حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں تنگدستی میں مبتلا ہوں۔ میری کئی لڑکیاں ہیں جن کی شادی سے معذور ہوں۔ آپ نے سورۃ اخلاص پڑھ کر مٹی کے ایک ڈھیلے پر دم کی۔ فی الفور سونا ہو گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ لے جاؤ اور اپنی لڑکیوں کی شادی کرو۔ آدمی حریص تھا۔ گھر آ کر بہت سی مٹی جمع کی اور سورۃ اخلاص پڑھ کر اس پر دم کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اس کے خیال میں سونا بنانے کا وظیفہ اس کو آ گیا تھا۔ جب پڑھتے پڑھتے تھک گیا تو اپنے ایک دوست سے یہ واقعہ بیان کیا۔ دوست نے کہا۔ بھائی سورۂ اخلاص تو وہی ہے۔ مگر زبان بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی کہاں سے لاؤ گے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لباس:

فقراء عام لوگوں کی طرح اچھے لباس اور اچھے کھانے کی فکر و تردد میں نہیں رہتے۔ ان کو جیسا مل جاتا ہے کھا لیتے ہیں اور جیسا حاصل ہو جاتا ہے۔ پہن لیتے ہیں۔ یہ لوگ کھانے سے نہیں کھلانے سے اور پہننے سے نہیں پہنانے سے خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح وہ تقرب الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

کتب معتبرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر اچھا کھانے اور اچھا پہننے کی طرف توجہ نہ کی آپ کا لباس ہمیشہ معمولی اور سادہ رہا جس میں اکثر پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔

کھتوال جب حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ملاقات کیلئے تشریف

لائے ہیں تو آپ کے لباس کی یہ کیفیت تھی کہ:

1- "سراویل شیخ شیوخ العالم پارہ بود۔ درا ثنائے ایں قال و مکالمۂ احوال ہر بار بادمی زد شیخ شیوخ العالم فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ بدامن محل ازار پارہ می پوشید"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۳)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شلوار بہت پھٹی ہوئی تھی۔ بات چیت کے دوران ہر بار ہوا کے جھونکے سے جسم کا کوئی حصہ برہنہ ہو جاتا تھا۔ جس کو آپ اپنے دامن کے ٹکڑے سے چھپا لیتے تھے۔

2- ہانسی میں مولانا ترک رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تو تب بھی آپ کا لباس بہت پرانا اور پھٹا ہوا تھا۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ:

جامہ ہائے شیخ شیوخ العالم ریمگیں و پارہ بود۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۲)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لباس پرانا، میلا اور پھٹا ہوا تھا۔

خود حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:

من بسیار تذکیر او شنیدم او چوں بہ ہانسی رسید و تذکیر آغاز کرد من رفتم تا تذکیر او بشنوم من جامۂ ریمگیں داشتم و پارہ پارہ۔ (فوائد الفواد صفحہ ۹۴)

کہ میں نے مولانا نور ترک کے بہت سے وعظ سنے ہیں۔ جب وہ ہانسی پہنچے اور انہوں نے وعظ شروع کیا میں بھی گیا تا کہ ان کا وعظ سنوں۔ اس وقت میرے کپڑے پرانے اور پھٹے ہوئے تھے۔

3- دہلی میں حضرت بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں بھی آپ کے لباس کی یہی حالت تھی۔ کرمانی کا بیان ہے کہ:

"جامعہ شیخ شیوخ العالم نیک پارہ بود"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۲)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے بہت پھٹے ہوئے تھے۔ جسے دیکھ کر ایک شخص نے آپ کو ایک نیا جوڑا پیش کیا تھا۔ آپ نے اسے کچھ دیر پہن کر اتار دیا اور

Scanned with CamScanner

فرمایا تھا کہ:

''من ذوقے کہ درآں جامہ پارہ داشتم درایں جامۂ نونیافتم''۔

(سیرالاولیاء صفحہ ۶۲)

جو ذوق کیفیت اس پھٹے پرانے لباس میں مجھے حاصل تھی وہ ان نئے کپڑوں میں نہیں رہی تھی۔

پاکپتن شریف کے قیام کے دوران بھی آپ کے لباس کا کچھ ایسا ہی حال رہا چھوٹے بڑے سب ہی آپ کے سلام کیلئے آتے رہتے تھے۔ مگر آپ نے کبھی اپنے لباس کی تزئین اور آرائش کی طرف توجہ نہ دی اور اچھی شاندار پوشاک استعمال نہ کی آپ کا قول ہے کہ:

ان ارذل الناس من اشتغل بالا کل واللباس۔

رذیل ترین آدمی وہ ہے جو ہر وقت کھانے اور لباس کے تردّد میں مشغول رہے۔

حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کل چار جوڑے تھے۔ ایک آپ پہنے رہتے تھے دوسرا دھونے والے کے پاس رہتا تھا۔ تیسرا مستحقین کی تقسیم کیلئے ریزرو رہتا تھا۔ چوتھا وقت بے وقت اور خاص مشغولی میں استعمال فرماتے تھے۔ آپ کے لباس میں شلوار کرتہ، پگڑی اور کلاہ چہارترکی ہوتی تھی۔ کبھی شلوار کی جگہ تہہ بند استعمال کرتے تھے سیرالاولیاء سے حضرت کا شلوار پہننا ثابت ہوتا ہے اور ایک چادر باندھنا اور ایک چادر اوڑھنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

سراویل شیخ شیوخ العالم پارہ بود جامہ ہائے چادر پوشیدہ۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۱۷)

الغرض حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لباس باوجود وفور علمی کے عالمانہ نہ تھا اور باوجود کمال فقر کے نہایت سادہ ہوتا تھا اور اس لباس میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے آپ کی شان وشوکت کا اظہار ہو یا یہ سمجھا جائے کہ آپ اس کے ذریعے دوسروں سے کچھ ممتاز ہونا چاہتے ہیں۔ البتہ آپ کے چہرۂ مبارک سے انوار حق اس طرح ساطع

تھے اور شان ولایت اس طرح ظاہر تھی کہ ہر شخص بیک نظر سمجھ لیتا تھا کہ آپ ''خدا کے دوست ہیں''۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بستر:

سلطان فقر[1] کا بستر نرم ونازک گدیلوں اور ریشمی چادروں اور خوبصورت تکیوں پر مشتمل نہ تھا۔ صرف ایک چھوٹی سی کمبلی تھی۔ دن کو اسی پر بیٹھے رہتے تھے۔ وہ بھی اس لیے کہ بڑھاپے کی ہڈیوں میں سخت فرش چبھتا تھا اور جب رات ہوتی تھی تو وہ کمبلی آپ کی چارپائی پر بچھا دی جاتی تھی۔ وہ اتنی چھوٹی تھی کہ پوری چارپائی پر نہ آتی تھی اور پائنتی کھلی رہتی تھی۔ اس پر ایک دوسری چادر ڈال دی جاتی تھی اور رات کو ضرورت کے وقت جب آپ اس چادر کو اوڑھ لیتے تھے تو ادوان ننگی ہو جاتی تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیے۔ فرماتے ہیں کہ:

''یک شب بوقت استراحت من بخدمت حاضر بودم کھٹے جنگلی راست کردند ہماں گلیم کہ برآں روز بنشستے ہماں بالائے کھٹ انداختندے چناں چہ آں گلیم تا پایاں نمی رسید آنجا کہ موضع پائے مبارک ایشاں بود شقہ آوردندے ونہادندے اگر آں شقہ بالا کشیدے آں موضع از بستر خالی ماندے''۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۶۵ و فوائد الفواد صفحہ ۵۱،۵۲)

یعنی ایک رات میں حضور کے سوتے وقت موجود تھا۔ ایک جنگلی چارپائی بچھائی گئی۔ اوپر وہ کمبلی بچھا دی گئی جس پر دن کو بیٹھے رہتے تھے اور وہ کمبلی اتنی چھوٹی تھی کہ پائنتی کھلی رہتی تھی اور اس جگہ جہاں آپ کے پاؤں مبارک ہوتے ایک کپڑا ڈال دیا جاتا۔ اگر رات کو وہ کپڑا آپ اوڑھ لیتے تو وہ جگہ بستر سے خالی ہو جاتی تھی۔

اور آپ کے پیر ومرشد حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کا عطا کردہ ایک عصاء

1- یعنی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مبارک تھا۔ اس کو تکیہ کی جگہ سرہانے رکھ لیتے تھے اور اکثر اس عصا پر ہاتھ پھیر کر چوما کرتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''یک عصا بود از شیخ قطب الدین قدس سرہ جانبِ سرِ آں کھٹ میداشتند شیخ بر آں عصا متکا کردے۔ واستراحت فرمودے و آں عصا را ہر بار دست فرد می آوردے۔ تقبیل می کردے''۔ (فوائد الفواد صفحہ ۵۲)

الغرض حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بستر، لباس خوراک بالکل اتباع نبوی کی مکمل تصویر تھا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوراک:

فقراء کا قول ہے کہ کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا، مخلوق سے کم ملنا جلنا خدا طلبی کیلئے ضروری ہدایتیں ہیں۔ وہ صرف اس لیے کھاتے ہیں کہ زندہ رہیں اور اپنے مالک کی دی ہوئی حیات کا شکرانہ ادا کریں اور اکثر صمدی تجلی کے نزول سے تو کھانا پینا بالکل ترک ہو جاتا ہے۔

لذیذ اور مرغن کھانے یوں بھی صحت کو خراب ہی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اکثر لوگوں کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ایسے کھانے خوب کھائے جائیں۔ کیونکہ وہ ''زیستن برائے خوردن'' پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ مگر درویش خواہش نفس سے نہیں کھاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر نفس کی ایک خواہش پوری کردی جائے۔ تو دو اور پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ آدمی انہیں پورا کرتے کرتے ہلاک ہو جاتا ہے۔ وہ قوت لایموت کیلئے کھاتے ہیں اور ایسی غذا کھاتے ہیں جو پاکیزہ اور سادہ ہو۔ کیونکہ لقمہ حلال سے باطن میں نور پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور فرمانبرداری کے جذبات وخیالات ابھرتے ہیں۔ برائی سے نفرت اور گناہ سے بیزاری پیدا ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

نان ہر کس مخور ہر کس رابدہ

ہر ایک کی روٹی نہ کھا، ہر ایک کو کھلا دے کیونکہ تجھے کیا معلوم کہ یہ لقمہ حلال ہے بھی ہے یا نہیں اور درویشی کا اول اصول جس کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ یہ ہے کہ فرمایا گیا ''اکل حلال اور صدقِ مقال'' اختیار کرو۔

حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ اسم اعظم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ:

''معدہ را از لقمۂ حرام پاک دارد دل از محبت دنیا دور کن بعد ازاں بہرا سمے کہ خدائے تعالیٰ را بخوانی آں اسمِ اعظم است''۔

یعنی معدہ کو حرام لقمہ سے پاک کر اور دل سے دنیا کی محبت نکال پھر جس نام سے خدا کو یاد کرے گا وہی اسمِ اعظم ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غذا نہایت سادہ اور بے مزہ ہوتی تھی۔ جن میں اکثر ٹینٹ (ڈیلہ) گل کریر، کریلے وغیرہ جنگلی اور خودرو پھل ہوتے تھے۔

دہلی میں ایک مرتبہ آپ کے پیر بھائی حضرت مولانا بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو اپنے ہمراہ کہیں دعوت میں لے گئے۔ وہاں میزبان نے نہایت تکلف کے ساتھ کھانے کا انتظام کیا تھا جس میں کئی قسم کے میٹھے سلونے مجرب کھانے تھے۔ آپ نے چند لقمے لے کر ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے آپ سے کہا:

مسعود تو اپنا شکم لقمۂ چرب و شیریں سے پر کرتا ہے۔ قرب خدا کیسے حاصل ہوگا؟

قیام اجودھن کے وقت آپ کی ضعیفی کا زمانہ تھا۔ مگر اس وقت میں بھی اکثر آپ کی غذا یہی خودرو جنگلی پھل ہوا کرتے تھے۔ موسم گرما میں افطار کے وقت شربت کا ایک پیالہ ہوتا تھا۔ جس میں مویز منقیٰ بھیگی ہوئی ہوتی تھی۔ اس شربت میں سے کبھی آدھا اور کبھی دو تہائی حاضرین میں تقسیم کردیا کرتے تھے۔ بقایا اسے خود روزہ افطار فرماتے تھے۔

Scanned with CamScanner

امیر حسن علاء سنجری نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی زبانی تحریر کیا ہے کہ:

افطار ایشاں بیشتر بہ شربت بودے۔ یک قدحے بود کہ درآں جا شربت بیاوردندے قدرے مویز کردندے درآں۔ ازاں قدح مقدار نصفے یا ثلثی برجملہ حاضراں قسمت میکردند قدری ازآں شربت درآوندے می انداختند ودیگرے جزءِ آں مجلسِ دادندے باقی ثلثے کہ ماندے خود بکار بردے واز بقیہ آں ہم کسانے را کہ خواستے نصیب کردے تا کرا آں دولت بودے۔

یعنی آپ کا افطار اکثر شربت سے ہوتا تھا۔ ایک بڑا پیالہ تھا جس میں شربت لایا جاتا تھا۔ جس میں چند دانے منقیٰ کے پڑے ہوئے ہوتے تھے۔ اس پیالے میں سے آدھا شربت یا تہائی حاضرینِ مجلس کو تقسیم کرا دیتے تھے۔ پھر اس میں سے تھوڑا ایک برتن میں نکال لیتے اور بقایا بھی اہل مجلس کو عطا فرمادیتے تھے اور باقی ایک تہائی خود نوش فرماتے اور اس بقایا میں سے بھی جس کسی کو چاہتے عنایت فرمادیتے تھے۔ جس کے نصیب یہ دولت ہوتی وہ پاتا تھا۔

صاحب سیر الاولیاء نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوق سے بچ کر دشت و بیاباں اختیار کیا تھا اور

"بنان درویشانہ بہ چیزہائے کہ دراں دیار خیزد چوں پیلو ومانند آں قانع گشت"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۶)

یعنی درویشانہ روٹی اور ان چیزوں کے ساتھ جو اس علاقہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے پیلو وغیرہ۔ قناعت کرلی تھی۔

اکثر آپ زنبیل[1] کی روٹی تناول فرماتے تھے۔ گرمی کے علاوہ دوسرے موسم میں

1- زنبیل گردانی اسے کہتے ہیں کہ دو یا ایک درویش ایک کپڑا پکڑ کر مکانوں اور دکانوں کے سامنے آتے ہیں۔ زبان سے سوال نہیں کرتے۔ اگر کسی نے اس زنبیل یا کپڑے میں ڈال دیا تو نبہا۔ ورنہ خاموش آگے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح جو روٹی یا آٹا وغیرہ حاصل ہوتا ہے وہ زنبیل گردانی کا ہوتا ہے۔

اسی زنبیل کی روٹی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ سیر الاولیاء میں ہے کہ:

سلطان المشائخ میفرمود کہ شیخ شیوخ العالم فرید الدین نوراللہ مرقدہٗ بیشتر نان زنبیل خوردے۔ البتہ وقت افطار یک دو پرکالہ نان زنبیل بیش بودے۔

یعنی سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر زنبیل کی روٹی تناول فرماتے تھے۔ لیکن افطار کے وقت ایک دو ٹکڑے زنبیل کی روٹی کے زیادہ ہوتے تھے۔

اگر مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے روٹی نہ بچتی تو کڑوا کسیلا ساگ یا گل کریریا ٹینٹ (ڈیلہ) جو کچھ درویش جنگل سے لے آتے تھے۔ وہ ابال کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے افطار کیلئے پیش کر دیا جاتا تھا۔ اگر نمک ہوتا تو اس میں ڈال دیا جاتا۔ ورنہ بغیر نمک کے ہی حضرت تناول فرمالیتے۔ ایک دفعہ نمک قرض لے کر ڈال دیا گیا تھا تو آپ نے وہ ابلے ہوئے ٹینٹ (ڈیلے) کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا تھا کہ:

دریں طعام بوئے تصرف می آید روا نہ باشد کہ من ایں طعام بخورم۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۶۶)

یعنی اس کھانے میں تصرف کی بو آتی ہے۔ جائز نہیں ہے کہ میں یہ کھانا کھاؤں۔

کبھی اگر آٹا گھر میں ہوتا تو افطار کے وقت شربت کے ساتھ ہی ایک سیر وزن سے کچھ کم کی دو روٹیاں گھی سے چپڑی ہوئی آجاتی تھی۔ جس میں سے ایک روٹی کے ٹکڑے کرکے آپ حاضرین کو تقسیم کرادیتے تھے اور دوسری روٹی خود تناول فرماتے تھے اور اس ایک میں سے بھی جس کو چاہتے عنایت فرمادیتے تھے۔ پھر نماز پڑھتے اور نماز کے بعد آپ کے خاص مشغولی کا وقت تھا۔ بعد ازاں سب لوگوں کیلئے دسترخوان بچھتا مگر خود حضرت اس وقت کچھ تناول نہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ سحری بھی نہ کھاتے تھے حسن علاء سنجری نے لکھا ہے کہ:

بعد ازاں پیش از نماز دو نانِ چرب کردہ بیاوردندی آں دو نان کم از یک سیر بودے از آں دو نان یک نان پارہ کردندے بہمہ حاضراں رسانیدندے وآں یک نان دیگر خود خوردے واز آن نانِ خاص ہم کسے را کہ خواستے نصیب کردے بعد از ادائے نماز شام مشغول بودے مشغول بودنی[1] تمام بعد ازاں مائدہ پیش می آوردند طعام از ہر گوں۔ چوں آں طعام خرچ شدی بیش طعام دیگر نخوردی مگر باز بوقت افطار روز دیگر۔

(فوائد الفواد صفحہ ۱۵، سیر الاولیاء صفحہ ۶۵)

یعنی اس کے بعد نماز سے پہلے دو روٹیاں گھی سے چپڑی ہوئی لائی جاتی تھیں جو تقریباً ایک سیر سے کم ہوتی تھیں۔ ان دو روٹیوں میں سے ایک روٹی کے ٹکڑے کر کے تمام حاضرین مجلس کو تقسیم کرا دیتے تھے اور دوسری ایک روٹی خود تناول فرماتے تھے اور اس خاص روٹی میں سے بھی جس کو چاہتے عنایت فرما دیتے تھے اور نماز شام کے بعد آپ مشغول ہوتے پوری مشغولی کے ساتھ۔ بعد ازاں دستر خوان بچھتا اور ہر قسم کا کھانا کھلایا جاتا۔ مگر حضرت اور کھانا نہ کھاتے تھے۔ دوسرے دن افطار کے وقت ہی تناول فرماتے۔

نوے سال سے کچھ اوپر عمر میں بھی یہی معمول رہا۔ آپ کا ارشاد تھا کہ لذتِ نفس اور درویشی دو متضاد چیزیں ہیں۔ کڑوے کریلے، مریلے کیلئے ٹینٹ (ڈیلے) اور بے مزہ پیلو کھا کر آپ نے درویشی کی ہے۔ اسی بنا پر حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغِ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ:

''مردانِ راہ خدا نے یہ خون جگر کھایا ہے جب کسی مقام پر پہنچے ہیں''۔

(سراف المجالس صفحہ ۱۰۷)

1- فوائد الفواد صفحہ ۱۶۲ مشغول شدے۔ مشغول شدنی عظیم

اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

''خواجہ[1] کہ خوش خورد و نوش خسپد و دعویٰ محبت خدا کند دروغ گفتہ باشد''۔

یعنی جو درویش اچھا کھائے اور خوب سوئے اور خدا کی محبت کا دعویٰ کرے۔ سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام اجودھن کا آخری زمانہ بہت عسرت کا تھا۔

''در آخرِ عمر عیش تنگ شُد''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۶)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں درویشوں کو جس دن ٹینٹ اور گل کریر پیٹ بھر کر کھانے کو مل جاتے تھے۔ وہ روز[2] روزِ عید ہوتا تھا۔

کوئی ہفتہ ایسا نہ گزرتا تھا۔ جس میں دو تین وقت کا فاقہ نہ ہوتا ہو اور ایسا نہ ہوتا ہو کہ ایک بیوی کے ہاں سے خادمہ آتی اور عرض کرتی تو مخدوم آج فلاں حرم کے ہاں فاقہ ہے۔ پھر دوسری ہاں سے یہ اطلاع آتی کہ آج فلاں حرم کو دوسرا فاقہ ہے یا فلاں بچہ ہلاکت کے قریب ہے۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ:

''خادم حرم ایشاں بیامدے وگفتے خواجہ امروز فلاں پسر را یک فاقہ است یا فلاں دختر را دو فاقہ''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۶۶)

یعنی ان کے حرم کا خادم آتا اور عرض کرتا حضور آج فلاں لڑکے کو ایک فاقہ ہے اور فلاں لڑکی کو دوسرا فاقہ ہے۔

مگر ان خبروں سے حضرت کی مشغولی میں کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ گویا کہ:

1- سیر الاولیاء صفحہ ۶۰ فوائد الفواد صفحہ ۸۵ ہر کہ دعویٰ دوستی خدا کند و محبت دنیا در دل او باشد او دراں دعویٰ کذاب باشد۔

2- اخبار الاخیار صفحہ ۵۲

"اِیں سخن بادے بود کہ دریں گوش آمدے و دراں گوش رفتے"۔

(خیرالمجالس صفحہ ۸۹)

"دچناں مستغرق حق بودے کہ سخناں ہمچو باد بودے"۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۶۷)

یعنی یہ ایک ہوا تھی کہ اس کان سے آتی اور دوسرے سے نکل جاتی تھی اور اس طرح یادِ حق میں مشغول تھے کہ ایسی باتیں ہوائیاں تھیں جن کا کوئی اثر نہ تھا۔

قاعدہ ہے کہ جب آدمی کے پاس اتنا مال ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات کی فراہمی سے بے فکر ہو جائے تو سوائے حریص کے پھر وہ اطمینان کے ساتھ یادِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے۔ لیکن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمال یہ ہے کہ نہ ہوتے ہوئے بھی پوری دل جمعی اور کمال استغراق کے ساتھ یادِ حق میں مشغول رہتے تھے۔ اگر کچھ ہوتا تو مضطر اور نہ ہوتا تو مطمئن رہتے تھے۔ کیونکہ فقراء اپنے فقر کی حفاظت اس طرح کرتے ہیں جس طرح مالدار اپنے مال کی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری رمضان نہایت عسرت میں بسر ہوئے ہیں خود حضرت سخت بیمار تھے۔ گھر والوں، درویشوں اور مہمانوں کا یہ حال تھا کہ روزہ افطار کے بعد بھی کسی کو کھانا شکم سیر ہو کر نہ مل سکتا تھا۔

اس آخری رمضان کی ۱۳ تاریخ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو نعمت خاص عطا فرما کر دہلی رخصت کیا۔ پھر حکم بھجوایا کہ ٹھہر جاؤ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن بھی یہی حال تھا کہ:

"کہ در خانہ خدمتِ شیخ چیزے موجود نہ بود کہ از آں افطار شود"۔ (طبقات الصوفیہ)

یعنی حضرت شیخ کے گھر میں کوئی چیز موجود نہ تھی کہ جس سے روزہ افطار کیا جاتا۔

جب میں نے یہ حال دیکھا تو وہ سلطانی[1] جو حضرت نے مجھ کو راستے کے خرچ

1- سلطانی ایک سکہ کا نام ہے۔

کیلئے عطا فرمائی تھی، لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

"از صدقہ شیخ شیوخ العالم یک سلطانی مرا خرچ رسیدہ است فرمان شود تا ازیں چیزے بیارند ازیں حکایت بمعنی بغایت خوش شد و دعا ہا کرد"۔

(سیرالاولیاء صفحہ ۱۳۰)

حضور کے صدقہ میں مجھے اک سلطانی راستے کا خرچ ملا تھا۔ اگر حضور اجازت مرحمت فرمائیں تو میں کچھ افطار کیلئے لے آؤں۔ یہ سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور مجھے بہت دعائیں دیں۔

یہ حال اس شہنشاہ کے خورد و نوش کا تھا۔ جس کے دروازے کی خیرات سے آج بھی ہزاروں انسان پل رہے ہیں اور سینکڑوں بادشاہانِ زماں جن کی جوتیوں کی خاک کو اپنے تاج و تخت سے افضل سمجھتے آئے ہیں اور لاکھوں اولیاء اللہ، غوث، قطب، ابدال، اوتاد، قلندر، ابرار وغیرہ آپ کے در کی جبہ سائی پر فخر کرتے ہیں۔

ہے جبیں میری زیارت گاہِ خلق
نقش پائے یار تیرا شکریہ

الغرض حق بات اور حاصل کلام یہ ہے کہ:

"حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ تھے"۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری اور انتقال

صاحب فوائد الفواد نے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ترانوے[1] سال کی ہوئی ہے۔

انتقال سے تقریباً آٹھ نو ماہ قبل جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ تیسری مرتبہ دہلی سے آپ کی خدمت میں اجودھن حاضر ہوئے تو آپ نے ۲۵ جمادی الاول

1- فوائد الفواد صفحہ ۵۳۔ مدتِ عمر شیخ پرسید فرمود کہ نود و سہ سال بود۔

Scanned with CamScanner

۶۶۳ھ کو اپنا لعاب[1] دہن خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے منہ میں ڈالا اور قرآن پاک حفظ کرنے کی وصیت فرمائی اور شعبان ۶۶۳ھ کی[2] چاندرات کو فاتحہ پڑھ کر دعائے خیر کی کہ اللہ تعالیٰ نظام الدین محمد بدایونی کو مخلوق کے دروازوں[3] پر نہ پھیرائے۔

پھر فرمایا:

''دین و دنیا ترا داد واند۔ ایں جا ہمہ نیست برو ملک ہندگیر نظرۃ منک[4] یکفنی''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۳)

یعنی دین و دنیا تجھ کو دے دیئے گئے ہیں یہاں نیستی ہی نیستی ہے یعنی فنا ہے۔ جا اور ہندوستان کو قابو کر کہ میری بجائے تیرا ایک نظر کرنا ہی کافی ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خلہ[5] کی بیماری لاحق ہوئی۔ اس بیماری میں تمام جسم میں سوئیاں چبھتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اسی شعبان میں آپ کی بیماری نے شدت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ رمضان شروع ہو گیا۔ آپ نے چند روزے رکھے مگر غلبہ مرض کی وجہ سے کچھ روزے[6] قضا ہو گئے۔

[7]ایک دن رمضان میں خربوزہ لایا گیا اور اس کو تراش کر قاشیں آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ آپ نے ایک دو قاشیں تناول فرمائیں۔ پھر ایک قاش اٹھائی اور اس کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑھایا کہ آپ روزے سے تھے۔ آپ نے خیال کیا کہ یہ دولت کسے نصیب ہوتی ہے کہ حضرت شیخ اپنے دستِ

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۳ 2- سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۳
3- سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۴
4- یک دیدن از تو کفایت میکند آں یک دیدن۔
5- غیاث اللغات صفحہ ۱۶۳۔ خلہ بفتح اول و ثانی بمعنی میخ سر تیز د ہر چیز کہ خلندہ باشد بمعنی چوب دراز کہ بآں کشتی راراند و عضوے دردے نیز آمدہ کہ چناں معلوم ے شود کہ کسی در عضو سوزن می خلاند۔
6- سیر الاولیاء صفحہ ۳۳۷
7- فوائد الفواد صفحہ ۵۲، ۵۳

مبارک سے عنایت فرمائیں میں اسے ضرور کھا لوں گا اور کفارہ میں متصل دو ماہ کے روزے رکھوں گا یہ خیال کر کے قاش لے لی اور چاہا کہ منہ میں رکھ لیں کہ ایک دم حضرت بابا صاحب نے فرمایا:

''خبردار ایسا نہ کرنا مجھے بیماری کی وجہ سے رخصت شرعی ہے۔ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ یہ میں نے تمہارے اعتقاد کی آزمائش کیلئے دی تھی۔

کرمانی نے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی لکھا ہے:[1]

''آں پر کالہ خربوزہ بمن دادی خواستم کہ ایں بخورم در دِل کردم کہ خدمت شیخ شیوخ العالم بدست مبارک خود چیزے بمن دہد کجا یابم نزدیک بود کہ بخورم و کفارت دو ماہ متصل روزہ دارم۔ فرمود نے مکن مرا رخصتِ شرعی است ترا نہ شاید کہ بخوری برائے آزمائش اعتقاد تو دادہ بودم''۔

شوال ۶۶۳ھ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی رخصت کر دیا۔ وداع کے وقت آپ بہت آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ:

''بظاہر از ما غائب و بباطن با ما یک جا خواہی بود''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۴۷)

یعنی اگرچہ ظاہر میں تم مجھ سے دور ہو گے۔ مگر باطناً اور معناً تم میرے پاس ہو گے۔

پھر فرمایا۔ ''جاؤ تم کو خدا کے سپرد کیا''۔

ذوالحجہ ۶۶۳ھ کے اخیر دنوں میں شمسِ دبیر نامی نے مولانا نظامی گنجوی کی یہ مثنوی آپ کو سنائی۔ جس کو سن کر آپ بے ہوش ہو گئے۔

جہاں چیست بگدوز نیرنگ او ۔۔۔ رہائی بجنگ آراز چنگ او
مقیمے نہ بینی دریں باغ کس ۔۔۔ تماشا کند ہر یکے ہر نفس
دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست ۔۔۔ کہ کیسہ بر مرد خود کامہ نیست

1- بزم صوفیہ صفحہ ۱۴۰

درد ہر دم از نو برے می رسد — یکے می رود دیگرے می رسد
جہاں گرچہ آرامگاہ خوش است — شتابندہ را نعل در آتش است
دو در دارد ایں باغ آراستہ — درد بند زیں ہر دو برخاستہ
درا از درے باغ و بنگر تمام — ز دیگر درے باغ بیروں خرام
اگر زیرکی باگلے خو مگیر — کہ باشد بجا ماندش ناگزیر
دریں دم کہ داری بشادی بسیج — کہ آئندہ در زیر پیچ است و پیچ
یکے را در آرد بہ ہنگامہ تیز — دگر راز ہنگامہ گوید کہ خیز
نظامی سبک بار یاراں شدند — تو ماندی بہ غم غمگساراں شدند

جب ہوش آیا تو شمس دبیر کو اپنا پیرہن عنایت فرمایا اور اس کے بعد تلاوتِ کلام اللہ میں مصروف ہو گئے۔ تکلیف کے باوجود نماز جماعت سے ادا کرتے اور اپنے اوراد و وظائف و نوافل ان کے اوقات میں پورے کرتے۔ یہاں تک کہ محرم ۶۶۴ھ کا چاند نظر آ گیا۔ مریدین و معتقدین مہِ نو کے سلام کو حاضر ہوئے آپ نے ان کو دعائیں دیں۔

یہاں یہ بات بیان کر دینی فائدہ سے خالی نہیں ہوگی کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہ نو کے سلام سے خوش ہوتے تھے اور ایسے لوگوں کو کچھ نہ کچھ ضرور عنایت فرماتے تھے جو حضرت کے سلام کو خالی ہاتھ آتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ العزیز فرمودے کہ ہر کہ بر من می آید چیزے می آرد اگر مسکین بیاید و چیزے نیارد ہر آئینہ مرا چیزے بدو باید داد۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۰۰)

یعنی شیخ الاسلام حضرت فرید الدین قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ جو کوئی میرے پاس آتا ہے۔ کوئی شے میرے لئے لاتا ہے۔ اگر کوئی مسکین آئے اور کچھ نہ لا سکے تو

میرے لئے ضروری ہے کہ میں اس کو کچھ دوں۔

محرم ۶۶۴ھ شروع ہوا۔ تو آپ کی عمر ۹۳ سال اور کچھ ماہ ہو گئی تھی۔ مرض کی شدت نے یہ حالت اختیار کر لی تھی کہ آپ کو گھڑی گھڑی بیہوشی کے دورے ہونے لگے تھے۔ جب ہوش آتا تو سب سے پہلے یہ سوال کرتے کہ میں نے نماز ادا کر لی ہے اور ہر نماز دو دو اور تین تین مرتبہ پڑھتے تھے۔

محرم کی دو تاریخ کو سید محمد کرمانی دہلی سے اجودھن پہنچے اس وقت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجرہ میں تھے اور دروازہ بند تھا۔ صاحبزادگان اور مریدان حجرہ سے باہر آپ کی جانشینی کے متعلق سرگوشیاں کر رہے تھے۔ سید محمد کرمانی پہلے ان سب حضرات سے ملے اور آپ کی خیریت مزاج معلوم کی جب انہوں نے آپ کی حالت سنی۔ تو بے قرار ہو گئے اور اندر جانے کیلئے آگے بڑھے۔ تو صاحبزادگان نے کہا "اس وقت اندر نہ جانا" یہ سن کر سید محمد کرمانی رک گئے۔ مگر آخر ان سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں۔ سید کرمانی صاحب کو دیکھا۔ تو پوچھا سیدؒ کیا حال ہے؟ کب آئے۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور الحمد للہ اچھا ہوں اور ابھی حاضر ہوا ہوں۔

سید کرمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا سلام و پیام عرض کروں مگر فوراً خیال آیا کہ پہلے ہی صاحبزادگان میرے اندر داخل ہونے پر ناراض ہوں گے جب میں حضرت کا ذکر کروں گا۔ تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضرور ان پر مرحمت فرمائیں گے اور اس بات سے صاحبزادگان بالکل ہی ناخوش ہو جائیں گے۔ اس لئے پہلے میں نے دیگر مشائخ اور علمائے دہلی کے سلام عرض کئے۔ حضرت ان کو توجہ سے سنتے رہے۔ سب سے آخر میں میں نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا سلام عرض کیا۔ جیسے ہی حضرت نے

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۲ سید چگونہ کے رسیدی۔

ان کا نام سنا تو خوش ہو کر پوچھا کہ:

''او چگونہ است خوش ہست''۔[1]

یعنی وہ کس طرح ہے خوش تو ہے میں نے عرض کیا ہر وقت آپ کے ذکر و فکر میں مشغول ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ:

''ایں جامہ مصلّٰی و عصیٰ بدو دہید''۔

یعنی یہ جامہ مصلّٰی و عصیٰ ان کو پہنچا دینا۔ اب یہ سب چیزیں سید بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امانت رکھوا دو۔

صاحبزادگان کو جب یہ خبر ملی تو ان کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے سید کرمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جھگڑنا شروع کر دیا۔

''برآشفتند و ہر یکے بخصومت و عربدہ پیش آمدند کہ تو ایں چہ کردی مطلوب مارا بدیگرے دہانیدی''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۳)

کہ تم نے ایسے وقت جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیوں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا حق دوسروں کو دے دیا گیا اور یہ تم نے دلوایا ہے۔

سید محمد کرمانی نے کہا: مخدوم زادگان میں نے خصوصیت کے ساتھ مولانا نظام الدین محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں کیا۔ دہلی سے چلتے وقت بہت سے علماء اور مشائخ نے حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سلام عرض کیے تھے۔ آخر مجھے یہ امانت پہنچانی تھی۔

''من مخصوص ذکرِ ایشاں نہ کردم امانت سلام ہر یکے را از مشائخ دہلی میر سانیدم در اثنائے آں ذکر ایشاں کردم چوں حق تعالیٰ عز و جل بکرم خویش یکے را بدہاند اندازہ من باشد کہ مانع آں دولت باشم''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۳)

یعنی میں نے مخصوص طریقہ سے ان کا ذکر نہیں کیا۔ امانتِ سلام ہر ایک

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۲ اور باب سلطان المشائخ مرحمت فرمود و پرسید او چگونہ است خوش ہست

مشائخ دہلی میں نے پہنچائی۔ تو ان کا ذکر کیوں نہ کرتا۔ جب حق تعالیٰ عز و جل اپنے کرمِ خاص سے کسی کو کچھ عطا فرمائے۔ تو میں اس کو عطا و بخشش میں کیوں مانع ہوں۔

الغرض ۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ کا دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سخت تکلیف میں گذارا۔ مگر اس شدت کے باوجود آپ نے سب نمازیں جماعت سے ادا کیں اور اپنے اوراد و نوافل بھی پورے کیے۔ پھر عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ کر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔[1] کچھ دیر کے بعد ہوش آیا۔ تو پہلے یہ پوچھا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا ایک مرتبہ اور پڑھ لوں۔ یہ کہا اور نماز دوبارہ ادا کی اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا۔

''نظام الدین محمد بدایونی حد دہلی است و ایں سخن ہم گفت کہ وقت رحلت شیخ قطب الدین من نیز حاضر نہ بودم در ہانسی بودم''۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۸۶ و فوائد الفواد صفحہ ۵۲)

یعنی نظام الدین محمد بدایونی دہلی میں ہے؟ پھر فرمایا: ہاں! میں بھی اپنے شیخ کے انتقال کے وقت ان کے پاس نہ تھا۔ بلکہ ہانسی میں تھا۔ پھر سوال کیا کہ:

''من نماز خفتن گذاردہ ام؟ گفتند دو بار گزاردہ اید۔ فرمود کہ یکبار دیگر بگذارم کہ داند چہ شود''۔

یعنی میں نے عشاء کی نماز ادا کر لی ہے کہا گیا کہ حضور دو مرتبہ ادا فرما چکے ہیں کہا ایک مرتبہ اور پڑھ لوں۔ خدا جانے پھر کیا ہونے والا ہے۔ پھر تازہ وضو کیا اور عشاء کی نماز بمعہ وتر ادا کی۔ ہر ایک دوگانہ اور ادا کیا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور سجدہ ہی میں ایک مرتبہ بلند آواز سے یا حیّ یا قیوم کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

1- سیر الاولیاء صفحہ ۸۹ نماز خفتن بجماعت بگذارد بعد از اں بے ہوش گشت

تجہیز و تکفین:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر جیسے ہی مشہور ہوئی۔ اجودھن میں کہرام مچ گیا۔ چھوٹے بڑے عورت مرد حضرت کے آخری دیدار کیلئے جمع ہونے لگے۔

حضرت کی عادتِ شریفہ تھی کہ جو کچھ زرو نعمت فتوح میں آتا۔ اس کو اسی وقت تقسیم فرمادیتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی صبح کیلئے شام کو کچھ بچا کر نہ رکھا۔ نتیجہ یہی ہوتا تھا کہ:

"وقتیکہ فوت او شد وجہ تجہیز و تکفین متعذر بود۔ پنبہ حلاج را رسم کفن واری نہ بود۔ خانہ بردوشِ فنا سامان داری ہم نہ داشت"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۱۲)

یعنی آپ کا انتقال ہوا تو تجہیز و تکفین کیلئے بھی کچھ نہ تھا۔

الغرض غسل و کفن کے بعد جنازہ تیار ہوگیا۔ مگر اس پر ڈالنے کیلئے آپ کے گھر میں چادر نہ تھی۔ سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاں[1] سے چادر لا کر جنازہ پر ڈالی۔ قبر کا انتظام شہر سے باہر شہداء کے قبرستان میں کیا گیا چونکہ آدمیوں کا اژدہام تھا۔ اس لئے یہ طے پایا کہ نمازِ جنازہ بھی شہر سے باہر شہداء کے قبرستان کے پاس میدان میں ہونی چاہیے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے جناب شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ سلطان غیاث الدین بلبن کی فوج میں[2] ملازم تھے اور پٹیالی میں رہتے تھے جو علی گڑھ کے نزدیک ضلع ایٹہ میں ہے۔ انہوں نے ایک خواب میں دیکھا کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو بلا رہے ہیں۔ صبح انہوں نے چھٹی لی اور اجودھن روانہ ہوگئے اور انتقال والی رات (شب پانچ محرم) کو بعد از نمازِ عشاء دیر سے اجودھن پہنچے۔ شہر پناہ کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ رات باہر گزاری صبح اندر آئے تو دیکھا حضور کا جنازہ باہر لے جایا جارہا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ دفن کا انتظام کہاں کیا ہے۔ بتایا گیا کہ شہر سے باہر شہداء کے قبرستان میں۔ یہ سن کر آپ نے کہا کہ:

1- سیر الاولیاء صفحہ ۸۹

2- سیر الاولیاء صفحہ ۹۰

"اگر شما شیخ شیوخ العالم را بیرون حصار دفن کردید۔ شمارا ہیچ کس اعتبار نہ کند۔ ہر کہ بزیارت شیخ شیوخ العالم بیاید ہم آں جا زیارت کند و بگزرد"۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۹۰)

یعنی اگر تم نے شیخ شیوخ العالم کو شہر کے باہر دفن کر دیا تو تم کو کوئی نہ پوچھے گا اور جو کوئی زیارت شیخ شیوخ العالم کیلئے آئے گا۔ وہیں سے زیارت کر کے واپس چلا جائے گا۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے سے سب صاحبزادوں نے اتفاق کیا اور طے پایا کہ نمازِ جنازہ تو باہر ہی ہونی چاہیے۔ کیونکہ آدمی بہت زیادہ ہیں۔ لیکن نماز کے بعد آپ کی نعش مبارک کو واپس شہر میں لے آیا جائے اور سنت نبوی کی اتباع میں آپ کو اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں آپ کا وصال ہوا ہے۔

نمازِ جنازہ سید بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور پھر آپ کو واپس شہر لے آئے۔ قبر کھودی گئی اور لحد کیلئے کچی اینٹوں کی ضرورت ہوئی وہ بھی نہ تھیں۔ اس لیے گھر کا دروازہ توڑ کر اس سے خشت خام حاصل کی گئیں۔

چنانکہ بخشتِ خام لحد را موجودہ میخواستند کردامانہ بود دے درخانہ را برآوردہ بودند بہ خشت خام آں در را فرمود آوردند آں شتہا ور لحد خرچ باشد۔

چونکہ کچی اینٹوں کی ضرورت تھی۔ تا کہ لحد میں کام آئیں۔ مگر وہ بھی نہ تھیں۔ اس لئے آپ کے گھر کے دروازے پر سے اینٹیں لی گئیں جو لحد کی تیاری میں کام آئیں اور جب لحد تیار ہوگئی تو آپ کو دفن کر دیا گیا۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ:

"بعدہ نمازِ جنازہ ہم بیروں کردند و باتفاق آں شہزادہ باز دروں حصار آوردند و دریں مقام کہ مدفون است دفن کردند"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۹۰)

یعنی اس کے بعد نماز جنازہ باہر پڑھی گئی اور اس شہزادہ کی رائے کے موافق پھر

آپ کو شہر میں لے آئے اور اس مقام پر کہ آپ کا مدفن ہے۔ آپ کو دفن کیا گیا۔ جواہر فریدی کے اصلی قلمی نسخوں میں بھی یہی عبارت ہے کہ "اب جہاں حضرت کا مزار ہے، دفنایا گیا۔ لیکن پیر محمد حسین چشتی مرحوم کی محرّف مطبوعہ جواہر فریدی میں یہ عبارت زائد ہے۔ جواہر فریدی میں لکھا ہے:

"نماز جنازہ گذاردہ نعش مبارک در مقامیکہ الحال مزار شریف حضرت مخدوم خواجہ شہاب الدین پسر کلاں حضرت است۔ امانت نہادند"۔

(جواہر فریدی صفحہ ۳۹۴،۳۹۵)

یعنی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کی نعش مبارک کو اسی جگہ امانتاً دفن کیا جہاں اب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شہاب الدین کا مزار ہے۔

اور جب دہلی سے حضرت کے اکمل الخلفاء حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اجودھن آئے تو آپ کے ہمراہ ہزار ہا حافظ آئے اور جب سب مریدین اور خلفاء جمع ہوئے تو کچی پکی اینٹیں بنائی گئیں اور ہر ایک اینٹ پر قرآن شریف ختم کیا گیا اور آپ کا روضہ شریف بنایا گیا۔ جب روضہ تیار ہو گیا تو:

"جملہ فرزندان و خلفاء و حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین آمدہ جسم پاک آں ستودہ خلائق از خاک بیروں آوردہ۔ بخشبو ہا عطر ناک ساختند۔ اندریں اثنا ارواح سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ انبیاء و اصحابِ کبار و امامین و پیران شجرہ شریفہ ظاہر گشتند و نعشِ مبارک آنحضرت اندرونِ روضہ آوردہ دفن ساختند"۔

یعنی تمام فرزندان و خلفاء اور حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء آئے اور جسم پاک ان ستودہ صفات خلائق کا باہر نکالا اور طرح طرح کی خوشبوؤں سے اس کو معطر کیا۔ اس اثنا میں ارواح سید المرسلین صلی اللہ

علیہ وسلم و جملہ انبیاء و اصحاب کبار اور امامین اور سب پیرانِ شجرہ شریفہ کی ظاہر ہوئیں اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نعش مبارک کو اندر روضہ شریف میں لائے اور دفن کیا۔

امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ خدام لنگر خانہ کیلئے ایک حجرہ خام تیار کردوں آپ نے فرمایا:

"مدت ہفت سال است کہ مسعود بندہ نیت کردہ است کہ خشت بر خشت نہ نہد"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۹۰)

یعنی سات سال گزرے بندہ مسعود نے ارادہ کرلیا ہے کہ اینٹ پر اینٹ نہیں رکھے گا۔

لیکن اس محبت نے صاحبزادگان کو اس پر راضی کرلیا اور اس نے ایک حجرہ بنا دیا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال اس حجرہ میں ہوا اور اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا۔

"فاما بعد نقل شیخ شیوخ العالم آں حجرہ را خراب کردند و روضہ متبرکہ شیخ شیوخ العالم ہمانجا شد"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۹۰)

مطبوعہ جواہر فریدی میں لکھا ہے کہ ایک بیوہ عورت ایک دن روتی ہوئی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اس سے گریہ وزاری کا سبب پوچھا اس نے بیان کیا کہ میں اسی قصبہ کی رہنے والی ہوں۔ میرا ایک بچہ تھا جب وہ جوان ہوا تو شاہی ملازم اسے پکڑ کر لے گئے عرصہ گذر گیا۔ خبر نہیں مر گیا یا زندہ ہے۔ اسی کے سبب روتی ہوں۔ آپ نے مراقبہ کیا تو اس کے لڑکے کو کوہ روہتاس پر مویشی چراتے ہوئے پایا پھر اس کو آن واحد میں اجودھن لے آئے وہ عورت اور اس کا لڑکا حضرت سے بیعت ہوا اور اس نے بقیہ تمام عمر حضرت کی خدمت میں گذار دی اور

"وخانہ خود و حویلی کہ الحال در آں جا خاص روزۂ متبرکہ است و زمین پنج

کنال بطرف غرب کہ درآں جا چبوترہ است۔ اوّل نشست گاہ حضرت آں زمین بود آں مکان خود کہ ملکیہ موروثہ آں عورت بود لِلّٰہ تحویل آں حضرت نمود واز آں روز حضرت در شہر آمد وآں خانہ را حجرہ خلوت وعبادت ساختند۔ متصل آں برائے لنگر وآرام درویشاں تیار کردند بعد از انتقال بجہت سنتِ نبوی ﷺ تدفینِ نعش مبارک شدہ روضۂ متبرکہ بنا شد۔ بصلاح حضرت محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ"۔ (جواہر فریدی صفحہ ۲۱۲)

اور اپنا مکان اور حویلی اُس وقت اس جگہ خاص روضۂ متبرکہ ہے اور پانچ کنال زمین جانب غرب کہ اس جگہ چبوترہ ہے اور حضرت کی پہلی نشست گاہ وہی تھی اور وہ مکان جو اس عورت کا ملکیہ موروثہ تھا۔ حضرتؒ کی تحویل میں دے دیا۔ اس روز سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہر میں آ گئے اور اس مکان کو حجرہ خلوت وعبادات بنالیا۔ اس کے قریب لنگر خانہ اور آرام گاہ درویشوں کیلئے تیار کیا گیا۔ بعد انتقال سنت نبوی ﷺ کے اتباع میں نعش مبارک کی تدفین وہیں ہوئی اور روضہ متبرکہ بنایا گیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی صلاح ومشورہ سے۔

صاحب سیر الاولیاء امیر خورد کرمانی کے بیان کے سامنے صاحب جواہر فریدی کا بیان قابلِ تسلیم اور محقق نہیں ہے جس میں یہ چند باتیں ہیں۔

1- صاحب سیر الاولیاء کے دادا سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدانِ خاص میں سے تھے اور انہوں نے دولت وامارت ترک کر کے فقیری اختیار کی تھی اور پھر اٹھارہ سال بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارے تھے اور بنفس نفیس حضرتؒ کے دفن میں شامل تھے۔ ان کا بیان اہلِ علم وتحقیق کے نزدیک درست اور صحیح ہے انہوں نے فرمایا کہ:

درایں مقام کہ مدفون است دفن کردند۔

یعنی اس جگہ جہاں آپ کا مدفن ہے دفن کئے گئے۔

1- اس کے برخلاف جواہر فریدی نے حضرتؒ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے ساڑھے تین سو برس بعد یہ کتاب لکھی۔

2- مردہ کا امانت رکھنا شرعاً منع ہے۔

3- جائے امانت سے بقول صاحب جواہر فریدی موجودہ مقام مزار صرف تین چار قدم کے فاصلے پر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی سی تبدیلی میں کیا مصلحت تھی۔

ہم جواہر فریدی کے متعلق چند باتیں لکھنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ اس اہم غلط بیانی کی تردید منظور ہے۔ ورنہ حاشا وکلّا ہم بزرگوں کی فرد گذاشتیں گنوانا خطائے بزرگاں گرفتن خطا است۔ سمجھتے ہیں یہ چند حقائق ہم نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ازواج واولاد کے بیان میں تحریر کئے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ان دلائل کی بنا پر ہم امیر خورد کرمانی صاحبِ سیر الاولیاء کی بات کو حق اور درست تسلیم کرتے ہیں اور جواہر فریدی کی روایت کو نا قابلِ قبول اور غلط قرار دیتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس محبِ صادق کے تعمیر کردہ حجرہ میں ہی دفن کیا گیا اور حضرت کے انتقال کے بعد حجرہ[1] کو توڑ کر روضہ متبرکہ تعمیر کیا گیا۔

اس جگہ یہ لکھنا ضروری ہے کہ جواہر فریدی کی عبارت مندرجہ صفحات ۲۸۹، ۹۰، ۹۱ پر پیر محمد حسین چشتی مرحوم کا الحاق ہے جواہر فریدی کے اصل نسخہ میں یہ عبارت نہیں ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اولیاء کے فرمودات

اَلْبَدْرُ یطلع من فرید جبینہٖ   وَالشَّمْسُ تغرب فی شقائق خدّہٖ

مَلِكِ الجمال باسرہ فکانما   حسنُ البِریۃ کُلہٖ من عندہٖ

یعنی چودھویں رات کا چاند حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یگانہ پیشانی سے طلوع

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۱

ہوتا ہے اوران کے رخساروں کے انوار میں آفتاب غروب ہوتا ہے۔ حسن و جمال کے ایسے مکمل بادشاہ ہیں کہ گویا تمام مخلوق کی ساری خوبیاں ان میں جمع ہوگئی ہیں۔

کیا اچھا زمانہ تھا۔ جبکہ اسم یا ظاہر کے تحت بیک وقت چاروں طرف اولیائے کبار نظر آتے تھے اور لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر نورِ ایمان حاصل کرتے تھے۔

اور کیسے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے اپنے زمانے میں اولیاء اللہ کا شرفِ صحبت حاصل کرتے رہے ہیں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیاحت کے زمانے میں کثیر التعداد اولیاء اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ ہم پچھلے صفحات میں ان کے اسمائے گرامی تحریر کر آئے ہیں اس جگہ صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ان اولیاء اللہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا فرمایا تھا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آنے والے بزرگانِ دین نے ان کی خدمت میں ہدیہ عقیدت کن الفاظ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا قولِ مبارک پیش کرتے ہیں۔ جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا پیر تھے اور آپ نے اس سے بھی براہِ راست نعمت پائی تھی۔

وصف جمالِ چوں توئی نیست حد بیان من
من چہ صفت کنم ترا اے تو چنانکہ ہم توئی

خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ صاحب اجمیری کا

ارشادِ گرامی

جب دہلی میں حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ پہلی دفعہ تشریف فرما ہوئے ہیں تو حضرت خواجہ قطبِ عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کو خواجہ خواجگان کی خدمت میں سلام کیلئے پیش کیا تھا۔ جس وقت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر

جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو فرمایا۔

قطب الدین! شہبازے بدام آوردہ کہ بجز سدرۃ المنتہیٰ آشیانہ نمی گیرد۔

یعنی قطب الدین تمہارے دام میں ایسا شہباز آیا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے سوا کہیں قرار نہ پکڑے گا۔

پھر ایک لمحہ تفکر کے بعد فرمایا:

فرید شمع ایست کہ خانوادہ درویشاں منور سازد

فرید ایک ایسی شمع ہے کہ جس سے خانوادہ درویشاں روشن ہوجائے گا۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا

ارشادِ عالیہ

حضرت سہروردی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ان کی شہرت تمام ممالکِ اسلامیہ میں تقریباً یکساں ہے۔ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ محدث نے اپنی طبقات میں آپ کا ذکر بہت عمدہ الفاظ میں کیا ہے اور علامہ ابنِ خلکان نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں لکھا ہے:

شیخ کی آخر عمر میں شیخ کے معاصرین میں سے کوئی آپ کا مثل و ہم پایہ نہ تھا اور آپ بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔ (وفیات الاعیان صفحہ ۳۸۰)

آپ کی کتاب عوارف المعارف جس میں تصوف کے بنیادی عقائد اور خانقاہی نظام کو کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ تمام دنیا میں مشہور ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلفاء کو اس کتاب کا درس دیا کرتے تھے اور آپ نے اس پر ایک[1] حاشیہ بھی لکھا تھا۔

شیخ الشیوخ حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات

1- اذکارِ ابرار غوثی شطاری

Scanned with CamScanner

بغداد میں ہوئی تھی اور کچھ روز آپ ان کی خدمت میں رہے تھے۔ جیسا کہ خود حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز را ایں دعا گو دیدہ است و چندروز بخدمت ایشاں بہم بودہ۔ (راحت القلوب)

یعنی شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو اس دعا گو نے دیکھا ہے اور چندروز ان کی خدمت میں بھی رہا ہے۔

رخصت کے وقت حضرت سہروردی نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی تصنیف عوارف المعارف کا ایک قلمی نسخہ عنایت فرمایا تھا اور دعا دی تھی کہ:

شیطاں را برذاتِ شما دستِ قدرت نباشد

یعنی شیطان تم پر قابو نہ پا سکے گا۔

حضرت سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ عالی

آپ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور بہت زبردست بزرگ تھے۔ فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور نفحات الانس میں حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی ملاقات بخارا میں ہوئی تھی اور آپ نے اپنے اوپر سے سیاہ چادر اتار کر جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمائی تھی اور چند مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غور سے دیکھا اور پھر فرمایا کہ:

ایں درویش از مشائخ روزگار گردد و ہمہ عالم از مریدان و فرزندانش پُر شود۔

یعنی یہ درویش مشائخ روزگار سے ہوگا اور تمام عالم اس کے مریدوں اور بچوں سے بھر جائے گا۔

اس روایت میں یہ بات کچھ عجیب معلوم ہوتی ہے کہ حضرت شیخ سیف الدین

باخرزی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کودک (لڑکا) فرمایا۔ غالباً درویش فرمایا ہوگا کیونکہ وہ آپ کے ہم عصر تھے۔ شاید حضرت شیخ سیف الدین باخرزی کی عمر جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ ہو۔

حضرت خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی

آپ مشہور و معروف شیوخ کاملین میں سے ہیں۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی ملاقات نواحِ بغداد میں ہوئی تھی تو آپ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح مخاطب کیا تھا کہ:

"بیا اے لنگرِ عالم خدائے تعالیٰ دررزقِ تو برکت کناد"۔ (تتمۃ الانوار صفحہ ۱۵۳)

یعنی آ! اے لنگرِ عالم خدائے تعالیٰ تمہارے رزق میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ مبارک

آپ حضرت ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں اور مشائخ کبار میں سے ہیں۔ آپ نے تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ بڑی خوبی سے انجام دیا ہے۔ جب آپ ملتان سے دہلی جا رہے تھے تو راستہ میں کھتوال میں ٹھہرے تھے اور وہاں لوگوں سے پوچھا تھا کہ:

مجھے یہاں سے خدا کے دوست کی خوشبو آتی ہے۔

لہٰذا مجھے بتاؤ کہ یہاں کون کون سے درویش ہیں۔ تاکہ میں ان کی زیارت کروں۔ لوگ آپ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے۔ اس وقت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھتوال سے باہر مسجد میں تھے۔ آپ کے کپڑے بہت زیادہ پھٹے پرانے تھے اور ہوا کے جھونکوں سے بدن کا کوئی نہ کوئی حصہ برہنہ ہو جاتا تھا۔ جس سے آپ کو شرم محسوس ہوتی تھی۔ حضرت جلال الدین تبریزی نے اپنے نور باطن سے اس بات کو معلوم کیا اور فرمایا:

Scanned with CamScanner

اے فرزند از چنیں حال غم مخوری کہ نتیجہ ایں آں بود کہ قطبِ روزگار خواہی شُد۔

یعنی اے بیٹا! اس حالت سے غمگین مت ہو کہ اس کا نتیجہ ایک دن یہ ہوگا کہ تو قطب روزگار ہو جائے گا۔

قطبِ عالم حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک

حضرت قطب صاحب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں۔ آپ نے اپنے انتقال سے کچھ روز پہلے یہ فرمایا تھا کہ:

من امانت شمارا یعنے سجادہ وخرقہ و دستار و نعلین بقاضی حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ ناگوری خواہم داد بعد از پنجم روز بشما خواہد رسانید۔ آں را گرد آرید۔ مقام مامقام شما است۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۳)

فرمایا کہ میں تمہاری امانت یعنی سجادہ خرقہ دستار اور نعلین قاضی حمید الدین ناگوری کو دے دوں گا اور پانچ روز کے بعد یہ چیزیں تم کو پہنچ جائیں گی۔ تم ان کو رکھنا کیونکہ اب ہمارا مقام تمہارا مقام ہے۔

حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک

جس زمانے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے علمِ ظاہر کی تکمیل میں سیستان کی دینی درسگاہ میں مشغول تھے۔ تو آپ کی ملاقات نواح سیستان میں وقت کے مشہور و معروف اور صاحبِ کرامت بزرگ حضرت شیخ اوحد[3] الدین کرمانی سے ہوئی تھی۔ جو حضرت خواجہ بزرگ اجمیری کے مرید و خلیفہ تھے اور حدود سیستان و کرمان کے

3- حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شیخ رکن الدین سجاسی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید لکھا ہے اور وہ مرید ہیں۔ شیخ قطب الدین اجمیری کے اور وہ مرید شیخ ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

تمام لوگ ان کے مطیع و منقاد تھے۔ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے خدمت میں پہنچے تو وہ کھڑے ہو گئے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گلے لگا کر فرمایا:

''زہے سعادت کہ تم ہمارے پاس آ گئے''۔ (نفحات الانس صفحہ ۲۲۵)

حضرت شیخ عبدالواحد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک

ہم نے پچھلے صفحات میں لکھا ہے کہ بدخشان میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت شیخ عبدالواحد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔ جو شیخ الوقت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس پہنچے ہیں تو وہ عالم تحیّر میں تھے اور ۳۰ سال سے ایک پاؤں پر کھڑے تھے۔ افطار کے وقت ان کے پاس کچھ دودھ اور کھجوریں آئیں۔ آپ نے فرمایا ''روزانہ اس سے نصف کھجوریں اور دودھ میرے پاس آتا ہے۔ آج جو روزانہ سے دوگنی مقدار میں یہ سامان آیا ہے تو یہ نصف تمہارے لئے بھیجا گیا ہے''۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک

آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے۔ آپ نے فرمایا:

''من یقین می دانم و بہ رائے العین مشاہدہ کردہ ام کہ شیخ من از واصلانِ درگاہ بے نیازی بود۔ از مشربے کہ شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ و جنید رحمۃ اللہ علیہ و دیگر رحمۃ اللہ علیہ مستانِ عشق خدائے جامہا نوشیدہ اند او ہم نوشیدہ بود''۔

یعنی میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں اور میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ میرے شیخ (حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) درگاہِ بے نیازی کے واصلوں میں سے ایک تھے اور انہوں نے بھی اسی قسم کا پیالہ پیا ہوا تھا جیسا کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مستانِ عشق خدا نے پیا ہوا تھا۔

Scanned with CamScanner

حضرت مولانا غوثی شطاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک

مصنف کتاب گلزارِ ابرار نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہندوستان کے تمام فقراء متفق اللفظ کہتے ہیں۔

"مجاہدہ و ریاضت اور پرورشِ روح میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مثل کوئی درویش نہیں ہوا۔" لے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک

آپ نے اپنی مشہور کتاب اخبار الاخیار میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح یاد کیا ہے:

از اعیانِ اولیا و ارکانِ ایشان است بغایت ریاضت و مجاہدہ و فقر و تجرید داشت در کشف و کرامت آیتے و در ذوق و محبت علامتے۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۵۲)

یعنی اعیان و ارکان اولیا میں سے ہیں۔ انتہائی ریاضت و مجاہدہ اور مکمل فقر و تجرید رکھتے تھے۔ کشف و کرامت اور ذوق و محبت میں ایک روشن نشان تھے۔۔۔

مولانا جمال سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک

آپ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں خراجِ عقیدت اس طرح ادا کیا ہے۔

گلے گلزار انوار معانی۔ دریائے گنج لامکانی بملک فقر فخری شاہ مقصود فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ الت شیخ مسعود آن خلاصہ اولیائے کبار زبدۃ الاتقیاء اخیار شہیر بیشہ تقدیس ربانی شمع شبستان تاسیس سبحانی محرمِ اسرار مشیت احدیت ہمدم انوار وحدیت الخ لے۔

حضرت مولانا غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ مبارک

اپنے زمانے کے شیخ طریقت حضرت محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اوراد میں کچھ اپنے مکاشفات بھی تحریر کیے ہیں۔ جس میں یہ واقعہ بھی ہے کہ جب میری مقبولی و سرفرازی کا وقت آیا تو میں نے دریائے مستی کو دیکھا جس میں تختِ رب العالمین تھا اور اس پر ایک باوقار شخص بیٹھا تھا جو اس مقام کا محافظ تھا۔ جب میں اس تخت کے قریب پہنچا تو اس مردِ محافظ نے مجھ کو اپنی طرف کھینچا اور اپنا پیراہن مجھ کو عنایت فرمایا اور چند طبق انوارِ فیضِ جمال و جلال کے میرے سر پر ڈال دیئے۔ جب میں نے اور زیادہ کی خواہش کی تو فرمایا۔ تیرے نصیب میں اتنے ہی ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں اور یہ کیا مقام ہے۔ تو ان بزرگ نے فرمایا مجھ کو فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اور یہ مقام دریائے ہستی ہے اور تختِ رب العالمین ہے اور یہ شاخ جمال و جلال ہیں۔ ہر ولی اس مقام پر پہنچتا ہے اور اس نعمت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ پھر میں نے سوال کیا کہ اس مقام کے محافظ آپ ہی ہیں۔ یا کوئی اور بھی آپ نے فرمایا چار آدمی ہیں۔

1- حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔
2- حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔
3- حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ۔
4- یہ درویش حضرت بابا صاحب فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ۔

پھر فرمایا جب کوئی ولی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مقام پر باریاب ہوتا ہے۔ تو اس کو اس کی استعداد کے مطابق جلال و جمال کے فیض سے خرقہ عطا ہوتا ہے اور اس طرح قیامت تک ہوتا رہے گا۔

پھر میں نے سوال کیا کہ پیدائش سب بزرگوں کی امتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے

اوران نگاہبانی اس مقام کی قدیم ہے۔ یہ کس طرح ہے آپ نے فرمایا کہ:

حقیقتِ ما بآلِ مرتبہ تعلق دارد۔ پیش از ظہورِ بدن و بعد از ظہور وایں فنِ عنصری را دخل نیست۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے تھے یہ مختصری باتیں تھیں۔ جو علم وفہم کے مطابق لکھ دی گئی ہیں۔ ورنہ

تیرے مقام کا تو خدا ہی کو علم ہے
جنت تو ہے جگہ تیرے ادنےٰ غلام کی

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بزرگ

کیا اچھا وقت اور زمانہ تھا۔ جب اسلامی دنیا کے ہر چھوٹی سے چھوٹی جگہ پر واصلان درگاہ بے نیازی موجود تھے اور گردشِ روزگاری تھکی ہاری مخلوق ان کی خدمت میں حاضر ہو کر غم ایام پر خاک ڈال دیتی تھی اور مولیٰ تعالیٰ کی یاد سے دونوں جہان کا سکون واطمینان حاصل کرتی تھی۔

تاریخ وسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی ساتویں ہجری میں کثیر تعداد میں اولیاء اللہ ظاہر موجود تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے جو اسلامی خدمات انجام دی ہیں اور اپنے مخصوص ارشاد وہدایت کے ذریعہ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی ہے ان کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور مرورِ ایام انہیں نہیں مٹا سکتے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا اچھا وقت تھا وہ جب کہ یہ پانچوں بزرگ حیات تھے۔

1- شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ۔

2- حضرت ابوالغیث یمنی رحمۃ اللہ علیہ۔

3- حضرت شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ۔

4- حضرت سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ۔

5- حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۲۱)

امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قطعہ میں ان پانچوں بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔

شیخ اعظم فرید ملت و دیں — شیخ ابوالغیث شیخ سیف الدین
شیخ سعدی حمویہ شیخ الوقت — شیخ صاحب نفس بہاؤ الدین
بود ہر پنج پیر دریک وقت — ہر یکے بادشاہ دنیا و دین

(سیر الاولیاء صفحہ ۹۱)

اور قدرتِ الٰہی کا عجب ظہور ہے کہ ان کا انتقال بھی تین تین سال بعد ہوا ہے۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

اول شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ نقل کرد بعد از وبسہ سال شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ بعد از وبسہ سال شیخ بہاؤ الدین ذکریا وبعد از وبسہ سال شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہٗ۔

اول شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا اور اس کی خبر سب سے پہلے حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ نے دی کہ اس طرح ایک روز وہ اپنے عبادت خانہ سے باہر آئے اور فرمایا انا لِلّٰہِ وَانا الیہِ رَاجِعُوْن لوگوں نے پوچھا۔ حضور خیر ہے آپ نے فرمایا۔ ابھی شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا ہے کچھ دن کے بعد تحقیق ہوا کہ آپ نے ٹھیک فرمایا تھا۔

حضرت سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اور شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ کے تین سال بعد شیخ بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کا اور آپ کے تین سال بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اگرچہ ان پانچوں جلیل القدر بزرگوں کے حالات لکھنے کیلئے پوری پوری کتاب کی ضرورت ہے۔ مگر ہم یہاں ان بزرگوں کے بہت مختصر حالات لکھتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرت شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اولیاء کبار میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ:

او پیرے بزرگ بود۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۲۹)

اور آپ کی بزرگی اور باطنی صفائی کے متعلق یہ روایت بیان فرمائی کہ حضرت سعد الدین حمویہ سے بادشاہِ وقت اعتقاد نہ رکھتا تھا۔ بلکہ فقراء کا منکر تھا۔ ایک دن وہ شیخ کی خانقاہ کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ تو اس کو خیال آیا کہ اس فقیر کو بلایا جائے اور اس کی فقیری کو آزمایا جائے۔ یہ سوچ کر اس نے اپنے سپاہی سے کہا کہ صوفی بچہ کو باہر بلالا۔ سپاہی حسب الحکم اندر گیا اور شیخ کو بادشاہ کا حکم سنایا۔ شیخ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے۔

سپاہی واپس آیا اور اس نے یہ بات بادشاہ کو سنائی۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور گھوڑے سے اتر کر خانقاہ میں آیا۔ جیسے ہی اس کی نظر شیخ پر پڑی۔ تمام غضب جاتا رہا۔ شیخ نماز ختم کرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور بہت اخلاق کے ساتھ بادشاہ سے ملے۔ نزدیک ہی باغیچہ تھا۔ شیخ نے ایک مرید سے فرمایا کچھ لاؤ۔ مرید چند سیب طباق میں رکھ کر لے گیا۔ جن میں ایک سیب سب سے بڑا تھا۔ شیخ نے ایک سیب تراشا اور بادشاہ کو دیا۔ وہ کھانے لگا اور اس نے دل میں کہا کہ اگر:

”شیخ را کرامتے وصفائی ہست۔ آں سیب را بر خواہد گرفت و مارا خواہد داد“۔

(فوائد الفواد صفحہ ۱۲۸)

یعنی شیخ کو کرامت اور صفائی باطن حاصل ہے تو یہ سیب اٹھا کر اپنے ہاتھ سے مجھ کو دیں گے۔

جیسے ہی بادشاہ کو یہ خیال آیا۔ حضرت شیخ نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیب اٹھا لیا اور بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں سفر میں تھا کہ ایک شہر میں میں نے دیکھا کہ ایک بازی گر تماشا کر رہا تھا اور اس کے پاس گدھا تھا۔ جس کی آنکھوں پر اس نے کپڑا

باندھ رکھا تھا۔ وہ اپنی انگوٹھی اتار کر تماشائیوں میں سے کسی کو چپکے سے دے دیتا تھا اور پھر اپنے گدھے کے پاس آکر اس سے کہتا کہ بتاؤ میری انگوٹھی کس کے پاس ہے۔ وہ گدھا تمام مجمع کا چکر لگاتا اور جس کے پاس انگوٹھی ہوتی اس کے قریب آکر کھڑا ہوجاتا اور بازی گر اس شخص سے اپنی انگوٹھی لے لیتا تھا۔

پھر آپ نے بادشاہ سے فرمایا کہ اگر کوئی کشف کے ذریعہ دل کی بات بتادے تو گویا اس نے اپنے آپ کو اس گدھے کے برابر بنالیا اور اگر نہ بتائے تو آپ کو گمان گذرے گا کہ شیخ میں صفائی باطن نہیں ہے۔ اس لئے یہ سیب میں آپ کو آپ کی دلی خواہش کے مطابق دیتا ہوں۔ یہ کہا اور سیب بادشاہ کی گود میں ڈال دیا۔

حضرت شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ فوائد الفواد، خیر المجالس اور نفحات الانس وغیرہ کتب معتبرہ میں آپ کے حالات موجود ہیں۔ ابتدا میں قالی علماء کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے اور مشائخ اور فقراء کے سخت منکر تھے۔ اپنے وعظ کی مجالس میں آپ اس گروہ کا رد کیا کرتے تھے۔ کسی نے یہ خبر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچائی آپ نے فرمایا آج ہم بھی ان کی مجلسِ وعظ میں شریک ہوں گے۔ مریدوں نے عرض کیا حضور وہاں جانا تو مناسب نہیں ہے کیونکہ باخرزی مشائخ کا مخالف ہے اگر اس نے جناب کے سامنے بدزبانی کی تو کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہم ضرور آج اس کی مجلس میں شرکت کریں گے اور تیار ہو کر مجلسِ وعظ میں آگئے۔ جیسے ہی باخرزی کی نظر آپ پر پڑی بس پھر کیا تھا۔ پورے جوش کے ساتھ فقراء کا رد کیا اور جو کچھ روزانہ کہا کرتے تھے۔ اس سے زیادہ سخت کہا۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سب کچھ خاموشی سے سنتے رہے۔ کبھی کبھی سر ہلا کر آہستہ سے فرماتے۔ سبحان اللہ اس جوان میں کتنی قابلیت ہے۔ الغرض وعظ ختم کر کے شیخ سیف الدین باخرزی ممبر سے نیچے اترے اور حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقام سے کھڑے ہوئے اور باہر

Scanned with CamScanner

چلے جیسے ہی مسجد کے دروازہ پر پہنچے۔ تو پلٹ کر فرمایا۔ ارے ابھی تک وہ صوفی نہیں آیا۔ اس وقت شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معتقدوں اور ہم خیالوں کے درمیان کھڑے ہوئے اپنے وعظ کی داد لے رہے تھے کہ ایک دم زور سے چیخ ماری اور اپنا گریبان پکڑ کر پیراہن چاک کر ڈالا اور چیختے ہوئے حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں آن گرے۔ جب حضرت شیخ مسجد سے باہر نکلے تو آپ کا بایاں جوتا حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اور داہنا جوتا حضرت سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ نے پہنایا اور یہ دونوں حضرات آپ کے ہمراہ دائیں بائیں پیدل گھر تک آئے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بخارہ کی ولایت حضرت باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت کی اور فرمایا تم بخارہ چلے جاؤ اور وہاں رہو کہ میں نے اس شہر کو تمہاری پناہ میں دے دیا یہ سن کر حضرت باخرزی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور بخارہ میں علماء بہت ہیں اور ان کا غلبہ اور تعصب اہل حق کے ساتھ عام ہے۔ میرا کیا حال ہوگا۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہارا کام صرف وہاں چلا جانا ہے۔ باقی میں خود سمجھ لوں گا۔

حضرت حسن علاء سنجری نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی زبانی آپ کے بہت سے حالات تحریر کیے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ سیف الدین باخرزی کا طریقہ[1] یہ تھا کہ مغرب کی نماز پڑھتے ہی آپ سو جاتے تھے۔ جب ایک تہائی رات گذر جاتی تو بیدار ہوتے۔ موذن اذان دیتا۔ نماز عشا ادا کرتے اور پھر صبح تک بیدار رہتے تھے اور تمام عمر آپ کا یہی طریقہ رہا۔

آپ کے انتقال سے پہلے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ شعلۂ سوزاں بخارہ سے باہر لے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا یہ خواب ایک بزرگ کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ:

1- فوائد الفواد صفحہ ۲۲۲

ولی صاحب نعمتے از بخارہ نقل خواہد کرد۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۲۲)

یعنی ولی صاحب نعمت کا بخارہ میں انتقال ہو جائے گا۔ چنانچہ چند روز بعد ایسا ہی ہوا۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ درویشوں کا معاملہ اپنے دشمنوں کے ساتھ عام لوگوں کی طرح ''انتقام'' اور ''بدلہ'' نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی ''عفو و درگذر'' پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ سیف الدین[1] باخرزی کے خلاف آپ کے دشمنوں نے بادشاہِ وقت کو ورغلایا اور کہا کہ جس بادشاہ کو آپ نے قتل کر کے بادشاہت حاصل کی ہے شیخ سے اس کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اطمینان سے حکومت کریں تو شیخ کو قتل کر ڈالنا اشد ضروری ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

آخر بادشاہ نے اسی شخص کے ذمہ یہ کام لگایا کہ تو جس طرح چاہے کر اور شیخ کو یہاں حاضر کر۔ وہ گیا اور نہایت بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ شیخ کی دستار سے ان کے ہاتھ و گردن باندھ کر بادشاہ کے سامنے لے گیا۔

جیسے ہی بادشاہ کی نظر آپ پر پڑی خدا معلوم اس کو کیا نظر آیا۔ ایک دم تخت سے نیچے اترا اور شیخ کے پاؤں کو بوسہ دیا اور بہت معذرت کی اور کہا میں نے اس طرح لانے کیلئے نہیں کہا تھا اور آپ کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔

اور دوسرے دن اس ورغلانے والے کو باندھ کر شیخ کے پاس بھیج دیا کہ یہ قتل کے لائق ہے۔ جس طرح چاہیں اسے قتل کریں۔ شیخ نے فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے اور اپنے کپڑے اس کو پہنائے اور اس کو بخش دیا اور فرمایا آج ہمارے وعظ میں آنا۔ چنانچہ وہ آپ کے وعظ میں آیا۔ آپ نے اس کو اپنے برابر بٹھایا اور منبر پر یہ شعر پڑھا۔

آنانکہ بجائے من بدیہا کردند
گر دست رسد بخیر نکوئی نکنم

1- فوائد الفواد صفحہ ۲۴۶، ۲۴۷

Scanned with CamScanner

یعنی وہ لوگ جو میرے ساتھ برائیاں کیا کرتے ہیں۔ اگر میرے قابو میں آجائیں تو ان کے ساتھ نیکی کے سوا میں اور کچھ نہ کروں۔

پھر فرمایا کہ:

ہر فعلی کہ از بندہ در وجود می آید از خیر و شر خالق آں خداوند است پس ہر چہ
می رسد از آنجا میرسد از کسے چہ می باید رنجید۔

جو فعل کہ بندے سے ظہور میں آتا ہے خواہ وہ اچھا ہو خواہ برا پیدا کرنے والا اس کا اللہ تعالیٰ ہے۔ پس جو کچھ کسی کو پہنچنا ہوتا ہے وہیں سے پہنچتا ہے پھر کسی سے کیوں رنجیدہ ہوا جائے۔

حضرت شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ہیں اور آپ کے وصال کے آٹھ نو سال بعد جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے۔

حضرت ابوالغیث جمیل یمنی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ عالی مقام اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ابتداء میں ابن ابی الاقلح رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اٹھائی۔ پھر شیخ کبیر علی ابدال کے مرید ہو گئے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں قطرہ تھا۔ جب شیخ کبیر علی کی خدمت میں پہنچا تو گویا دریا میں جا پڑا۔

تائب ہونے سے پہلے ڈاکو تھے۔ ایک دن قافلہ کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے دفعۃً غیبی آواز سنی کہ:

يا صاحب العين عليك عيني۔ (نفحات الانس صفحہ ۲۰۰)

یعنی اے وہ شخص جس کی آنکھ قافلہ پر لگی ہوئی ہے۔ میری آنکھ تجھ پر لگی ہوئی ہے۔

اس بات نے ان پر پورا اثر کیا اور جو کچھ مال و دولت جمع کیا تھا سب خدا کی راہ میں تقسیم کر دیا اور تائب ہو کر فقیر ہو گئے۔

ایک دن جنگل لکڑیاں لانے گئے۔ اپنے گدھے کو ایک طرف چھوڑ دیا اور خود

لکڑیاں جمع کرنے لگے کہ شیر آ گیا اور اس نے آپ کے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو فرمایا قسم خدا کی اب میں یہ لکڑیاں شہر تک تیری پشت پر لے جاؤں گا چنانچہ آگے بڑھ کر اس کو پکڑ لیا اور گدھے کی طرح اس پر لکڑیاں لاد کر شہر تک لائے اور پھر اس کو کہا اب چلا جا۔

رحلت کی بیماری میں فرزندوں اور مریدوں نے عرض کی کہ مشائخ کا قاعدہ ہے کہ جب جہان فانی سے سفر کرتے ہیں تو کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کر جاتے ہیں۔ تاکہ مصلیٰ خالی نہ رہے۔ آپ بھی کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے۔ شیخ نے فرمایا میرا جانشین فیروز ہے۔ وہ لوگ شیخ کے پاس سے واپس لوٹ آئے اور کہنے لگے یہ شیخ نے کیا کہا۔ ہمارے درمیان تو فیروز کسی کا نام نہیں ہے۔

الغرض شیخ نے اسی بیماری میں انتقال کیا۔ فیروز نامی شخص کی تلاش ہوئی تمام شہر میں ڈھونڈا۔ معلوم ہوا کہ اس نام کا ایک شخص شراب خانہ میں ملازم ہے اور رات دن میں وہیں رہتا ہے۔ اس کے سوا شہر بھر میں کوئی آدمی اس نام کا نہیں ہے۔ اس خبر سے مرید اور لڑکے بے ذوق ہوئے کہ ایسے شیخ کے مصلیٰ پر شراب ساز کا شاگرد بیٹھے۔ بعضوں نے کہا ہم اس کو اس بات سے کیا کام جو کچھ شیخ نے فرمایا ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ کہہ کر چند مرید تحقیق حال کے لیے نئے شراب خانہ گئے اور جو شخص فیروز کو پہچانتا تھا۔ اسے آگے کیا تو اس سے پہلے کہ یہ سب لوگ شراب خانہ مین داخل ہوں فیروز خود اندر سے باہر آیا۔ مٹکا شراب کا سر پر رکھے ہوئے تھا اور ان لوگوں کے پاس آ کر آہستہ سے کہا۔ یارو! یہ آخری مٹکا ہے۔ تم سب چلو میں پیچھے آتا ہوں۔ یہ لوگ واپس خانقاہ میں آئے اور کچھ دیر کے بعد فیروز بھی غسل وغیرہ کر کے خانقاہ میں آیا۔ اکثر مریدین نے اس کا استقبال کیا۔ لیکن بعض لوگوں نے کہا جو شخص ایک عرصہ تک خراب کام میں مشغول رہا ہو۔ وہ ایسے متبرک مقام کے لائق نہیں ہو سکتا۔ فیروز نے کہا۔ شیخ نے میرے لئے وصیت کی ہے اور تم یقین نہیں کرتے۔ اگر دوبارہ شیخ میرے

واسطے فرمادیں پھر یقین کروگے۔ سب لوگوں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ فیروز نے کہا۔ شیخ کے مزار پر چلو اور پوچھو اگر شیخ نے میرے لئے فرمایا تو مان لینا ورنہ خیر۔ اس بات کا بہت شہرہ ہوا اور حاکمِ شہر بھی آ گیا اور اتنا ہجوم ہوا کہ بازار میں چلنے کی جگہ نہ رہی۔

الغرض فیروز ایک جمِ غفیر کے ساتھ حضرت ابوالغیث یمنی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آیا اور سرہانے کھڑے ہو کر کہا: یا شیخ! آپ نے میرے واسطے وصیت کی ہے مگر یہ لوگ مجھے قبول نہیں کرتے۔ کیا حکم ہے۔ آپ کی جگہ میں بیٹھوں یا کوئی اور فوراً قبر سے تین دفعہ آواز آئی۔ فیروز فیروز فیروز۔

حضرت ابوالغیث یمنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں اور آپ کی ملاقات حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی سیاحت کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ وصال حضرت ابوالغیث یمنی رحمۃ اللہ علیہ کا ۶۵۱ھ میں ہوا۔ یمن میں آپ کی قبر زیارت گاہ عام ہے۔

شیخ الاسلام حضرت غوث بہاؤالحق زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ جو صوفیہ میں مسلم امام اور ایک مستقل سلسلہ کے بانی تسلیم کئے جا چکے ہیں۔ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نجیب الدین علی برغش رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے مشہور خلفاء ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ ہی کے مرید تھے۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بیعت کے ۱۷ روز بعد انہوں نے آپ کو ایک خرقہ خلافت عطا فرما دیا تھا ہر چند مریدوں نے اعتراض کیا کہ ہم اتنے سال سے خدمت کر رہے ہیں مگر آپ نے ہماری طرف توجہ نہ دی۔ ایک ہندوستانی آیا اور چند روز میں آپ نے اس کو خرقہ خلافت عطا فرما دیا۔ تو حضرت شیخ الشیوخ نے ان کو جواب دیا تھا کہ:

شما ہیزم تر آوردہ بودید در ہیزم تر کسے باید کہ آتش در گیرد۔ اما زکریا رحمۃ اللہ علیہ ہیزم خشک آوردہ بود بیک نفخ درگرفت۔ (فوائد الفواد صفحہ ۴۳)

یعنی تم گیلی لکڑیاں لائے تھے۔ تو گیلی لکڑیاں آگ کیسے پکڑیں۔ لیکن زکریا خشک اور سوکھی لکڑیاں لایا تھا۔ ایک پھونک میں سلگ اٹھیں۔

جناب شیخ نور بخش صاحب نے سلسلۃ الذہب میں آپ کا ذکر خیر اس طرح کیا ہے۔

بهاؤ الدین زکریا الملتانی قدس سرهٗ رئیس الاولیاء ببلادِ هند کان عالماً بعلوم الظاهرة صاحب الاحوال والمقامات من المکاشفات والمشاهدات مرشداً یتعشب منه کثیر من الاولیاء وله فی الارشاد وهدایت الناس من الکفر اِلی الایمان ومن المعصیته اِلی الطاعته والنفسانیة اِلی الروحانیة۔

یعنی بلادِ ہند میں اولیاء اللہ کے سردار حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ علوم ظاہرہ کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات میں صاحب الحال والمقام اور مرشد و دستگیر تھے بہت سے اولیاء اور ان سے اکثر لوگوں نے ارشاد و ہدایت حاصل کی تھی۔ کفر سے ایمان کی طرف گناہ سے طاعت کی طرف نفسانیت سے روحانیت کی طرف۔

حضرت بہاؤالحق رحمۃ اللہ علیہ اور جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بڑی محبت و دوستی تھی۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ:

"میانِ او و شیخ فریدالدین قدس سرہٗ مودتے عظیم بود سالہا باہم بودند"۔

یعنی ان کے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بہت محبت تھی۔ برسوں اکٹھے رہے تھے۔

دونوں بزرگوں کے باطنی حالات اور وجدان مختلف النوع کیفیت رکھتے تھے۔ ان سطور میں ہم جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غوث بہاؤالحق کی ان مختلف

Scanned with CamScanner

کیفیات کا حال درج کرتے ہیں۔

ایک خاص زندگی رکھتے تھے ایک عوامی۔ ایک کو مال و دولت کی فراوانی حاصل تھی۔ دوسرے کے ہاں ہفتہ میں دو چار فاقہ ضرور ہو جاتے تھے۔ مگر اس پر بھی بقول حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کہ:

ایشاں را دو کون در نظر نیامدی

ان کی نظر میں کونین ہیچ تھی اور فقر و فاقہ عزیز تھا۔ ایک نفل کی کثرت رکھتے تھے۔ دوسرے[1] روزں کی۔ ایک ہمہ وقت تخلیہ میں اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ دوسرے مخصوص اوقات کے علاوہ مخلوق کی تکلیفات کو دور کرنے میں لگے رہتے تھے اور سماع سنتے تھے۔ ایک حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے دوسرے حضرت قطبِ عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آپس میں بڑے خوشگوار تعلقات تھے۔ دونوں نے اسلامی خدمات اس طرح انجام دی ہیں کہ آج تک ان کا مثل و نظیر نہیں ہو سکا۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت بہاؤ الدین نے آپ کے متعلق ایسی بات کہی ہے جو آپ کی شان کے خلاف ہے۔ آپ نے اس کو کچھ جواب نہ دیا۔ کچھ دن بعد حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک معذرتی خط تحریر کیا۔ جس میں مندرج تھا کہ میرے تمہارے درمیان تو عشق بازی ہے تم کو اس بات کا برا نہیں ماننا چاہیے۔

میانِ ماوشما عشق بازی است۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۷۷)

جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اس خط کا جواب لکھا ہے کہ میرے تمہارے

1- حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوم کم افطار کردی۔ وحضرت بہاء الدین زکریا اور اصوم کمتر بودے اما طاعت و عبادت بسیار فوائد الفواد صفحہ ۴۹

درمیان عشق تو ہے بازی نہیں ہے۔ (بازی بچوں میں ہوتی ہے)

میان ماوشما عشق ہست۔ بازی نیست۔

ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کے متعلق حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ:

آں شیخ مال بسیار دارد واما میگوید مرا دردادن اذن نیست شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ چوں ایں بشنید تبسّم فرمود۔ گفت ایں بہا بہا است۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۱۱)

یعنی شیخ کے پاس مال بہت ہے۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ مجھے دینے کی اجازت نہیں ہے شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ بات سنی تو آپ نے تبسم فرمایا اور کہا یہ بات یوں ہی من سمجھوتہ ہے۔

اگر آں شیخ مرا وکیل خرچ کند من در دو سہ روز تمامی خزانہ او خالی کنم و یکدرم بے اذن نہ دہم۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۱۱)

اگر شیخ مجھے وکیل خرچ بنا دیں تو دو تین دن میں ان کا تمام خزانہ خالی کر دوں گا اور بے اجازت ایک درم بھی کسی کو نہ دوں گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنی مجالس میں شیخ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن فرمایا کہ کلوا من الطیبات و عملوا صالحاً آیت شریفہ جن لوگوں پر صادق آتی ہے۔ گویا حضرت شیخ اُن میں سے تھے۔ یعنی پاکیزہ کھانا کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔

جب حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو بروایت مولانا جمال سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سات لڑکوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں علاوہ سامان واجناس کے سات سات لاکھ روپے آئے تھے۔ اتنی دولت کے باوجود بڑے عابد و زاہد اور مرشدِ کامل تھے۔ کشف و کرامات میں عدیم المثال اور عبادت و ریاضت میں مستقیم الاحوال تھے۔

ایک دن حضرت شیخ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو دو رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کرے یہ سن کر سب خاموش ہو گئے۔ آخر حضرت خود

آگے بڑھے اور پہلی رکعت میں پورا قرآن شریف اور چند سیپارے پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھ کر نماز تمام کی۔

کل ۱۷ یوم اپنے مرشد حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور نعمت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کو کچھ عطا فرماتے تو کثیر عطا فرماتے اور بچوں کے استاد پر بڑی مہربانی فرماتے تھے اور ان کا دامن روپوں سے بھر دیتے تھے۔

ایک دفعہ والی ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی اس نے شیخ سے غلہ کیلئے درخواست کی۔ شیخ نے ایک انبار والی ملتان کو بھجوا دینے کا حکم فرمایا۔ جب غلہ انبار خانہ سے باہر نکالا جا رہا تھا تو اس سے روپوں کا بھرا ہوا مٹکا برآمد ہوا۔ والی کو خبر کی گئی اس نے کہا کہ شیخ نے مجھ کو صرف غلہ عطا فرمایا ہے۔ روپوں کا مٹکا نہیں۔ یہ انہیں کی ملکیت ہے لہٰذا اس مٹکے کو ان کے پاس پہنچا دیا جائے۔ جب یہ مٹکا آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے والئ ملتان کو کہلا بھیجا کہ:

ذکریا را ازیں حال معلوم بُود ترا آں غلہ باآں نقرہ دادہ ام۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۲۴)

مجھ کو یہ بات معلوم تھی میں نے غلہ ان روپوں کے ساتھ تم کو دیا ہے ایک دفعہ جوالقیوں کا ایک گروہ حضرت غوث بہاؤالحق زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آیا اور آپ سے کچھ چاہا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے آپ کے خلاف ناشائستہ زبان دراز کی تو آپ نے ان کو خانقاہ سے باہر نکلوا دیا اور خانقاہ کا دروازہ بند کرا لیا۔

آپ کی خدمت میں عوام کم باریاب ہوتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

مرا با عوام کارے نیست۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۳۶)

یعنی مجھ کو عوام سے کچھ کام نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی مجلس میں آپ سے سوال کیا کہ اس حدیث شریف

کا کیا مطلب ہے۔

من زار حیاً لم یذق منه شیأً فکانما زار میّتاً۔

آپ نے فرمایا جس نے کسی زندہ کی زیارت کی اور وہاں اس نے کچھ نہ کھایا تو گویا اس نے مردہ کی زیارت کی۔

پھر اس سائل نے سوال کیا کہ آپ اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے اور لوگوں کو کیوں نہیں کھلاتے۔ آپ نے جواب دیا کہ عوام اس حدیث کا مطلب نہیں جانتے۔ سنو! مخلوق دو طرح کی ہے۔ عوام اور خواص مجھے عوام سے کوئی سروکار نہیں اور خواص جانتے ہیں کہ میں حکم خدا اور رسول اللہ اور سخن سلوک اور اس کے مانند ان کو بتاتا ہوں۔ جس سے ان کی روحانی ضیافت ہو جاتی ہے۔

مخلوق خدا آپ کے پاس آتی جاتی رہتی تھی۔ مگر آپ خاص لوگوں کے علاوہ وہ بھی شاذ و نادر عام لوگوں کو کچھ کھلاتے نہ تھے۔

خلق بر دبیامدے و برفتے۔ چیزے نخوردے و خوارش درمیاں نہ بودے۔

(فوائد الفواد صفحہ ۱۳۶)

یعنی مخلوق آتی جاتی رہتی تھی۔ آپ ان کو کچھ کھلاتے نہ تھے۔ کھانا پینا وہاں کچھ نہ تھا۔

اس کے برخلاف حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روش اور طریقہ دوسرا تھا۔ مجلس میں ہر وقت ہر قسم کے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ بدزبانیاں بھی کرتے تھے۔ لیکن آپ تحمل کرتے تھے اور ہر ایک کے ساتھ بڑے اخلاق اور تواضع سے پیش آتے تھے، نو وارد اور ناواقف عالم اور عامی آپ کی بخشش اور عطا سے برابر مستفیض ہوتے تھے۔ خود روزہ رکھتے تھے اور جو کچھ سیم و زر اور نعمت ہائے گونا گوں فتوح میں آتیں اسی وقت لوگوں میں تقسیم کرا دیا کرتے تھے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے صبح کیلئے شام کو کچھ بچا کر رکھ لیا ہو۔ فاقہ کی سختیاں برداشت کرتے تھے۔ جب کھانے کا وقت ہوتا تو جو

Scanned with CamScanner

کچھ موجود ہوتا سب کے سامنے پیش کرا دیا جاتا تھا۔ کسی کے ساتھ امتیازی برتاؤ نہ ہوتا تھا جمع کرنا اور بچا کر رکھنا آپ کی عادت نہ تھی۔ یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو جنازہ کیلئے کفن اور اس پر ڈالنے کیلئے چادر حتیٰ کہ لحد کیلئے خشت خام بھی نہ تھیں جو گھر کا دروازہ توڑ کر لی گئی تھیں۔ آپ ہر وقت اپنے فقر کی حفاظت میں کوشاں رہتے تھے اور آپ کی نظر میں کونین کی کوئی وقعت نہ تھی۔

قلندر جُز دو حرفِ لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا۔

ان دونوں ہم عصر بزرگوں کی کیفیات باطنی وظاہری میں جو فرق ہے۔ غالباً اسی بنا پر سید محمد حسینی گیسودراز چشتی دکنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

مشائخاں ما صوفیانِ عاشق بودہ اند اما شیخ شہاب الدین واتباع ایشاں مردماں بزرگ واصل وعارف بودہ اند۔

امّا عشق جہانِ دیگر است۔

یعنی ہمارے مشائخ صوفیاں عاشق ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین بزرگ واصل وعارف ہوئے ہیں۔ لیکن عشق کا مقام کچھ اور ہی ہے۔

عاشقانِ خواجگانِ چشت را از قدم تا سر نشانِ دیگر است

عبداللہ رومی قوال کا واقعہ:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص عبداللہ رومی اجودھن حضرت جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور اس نے حضرت غوث بہاؤالحق کو گانا سنانے کا حال بیان کیا کہ حضرت شیخ نے مجھ سے حجرہ میں چراغ گل کر کے ایک تہائی رات گزرنے کے بعد گانا اس طرح سنا ہے کہ حجرہ میں ایک میں ایک حضرت شیخ اور ایک میرا رفیق اور بس اور عبداللہ رومی نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو بھی گانا سنایا ہے۔ جب حضرت شیخ

بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ:

''چوں شیخ شہاب الدین سماع شنیدہ است مرزکریا رحمۃ اللہ علیہ راہم باید شنید''۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۱۳۲)

یعنی جب شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سماع سنا ہے۔ تو پھر زکریا کو بھی سننا چاہیے۔

یہی عبداللہ رومی ایک دفعہ پھر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دنوں راستے میں سخت خطرہ تھا تو عبداللہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا میں ملتان جانا چاہتا ہوں اور راستہ بہت پر خطر ہے۔ دعا فرمائیں تا کہ سلامتی کے ساتھ ملتان پہنچ جاؤں۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''ازیں جا تابداں موضع کہ چندیں کردہ باشد آنجا حوضے است تا آنجا حدِ من است۔ سلامت خواہی رسید ازآں جا تا ملتان در عہدہ شیخ بہاؤالدین است''۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۳۷،۱۳۸)

یہاں سے اس موضع تک کہ اتنے کوس ہوگا اور وہاں ایک حوض ہے۔ میری حد ہے۔ وہاں تک سلامت پہنچے گا۔ بے فکر رہ اور وہاں سے ملتان تک شیخ بہاؤالدین کی ہے۔

عبداللہ رومی اجودھن سے ملتان روانہ ہوا اور اس حوض تک سلامت پہنچ گیا۔ اس حوض پر اس نے وضو کیا اور دوگانہ پڑھا اور پھر حضرت بہاؤالدین کو یاد کیا اور کہا کہ اجودھن سے یہاں تک حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حد ہے میں سلامت پہنچ گیا اور یہاں سے ملتان تک آپ کی حد ہے اب آپ جانیں

عبداللہ کا بیان ہے کہ:

ازآں حوض رواں شدم مرا ہیچ گزندے نرسید و بسلامت بملتان رسیدم
(فوائد الفواد صفحہ ۱۳۸)

میں سلامتی کے ساتھ ملتان پہنچ گیا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا۔ جب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میں نے ایک گلیم لوپیہ اوڑھی ہوئی تھی جب شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے اس گلیم میں پوشیدہ دیکھا تو آپ کو غصہ آیا اور انہوں نے فرمایا جو کچھ تونے اوڑھ رکھا ہے۔ یہ شیطانی لباس ہے۔ ونجھ ونجھ مجھے اس سے بڑی تکلیف ہوئی اور میں نے کہا کیا ہوا۔ اگر میں نے یہ گلیم اوڑھ لی تو لوگوں نے تو اتنا سونا چاندی جمع کیا ہوا ہے میں تو انہیں کچھ نہیں کہتا پھر میرے گلیم اوڑھنے پر لوگ کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ یہ جواب جب حضرت شیخ نے سنا تو فرمایا کہ:

چرا چندیں میگوئی آخر ازاں سر حوض یاد کن ذکریا در باب تو چہ تقصیر کرد۔

(فوائد الفواد صفحہ ۱۳۸)

"کیوں اتنا بولتا ہے۔ آخر وہ حوض والی بات یاد کر۔ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے تیرے معاملہ میں کوئی کمی نہیں کی ہے"۔

شیخ الاسلام:

سیر الاولیاء میں سید حسین[1] کرمانی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث بہاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا تو اس میں القاب لکھتے وقت تامل کیا۔

"کاغذ و قلم بردست مبارک گرفت در تامل شد کہ خطاب چہ نویسد در خاطر مبارک گذرانیدہ کہ خطابے کہ خدمت ایشاں را در لوح محفوظ نبشتہ است آں بنویسم دریں خیال سر مبارک خود بالا کرد و جانب آسماں دید۔ نظر در لوح محفوظ کرد و دید کہ نوشتہ است شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ بعد ہمیں خطاب مکرم در آں کاغذ کتاب فرمود"۔

یعنی کاغذ لیا اور قلم ہاتھ میں پکڑا اور سوچا کہ خطاب کیا لکھا جائے۔ تو اس

1- سیر الاولیاء صفحہ ۸۲

وقت یہ خیال آیا کہ جو خطاب آپ کے نام کے ساتھ لوح محفوظ میں درج ہے۔ وہ لکھنا چاہیے۔ سر مبارک اٹھایا اور لوح کی طرف دیکھا تو اس میں شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہوا تھا۔ بس خط میں یہ خطاب مکرم لکھا۔

جب کبھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی لیتے تو ساتھ ہی شیخ الاسلام فرماتے۔ ایک دفعہ کسی نے سوال کیا کہ آپ ان کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام ضرور کہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے ان کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اس لیے میں واقعہ کے مطابق ان کو اس خطاب سے یاد کرتا ہوں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی متفرق عادات واطوار:

1- آپ کے تمام اقوال واحوال اتباع نبوی کی مکمل تصویر تھے۔
2- آپ کی بود و باش مسکینوں اور درویشوں کی طرح تھی۔
3- آپ کی کسی بات سے تصنع، بناوٹ اور نمائش ظاہر نہ ہوتی تھی۔
4- جو مصیبت زدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ ان سے ایسی ہمدردی اور محبت سے ملتے تھے کہ وہ اپنا آدھا رنج وغم اسی وقت بھول جاتے تھے۔
5- آپ حتی الامکان کوشش کرتے کہ ہر آنے والے کی تکلیف و پریشانی جلد از جلد دور ہو جائے۔
6- آپ مریدوں کو ساتھ لے کر آگے آگے نہ چلتے تھے۔
7- ہمیشہ اپنی باطنی کیفیات کو چھپاتے اور کسی فعل کی نسبت اپنی طرف نہ کرتے تھے۔
8- مریدین و معتقدین کو حکمت و موعظت کے ساتھ حدود شرعی کا احترام بتاتے تھے۔
9- علمی رعونت کو برا سمجھتے اور جو لوگ پڑھ کر بحث و مناظرہ اور جنگ وجدل کرتے

پھرتے تھے۔ان کو سمجھایا کرتے تھے کہ:

"علم عمل کرنے کیلئے پڑھنا چاہیے نہ کہ جھگڑا کرنے کیلئے"۔

10- کسی سے انتقام نہ لیتے تھے۔بلکہ معاف فرمادیا کرتے تھے۔

11- آپ اپنے پھٹے کپڑے اکثر خود مرمت کرلیا کرتے تھے۔

12- قرض بالکل نہ لیتے تھے۔چاہے فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔

13- لوگوں کی دل داری اور دل جوئی میں کوشش بلیغ فرماتے تھے۔

14- مہ نو کے سلام سے خوش ہوتے تھے اور آنے والے لوگوں کو کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔

15- چھوٹوں پر شفقت فرماتے تھے اور ان سے ان کی غلطیوں اور فروگذاشتوں پر عذر قبول فرمالیتے تھے۔

16- سردی کے موسم میں پوستین استعمال کیا کرتے تھے اور پاؤں میں چمڑے کا موزہ جس پر مسح ہوجاتا تھا۔

17- عام طور پر کھڑاویں (نعلین چوبیں) اور چپل استعمال کرتے تھے۔

18- بعد نمازِ صبح اور بعد نمازِ مغرب آپ کی مشغولی کے خاص اوقات تھے۔

19- بعد نمازِ عصر سیاحوں اور مسافروں سے ملاقات فرماتے تھے۔

20- جہاں تشریف لے جاتے مسجد میں قیام کرتے۔خود بھی نہایت سختی سے جماعت کے پابند تھے اور مریدین کو بھی جماعت کی پابندی کی تلقین و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

21- ہمیشہ دوزانو بیٹھا کرتے تھے۔جس طرح قعدہ نماز میں بیٹھتے ہیں۔کبھی پاؤں پھیلا کر یا چہار زانو (آلتی پالتی مار کر) نہ بیٹھتے تھے۔اگر اس نشست سے تھک جاتے یا کچھ تکلیف ہوتی تو اس طرح بیٹھتے تھے کہ زانو برداشتہ (گھٹنے کھڑے کرکے) دونوں ہاتھوں کو ان کے گرد حلقہ دے کر پکڑ لیتے اور سرِ مبارک گھٹنوں

پر رکھ لیتے تھے۔جس سے انتہائی مسکینی اور فروتنی ظاہر ہوتی تھی۔

22- گرمی کے موسم میں آپ کا افطار شکر کے شربت سے ہوتا تھا۔جس میں چند دانہ مویز منقیٰ کے پڑے ہوئے ہوتے تھے۔

23- گل کریرا اور ابلے ہوئے ٹینٹ آپ کی عام غذا تھی۔

24- کبھی کبھی جَو کی روٹی جس پر گھی چپڑا ہوتا تھا۔تناول فرمالیتے تھے۔

25- متواتر روزے رکھتے تھے اور سحری تناول نہ فرماتے تھے۔

26- نکتہ چینی اور دل آزار گفتگو سے منع فرماتے تھے۔

27- فقراء کو امانت رکھنے سے سختی سے روکتے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ازواج واولاد:

إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا۔

(پ۲۶ الحجرات ۱۳)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ازواج کے متعلق تذکرہ نویسوں میں بڑا اختلاف ہے۔کوئی دو بیویاں بتاتا ہے۔کوئی تین اور کوئی چار۔کوئی کہتا ہے ایک حرم بادشاہزادی تھیں اور دو ان کی لونڈیاں۔کسی کا بیان ہے کہ ایک شادی آپ نے دہلی میں کی تھی اور دو بیوہ عورتوں سے اجودھن میں نکاح کیا تھا۔لیکن کثرت روایت اس پر ہے کہ آپ کی تین بیویاں تھیں۔ان سب سے اولاد بھی تھی۔جیسا کہ سیر الاولیاء و خیر المجالس سے ظاہر ہے اور حضرت مخدوم نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی ہے کہ:

شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز را حرم بسیار بود۔
خادمِ حرم ایشاں بیامدے وگفتے کہ خواجہ امروز فلاں پسر را یک فاقہ است یا فلاں دختر را دو فاقہ است۔

یعنی شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی کئی بیویاں تھیں،

بیویوں کا خادم آتا اور حضرت سے عرض کرتا کہ حضور آج فلاں لڑکے کو ایک فاقہ ہے یا فلاں لڑکی کو دوسرا فاقہ ہے۔

صاحبِ جواہر فریدی اصغر علی چشتی نے آپ کی چار بیویاں بیان کی ہیں۔

1- بی بی ہزیرہ بانو دختر سلطان غیاث الدین بلبن۔
2- بی بی ام کلثوم (ایک بیوہ)۔
3- بی بی شارو (لونڈی)۔
4- بی بی شکرو (لونڈی)۔ (جواہر فریدی صفحہ ۲۱۵، ۲۱۸)

صاحب سیر الاقطاب نے ام کلثوم ایک بیوہ کا نام لکھا ہے جس سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح کر لیا تھا۔

بی بی شارو اور بی بی شکرو دو لونڈیاں تھیں غالباً ان کے اسمائے گرامی شاہ رُویا سارہ اور شاہ رخ ہوں گے۔ جو بگڑ کر سارو اور شکرو بن گئے۔

معتبر کتب سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لونڈی غلام رکھنا۔ خریدنا، آزاد کرنا ظاہر ہوتا ہے اور یہ بات کچھ عجیب نہیں ہے۔ حضرت پیغمبر ﷺ، اہل بیت، نبوت، صحابہ کرام، تابعین اور صلحائے امت نے لونڈی غلام خریدے رکھے اور آزاد کیے ہیں۔ ان حضرات کا یہ فعل رسول اللہ ﷺ کے مقصد ومنشا کے مطابق تھا۔ جیسا بہترین سلوک لونڈی غلاموں کے ساتھ حضور اقدس کی تعلیم کے مطابق ان بزرگوں نے کیا وہ دنیا کے سامنے نمونہ ومثال ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں خود صاحب جواہر فریدی نے دو لونڈیوں کا ذکر کیا ہے۔ جن کے اسمائے گرامی شارو اور شکرو تحریر کئے ہیں۔ سیر الاولیاء سے حضرت کے غلام کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ جن کا اسمِ گرامی مبارک تھا اور جن کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی بی بی فاطمہ کے جہیز میں دے دیا تھا۔

حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ان کو اخی مبارک کہا کرتے تھے (یعنی

بھائی) حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد جب حضرت بی بی صاحبہ کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی بلوایا تو یہ اخی مبارک بھی بی بی صاحبہ اور دونوں بچوں کے ساتھ دہلی چلے گئے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لونڈی غلام خریدنا حضرت نظام الدین اولیاء کے قول سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ فرمایا تین کام ایسے ہیں جو میں نہ کر سکا۔ (۱) حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر روز بلکہ ہر نماز کیلئے غسل کیا کرتے تھے۔ (۲) ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ مگر سحری تناول نہ فرماتے تھے۔ (۳) لونڈیاں خریدتے تھے۔ کرمانی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے اس طرح روایت کی ہے کہ:

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ ہر روز غسل کردے وبعضے روایت میکنند کہ پنج وقتہ نماز غسل کردے وی فرمود کہ سہ چیز کہ شیخ کبیر فرید الحق والدین رامیسر شدے۔ من نمی توانم کرد۔ اول آنکہ ہر روز غسل کردے۔ دوم آنکہ جوارے خریدے۔ سوم آنکہ سحر نہ خوردے۔

سلطان غیاث الدین بلبن کی صاحبزادی بی بی ہزیرہ بانو سے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح کی روایت صاحب جواہر فریدی نے بیان کی ہے۔ اس سے قبل کسی کتاب میں ان تفصیلات کا ذکر موجود نہیں ہے۔

جواہر فریدی میں بی بی ہزیرہ بانو بنت سلطان غیاث الدین بلبن کی شادی کی یہ تفصیلات درج ہیں کہ ایک دن سلطان غیاث الدین بلبن نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی میں اپنے محل میں مدعو کیا اور پردہ میں مستورات کو سلام کیلئے پیش کیا۔ آپ نے (معاذ اللہ) اس کی ایک لڑکی ہزیرہ بانو کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے وزیر سے مشورہ کیا کہ:

حضرت قطب العالم ہنگام دیدن مستورات و پردہ گیانِ حرم ہیچ کس راندیدہ ونہ پرسیدہ دختر مارا دید و پرسیدند کہ ایں دختر کیست؟ چناں معلوم

شد کہ یاد میلے دارند۔ (جواہر فریدی صفحہ ۲۱۵)

یعنی حضرت قطب عالم نے مستورات و پردہ نشینانِ حرم کی زیارت کے وقت نہ کسی کو دیکھا اور نہ کسی کی بابت پوچھا صرف میری لڑکی کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس کی طرف کچھ میلان رکھتے ہیں۔

تو فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہو اور میری طرف سے عرض کر کہ غیاث الدین عرض کرتا ہے کہ اگر:

بہ خاطر حضرت منظور شود۔ دختر بندہ را برائے وضو کنانیدن قبول فرمائند۔

یعنی آپ کو منظور ہو تو بندہ اپنی لڑکی وضو کرانے کیلئے حضور میں پیش کر دے۔

وزیر جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ہاں لوحِ محفوظ پر میرا نکاح اس لڑکی کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ممکن ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح میں بی بی ہزیرہ بانو ہوں۔ مگر جو روایت صاحبِ جواہر فریدی نے لکھی ہے وہ تاریخ اور اعتبار کے درجہ سے گری ہوئی ہے اس کے متعلق چند گزارشات قابل لحاظ ہیں۔

1- روایت کے الفاظ اور ان کا طریقہ ادائیگی نہ صرف بزرگوں کے خلاف ہے۔ بلکہ شریعت کا احتساب بھی وارد کرتا ہے۔ جب کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی قول و فعل تمام عمر شریعت کے خلاف نہیں رہا۔ نیز مقام نکاح میں تضاد بیانی ہے۔

2- ۶۶۴ھ میں غیاث الدین بلبن سریر آرائے حکومت ہوا۔ جب کہ اسی سال حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا اور اس وقت حضرت کے کم از کم دو پوتے موجود تھے۔ اصغر علی چشتی نے لکھا ہے کہ سلطان بلبن اپنے وزیر سے مشورہ کر کے اس کو جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ پھر آپ کی

شادی ہوئی۔ حالانکہ اس وقت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ترانوے سال کی تھی اور اس سنہ سے پہلے غیاث الدین خود وزیر تھا۔ بادشاہ نہ تھا۔ الغ خاں کہلاتا تھا۔

3- اصغر علی مرحوم اس روایت کے ثبوت میں کوئی سند اور ثبوت پیش نہیں کرتے نہ ماخذ کا حوالہ دیتے ہیں۔

4- آپ کا یہ نکاح دہلی میں لکھا ہے حالانکہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی نے فرمایا ہے کہ:

حضرت شیخ المشائخ فرید الملۃ والدین قدس سرہ را دراں قصبہ تاہل واقع شُد۔ (یعنے اجودھن)

یعنی حضرت شیخ المشائخ فرید الملۃ والدین قدس سرہ کے اہل و عیال اس قصبہ میں ہوئے۔

5- سیر الاولیاء، فوائد الفواد، خیر المجالس، سیر العارفین وغیرہ وغیرہ معتبر کتابیں ہیں اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں بالترتیب اول ماٰخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کتابوں میں ایسا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔

6- تاریخ کی کسی کتاب میں بھی یہ ذکر نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو کم از کم مصنف تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی ضرور اس کا ذکر کرتا۔ یا بعد میں کوئی مورخ اس پر روشنی ڈالتا۔ کیونکہ بادشاہِ وقت کی لڑکی کا ایک فقیر سے (اگرچہ ہماری نظر میں حضرت کی نعلین مبارک کو شہنشاہ ہفت اقلیم کے تاج سے افضلیت حاصل ہے۔ مگر عرف عام میں تو فقیر ہی کہا جائے گا) نکاح کیا جانا ایک اہم واقعہ ہے جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں کی فقیری اور شادی نہ کرنا اور ۲۲ گاؤں کا اجمیر شریف میں نذر کر دینا۔ یا زیب النسا مخفی بنت اورنگ زیب عالمگیر کا شادی نہ کرنا تاریخ میں مرقوم ہے۔

7- شیر خاں گورنر ملتان جو غیاث الدین بلبن کا چچا زاد بھائی تھا۔ بہت اچھا ایڈمنسٹریٹر

تھا اور اس نے سرحدی حملہ آوروں کا سدِ باب بڑی دانشمندی سے کیا تھا جس سے خود غیاث الدین متاثر تھا۔ وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اعتقاد نہ رکھتا تھا اور مخالفت کیا کرتا تھا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

افسوس کہ از حال منت نیست خبر   آنگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

وہ لازمی طور پر اپنی بھتیجی کو ایک ایسے شخص سے بیاہ دینے میں مانع آتا۔ جس کا وہ خود مخالف تھا۔

8- حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں، معتقدوں اور بچوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ اور امراء سے میل جول ہرگز نہ کرنا۔ جرجان کے مشہور و معروف بزرگ سیدی مولہ کو جو نصیحت کی تھی وہ تاریخِ فیروز شاہی میں موجود ہے اور اس نصیحت پر عمل نہ کرنے سے جو افسوسناک نتیجہ ظاہر ہوا۔ وہ بھی سب کے سامنے ہے۔
حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ:
جو فقیر بادشاہوں اور امیروں سے میل جول رکھتا ہے۔ اس کا انجام خراب ہوتا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے مریدوں کو نصیحت فرمائی کہ:

لو اردتم بلوغ درجة الكبار فعليكم بعدم الالتفات اِلٰی ابناء الملوك۔ (تاریخ فیروز شاہی برنی صفحہ ۲۰۷)

یعنی اگر تم بزرگوں کے مرتبہ کے خواہش مند ہو تو بادشاہزادوں کی طرف التفات نہ کرنا۔

9- ایسی واضح نصیحتوں کی موجودگی میں خود آپ کا شاہزادی سے نکاح کرنا اور بادشاہ کے محل میں جانا قول فعل کا تضاد بن جائے گا۔ حالانکہ حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق کا قول ہے کہ حضرت بابا صاحب خلوت و جلوت، ظاہر و باطن ایک عمل اور ایک زبان تھے اور آپ کے قول و فعل میں ذرا سا فرق بھی نہ تھا۔ نیز

تاریخ میں سلطان غیاث الدین بلبن کی صرف دو لڑکیوں کا حال ملتا ہے جو سلطان علاؤالدین مسعود اور سلطان اصرار الدین محمود کو منسوب تھیں۔

اس بات کو پرکھنے کیلئے کہ جواہر فریدی کی روایات علمی دنیا میں کس قدر اعتبار کا درجہ رکھتی ہیں اور فوائد الفواد سیر الاولیاء اخبار الاخیار کے مقابلے میں اس کا کیا درجہ ہے چند حقائق پیش کرتے ہیں۔

بعض حضرات اس کو الہامی کتاب سمجھتے ہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ہمارے لکھے ہوئے پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ حاشا وکلا ہماری اس تحریر کا مقصد بزرگوں کی فروگذاشتیں گنوانا نہیں ہے۔ بلکہ چند حقائق پیش کرنا ہے۔

1- فوائد الفواد، سیر الاولیاء، اخبار الاخیار، سیر العارفین وغیرہ کتابوں سے جو روایات جواہر فریدی میں نقل کی گئی ہیں وہ محرف ہیں اور یہ تحریف اپنی بیان کردہ روایات کو مستند بنانے کیلئے کی گئی ہے اصل کتابیں موجود ہیں۔ قارئین ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور بعض جگہ تو بیان کردہ روایات کا اصل کتاب میں نام و نشان تک بھی نہیں ہے۔ مثلاً جواہر فریدی کے صفحے ۲۷۵ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد سیر الاولیاء کے حوالہ سے اس طرح لکھی ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دس ہزار خلفا زمین پر، ۱۸ ہزار پانی میں، ۵۴۲ ہوا میں، ۴۰۰ آسمان اول پر، ۱۴ ہزار دیگر آسمانوں میں، سات ہزار غیب میں اور ۱۸ ہزار زمین اور کوہ قاف میں اور ۱۳ ہزار حجابات میں ہیں۔ (جواہر فریدی صفحہ ۲۷۵)

حالانکہ یہ عبارت یا اس جیسی عبادت یا اس کے ہم معنی عبارت سیر الاولیاء میں نہیں ہے۔ یہ تعداد اسی ہزار نو سو بیالیس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اسی کتاب میں ہے کہ ۷۰ ہزار خلفاء کوہ قاف سے واپسی پر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ بتائے تھے جواہر فریدی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ اس طرح ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ خلفا کی تعداد بنتی ہے۔

Scanned with CamScanner

2- حضرت خواجہ حسن بصری کے والد ماجد کا نام جواہر فریدی میں موسیٰ راعی لکھا ہے اور دادا کا نام حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی محقق نہیں ہے۔ (جواہر فریدی صفحہ ۱۲۸)

3- حضرت جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول مرید اور خلیفہ ہیں ان کے بڑے لڑکے کا نام مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ جو غلط ہے۔ حضرت مولانا برہان الدین تو ان کے دوسرے صاحبزادہ کا نام تھا جو حضرت مولانا قطب الدین منور کے والد ماجد تھے۔

4- حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ہر سال دہلی سے اجودھن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شرکت کیلئے آیا کرتے تھے۔ یہ بھی غلط ہے۔ خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ میں کل دس مرتبہ اجودھن گیا ہوں تین مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارک میں اور چھ یا سات مرتبہ حضرت کے وصال کے بعد اور غالب خیال یہ ہے کہ سات مرتبہ گیا ہوں۔ حضرت بابا صاحب کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اکسٹھ سال حیات رہے۔ لیکن کل سات مرتبہ اجودھن آئے اور اس سات مرتبہ میں عرس کے علاوہ حاضری بھی شامل ہے۔ جس کو جواہر فریدی میں ہر سال عرس میں آنا لکھا ہے۔

جواہرِ فریدی میں یہ بھی ہے کہ سمندر میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے عقیق پیدا ہوا اس طرح سے کہ ایک بزرگ[1] کے خطرہ سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کشتی بھنور میں پھنس گئی اور آپ کی توجہ سے ان بزرگ کے سینگ نکل آئے۔ پھر انہوں نے دعا کی تو کشتی بھنور سے نکل گئی اور آپ نے دعا کی تو وہ سینگ سمندر میں گر پڑے اور ان سے عقیق پیدا ہوا۔

6- سید محمد کرمانی کو حضرت علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا بدرالدین

1- جواہر فریدی صفحہ ۱۸۹

سلیمان بن حضرت شیخ الاسلام بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دودھ شریک بھائی لکھا ہے اور حضرت مولانا بدرالدین اسحاق کے شاگرد۔ یہ بھی غلط ہے۔ حضرت علاؤ الدین موج دریا کے رضاعی بھائی اور حضرت مولانا بدرالدین اسحاق کے شاگرد تو امیر خورد کرمانی کے والد تھے دادا نہیں۔

7- حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظری اولاد کا من گھڑت قصہ بھی اس کتاب میں موجود ہے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی سفر میں تھے۔ وہاں جن لوگوں میں قیام تھا ان میں ایک بہت حسین و جمیل لڑکی بھی تھی۔ جس نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غسل کرتے ہوئے دیکھا اور اس کے دل میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ بن جانے کی آرزو پیدا ہوئی اور اس خطرہ کے آتے ہی حاملہ ہوگئی۔

''بمجر دایں خطرہ آں جمیلہ خاتون حاملہ شُد''۔ (جواہر فریدی صفحہ ۲۶۵)

اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے تشریف لے گئے۔ جب چند ماہ کے بعد واپس آئے تو ان لوگوں نے آپ کو پکڑ لیا وغیرہ وغیرہ من الخرافات پھر آپ نے شکر کا مینہ برسا کر ان کو قائل کیا اور خلاصی پائی اور جو بچہ اس لڑکی سے پیدا ہوا اس کی اولاد بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظری اولاد کہلاتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ احفظنا ھذا بُھتانٌ عظِیم۔

8- اسی کتاب جواہر فریدی کی ایک من گھڑت روایت اور سن لیجئے۔ لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت و نعمت اور ولایت ہندوستان دے کر جب دہلی رخصت کیا تو ایک تنکہ راستے کے خرچ کیلئے اپنے پاس سے مرحمت فرمایا۔

''خرچ از نز دخود مرحمت فرمود''۔ (جواہر فریدی ۲۰۵)

اس سے قبل ۲۰۴ پر تحریر کیا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی کی فتوح قبول نہ فرماتے تھے اور روپیہ پیسہ کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ ایک تنکہ کو ہاتھ لگایا تھا تو ساری رات

رنج و افسوس میں گزاری۔ کیا یہ تضاد بیانی نہیں ہے۔ پھر حضرت کا فتوح اور نذر قبول فرمالینا تو محقق ہے اور سنیئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ یہ تنکہ لے کر حضرت مائی صاحبہ کی خدمت میں رخصت کیلئے حاضر ہوئے۔ یہاں دیکھا کہ حضرت بدر الدین سلیمان رو رہے ہیں۔ سبب پوچھا تو مائی صاحبہ نے فرمایا آج تیسرا فاقہ ہے۔ یہ بچہ بھوک سے بے برداشت ہو کر رو رہا ہے (افسوس ایسی محترم بزرگوں پر اس قسم کے اتہام) شوال ۶۶۳ھ میں جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو نعمت دے کر رخصت فرمایا محرم ۶۶۴ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ جس کے فوراً بعد حضرت شیخ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہو گئے۔ جن کو ۴ ماہ بیشتر اتنا چھوٹا بچہ ظاہر کیا گیا ہے۔ جو بھوک سے بے قرار ہو کر رو رہا تھا۔

اگر بفرض محال یہ واقعہ اس سال کا نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی حضرت محبوب الٰہی کے اجودھن کے زمانے میں کسی رخصت کے وقت بھی حضرت شیخ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بھوک سے رونے والوں بچوں کی نہیں ہو سکتی۔ خود صاحب جواہر فریدی کا بیان ہے کہ ۶۶۴ھ میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت بدر الدین سلیمان سجادہ نشین ہوئے اور صرف پانچ سال بعد شعبان ۶۶۹ھ میں آپ کا وصال ہو گیا اور آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ علاؤ الدین موج دریا سجادہ نشین ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۶ سال کی تھی۔ تو گویا حضرت بابا صاحب کے وصال کے وقت حضرت شیخ علاؤ الدین موج دریا کی عمر گیارہ سال کی تھی اور تقریباً اتنا ہی زمانہ حضرت محبوب الٰہی کی اجودھن آمد کا بنتا ہے۔ پھر کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت بدر الدین سلیمان بھوک سے بے تاب ہو کر بچوں کی طرح رو رہے تھے ایک صاحب اولاد شخص کو اس کیفیت کے ساتھ ظاہر کرنا صاحب جواہر فریدی ہی کا کام ہے۔ سیر الاولیاء وغیرہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے دہلی رخصت ہونے کے وقت حضرت شیخ بدر الدین سلیمان جوان اور

صاحب اولاد تھے اور انہوں نے خواجہ غور اور خواجہ زور سے جو چشت سے تشریف لائے تھے حضرت بابا صاحب کے ارشاد پر کلاہ ارادت حاصل کی تھی۔

غرضیکہ اسی طرح کی بیسوں باتیں اس جواہر فریدی میں موجود ہیں کہاں تک لکھا جائے اس کیلئے تو علیحدہ ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ اب اس سلسلہ کی ایک آخری بات اور سن لیجئے کہ ۱۳۰۱ھ یعنی ۱۸۸۴ء میں جو جواہر فریدی وکٹوریہ پریس لاہور میں چھپی تھی اور جو جواہر فریدی ۱۲۷۵ھ کی قلمی موجود ہے۔ اس میں بھی کافی فرق ہے۔ ۱۳۰۱ھ کی طبع شدہ جواہر فریدی کو جناب پیر محمد حسین چشتی نے پیر خویش محمد یا خوشی محمد کے گھر سے حاصل کر کے از سرِ نو مرتب کیا اور پھر اس کو طبع کرایا۔ اس میں انہوں نے تحریفات و الحاق کیے ہیں۔ جس کی زبان و انشاء میں بھی فرق ہے جواہر فریدی کا الحاق خود پیر محمد حسین چشتی مرحوم کی زبان سے سن لیجئے۔ فرماتے ہیں کہ:

"جواہر فریدی میں جو طبع ہوئی ہے۔ احوال مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ (صابر) کا اس فقیر نے درج کیا ہے۔ ورنہ پہلی جو کتاب جواہر فریدی ہے۔ اس میں بالکل احوال کچھ نہیں۔ پرانی کتاب میں اسی طرح بہشتی دروازہ کا ذکر بھی الحاقی ہے۔

اب ان کی الحاقی روایات کتنی معتبر ہیں۔ خود ان کی زبانی سن لیجئے۔ اسرار عزت فریدی صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں کہ وقائع فرید الدین عرف گلزار فریدی میں غلط روایات درج کر دی تھیں۔ میں نے اپنی طرف سے جس کے سبب مجھے خواب میں عتاب ہوا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کتاب وقائع فرید الدین عرف گلزار فریدی ۱۳۰۲ھ میں مرحوم نے چھپوائی تھی۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد جب وہ اپنے مرشد قبلہ کی خدمت میں رام پور گئے۔ تو وہاں شاہ جنات نے باطنی اور روحانی کتابیں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی کتب خانہ سے لا کر ان کو دکھائیں اور انہوں نے اسرار عترت فریدی تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کو بعض حضرات کشفی و الہامی کتاب کہتے ہیں۔ ہم اپنی یہ کتاب لکھتے وقت حضرت سجادہ نشین صاحب

Scanned with CamScanner

قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسرار عترت فریدی اور وقائع فرید الدین عرف گلزار فریدی کے متعلق موصوف سے پوچھا تو جناب نے فرمایا ان کتابوں میں فرضی اور من گھڑت روایات درج ہیں۔ جو تاریخی حقائق کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اب سنیئے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تین یا چار حرم تھیں جن کے بطن سے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

1- حضرت خواجہ نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

2- حضرت خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

3- حضرت خواجہ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ۔

4- حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

5- حضرت خواجہ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ۔

1- بی بی مستورہ رحمۃ اللہ علیہ۔

2- بی بی شریفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

3- بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ۔

جواہر فریدی میں ہے کہ ام کلثوم ایک بیوہ تھیں۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے لڑکے تھے۔ جو ان کے پہلے خاوند سے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ لونڈی بی بی سارو کے بطن سے تھے۔

شیخ محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ پسر اور تین دختر تھیں اور سب سے بڑے لڑکے کا نام حضرت نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ امیر خورد کرمانی نے حضرت نصیر الدین نصر اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

آں شیخ زادۂ معظم آں فخرِ بنی آدم کہ ہمہ پسرانِ شیخ شیوخ العالم مہتر بود خواجہ نصیر الدین نصر اللہ۔

یعنی آں شیخ زادہ معظم آں فخرِ بنی آدم جو کہ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام لڑکوں میں بڑے تھے۔ خواجہ نصیر الدین نصر اللہ تھے۔

اصغر علی چشتی کی روایت کے مطابق پاک پتن شریف میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام لڑکوں میں بڑے تھے۔ خواجہ نصیر الدین نصر اللہ تھے۔

اصغر علی چشتی کی روایت کے مطابق پاک پتن شریف میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں جو لوگ آباد ہیں۔ حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد تسلیم نہیں کرتے اور ان لوگوں کو کہ حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ کی اولاد میں چشتی یا فریدی کی بجائے نصرائی کہتے ہیں۔

حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ بڑے عابد اور متقی تھے۔ نام و نمود شہرت اور جاہ طلبی سے سخت متنفر تھے۔ کھیتی باڑی کا پیشہ کرتے تھے۔ امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ:

روزگارِ بعبادت باری تعالیٰ و بزراعت وحراشت کہ لقمہ حلال است گذرانیدہ وخدائے تعالیٰ را در خلاء و ملا طاعت کرد و عمر عزیز در رضائے باری تعالیٰ بسر برد رحمۃ اللہ۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۶)

یعنی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ کھیتی باڑی کے ذریعے کہ جو لقمہ حلال ہے اپنی گذر کرتے اور خلوت وجلوت میں اطاعتِ الٰہی میں لگے رہتے اور انہوں نے اپنی عمر عزیز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں بسر کر دی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

"پسرِ بزرگ شیخ فرید الدین بُود"۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۶۹)

یعنی آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے لڑکے تھے۔

حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے والئِ اجودھن کی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مخالفت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس کو حضرت سے عناد

اس لئے تھا کہ دو صاحبزادگان نے کچھ زمین پر زراعت کر لی تھی''۔(خیر المجالس صفحہ ۱۳۶)

اس عبارت سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت بابا صاحب کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے صاحبزادوں نے کھیتی باڑی کا کام شروع کر دیا تھا۔ان میں حضرت خواجہ نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے۔جیسا کہ صاحب سیر الاولیاء کی عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔

پاک و ہند میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو فریدی کہا جاتا ہے۔لیکن سابق پنجاب میں آپ کی اولاد کو چشتی کہتے ہیں اور یہ سب چشتی صاحبان حضرت نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا متبنیٰ بتاتے ہیں۔تاریخ میں اگرچہ خاندانی روایات بھی اہمیت رکھتی ہیں اور ان کی موجودگی میں جواہر فریدی کی روایت قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اس روایت ہی نے سب میں نفوذ کر لیا ہو۔کیونکہ جواہری فریدی سے پہلے کی کسی کتاب میں آپ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا متبنیٰ نہیں لکھا۔غوثی شطاری کا یہ بیان کہ خیر الدین حضرت بابا صاحب کے بڑے لڑکے تھے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ قول کہ:

پسرِ بزرگ حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

یعنی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور امیر خورد کرمانی کا یہ بیان کہ:

کہ آں شیخ زادہ معظم آں فخرِ بنی آدم کہ ہمہ پسران شیخ شیوخ العالم مہتر بود۔

وہ شیخ زادہ معظم وہ فخرِ بنی آدم جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب لڑکوں میں بڑے تھے زبانی کلامی روایت سے رد نہیں ہوتا۔

ایک طرف سیر الاولیاء، اخبار الاخیار، گلزار الابرار وغیرہ معتبر کتابوں کی صحیح اور غیر مشتبہ روایت موجود ہے۔جس میں حضرت نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا صاحبزادہ لکھا ہے۔دوسری طرف جواہر فریدی ہے اور اس کے اعتبار کے

متعلق آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں نیز جواہرِ فریدی میں قطعی اور غیر مشتبہ روایت کی بجائے تضاد بیانی پائی جاتی ہے۔حضرت نصیر الدین نصر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فرزندی سے خارج کرنے کیلئے مشتبہ بات درست نہیں جواہر فریدی میں اس طرح لکھا ہے۔

''بیانِ اولاد حضرت خواجہ نصر اللہ متبنیٰ ابن گنجشکر کہ در فرزندیت پشتی ایشاں اختلاف است بعضے روایات ہست کہ پشتی فرزند ہستند و در بعضے روایات لطفے اند کہ حضرت بابا فرید الدین ایشاں را مانند پسران پرورش ساختہ کہ نام آں در پسران درج میشود''۔

یعنی بیان اولاد حضرت خواجہ نصیر الدین نصر اللہ متبنیٰ ابن حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کے صلبی اولاد ہونے میں اختلاف ہے بعض روایات ہیں کہ اصلی اور صلبی فرزند ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا تھا۔اس لئے ان کا نام لڑکوں میں لکھا گیا۔

ایک طرف قطعی اور غیر مشتبہ روایت ہے جو تواتر سے ثابت ہے جس سے حضرت نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ثابت ہیں۔

دوسری طرف مشتبہ خبر احاد ہے۔آپ ہی فیصلہ کر لیجئے کہ کونسی دلیل وزنی اور قابلِ یقین و اعتماد ہے ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ ''مسائل دینیہ میں اعتقاد کا انحصار دلائل قطعیہ پر ہوا کرتا ہے''۔قطعی دلائل کے سامنے مشتبہ روایت کیسے تسلیم کر لی جائے نیز جواہر فریدی سے قبل کی کسی معتبر کتاب میں حضرت خواجہ نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا متبنیٰ دکھا دیجئے۔ہم تسلیم کر لیں گے ہم کو کوئی ضد اور عناد نہیں ہے۔

جواہرِ فریدی میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ حضرت مخدوم نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ بی بی شارہ کے بطن سے تھے اور مخدوم خواجہ

Scanned with CamScanner

یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور مخدوم خواجہ عبداللہ شاہ بی بی شکرو کے بطن سے تھے۔ پھر لکھا ہے کہ:

صحیح روایت اول است کہ پنج پسر و سہ دختر ہر ہشت فرزند مذکور از دختر سلطان غیاث الدین بلبن متولد شدہ اند۔

"یعنی صحیح روایت اول ہے کہ پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں آٹھوں بچے دختر سلطان غیاث الدین بلبن سے پیدا ہوئے تھے"۔

گذارش ہے کہ اگر حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ بی بی شارو (ایک لونڈی) کے بطن سے ہوں تب بھی والد ماجد تو ان کے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔ نیز صاحب جواہر فریدی نے خواجہ نصیر الدین نصر اللہ کو متبنیٰ ابن گنج شکر لکھا ہے۔ متبنیٰ ابن گنج شکر کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکے کے متبنیٰ۔ ہم اس کو کیا سمجھیں خبر نہیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ؟

آخری بات:

امیر خورد کرمانی کی سیر الاولیاء شیخ محدث دہلوی کی اخبار الاخیار، جناب غوثی شطاری کی اذکار ابرار، دامق بلگرامی کی عروۃ الوثقیٰ اور موجودہ دور کے محقق مورخ جناب خلیق نظامی کی تاریخ مشائخ چشت وغیرہ وغیرہ معتبر کتب میں جناب نصیر الدین نصر اللہ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا لڑکا لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا ہم ان علمائے محققین کی روایت کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لڑکا ہی تحریر کرتے ہیں۔

شیخ محی الدین دامق بلگرامی مرحوم نے ایک کتاب عروۃ الوثقیٰ کے نام سے لکھی تھی اس میں موصوف نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے چھ لڑکے لکھے ہیں۔

1- شیخ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ۔ 2- شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ۔
3- شیخ نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ 4- شیخ کریم الدین رحمۃ اللہ علیہ۔
5- شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ 6- شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کے دوسرے فرزند شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ گویا حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے کے لڑکے جن کا خوبصورت روضہ دھار میں ہے۔ حضرت شیخ کمال الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے اور خواجہ نظام الدین اولیاء نے شیخ کمال الدین کو مالوہ بھیج دیا تھا اور مالودہ کے باشندوں نے آپ ہی کے ذریعے رشد و ہدایت حاصل کی۔ آپ لباس اور خوراک میں بہت سادگی پسند تھے۔

دھار میں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ سلطان محمود خلجی نے آپ کے مزار پر بہت خوبصورت مقبرہ تعمیر کرایا اور آستانہ عالیہ کیلئے معقول جاگیر وقف کی تھی۔

حضرت شیخ شہاب الدین گنجِ علم رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم و فضل میں یکتا تھے۔ اسی لئے آپ کا لقب گنج علم ہے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں علمی مذاکرہ کا آغاز آپ ہی سے ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے آپ کی گہری دوستی تھی اور آپ اکثر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی سفارش کیا کرتے تھے۔

امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ذکر اس طرح شروع کیا ہے کہ:

آں بحرِ علم کان حلمِ آں۔ بتقویٰ آراستہ و بورع پیراستہ اعنی مولانا شہاب الملۃ والدین کہ بوفورِ علم و فضائل بسیار مشہور بود بیشتر حال بخدمت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین حاضر بودے۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۶ و اخبار الاخیار صفحہ ۷۰)

وہ علم کا سمندر اور حلم کا پہاڑ جو تقویٰ سے آراستہ اور پرہیزگاری سے پیراستہ تھے۔ یعنی حضرت مولانا شہاب الملّۃ والدین و کثرتِ علم و فضل میں بہت مشہور تھے اکثر وقت حضرت شیخ شیوخ العالم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

Scanned with CamScanner

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف بہت عزیز تھی۔ آپ یہ کتاب اپنے خلفاء کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن اس کتاب کا درس دیتے وقت ایک لڑکا پیدا ہونے کی اطلاع آئی۔ تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا نام شہاب الدین رکھو۔ (فوائد الفواد صفحہ ۷۵)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چھ سیپارہ قرآن شریف کے پڑھے ہیں اور تین کتابیں جن کے درس کے وقت ایک میں سامع اور دو میں قاری رہا ہوں۔

من شش سیپارہ پیش شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز خواندہ ام و سہ کتاب نیز خواندہ ام۔ یکے سماع دارم و دو خواندم۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۶۳)

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو عوارف المعارف پڑھا رہے تھے۔ جو نسخہ آپ کے ہاتھ میں تھا وہ بہت باریک خط کا تھا اور اس میں کچھ سقم بھی تھے۔ جس کی وجہ سے پڑھنے میں دقت ہوتی تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس بہت صحیح نسخہ ہے۔ یہ بات حضرت کو سخت ناگوار گزری اور آپ نے فرمایا کہ درویش میں نسخۂ سقیم کو صحیح کرنے کی قابلیت نہیں ہے اور یہ جملہ آپ نے کئی مرتبہ فرمایا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ میں نے یہ بات یوں ہی کہہ دی تھی۔ میرا مقصد اس سے خدانخواستہ کچھ نہ تھا۔ اس لئے مجھے یہ وہم بھی نہ تھا کہ حضرت ناراضگی سے فرما رہے ہیں۔ مولانا بدر الدین اسحٰق نے مجھ سے فرمایا کہ ”مولانا نظام الدین حضرت کا ارشادِ گرامی تم سے ہے۔ میں یہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور پگڑی اتار کر حضرت کے قدموں میں رکھ دی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ:

نعوذ باللہ منہا کہ مرا مقصود ازیں سخن کنایتی بہ مخدوم بودہ باشد۔ من نسخہ دیدم

ازاں حکایت کردم مرا اصلا چیزے دیگر در خاطر نہ بود۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۷)

یعنی خدا کی پناہ! اگر میرا مقصد اس بات کے کہنے سے کنایۃً بھی مخدوم کی ذاتِ گرامی ہو میں نے ایک نسخہ دیکھا تھا وہ مجھے یاد آ گیا۔ میں نے حضور سے عرض کر دیا۔ ہرگز ہرگز میرا خیال کچھ دوسرا نہ تھا۔

یہ عرض کیا اور میں نے حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ مگر حضور بدستور ناراض رہے اور چہرہ مبارک سے خفگی کے آثار نمایاں تھے۔ میں آخر وہاں سے اٹھا۔ لیکن نہ جانتا تھا کہ کیا کروں۔ بس یہ ارادہ کیا کہ خود کو کنوئیں میں گرا دوں۔ کیونکہ جیسا غم و اندوہ مجھے اس دن تھا شاید دنیا میں کسی کو نہ ہوگا۔ میں روتا ہوا سخت مضطرب و حیران باہر آیا اور کنوئیں پر پہنچا اور چاہا کہ اپنے آپ کو کنوئیں میں گرا دوں۔ پھر خیال آیا کہ بدنامی کس کی ہوگی اور پھر ایسی حالت میں مرنا جب کہ شیخ ناراض ہوں غم و اندوہ کو ختم کرنے والا نہ ہوگا۔ یہ سوچ کر رک گیا اور

دریں محنت و حیرت سراسیمہ دار جانب صحرا بیروں رفتم باخود گریہ و زاری میکردم۔ خدا تعالیٰ می داند کہ تاں آں ساعت ایں کس را چہ حال بود۔

(فوائد الفواد صفحہ ۲۷)

یعنی میں اسی تکلیف اور پریشانی میں گھبرا کر باہر جنگل میں نکل گیا۔ مجھ پر بے اختیار گریہ طاری تھا۔ اللہ تعالیٰ واقف ہے کہ اس وقت میرا کیا حال تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے لئے وہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا سن کر کہ میں نے ایک اچھا نسخہ آپ کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیکھا تھا۔ کتاب بند کر دی تھی اور کوئی عذر مقبول اور کوئی منت و سماجت تسلیم نہیں کی تھی۔ غالباً حضرت اپنے اس مرید سے جس کو ولایت ہندوستان سپرد کرنی تھی اور جس کو انہوں نے نہ صرف اپنا جانشین بلکہ کشورِ چشت کا تاجدار اور دین پناہ بنانا تھا۔ جاننے اور دیکھنے والی بات سننا نہ چاہتے تھے

کیونکہ مسندِ ارشاد سے وابستہ کیئے جانے والا ''ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول'' کے مصداق سب کچھ مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک کوئی[1] ہلکی اور خسیس چیز سے ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ باوقار اور شریف چیز اس کے ہاتھ نہیں آتی۔ حضرت محبوب الٰہی کے اس تربیتی سبق کو مولانا مناظر احسن گیلانی کے الفاظ میں پڑھیے لکھتے ہیں۔

صادق اور کاذب طلب میں امتیاز کا وقت آ گیا۔ دنیا دیکھ رہی تھی۔ اب مولانا نظام الدین کا فیصلہ کیا ہوتا ہے کہ مولانا بحّاث محفل شکن ہی کے لقب کو لے کر دنیا سے واپس جائیں گے۔ جیسے لاکھوں میں بحّاث محفل شکن آئے اور چلے گئے یا مشائخ کے سلطان کا جو تخت خالی ہے اس پر قدم رکھنے کی ہمت کرتے ہیں اپنے اپنے حوصلے کی بات ہوتی ہے۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا — ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

چند کلیاں جواب تک ان کے ہاتھ میں تھیں وہ پھینک دی گئیں اور اپنی تنگ دامنی کے علاج کے فیصلہ پر ڈٹ گئے۔ ظرف کے چھوٹے ہوتے تو کہہ سکتے تھے کہ بھلا میرا کیا قصور؟ میں نے غلطی ہی کیا کی ہے ایک اچھے نسخے کا علم تھا۔ اس کا اظہار کیا گیا تھا۔ پھر اس پر اتنی برہمی کے کیا معنی یہی شوشہ اگر سامنے آجاتا تو وہی لمبی لکیر بن سکتا تھا۔ اتنی لمبی کہ شیطان کی آنت بھی اس سے چھوٹی ہو۔ معاذ اللہ بڑھاپے میں دماغی توازن صحیح نہیں رہا ہے مزاج میں تندی اور غصہ سے آگے بڑھ کر اس کو نفسانیت کا ثبوت بھی قرار دیا جا سکتا تھا۔ بلکہ دین کی آڑ لے کر سلطان جی چاہتے تو اسوہ حسنہ نبویہ کے معیار پر شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے اسی طرزِ عمل کو کھوٹا بتا کر لوگوں کو دکھا سکتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے وہ اپنا علاج کرانے کیلئے آئے تھے۔ شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی کمزوریوں کا علاج اجودھن آنے سے مقصود نہ تھا۔ اس کو طے کر چکے تھے کہ یہ معالج طبیب ہے۔ اس کے بعد تنقید کا حق ان کیلئے باقی ہی کہاں رہا تھا۔

1- فوائد الفواد صفحہ ۱۱۲ اقوال حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری پریشانی اور غم و اندوہ کی خبر حضرت شیخ شہاب الدین کو ہوئی۔ میرے ان کے درمیان بہت محبت تھی۔ وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور بڑے پسندیدہ پیرائے میں انہوں نے میرا حال عرض کیا اور معافی اور مہربانی کی سفارش کی حضرت نے ان کی سفارش منظور فرمالی اور محمد خورد کو مجھے بلانے کیلئے بھیجا میں حاضر ہوا اور روتا ہوا حضرت کے قدموں میں گر پڑا۔ حضرت نے مجھے معاف فرما دیا۔ دوسرے دن پھر مجھے طلب کیا اور نہایت شفقت و مہربانی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ:

''ایں ہمہ برائے کمالِ حال تو می کردم۔ ایں لفظ آں روز از خدمتِ ایشاں شنیدم کہ پیر مشاطہ مرید باشد۔ آں گاہ مرا خلعت فرمود بکسوتِ خاص مرا مشرف گردانید''۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۷)

یعنی یہ سب میں تیرے کمالِ حال کیلئے کرتا ہوں۔ یہ لفظ اس روز میں نے حضرت سے سنا تھا کہ پیر مشاطہ مرید ہوا کرتا ہے۔ پھر حضرت نے مجھے خلعت عنایت فرمایا اور کسوتِ خاص سے مشرف فرمایا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں سے تھا کہ افطار و مشغولی کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور مولانا رکن الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کو خلوت میں طلب فرماتے اور تمام دن کی سرگذشت پوچھتے۔ اس وقت کبھی کبھی حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوتے تھے۔

ایک دن جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بوڑھا آدمی آیا۔ اس کے ساتھ اس کا جوان لڑکا بھی تھا۔ اس نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کو قطبِ عالم حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دیکھا تھا۔ مگر آپ نے اس کو نہ پہچانا۔ اس بوڑھے کے ساتھ جو اس کا جوان لڑکا تھا۔ اس نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گستاخانہ گفتگو شروع کر دی اور آخر حضرت شہاب الدین سے لڑ پڑا حضرت بابا

Scanned with CamScanner

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ صلح کرو۔

''صفا کنید''۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۶۰)

چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق حضرت شہاب الدین نے اس بوڑھے اور اس کے لڑکے کو کچھ روپے اور ایک نقرئی جامدانی دی۔ جس سے وہ خوش ہو کر چلے گئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اس روز بھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اور مولانا رکن الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا۔ ہمارے ساتھ حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت نے دن بھر کی سرگذشت پوچھی۔ میں نے سب حال عرض کیا اور اس بوڑھے اور اس کے جوان بیٹے کا حال بھی بتایا اور کہا کہ آپ کے ارشاد کے مطابق مولانا شہاب الدین نے اس بوڑھے اور اس کے جوان لڑکے کو خوش کر کے روانہ کیا ہے اور یہ بات بھی میں نے حضرت سے عرض کی کہ بوڑھے کا لڑکا جب مولانا شہاب الدین کو مارنے کیلئے کھڑا ہوا تھا تو میں نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے اور اس کو بیٹھ جانے کو کہا۔ یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا:

''نیک نیکو کرد''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۷)

تم نے بہت ہی اچھا کیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرے اور مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بڑی محبت تھی۔

''میان من ومیان مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ طریقہ محبت مسلوک بود''۔

بروایت عروۃ الوثقیٰ جواہر فریدی حضرت مولانا شہاب الدین کے بھی چھ لڑکے ہوئے۔ آپ کی اولاد ہندوستان کے مشہور شہر جونپور اور فتح پور سیکری میں آباد ہے۔

آپ کا مزار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ شریف سے غرب کی طرف تین چار قدم کے فاصلے پر حظیرہ میں ہے۔ عقیدت مند لوگ آپ کے مزار کے غسل کا پانی کند ذہن اور غبی بچوں کو پلاتے ہیں۔

حضرت مولانا شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ آستانہ عالیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے پہلے سجادہ نشین ہیں۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ علم و عمل کی ان صلاحیتوں سے مزین تھے۔ جو مشائخ کبار میں ہوا کرتی ہیں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد صاحبزادگان کو سجادگی کا مرحلہ درپیش ہوا۔ آخر سب بھائیوں اور عقیدت مندوں نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ حضرت بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو سجادہ نشین آستانہ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ بقول صاحب سیر الاولیاء:

''بر سجادہ پدر خود باتفاق برادراں واہل ارادت کہ حاضر بودند بنشست''۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۷)

یعنی آپ اپنے والد ماجد کے سجادہ پر اپنے بھائیوں اور حاضر مریدوں کے مشورہ سے بیٹھے۔

طریقہ صوفیا میں دو طرح کے درویش ہوتے ہیں۔ ایک کو مجعّد کہا جاتا ہے اور دوسرے کو محلوق۔

جو لوگ بیعت ہو کر سر منڈا ڈالتے ہیں وہ محلوق کہلاتے ہیں اور جو برخلاف اس گروہ کے سر پر زلفیں رکھتے ہیں وہ مجعّد کہلاتے ہیں۔

قدیم فقرا میں دستور تھا کہ مرید کرتے وقت شیخ مرید کے سر سے کچھ بال کاٹ دیتا تھا اور اس کو اصطلاح میں مقراض رائی کہا جاتا تھا اور یہ مریدی کی ایک علامت سمجھا جاتا تھا۔ اب یہ طریقہ متروک ہے۔

حضرت مولانا بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ مجعّد تھے۔ کیونکہ آپ کی اور آپ کے بڑے بھائی حضرت جناب مولانا شہاب الدین گنج علم کی بیعت حضرت بابا صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے خواجہ زور اور خواجہ غور چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی اور انہی بزرگ نے آپ کو خرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا تھا۔

اس بیعت و خلافت کا واقعہ سیر الاولیاء وغیرہ کتب میں اس طرح تحریر ہے کہ چشت کے ایک صاحبِ نعمت بزرگ خواجہ علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے وطن میں سجادگی پر کچھ جھگڑا ہوا اور وہاں سے دو صاحبِ نسبت بزرگ خواجہ غور رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ زور رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان آئے۔ تاکہ خواجہ علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا جائے اور ان کو چشت لے جا کر صاحبِ سجادہ بنا دیا جائے۔ خواجہ علی رحمۃ اللہ علیہ چشت جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ تو بلبن کو بہت تکلیف ہوئی اور وہ خواجہ علی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر گر پڑا اور قسم کھائی کہ اگر خواجہ صاحب چشت کا ارادہ کریں گے تو میں بھی حکومت چھوڑ دوں گا اور خواجہ صاحب کے ساتھ چشت چلا جاؤں گا۔

''بلبن در پائے خواجہ علی افتاد و سوگند خورد کہ اگر خواجہ عزیمت چشت کند من ترک مملکت گیرم و در رکاب خواجہ چشت پیایم''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۱۲، ۲۱۳)

خواجہ علی نے اس سے فرمایا:

''تو عہدِ رعایت بندگانِ خدائے تعالیٰ تکفل کردہ و عالمے در کنفِ حمایت تو آسودہ اند۔ اگر تو بیائی آشوبِ در عالم افتد و تو مواخذ باشی''۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۲۱۲، ۲۱۳)

یعنی تم بندگانِ خدا کی نگاہداشت کے متکفل ہو اور ایک عالم تمہارے سایہ حمایت میں آرام سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر تم چشت چلے جاؤ گے تو عالم میں پریشانی پھیل جائے گی اور اس پر اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کرے گا۔

غیاث الدین بلبن نے جواب دیا جو ہونا ہو گا ہو جائے گا۔ مگر میں خواجہ صاحب کے قدموں سے علیحدہ نہ ہوں گا۔ جب خواجہ علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بلبن کی عقیدت و محبت کا یہ حال دیکھا تو دہلی میں قیام کا فیصلہ کر لیا اور یہ دونوں بزرگ یعنی حضرت خواجہ زور

چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ غور چشتی رحمۃ اللہ علیہ ناکام واپس چلے گئے۔

جب یہ دونوں بزرگ دہلی آئے ہیں تو اجودھن بھی گئے تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی تھی اور تبرکاً و تیمناً اپنے صاحبزادوں حضرت مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا مرید کرایا تھا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان بزرگوں سے کہا کہ ان بچوں کو اپنا مرید کر لیجئے تو انہوں نے فرمایا:

''ما را چہ مجال آں باشد کہ در نظر چوں تو شاہے کلاہ بدہم''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۹)

یعنی ہماری کیا مجال ہے کہ آپ جیسے شہنشاہ کے سامنے کسی کو کلاہِ ارادت پہنائیں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ نعمت میں نے آپ کے ہی گھر سے پائی ہے۔ الغرض:

''شیخ تبرکاً و تیمناً مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ و شیخ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ را کلاہِ ارادت از دست ایشاں پوشانید و مرید ساخت''۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۷۰)

یعنی شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تبرکاً مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ و شیخ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو کلاہ ارادت ان کے ہاتھوں سے پہنائی اور ان کا مرید کرایا۔

امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ:

''خلافت از خلفائے چشت داشت''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۸۸)

یعنی وہ خلافت خلفائے چشت سے رکھتے تھے۔

پنجاب میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو چشتی کہا جاتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ ان دونوں صاحبزادگان نے اپنے والد ماجد کی بجائے خواجہ زور رحمۃ اللہ علیہ اور غور رحمۃ اللہ علیہ سے جو چشتی طریقہ رکھتے تھے بیعت کی تھی اور بخلاف اپنے بزرگوں کے سر پر زلفیں رکھیں تھیں اور لوگوں کو اسی سلسلے میں مرید کرتے تھے اور چشتی کہلاتے تھے۔

Scanned with CamScanner

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے دہلی گئے اور قطبِ عالم حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس مخلوق ہوگئے۔ جب یہ خبر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ:

''شیخ قطب الدین طیّب اللہ ثراہٗ خواجہ و مخدوم ما است۔ اما ایں بیعت درست نہ باشد ارادت و بیعت آنست کہ دست شیخ گیرند''۔ (فوائد الفواد صفحہ ۷۸)

اگرچہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ میرے خواجہ و مخدوم ہیں لیکن یہ بیعت درست نہیں ہے کیونکہ بیعت وہ کہلاتی ہے کہ جس میں شیخ کا ہاتھ پکڑا جائے۔ یا بقول صاحب سیر الاولیاء کہ:

''دست شیخ کہ بظاہر حی باشد گیرند''۔ (جواہر فریدی صفحہ ۳۰۲)

کہ دست شیخ پکڑتے ہیں کہ جو ظاہراً زندہ ہو۔

حضرت مولانا بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بروایت جواہری فریدی دو شادیاں کی تھیں اور ان دونوں سے آپ نے اپنے بعد چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں چھوڑیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت جناب مولانا علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت گیارہ سال کے تھے۔

حضرت مولانا شیخ علاءالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا شیخ علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ ۱۶ سال[1] کی عمر میں سجادہ نشین ہوئے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت سے ۵۴ سال تک سجادگی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۳

صاحب سیر الاولیاء کے والد سید مبارک کرمانی اور جناب شیخ علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ رضاعی بھائی[1] تھے۔ سیر الاولیاء میں ہے کہ صاحب سیر الاولیاء نے اپنے والد ماجد سید محمد مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

شیخ علاؤالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز ہم شیر من بود و میان من و شیخ علاؤالدین حق رضا ثابت گشتہ شیر مادر من خوردہ و پیش مولانا بدرالدین اسحاق کلام اللہ یک جا خواندہ۔

شیخ علاؤالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز میرے دودھ شریک تھے۔ میرے اور ان کے درمیان رضاعی رشتہ ثابت ہے۔ انہوں نے میری والدہ ماجدہ کا دودھ پیا تھا اور مولانا بدرالدین اسحاق کے پاس میں نے اور انہوں نے ایک ساتھ کلام اللہ پڑھا تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور صاحب سیر الاولیاء امیر خورد کرمانی کے والد سید محمد مبارک کرمانی اور حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ اس چارپائی کی پٹی پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت پان کھا رہے تھے اور ان دونوں بچوں سے ہنس بول رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں آپ تازہ وضو کرنے کیلئے اٹھے۔ تو از راہِ شفقت و فرزند پروری اپنے منہ سے کچھ پان نکال کر حضرت شیخ علاؤالدین کے منہ میں اور کچھ حضرت محمد مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے منہ میں دے دیا اور خود وضو کی چوکی پر جا بیٹھے۔ اس عرصے میں خواجہ عیسے رحمۃ اللہ علیہ نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سجادہ درست کر کے بچھایا اور پھر وضو کا لوٹا بھر لائے اور آپ کو وضو کرانے لگے ابھی کچھ ہی وقت گذرا تھا کہ حضرت علاؤالدین کھیلتے ہوئے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ پر جا بیٹھے۔ خواجہ عیسیٰ نے پلٹ کر حضرت علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا اور دانتوں میں انگلی دبائی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے خواجہ عیسیٰ کی طرف دیکھا کہ پانی غلط کیوں ڈال رہا ہے۔ پھر

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۳

Scanned with CamScanner

پلٹ کر حضرت علاؤ الدین کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ پھر خواجہ عیسےٰ سے مقامی زبان میں فرمایا۔

"عیسیٰ! بخ تہ بھی" بزبان آں دیار یعنی بگذارید تا بنشنید۔

عیسیٰ بیٹھا رہنے دے آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ ایسا پراثر نکلا کہ حضرت علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نصف صدی سے بھی چار سال زیادہ اس سجادہ پر بیٹھے رہے۔ کسی وقت جامع مسجد سے باہر نہ آتے تھے۔ سوائے حوائج ضروریہ کے اور تمام سال[1] روزے رکھتے تھے۔ سوائے پانچ دن کے (دو دن عیدین کے اور تین دن ایام تشریق کے) تمام عمر کسی شخص نے آپ کو دن کے وقت کھاتے نہ دیکھا۔ جب کبھی اپنی خلوت سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ شریف میں جاتے تو دروازہ پر محتاج و مسافر صف بستہ کھڑے ہو جاتے اور جب آپ باہر آتے تو سب کو روپے تقسیم کرتے۔ اگر کوئی ایک دفعہ آپ سے خیرات لے کر دوبارہ صف میں شامل ہو جاتا اور لوگ اس کی شکایت کرتے تب بھی آپ اس کو رد نہ کرتے۔ کچھ نہ کچھ اور عطا فرماتے تھے۔

ابن بطوطہ سپین کا مشہور سیاح جب ہندوستان آیا ہے تو سلطان محمد تغلق کا دور حکومت تھا۔ اس نے اپنے سفرنامے میں اجودھن کی حاضری کا ذکر بھی کیا ہے لکھا ہے کہ وہ شیخ فریدالدین سے ملا تھا اور شیخ نے اس سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دھوئے تھے یہاں ابن بطوطہ سے بھول ہوئی ہے جس وقت وہ یہاں آیا ہے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کو پچاس سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا وہ حضرت شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا۔

آپ کا ابن بطوطہ سے مصافحہ کرنے کے بعد ہاتھ دھونا آپ کے انتہائی تقویٰ کی علامت ہے۔ ابن بطوطہ تو صرف ایک عالم اور سیاح تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے ملتان جاتے وقت حضرت بابا صاحب

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۴

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی زیارت کیلئے اجودھن آئے اور روضہ شریف سے فارغ ہو کر جب باہر آئے تو آپ نے حضرت شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی مصافحہ اور معانقہ کیا اور کہا کہ:

خدائے تعالیٰ شمارا استقامتے بخشیدہ است ہر آئینہ کسے نمی تواند کہ از جا بجنبانید فاما مرا سبب چند نفر قرابت کہ بد۔نہاد ارند کشاں می برند۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو استقامت عطا فرمائی ہے۔ بیشک آپ کو آپ کی جگہ سے ہلانا کسی کی طاقت میں نہیں ہے۔ لیکن مجھے چند عزیزوں کے سبب ادھر ادھر پھرنا پڑتا ہے کچھ دیر کے بعد۔

جب حضرت رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ ملتانی چلے گئے تو آپ نے غسل کیا اور اپنا لباس بھی تبدیل کیا۔ کسی نے یہ خبر ان کو پہنچائی کہ آپ کے آنے کے بعد شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے غسل کیا اور اپنے کپڑے بھی تبدیل کیے کہنے والے نے یہ بھی کہا کہ:

ایں چہ بزرگی تکبر است کہ سبب معانقہ ہمچو شا پاک و پاک زادہ ایں چنیں کند۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۵)

یعنی یہ کیسی بزرگی ہے تکبر معلوم ہوتا ہے کہ آپ جیسے پاک و پاک زادہ سے معانقہ کرنے کے بعد انہوں نے یہ عمل کیا۔

یہ سن کر حضرت شیخ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"شما قدر مولانا علاؤ الدین چہ دانید او را می رسد کہ ایں چنیں کند زیرا چہ از ما بوئے دنیا می آید و او ازاں مبرا شدہ زندگانی می کند"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۵)

یعنی تم مولانا علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی قدر کیا جانو۔ ان کو زیبا ہے کہ وہ یہ کریں کیونکہ ہم سے دنیا کی بو آتی ہے اور وہ اس سے پاک و صاف زندگی گزارتے ہیں۔

"فکر ہر کس بقدر ہمت اوست"۔ کے مطابق ابن بطوطہ نے حضرت شیخ علاء

Scanned with CamScanner

الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اس سے مصافحہ کرنے کے بعد ہاتھ دھونے کو وہم سے تعبیر کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہاں وہم کو دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ انتہائی تقویٰ کا مقام ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ جب حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ جیسا عظیم انسان ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے اس برتاؤ سے مطلق ناراض نہ ہوئے۔ چھ مہینے ان کی خانقاہ میں رہے اور پھر کہیں شیخ کی خدمت میں باریاب ہوئے تھے اور شیخ نے ان سے مصافحہ کیا تھا۔

مصنف تاریخ فیروز شاہی جناب ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ:

''در تفسیر نوشتہ اند کہ بعضے ملائکہ مقدس بہ محض برائے عبادت خدائے جل و علا مجبول اند و از آفرینش جز تعبّد ہیچ مشغولی ندارند شیخ علاؤ الدین نیز ہم از آں قبیل آفریدہ شدہ بود''۔ (تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۳۲۷)

یعنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بعض فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور ان کا ابتدائے آفرینش سے سوائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اسی قبیل سے پیدا کیا گیا تھا۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے جناب شیخ علاؤ الدین موجِ دریا رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں چند اشعار کہے ہیں۔ ہم ان کو اخبار الاخیار سے نقل کرتے ہیں۔

علائے دنیا و دیں شیخ و شیخ زادۂ عصر — کہ شُد بہ برتبہ قائم مقامِ شیخ فرید
زتابِ نورِ تجلّی چو کرد رویش عرق — ہزار چشمۂ خورشید از جبین بچکید
مگر نہ دید ثریا بلندی قدرش — کہ تا قیامت خواہد بر آسماں خندید
خہے بروشنی از بدر زادہ خورشیدے — ز بدر زادن خورشید تا بدار کہ دید

چو ساکنانِ سپہر از حوادث ایمن گشت — کسیکہ در پنہ ذیل عصمت تو خزید
ز بہر سبحہ تو چرخ مہرہ ز انجم کرد — ز مشتری رگ جانش برائے رشتہ کشید
زہے بخفتم شب در سواد مدحت تو — چو پیر در شب قدر و چو طفل در شب عید
حیات بخش جہانے دم مسیحی تست — چہ حدِ گفتن خسرو کہ عمر تو بمزید

(اخبار الاخیار صفحہ ۹۵)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا رعب و اقتدار عطا فرمایا تھا کہ شاہِ وقت کی بھی مجال نہ تھی جو آپ کی جماعت خانہ کے پناہ یافتہ شخص کو پکڑ سکے۔ مطلق العنان بادشاہوں کے زمانے میں جبکہ انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ ظالم اور جابر لوگوں کے ظلم و تعدی سے لوگ بھاگ کر آپ کے پاس آجاتے تھے اور پھر:

''کسے را مجال نہ بودے کہ آں مظلوم را بزوری و تعدّی از حرم روضۂ متبرکہ بیرون آرد اگرچہ بادشاہ وقت بودے از مہابت ایں بادشاہ دین و دنیا بترسیدے''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۹)

کسی کی مجال نہ تھی کہ اس مظلوم کو زور و ظلم کے ساتھ حرم روضۂ متبرکہ سے باہر نکال لائے خواہ بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ اس بادشاہ دین و دنیا کی ہیبت سے لوگ کانپتے تھے۔

اپنے جدّ امجد کی اتباع میں صرف افطار کے وقت بہت تھوڑا کھانا تناول فرماتے تھے۔ سلطان محمد تغلق کو آپ سے انتہائی عقیدت تھی اور اس عقیدت نے آخر مریدی کی شکل اختیار کرلی تھی۔

آپ کی عظمت و بزرگی کی شہرت آپ کی حیات میں تمام ہندوستان میں ہوگئی تھی۔ بہت لوگ آپ سے نادیدہ عقیدت رکھتے تھے۔

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ:

''صیتِ عظمت و کرامت او ہم در حیاتِ عزیز او میان عالم منتشر شد و اسم

Scanned with CamScanner

مبارک او میاں آسامی اولیاء مذکور و مشہور گشت۔ چنانکہ در دیار اجودھن و دیپال پور و جبالی کہ سمت کشمیر است خلق آں دیار را از غایت محبت و اعتقاد مقامہا ساختہ اند و قبرہا کردہ و بنا روضہ متبرکہ او تیمن و تبرک گیرند و در آں موضع صدقات و ختمات میکنند“۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۳)

یعنی ان کی عظمت و کرامت کی شہرت ان کی حیاتِ مبارک میں تمام دنیا میں پھیل گئی ہے اور ان کا نام اولیاء اللہ کے ناموں میں مشہور ہو گیا ہے۔ دیپال پور سیالی (مشہور قصبہ) جو کہ کشمیر کی طرف ہے۔ ان مقامات کی مخلوق نے آپ سے انتہائی محبت اعتقاد کے سبب آپ کے آستانہ بنالیے اور فرضی قبریں اور روضہ تعمیر کر لیے۔ جن سے برکت حاصل کرتے اور ان مقاموں پر آپ کے صدقات اور ختمات دیئے جاتے ہیں۔

غرضیکہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سب سے زیادہ سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت آپ نے کی ہے۔ ترکِ دنیا و ریاضت و مجاہدہ و تبلیغ اشاعت دین۔ ہر طرح سے آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح سجادہ نشین تھے۔ آپ کے بعد کوئی شخص حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہوا۔ ۵۴ سال سجادہ فریدی کی زینت رہے۔ وصال کے بعد آپ اپنے دادا کے روضہ مبارک کے قریب دفن کیے گئے جس پر آپ کے مرید سلطان محمد تغلق نے ایک بڑا اور خوبصورت گنبد تعمیر کرایا۔

حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ نے فیروز شاہ تغلق کو حکومت کی بشارت دی تھی اور یہ اس طرح ہوا تھا کہ جس زمانے میں سلطان غیاث الدین تغلق دیپال پور کا جاگیر دار تھا ایک دن وہ حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ موج دریا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ہمراہ محمد تغلق اور فیروز شاہ تغلق بھی تھے۔ جو ابھی کم سن تھے۔

حضرت شیخ کے پاس اس وقت کپڑا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس میں سے چار گز کپڑا اٹھا کر غیاث الدین تغلق کو دیا اور فرمایا کہ اس کو سر پر باندھ لے۔ پھر ستائیس گز کپڑا اپھاڑ کر محمد تغلق کو دیا اور اس کو سر پر باندھنے کیلئے کہا۔ پھر چالیس گز کپڑا فیروز شاہ

تغلق کو دیا اور فرمایا تو بھی سر پر باندھ لے۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ دہلی کے تخت پر سلطان غیاث الدین تغلق اور سلطان فیروز شاہ تغلق نے اتنے ہی سال حکومت کی ہے۔ جتنے جتنے گز کپڑے کی دستار حضرت شیخ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔ یعنی سلطان غیاث الدین تغلق چار سال دہلی کے تخت پر رہا اور سلطان محمد تغلق ستائیس سال اور سلطان فیروز شاہ تغلق ۴۰ سال۔

حضرت جناب علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔

1- شیخ معز الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ 2- شیخ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

1- حضرت شیخ معز الدین بڑے عالم فاضل اور متقی بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا وجیہ الدین پائلی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی تھی اور اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد سجادہ نشین آستانہ مقرر ہوئے۔

موج دریا چوں بہ دریا باز گشت — جائے او خواجہ معز الدین گشت

خوبرو اور وجیہہ تھے۔ جس شخص کی نظر آپ پر پڑتی تھی۔ سمجھ جاتا تھا کہ کسی اعلیٰ خاندان کے سپوت ہیں۔

سلطان محمد تغلق نے آپ کو دہلی بلوایا اور اپنی حکومت کا شیخ الاسلام بنانا چاہا اپنے یہ عہدہ قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی تو اس نے آپ کو معز الملک[1] کا خطاب دے کر گجرات کا صوبہ دار بنا دیا جہاں ظالم باغیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ امیر خورد کا بیان ہے کہ:

”از دست ظالماں و باغیاں بدرجہ شہادت رسید“۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۶)

اور وہیں دفن ہوئے آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

1- گلزار ابرار ترجمہ اذکار ابرار صفحہ ۵۳

Scanned with CamScanner

"امروز آں دیار از برکتِ روضہ متبرکہ اومنوّر است وخاک پایاں او دوائے
دردِ حاجت منداں آں دیار است"۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۱۹۶)

یعنی آج کل وہ مقام ان کے روضہ متبرکہ کی برکت سے منور ہے اور ان کے قدموں کی خاک اس دیار کے حاجت مندوں کے درد کی دوا ہے۔

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شیخ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو حافظِ کلام ربانی تھے سماع کا بھی ذوق وشوق رکھتے تھے۔ سلطان محمد تغلق نے ان کو اپنی مملکت کا شیخ الاسلام بنادیا تھا۔ اگرچہ بقول صاحب سیرالاولیاء مشائخ روزگاران کے مطیع ومحکوم ہو گئے تھے۔ مگر اس سرکاری عہدہ داری کی وجہ سے سلسلہ کی اشاعت کا کام ختم ہوگیا تھا۔ بعد وفات اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ معزالدین شہید کے بعد سجادہ نشین جناب شیخ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ ہوئے تھے اور ان کے انتقال کے بعد جناب معزالدین شہید کے صاحبزادہ حضرت شیخ افضل الدین[1] افضیل سجادہ نشین آستانہ ہوئے۔

اور جناب شیخ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ کا نام شیخ مظہر الدین تھا جن کو شیخ علم الدین کے انتقال کے بعد سلطان محمد تغلق نے اپنی حکومت کا شیخ الاسلام بنادیا تھا۔

اسی طرح شیخ محمد تاج[2] پسر تاج الدین محمد کو سلطان مظفر گجراتی کے عہد میں تاج العلماء کا خطاب تھا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے حالات پڑھنے سے یہ بات صاف ظاہر ہوجاتی ہے کہ سوائے حضرت بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے باقی سب لڑکوں اور لڑکیوں کی اولاد اور آپ کے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دہلی

1- سیرالاولیاء صفحہ ۶۷
2- اذکار ابرار صفحہ ۵۳

چلی گئی تھی اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کو اپنا روحانی پیشوا بنالیا تھا اور یہ سب حضرات جس عزت واحترام اور آسائش کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ پاکپتن شریف اور اس کے قرب وجوار میں سب چشتی حضرت بدرالدین سلیمان کی اولاد میں ہیں۔ صرف چند گھر حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ کی اولاد کے آباد ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

(ابن حضرت بابا صاحب)

حضرت شیخ نظام الدین سلطان غیاث الدین بلبن کی فوج میں ملازم تھے۔ نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ قصبہ پٹیالی میں رہا کرتے تھے۔ جو ضلع ایٹہ میں ہے اور ایٹہ علی گڑھ کے نزدیک ہے۔ امیر خورد کرمانی کے بیان کے مطابق حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سب بچوں میں زیادہ محبوب تھے۔ اسی لیے حضرت ان کی گستاخانہ باتوں پر بھی مسکراتے رہتے تھے اور ناراض نہ ہوتے تھے۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ:

"بخدمت شیخ الشیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ عظیم گستاخ بود۔ ہر چہ گفتے شیخ شیوخ
العالم رحمۃ اللہ علیہ از غایت آنکہ اورا دوست داشتے بسمع رضا بشنیدے وتبسّم
کردے واو از آنچہ گفتے نرنجیدے"۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۱۹۰)

یعنی وہ حضرت شیخ الشیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں بہت گستاخ تھے۔ جو کچھ وہ کہتے اس سبب سے کہ حضرت ان کو محبوب رکھتے تھے۔ خوشی کے ساتھ سنتے اور مسکراتے رہتے تھے اور ان کے فرمودات سے ناراض نہ ہوتے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انتقال سے پہلے یہ بھی فرمایا تھا کہ نظام الدین آتو گیا مگر اس کے آنے کا کیا فائدہ جو ملاقات نہ ہوسکی۔ نیز آپ ہی کے مشورہ پر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو موجودہ مقام پر دفن کیا گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

استغراقِ حق:

ایک مرتبہ یہی حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سفر کو گئے اور کافی عرصہ واپس اجودھن نہیں آئے۔ کافی عرصہ کے بعد اجودھن آنے والے ایک آدمی کے ذریعہ انہوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سلام بھجوایا۔ وہ شخص جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعد قدم بوسی اس نے عرض کیا کہ:

"مخدوم زادہ نظام الدین سلام رسانیدہ است۔ شیخ فرمود کدام کس؟ آں مرد گفت مخدوم زادہ نظام الدین۔ باز شیخ فرمود کہ کرا میگوئی؟ باز آں مرد گفت مخدوم زادہ نظام الدین پسرِ شما۔ آنگاہ شیخ فرمود آرے اوچگونہ است او سلامت ہست"۔

یعنی حضرت مخدوم زادہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سلام عرض کیا ہے۔ شیخ نے پوچھا وہ کیسے؟ اس شخص نے کہا۔ مخدوم زادہ نظام الدین۔ لیکن شیخ نہ سمجھے اور پوچھا کس کا ذکر کرتے ہو؟ اس نے کہا حضور آپ کے صاحبزادہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اتنی دیر کے بعد آپ کا ذہن ان کی طرف منتقل ہوا اور آپ نے اس شخص سے کہا۔ اچھا نظام الدین وہ کیسا ہے۔ خوش ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یادِ حق میں اتنا استغراق تھا کہ آپ نے اپنے اس لڑکے کو جو آپ کو اپنی تمام اولاد میں زیادہ محبوب تھا۔ کتنی دیر کے بعد پہچانا۔

فرزندِ جانی:

اولاد دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک صلبی، دوسری معنوی اور پھر صلبی اولاد کی تین قسمیں ہیں۔

(1) کپوت۔ (2) پوت۔ (3) سپوت۔

1- کپوت وہ کہلاتا ہے۔ جو باپ دادا کی عزت اور متاع کو ضائع کردے۔

2- پوت وہ کہلاتا ہے۔ جو اس متاع اور عزت کو بڑھا بھی نہ سکے اور کم بھی نہ ہونے دے۔

3- سپوت اسے کہتے ہیں۔ جو اس کو بڑھائے اور ترقی دے۔

فقر و درویشی میں اکثر صلبی اولاد سے زیادہ اہمیت معنوی اولاد کو ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی عالم اور درویش کے علم و عمل اور سلسلے کی بقا اور ترقی کا دارومدار زیادہ تر معنوی اولاد پر ہوتا ہے۔ اگرچہ صلبی اولاد بھی کوشش کرتی ہے۔ مگر تاریخ ایسی دو چار مثالوں سے زیادہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ صلبی اولاد میں ایسا شاذ و نادر ہوا ہے کہ کسی صاحب کمال آدمی کا لڑکا بھی صاحب کمال ہوا ہو اور اسلامی علوم و فنون اور روحانی سلسلوں میں تو ایسی مثالیں صرف انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں بغداد سے ایک شخص آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ پر ان کی اولاد میں سے کوئی ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کے پوتہ کا لڑکا ہے۔ لیکن وہ سرکاری عہدہ دار ہے اور اس ملک کے اوقاف کا ناظم ہے۔ آپ نے پھر پوچھا سنا جاتا ہے کہ اس پر احتساب ہوا تھا۔ اس نے کہا ہاں پھر آپ نے سر ہلا کر فرمایا کہ:

ابن النجیب لا یُنجّبُ وَانِ النّجبُ فعَجَبَ۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۲۶)

یعنی شریف اور بزرگ باپ کا لڑکا نجیب و بزرگ نہیں ہوا کرتا اور اگر ہوتا ہے تو عجیب و غریب ہوتا ہے۔

اور اس کی لا تعداد مثالیں موجود ہیں۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کی بقا و ترقی حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ جو آپ کے معنوی فرزند تھے۔ حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے

Scanned with CamScanner

سلسلہ کی بقاء ترقی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کی بقا و ترقی حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی وغیرہ وغیرہ اور یہ سب حضرات فرزند معنوی تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''حضرت خواجہ قطب عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند بھی تھے۔ مگر وہ بھی شیخ کے حال پر نہ تھے۔ درحقیقت حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تو حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

''فرزند حضرت شیخ قطب الدین شیخ الاسلام فریدالدین بود''۔ (فوائدالفواد صفحہ ۶۱)

نیز آپ نے فرمایا کہ:

ایک مرتبہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میں اور آپ کے صاحبزادہ جناب شیخ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے اور دوسرے احباب بھی موجود تھے کہ حضرت نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا:

''شماہر دو فرزند اید سوئے او اشارت کرد کہ تو نانی است و سوئے بندہ اشارت کرد کہ تو جانی''۔

تم دونوں میری فرزند ہو پھر اپنے صاحبزادہ حضرت شیخ نظام الدین سے فرمایا تو فرزند نانی ہے اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تو فرزند جانی ہے۔

کشتی کا سفر اور عطائے نعمت:

ایک دفعہ گرمی کے موسم میں حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کشتی کا سفر کیا۔ دھوپ میں تمازت تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مریدین کھڑے ہو کر حضرت پر سایہ کرتے تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سفر ختم ہوا اور حضرت جائے قیام پر پہنچ گئے تو تھوڑی دیر بعد آپ قیلولہ کیلئے لیٹ گئے اور کچھ دیر میں سب سو گئے۔ میں نے دیکھا کہ تمام ساتھی سو گئے ہیں۔ تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور حضرت کی مگس رانی کرنے لگا (مکھیاں اڑانے لگا) ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ حضرت[1] بیدار ہوئے اور آپ نے اپنے صاحبزادہ شیخ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دی۔ وہ سو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضور صاحبزادہ نظام الدین تو سو رہے ہیں۔ غلام نظام الدین حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہی ہے۔ قریب آؤ۔ میں قریب ہو گیا۔ تو نعمت سے مالا مال فرمایا۔

پھر نصیحت فرمائی کہ:

''چوں در دہلی بروی در مجاہدہ باشی بیکار بودن ہیچ نیست روزہ داشتن نیمے راہ است و اعمال دیگر چوں نماز و حج نیمے راہ''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۲)

جب دہلی پہنچو تو مجاہدہ کرتے رہنا۔ بیکار رہنا کچھ نہیں ہے اور روزہ رکھنا آدھا راستہ اور دوسرے اعمال مثلاً نماز و حج وغیرہ سب آدھا راستہ ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اس سفر میں حضرت سے مجھے بہت نعمتیں حاصل ہوئیں۔ یہاں تک کہ مولانا سید بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا کہ:

''شیخ را ایں سفر برائے تو بود''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۲)

حضرت نے یہ سفر محض تمہارے واسطے کیا تھا۔

امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد کافروں نے اجودھن پر حملہ کیا تھا۔ جس میں آپ کے صاحبزادہ جناب شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں کا مقابلہ کیا اور بڑی جواں مردی اور انتہائی شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

''غایب دلاوری بحرب کفار پیوست بعد قتال بسیار شہادت یافت''۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۰)

1- بعض کا قول ہے کہ یہ واقعہ کشتی میں پیش آیا۔

اور جنگ کے بعد جب کشتوں میں آپ کی نعش مبارک کو تلاش کیا گیا تو نہیں ملی۔ شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ جب مغلوں[1] نے اجودھن پر حملہ کیا تھا تو جناب شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اس میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپ سلطان علاؤالدین خلجی کی فوج میں ملازم ہو گئے تھے اور قلعہ رتھنبور کی فتح میں شہید ہوئے تھے اور وہیں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

جناب شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا صرف ایک لڑکا تھا۔ جن کا نام شیخ ابراہیم تھا ان کی شادی امیر خورد کرمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیر الاولیاء کی چچا زاد بہن سے ہوئی تھی۔ جن سے ایک صاحبزادہ ہوئے تھے اور ان کا اسمِ گرامی شیخ عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور آپ کے پاس خانقاہ میں رہتے تھے اور آپ کے دستر خوان پر حضرت خواجہ محمد امام رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی غیر حاضری میں دعا پڑھتے اور حضرت ان کو دعا پڑھتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ:

"رحمت باد رحمت باد ایں مرحمت مخصوص در حق او بودے"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۰)

رحمت ہو رحمت ہو اور یہ رحمت ان کے حق میں مخصوص تھی۔ آپ بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ یہاں تک کہ:

"ہیچ صغیرہ از آں شیخ زادہ عالم در وجود نیامدہ باشدہ باطنے معمور ظاہری بہ تبسم واخلاق پاکیزہ آراستہ داشت و دردنہ مبارک او باحق تعالیٰ بمراقبہ و ذکرِ خفی منور"۔

آپ سے ایک صغیرہ گناہ بھی سرزد نہیں ہوا تھا۔ باطن آپ کا معمور تھا اور ظاہر تبسم واخلاق پاکیزہ کے ساتھ آراستہ تھا اور اندرون مبارک ان کا حق تعالیٰ کے مراقبہ اور ذکر سے منور تھا۔

1- معارج الولایت و مراۃ الاسرار

ایک دفعہ آپ نے اپنے خواہرزادہ کے کسی کام کیلئے قصبہ کہربہ گئے جب واپس آئے تو پہلے آپ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی حضرت نے ان سے پوچھا۔ ابھی اپنی والدہ ماجدہ سے نہیں ملے۔ عرض کیا پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا جاؤ۔ یہ سعادت بھی حاصل کرو اور بہت دعائیں دیں۔

آپ کا انتقال اس طرح ہوا کہ تین دن بیمار رہے۔ اس مدت میں ہر وقت باوضو رہتے اور قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے آخر تیسرے روز قرآن شریف پڑھتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور حضرت سلطان المشائخ کے مزار کے سامنے محمد شاہ بادشاہ کے مجر میں دفن کیے گئے ہیں پہلے مزار ظاہر تھا جب محمد شاہ بادشاہ کا مزار اور محضر بنایا گیا تو سب مزار فرش کے برابر کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ تھے۔ ملامتیہ مشرب رکھتے تھے اور صاحب کرامت وفتوت تھے۔ اکثر سفر میں رہتے تھے۔

ملامتیہ:

وہ گروہ ہے جو اخلاق وصدق کی رعایت ومحافظت میں بلیغ کوشش کرے اور بندگی اور خیرات کے کاموں کو چھپانے میں مبالغہ کرے۔ یہ لوگ اعمالِ صالح وفضائل ونوافل کی بجا آوری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے اور ان امور کو اس طرح بجا لاتے ہیں کہ کسی ایک شخص کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح گنہگار گناہ کے ظاہر کرنے سے ڈرتے ہیں۔ یہ نیکی ظاہر ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔

کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ:

الملامتی هو الذی لا یظهر خیراً و یظهر شراً۔ (نفحات الانس صفحہ ۸)

یعنی ملامتی وہ ہوتا ہے۔ جو اپنی نیکیوں کو چھپائے اور اپنی برائیوں کو ظاہر کرے اور فرمایا کہ اہل حق ملامت کیلئے مخصوص ہیں۔

حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

خداوند تعالیٰ با دوستاں وطالباں خود را ہم چنیں رفتہ است۔
ہر کہ حدیث دی کند عالم را ملامت کنندہ دی گرداند۔

یعنی خدا تعالیٰ اپنے دوستوں اور طالبوں کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے کہ جو کوئی اس کی بات کرتا ہے۔ تمام عوام کو اس کا ملامت کنندہ بنا دیتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سراسر ملامتیہ ہیں۔ اہل مکہ شریف آپ کو اظہارِ نبوت سے پہلے امین وصادق کہتے تھے اور آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ لیکن جب آپ نے اظہارِ حق فرمایا اور کہا اشھد انّ لا الٰہ الا اللہ اور

"چوں خلعتِ دوستی ووحی بر سرِ وے کشیدند۔ خلق زبان ملامت بر ودراز کردند۔ یکے گفت کاہن است طائفہ گفتند شاعر است۔ گروہے گفتند کاذب است۔ دیگرے گفت مجنون ست"۔

(مکتوبات حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی امنری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۶۳،۲۶۴)

جب خلعتِ دوستی اور وحی ان کے سر مبارک پر رکھا گیا تو مخلوق نے زبانِ ملامت ان پر کھولی۔ کسی نے کہا کاہن ہے۔ ایک طبقہ نے کہا شاعر ہے۔ ایک گروہ نے کہا جھوٹا ہے۔ دوسرے نے کہا پاگل ہے۔ کسی نے گالیاں دیں اور کسی نے کوسے دیے۔ حاصل کلام ملامتیہ وہ گروہ ہے جو حق کہتا ہے اور حق کرتا ہے مگر لوگ اس کو ملامت کرتے ہیں اور اس ملامت سے ان کو بڑی لذت حاصل ہوتی ہے اور ان کے مدارج میں ترقی ہوتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ:

الملامته روضة العاشقین و نزهة المحبین و راحة المشتاقین و سرور المریدین"۔

یعنی ملامت باغیچہ سے عاشقوں کا اور پاکیزگی ہے محبتوں کی اور راحت ہے مشتاقوں کی اور سرور وخوشی ہے مریدوں کی۔

آہن پوش قلندر:

اسی طرح کا ایک گروہ قلندروں کا ہے جو آہن پوش ہوتے ہیں اور ان کی داڑھی مونچھیں صاف ہوتی ہیں۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابتداء اس طریقہ کی حضرت جمال مجرد ساوجی سے ہوئی۔ آپ بہت بڑے عالم اور مصر کے مفتی تھے۔ آپ کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلہ آپ بغیر کتاب دیکھے بتا دیتے تھے۔ اسی لیے لوگ آپ کو کتب خانہ رواں کہا کرتے تھے۔ ایک دن کچھ لوگ آہن پوش برہنہ بدن آپ کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ان پر اعتراض کیا۔ خدا کی قدرت اسی وقت آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ نے اپنی داڑھی مونچھ منڈا ڈالی اور ایک قبر میں جا بیٹھے۔ جب علمائے مصر کو آپ کی اس حالت کا علم ہوا تو ان کو بہت غصہ آیا اور وہ آپ پر محاسبہ کرنے کیلئے آئے اور آپ پر الحاد ورفض کا الزام لگایا اور پھر سیسہ پگھلا کر آپ کے منہ میں ڈال دیا گیا۔ مگر اس سے آپ کو کچھ نقصان نہ ہوا۔ تو لوگوں کو بہت حیرت ہوئی اور انہوں نے آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا سر خرقہ میں ڈال کر اٹھایا تو آپ کے منہ پر سفید داڑھی تھی۔

القصہ آپ کی تمام زندگی اسی طرح گزر گئی۔ آپ کے وصال کے بعد جو آپ کا جانشین ہوا۔ اس نے یہی طریقہ وحلیہ اختیار کیا اور آج تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے یہ آہن پوش قلندر کہلاتے ہیں۔ لباس نہیں پہنتے ایک لنگوٹ رانوں میں ایک کمبل بغل میں اور لوہا جسم پر۔

حضرت شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادہ حضرت خواجہ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

ملامتیہ مشرب رکھتے تھے۔ امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میرے والد سید محمد مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت شیخ یعقوب کا یہ ذکر مجھے سنایا کہ میں اور حضرت شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سفر کو روانہ ہوئے کچھ دن میں اودھ پہنچ گئے تو حضرت خواجہ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو سرائے میں سامان کے پاس چھوڑا اور خود شہر کی سیر کو نکل گئے اور رات تک واپس نہ آئے۔ اتفاقاً اسی دن والی اودھ کے پیٹ میں سخت درد اٹھا اور کسی دوا سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ طبیب عاجز آ گئے تو دعا کی طرف توجہ کی گئی۔ کسی شخص نے حاکم سے کہا کہ میں نے عصر کے وقت حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے صاحبزادے کو شہر میں دیکھا ہے۔ مجھے یقین ہے اگر وہ آپ کو کوئی تعویذ دیں یا دم کریں تو شفا ہو جائے گی۔ یہ سن کر حاکم شہر نے آپ کی تلاش کیلئے آدمی دوڑائے۔ چند آدمی میرے پاس سرائے میں آئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے ان کو بتایا کہ شیخ زادہ معظم میرے ہمراہ تشریف لائے ہیں اور ان کا یہ سامان موجود ہے اور وہ مجھ کو بٹھا کر شہر کی سیر کو گئے ہیں۔ کچھ معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گے۔ یہ سن کر وہ لوگ چلے گئے۔

اور آخر جوئندہ یابندہ کے مصداق انہوں نے آپ کو تلاش کر لیا اور حاکم کے پاس لے گئے اس کی حالت شدتِ درد سے بہت نازک تھی۔

"از غایت دردِ شکم از کھٹ برزمین داز زمین بر کھٹ می غلطد و نزدیک بہ ہلاک رسیدہ است"۔

یعنی شدت درد کے سبب چارپائی سے زمین پر زمین سے چارپائی پر لوٹتا تھا اور ہلاک ہو جانے کے قریب تھا۔

حضرت خواجہ یعقوب اس کے قریب چارپائی پر بیٹھ گئے اور اپنی دو انگلیاں حاکم کے پیٹ پر رکھیں اور کچھ پڑھا۔ جس سے فی الفور درد بند ہو گیا اور حاکم اٹھ بیٹھا اور

خواجہ یعقوب کے پاؤں کو بوسہ دیا اور ایک تھیلی روپوں کی اور کچھ تھان کپڑے کے آپ کی نذر کیے۔

آدھی رات کے قریب حضرت واپس سرائے میں آئے اور مجھ سے سب واقعہ بیان کر کے فرمایا۔

"خرچ ما کم شُد بُو دو من دراں تفکّر خفتہ بودم"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۱)

یعنی میرا خرچ کم ہو گیا تھا اور میں اسی تفکر میں سو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بھجوا دیا۔

امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ اثنائے سفر میں قصبہ امروہہ کے قریب آپ کو مردان غیب لے گئے اور پھر آپ کا پتہ نہ چلا۔

"در اثنائے راہ قصبہ امروہہ آں بزرگ زادہ را مردانِ غیب بر بودند و غائب کردند رحمۃ اللہ علیہ"۔

آپ کی یادگار دو صاحبزادے تھے۔ ایک خواجہ عزیز الملۃ والدین رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت خواجہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں بزرگ زادہ بھی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہو گئے تھے۔ حضرت عزیز الدین نفس گیرا رکھتے تھے اور صاحبِ فتوح تھے۔

حضرت خواجہ عزیز الدین کی شہادت دیوگیر میں ہوئی اور وہیں دفن کیے گئے اور حضرت خواجہ قاضی کا انتقال دہلی میں ہوا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے چبوترہ یاران میں [1] دفن کیے گئے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً چھ پوتوں اور ان کے بچوں کے نام خواجہ عزیز الدین تھے اور وہ سب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور آپ کے پاس دہلی میں ہی رہتے تھے۔ جن کا ذکر آپ اس کتاب میں پڑھتے آئے ہیں۔

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۱

حضرت بی بی مستورہ رحمۃ اللہ علیہا

امیر خورد کرمانی کے بیان کے مطابق حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تین صاحبزادیاں تھیں جن میں سب سے بڑی حضرت بی بی مستورہ رحمۃ اللہ علیہا تھیں۔

از والد خود سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سماع دارد کہ شیخ الشیوخ العالم راسہ دختر بود۔ مہتر ایشاں بی بی مستورہ کہ تا نفس آخر در پردۂ ستر و صلاح و عفت و کرامت بود۔

(امیر خورد کرمانی) نے اپنے والد سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ العالم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تین لڑکیاں تھیں جن میں بڑی حضرت بی بی مستورہ رحمۃ اللہ علیہا تھیں جو اپنے آخری سانس تک ستر و صلاح اور عفت و کرامت میں رہیں۔

بقول صاحب سیر الاقطاب آپ کا نکاح شیخ عمر صوفی الفاروقی سے ہوا تھا جن سے دو صاحبزادے تولد ہوئے۔

1- شیخ عزیز الدین صوفی۔ 2- شیخ کبیر الدین۔

شیخ عزیز الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ علم ظاہر و باطن سے آراستہ تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور آپ کے پاس ہی رہتے تھے۔

ایک دن حضرت وجیہہ الدین پائلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں صاحبزادہ موصوف سے اوپر بیٹھ گئے تو حضرت نے اسی وقت ناراض ہو کر فرمایا جس طرح میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجعد (بالوں والا) کسی عالم سے اوپر بیٹھے۔ اسی طرح میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوئی عالم میرے مخدوم زادگان سے اوپر بیٹھے۔ اگرچہ مخدوم زادہ مجعد ہی کیوں نہ ہو۔

یہ سنتے ہی حضرت مولانا وجیہہ الدین پائلی رحمۃ اللہ علیہ نے زمین ادب کو بوسہ دیا اور

کھڑے ہو گئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور میں مخدوم زادہ سے واقف نہیں تھا۔ ورنہ ہرگز یہ جرأت نہ کرتا۔

خواجہ عزیز الدین صوفی نے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر قاضی حمید الدین کا شانی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ کا خط بہت پاکیزہ تھا۔ آپ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات تحفۃ الابرار فی کرامت الاخیار کے نام سے جمع کئے تھے جو اب نایاب ہیں۔

خواجہ عزیز الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادہ تھے۔ جن کا نام شیخ قطب الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو حسن و جمال زہد و تقویٰ، علم و فضل اور بذل و ایثار میں لاثانی تھے اور حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز تھے۔

ایک مرتبہ شیخ عزیز الدین صوفی از راہِ مہربانی و شفقتِ امیر خورد کرمانی صاحب سیر الاولیاء کے گھر تشریف لائے اور اثنائے گفتگو امیر خورد کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا تھا۔

گر وقتِ خوش ہست غنیمت میدار کاں را چو نماز ہا قضا نتواں کرد

(سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۲)

شیخ عزیز الدین صوفی نے امیر خورد کرمانی سے بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتے ہوئے دریا کی طرف چلا گیا۔ دریائے جمنا خانقاہ شریف کے برابر بہتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تحیر کے عالم میں قبلہ رخ بیٹھے ہیں۔ آپ کا منہ اور آنکھیں آسمان کی طرف ہیں اور جمالِ حق میں محو ہیں۔ میں ڈرا کہ نازک موقع ہے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ کوئی خدمت گار بھی اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ میں بالکل خاموش کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں حضرت کو لرزش ہوئی اور آپ صحو میں آ گئے اور آپ نے اپنی آنکھوں کو ملا۔ پھر میری طرف دیکھا اور پوچھا تو کون ہے۔ میں نے ڈرتے ہوئے عرض کیا میں عزیز ہوں۔ آپ نے پھر مجھے قریب

1- سیر الاولیاء صفحہ ۲۰۲

Scanned with CamScanner

بلایا اور بے حد شفقت ومرحمت فرمائی۔

شیخ کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت بی بی مستورہ کے چھوٹے صاحبزادہ تھے۔ آپ نے بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی تعلیم و تربیت پائی تھی اور خانقاہ ہی میں رہتے تھے۔ اگر اتفاقاً کسی دن سحری میں نہ آتے تو عبدالرحیم منتظم لنگر خانہ سحری کا کھانا آپ کے مقام پر پہنچاتے تھے۔ ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی نے چند کاک پیش کیے۔ آپ نے خواجہ اقبال سے فرمایا ان کو حاضرین میں تقسیم کردو۔ خواجہ اقبال نے حکم کی تعمیل کی۔ ہر ایک نے اپنا حصہ کھانا شروع کیا مگر شیخ کبیر الدین نے رکھ لیا۔ تو حضرت نے خود ان سے فرمایا:

"کھالو! اس میں خمیر نہیں ہے"۔

اور اس کے بعد تین مرتبہ فرمایا:

"کہ اگر کوئی صوفی زہد و تقویٰ رکھتا ہے تو وہ مخدوم زادہ کبیر الدین ہے" اور شیخ کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی محبت تھی کہ اپنے حقیقی بھائی کے پاس سے سکونت ترک کر کے حضرت کے پاس خانقاہ میں رہنے لگے تھے۔ انتقال ہوا تو آپ ہی کے چبوترا یاران میں دفن ہوئے۔

ہمیں خواہم کہ مردم در بکویت   مزارم زیر دیوار تو باشد

حضرت بی بی شریفہ رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی منجھلی صاحبزادی ہیں۔ جو عنفوانِ جوانی میں بیوہ ہوگئیں تھیں۔ پھر نکاح ثانی نہیں کیا۔ عبادت و ریاضت میں مشغول ہوگئیں۔

کرمانی نے لکھا ہے کہ:

"ایں بزرگ زادی در عنفوان جوانی بیوہ شدہ بود۔ تالب گور بہ شوہرے مشغول

نگشتہ ہمینکہ بیوہ شُد چناں بحق مشغول شُد کہ شیخ شیوخ العالم فرمود اگر عورات را خلافت و سجادہ مشائخ دادن روا بودے من بی بی شریفہ را می دادم"۔

یعنی یہ بزرگ زادی عنفوانِ جوانی میں بیوہ ہوگئی تھیں اور پھر آخری دم تک نکاح ثانی نہ کیا۔ جیسے ہی بیوہ ہوئیں حق تعالیٰ کی عبادت اور خوشنودی میں اس طرح مشغول ہوگئیں کہ حضرت شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ اگر عورتوں کو مشائخ کا سجادہ اور خلافت دینا جائز ہوتی تو میں بی بی شریفہ کو دیتا۔

عارف شہراز نے کیا خوب کہا ہے:

در سرا پردۂ عصمت بعبادت مشغول   نام در عالم و خود کنفِ ستر خدائے

اور یہ قول گویا آپ پر ہی صادق آتا ہے کہ:

ولو کان النساء کمثل هذا الفضیلت النساء علی الرجال۔

یعنی اگر ہوتیں عورتیں مثل اس کے تو فضیلت ہوتی عورتوں کو مردوں پر۔

اس جگہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عورتیں ریاضت و طاعت کے ذریعہ کتنی ہی عارفہ کیوں نہ ہو جائیں مگر ان کو مشائخ کا سجادہ نشین نہیں بنایا جاسکتا اور نہ ہی ان کو خلافت دی جاسکتی ہے۔ عقل حیران ہے کہ موجودہ دور میں بعض مشائخ کس اصول کے تحت عورتوں کو خلافتیں دے رہے ہیں۔

حضرت بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا

آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں جن کا نکاح حضرت مولانا سید بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا تھا۔ آپ کی رخصتی میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غلام مبارک نامی دیا تھا۔ جن کو حضرت سیّد بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اخی مبارک کہا کرتے تھے۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

Scanned with CamScanner

1- حضرت خواجہ سیّد محمد امام رحمۃ اللہ علیہ۔

2- حضرت خواجہ سیّد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اجودھن میں حضرت بی بی صاحبہ سخت تکلیف میں رہتی تھیں۔ جب یہ حال حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سیر الاولیاء کے دادا سے کہا کہ مولانا مرحوم نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں ہم سب کی امداد کی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان کی اولاد کے ساتھ جو تکلیف میں ہیں سلوک کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے خرچ بھیج دے تو آپ اجودھن چلے جائیں اور بی بی صاحبہ اور دونوں بچیوں کو دہلی لے آئیں۔

اتفاقاً اسی روز ملتان کے ایک تاجر نے حضرت کی خدمت میں دو اشرفیاں نذرانہ پیش کیں۔ آپ نے وہ دونوں سیّد محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیں اور کہا ایک آپ کے گھر کا خرچہ اور دوسری راستہ کا۔

الغرض حضرت سید محمد کرمانی اجودھن گئے اور حضرت بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ اور دونوں بچیوں کو دہلی لے آئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں بچیوں کو اپنی زیر نگرانی تعلیم دلوائی اور سیّد محمد امام کو اپنا متبنّٰی بنایا اور تکمیل سلوک کے بعد اپنی خلافت عطا فرمائی۔ کیونکہ خود حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے شادی نہیں کی تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں سیّد محمد امام رحمۃ اللہ علیہ کی نشست سب سے اونچی اور حضرت کے بالکل قریب تھی اور آپ حضرت کی مجالس کے صاحب سماع اور میر مجلس تھے۔ شہر کی مجالس میں حضرت آپ کو اپنا قائم مقام اور اپنا نائب بنا کر بھیجا کرتے تھے اور آپ نماز میں حضرت کی امامت بھی کرتے تھے۔ اس لیے آپ کو سیّد محمد امام رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا تھا۔ سماع کی مجالس میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رقص کرتے تھے آپ نے حضرت کے ملفوظات کو مرتب کر کے اس کا نام انوار المجالس رکھا تھا۔ جواب نادر و نایاب ہے۔

اور یہ شرف صرف سیّد محمد امام کو ہی حاصل تھا کہ وہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں خود حضرت کے حکم سے لوگوں سے بیعت لیتے تھے۔

آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ صاحبزادی صاحبہ کا نکاح مولانا کمال الدین سمرقندی سابق وزیر اعظم خراسان کے لڑکے مولانا کریم الدین بیانہ سے ہوا تھا۔ جن کی جاگیر میں ملتان سے ہانسی تک کا علاقہ تھا۔ جس میں دیپالپور اور اجودھن بھی شامل تھے۔ سلطان محمد تغلق نے ان کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ بڑے ذی علم اور ذی فہم تھے۔ بقول کرمانی آپ کے خاص دوستوں میں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ علیہ مشہور مورخ مولانا ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے بعد ستگانوہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ وہیں انتقال فرمایا اور اسی جگہ دفن ہوئے۔ مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ ستگانوہ میں آپ کی اولاد موجود ہے۔

خواجہ سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت مولانا کے چھوٹے صاحبزادہ تھے اور حضرت مولانا وجیہہ الدین پائلی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ بہت خوش گلو تھے۔ جب قرآن شریف پڑھتے تھے تو راستہ چلتے لوگ بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ درسیات میں کامل دست گاہ رکھتے تھے اور حضرت خواجہ محمد امام کی عدم موجودگی میں جماعت خانہ میں امامت بھی کراتے تھے اولاد کوئی نہیں ہوئی۔

حضرت خواجہ سیّد محمد امام رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دہلی درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ میں چونسٹھ کھمبے کے غربی دروازہ کے سامنے زیارت گاہ خاص و عام ہے اور حضرت سید موسیٰ کا مزار اندرون آستانہ عالیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء جانب غرب جالیوں کے اندر ہے۔ جس پر حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے قدِ آدم لوح

Scanned with CamScanner

نصب کرادی ہے۔

راقم الحروف سیّد محمد الیاس مسلم نظامی حضرت خواجہ سیّد محمد امام رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہے۔ جو انقلاب ۱۹۴۷ء میں پاکپتن شریف آ کر آباد ہو گیا ہے۔ خاکسار کے ہمراہ حضرت مولانا کی اولاد میں سے برادرم سیّد ابن علی نظامی بھی یہاں رہتے ہیں راقم کے بڑے لڑکے کا نام سیّد ناصر الدین مسعود نظامی اور منجھلے لڑکے کا نام سیّد غلام معین الدین محمود نظامی اور چھوٹے کا نام غلام نظام الدین عرف جامی نظامی ہے۔

سماع

سماع صوفیاء کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ ایک مباح فعل ہے اور تقریباً تمام روحانی سلسلوں میں اس کا رواج ہے۔ ایک مختصر اور مخصوص گروہ کو چھوڑ کر مسلمانوں کا سوادِ اعظم اس کو سنتا چلا آ رہا ہے۔ جس میں عالم فاضل، متقی، عارف، عاشق، عامی، امام اور صحابہ رحمۃ اللہ علیہ سب شامل ہیں۔

قرآن پاک میں کوئی نص صریح اس کی حرمت میں نہیں ہے۔ متعدد صحیح حدیثوں کے علاوہ بخاری شریف کی حدیث جاریتین سے خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دف کے ساتھ گانا سننا ثابت ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دف کے ساتھ گانا سننا ثابت ہے۔ تو پھر خواہ مخواہ عقلی تاویل کیوں کی جائے۔ تاویل نصوص قولیہ میں چلتی ہے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم اور امام خرم نے ان چند حدیثوں کو جن سے منکرین سماع نے حرمت سماع پر استدلال کیا ہے۔ محدثانہ اور محققانہ جرح و تعدیل سے موضوع ثابت کیا ہے۔

سماع مریدین عالی ہمت اور اصحاب ریاضت کیلئے ایک روحانی غذا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب اہل محبت کے نفوس و قلوب کثرت مجاہدہ یا غلبہ احوال و

کیفیات سے تھکن یا سستی محسوس کرتے ہیں تو سماع سنتے ہیں۔ اس سے ان میں از سرِ نو قوت و تازگی پیدا ہو جاتی ہے اور ان کے تھکے ہوئے جسم و دماغ سماع سن کر چاق و چوبند ہو جاتے ہیں اور دوبارہ مجاہدہ میں لگ جاتے ہیں۔ گویا سماع ایسے لوگوں کا روحانی علاج بھی ہے۔ مولانا روم نے فرمایا کہ:

بس غذائے عاشقاں آمد سماع   کہ ازو باشد خیال اجتماع
قوتِ گیرد خیالات ضمیر   بلکہ صورت گردد از بانگ صفیر
آتش عشق از نواہا گرد تیز   آں چنانکہ آتش آں جو زریز

ایک مرتبہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے منکرِ سماع علما سے کہا تھا کہ:

میں سماع سنتا ہوں[1] اور علماء کی روایت کی بنا پر اس کو مباح کہتا ہوں اس لیے کہ دردِ دل کا مریض ہوں اور سماع اس کی دوا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شراب سے علاج کرنے کی ایسے وقت میں اجازت دے دی ہے۔ جبکہ ازالۂ امراض کیلئے اور کوئی دوا نہ ہو اور حکیموں کا اس پر اتفاق ہو کہ تندرستی شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس اجازت پر میرے لاعلاج مرض کی دوا سرود سننا ہے۔ لہٰذا اس کا سننا میرے لیے مباح اور تمہارے لئے حرام ہے۔

صحیح بخاری و مسلم دونوں میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں مسجدِ نبوی میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس وقت شعر گنگنا رہے تھے۔ حضرت عمر نے ان کی طرف غور سے دیکھا انہوں نے کہا کیا دیکھتے ہو میں ان کے سامنے جو تم سے بہتر تھے۔ یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح یہاں شعر گنگنایا کرتا تھا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موطا میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ ان

1- سیر الاقطاب

تینوں نے ایک دن حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (پ۱۹ النمل ۲۲۴) یعنی شاعروں کے پیرو گمراہ ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے آگے یہ نہیں فرماتا اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (پ۳۰ العصر۳) یعنی مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔

حافظ ابو عمر بن عبدالبر د رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس ثبوت کیلئے کافی ہے کہ مومنوں کو شعر کہنا نقصان دہ نہیں ہے۔

(حافظ ابن طاہر بسند خود) امام شافعی کا قول ہے کہ میں علمائے حجاز میں کسی کو ایسا نہیں جانتا جو منکر سماع ہو۔

شیخ ابو طالب مکّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سماع صحابیوں رضی اللہ عنہ اور تابعیوں سب نے سنا ہے۔ دف کے متعلق اس حدیث کو مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، احمد حنبل، دار قطنی، حاکم سب نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''حرام اور نکاح میں تمیز دف اور آواز کے ساتھ ہے''۔

توراۃ شریف جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ تمام و کمال نظم میں ہے۔ اس کی ہر دعا ایک خاص راگ یا راگنی میں بنسریوں کے ساتھ گائی جاتی ہے۔

ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کے سرخیل و سرگروہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ جن کی ذات گرامی سے متاثر ہو کر کئی لاکھ آدمی اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان کا قول و فعل چشتیوں کیلئے حجت کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ سماع سنتے تھے۔ ان کے جانشین قطب عالم حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا تو انتقال بھی سماع میں ہی ہوا تھا۔ ان کے جانشین شیخ العالم حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ بھی سماع سنتے تھے اور اس میں وجد کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ سماع میں جو بے ہوشی ہو جاتی ہے۔ اس کی اصل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

''از آنکہ ندائے الست بربکم شنیدند بے ہوش گشتند از آں روز باز بے ہوشی در ایشاں مرکوز است۔ چو سماع بشنوند آں بے ہوشی در ایشاں اثر کند۔ حیرت و حرکت در ایشاں ظاہر شود''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۴۹۹)

یعنی جب ارواح نے ''الست بربکم'' کی صدا سنی تو غلبہ کیف سے بے ہوش ہو گئی تھیں اس روز سے بے ہوشی ان میں مرکوز ہے جب سماع سنا جاتا ہے تو وہ بے ہوشی اور کیفیت ان میں اثر کرتی ہے اور حیرت و حرکت ان سے ظاہر ہوتی ہے۔

اہل حال کے نزدیک عشق ایک مقام حیات ہے جب تک یہ انسان کو حاصل نہیں ہو جاتا۔ اس کو زندگی کی حقیقت کا علم نہیں ہوتا اور پھر عشق سے حاصل ہونے والا مجد و شرف بیان کی حدود میں نہیں سماتا۔

عقل و عشق میں بڑا فرق ہے۔ علماء اہل عقل ہیں اور فقراء اہل عشق۔ معلومات کی افراط سے دماغ تو بھر جاتا ہے لیکن دل کی تشویش بغیر عشق کے نہیں جاتی۔

بڑے سے بڑے عالم کے نہان خانہ دل میں جھانک کر دیکھا جائے تو اس میں شک و شبہ کی ایسی چنگاریاں موجود ہوں گی۔ جو اگر سلگ اٹھیں تو ذرا سی دیر میں سارے ایمانی ذخیرہ کو بھسم کر کے رکھ دیں۔ لیکن عاشق کے نزدیک شک و شبہ کوئی شے نہیں۔ اس کے دل میں یادِ محبوب کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ عشق کی آگ سب[1] کو ختم کر دیتی ہے۔ اس کی زندگی ازل بداماں اور ابد نشاں ہوتی ہے۔ جب دوست کا ذکر سنتا ہے۔ حرکت کرتا ہے۔ غیر عاشق کو یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لیے فقراء اپنے مریدوں کیلئے عشق مانگا کرتے ہیں۔ جیسے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دردِ محبت عطا فرمائے۔

جسے عشق نہیں ہوتا وہ فقراء کی اصطلاح میں مردہ کہلاتا ہے۔ ایک دن حضرت بابا

1- العشق نار یحرق ماسوا المحبوب۔

Scanned with CamScanner

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجلسِ سماع سے پہلے اپنے مرید محمود پٹوہ سے فرمایا:

محمود تو مردہ ٔ یا زندہ؟ (سیر الاولیا صفحہ ۵۰۴)

یعنی محمود تو مردہ ہے یا زندہ۔ اس کے بعد محفلِ سماع آراستہ ہوئی اور اس محفل میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بے حد گریہ طاری ہوا اور کچھ دیر کے بعد غلبۂ حال نے وجد کی صورت اختیار کر لی۔ اس وقت آپ کا دستِ مبارک مولانا سیّد بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے شانے پر تھا اور وہ بھی آپ کے ساتھ رقص کر رہے تھے۔ آپ کی نظر اسی حالت میں محمود پر پڑی۔ عجب تاثیر تھی۔ میں نے محمود کی کایا پلٹ دی اور ان کو عشق سے زندگی مل گئی۔ وہ ایک دم کھڑے ہوگئے اور ان کے اندر کی کسی چیز نے وجد کرنا شروع کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد جناب محمود پٹوہ سماع کے رسیا ہوگئے۔ جہاں اور جب سماع ہوتا آپ پہلے ہی وہاں پہنچ جاتے اور خوب رقص کرتے تھے۔

لوگوں میں گردشِ خوں ہے اگر تو کیا حاصل
حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

جو لوگ ذوقِ سماع نہیں رکھتے۔ ارسطو کے نزدیک ان کی روحیں بیمار ہوتی ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے عشق کی دولت سے مالا مال فرمایا ان پر سماع سننا جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے منکرین کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

"یکے خاک و خاکستر شدے دیگرے ہنوز در اختلاف است"۔

ایک تو خاک و خاکستر ہوگیا اور دوسرا ابھی اختلاف ہی میں ہے۔

ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دل چاہا کہ سماع سنیں اتفاق سے کوئی قوال موجود نہ تھا۔ آپ نے حضرت مولانا سیّد بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا وہ خط جو قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا ہے۔ لاؤ اور سناؤ۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ وہ تھیلا جس میں مکتوبات رکھے جاتے تھے اٹھا لائے اور اس میں ہاتھ ڈال کر خط نکالا تو

وہی مطلوبہ خط ہاتھ میں آیا۔ مولانا کھڑے ہوئے اور خط پڑھنا شروع کیا حمد و نعت کے بعد تحریر تھا کہ:

"فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندۂ درویشاں است و از سر و دیدۂ خاک قدم ایشان"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۱۵)

بس اتنا سننا تھا کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کیفیت طاری ہوگئی اور جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے خط کی یہ رباعی پڑھنی شروع کی تو حضرت کا شدت گریہ سے عجب حال ہوگیا۔

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد — آں روح کجا کہ در جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال — آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

(سیر الاولیاء صفحہ ۵۰۳)

اسی طرح ایک دن آپ کو پھر سماع سننے کا ذوق پیدا ہوا۔ قوال اس وقت بھی موجود نہ تھے۔ آپ نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ تم نے ہانسی سے ایک خط ہم کو لکھا تھا۔ اس میں ایک رباعی درج تھی اگر وہ رباعی یاد ہو تو اس وقت سناؤ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوگئے اور وہ رباعی حضرت کو سنائی جس کے سنتے ہی حضرت پر گریہ طاری ہوگیا اور آپ اس رباعی کی تکرار کرتے رہے۔

زاں روئے کہ بندہ تو دانند مرا — بر مرد یکے دیدہ نشانند مرا
لطف عامت عنایتے فرمود — ورنہ چہ کسم و خلق چہ دانند مرا

ایک دن حضرت خضر علیہ السلام بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت آپ اپنے سجادہ پر تشریف فرما تھے اور محفل آراستہ تھی اور سماع شروع ہونے والا تھا۔ آپ نے ان کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور با آوازِ بلند یہ شعر پڑھا۔

صاحبِ دردے کجاست تا بنمائم — صد گریہ زار زیر ہر خندہ خویش

(سیر الاولیاء صفحہ ۵۰۰)

Scanned with CamScanner

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس شعر کو بار بار پڑھتے تھے۔

نظامی آنچہ اسرار ست کہ از خاطر عیاں کردی
کسے سرش نمیداند زباں درکش زبان درکش

(فوائدالفواد صفحہ ۱۰۱)

یہاں تک کہ سارا دن گذر گیا۔ شام کو بھی بعد افطار آپ کی زبان مبارک پر یہی بیت تھی۔ پھر دوسرے دن صبح بھی آپ اس کو پڑھتے رہے جب آپ اس کو پڑھتے تو آپ میں ایک تغیر رونما ہوتا تھا۔ معلوم نہیں حضرت کے خیال میں کیا بات تھی اور حضرت کس چیز کے متعلق فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں محفلِ سماع تھی۔ قوالوں نے یہ اشعار گائے۔

نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد نشانِ عاشقاں از دور پید است
نظامی ناتوانی پارسا باش کہ نور پارسائی شمع دلہا ست

اس پر حضرت بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو کیفیت ہوگئی۔

حضرت بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بہت معمر اور ضعیف تھے۔ لیکن سماع میں نوجوانوں کی طرح وجد کیا۔ کسی نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یا حضرت مولانا بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تو بہت عمر رسیدہ اور کمزور بزرگ تھے۔ سماع میں وجد کیسے کرتے ہوں گے۔

آپ نے فرمایا:

اونمی رقصد عشق می رقصد ہر کرا عشق است در رقص است۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۵۰۵)

یعنی وہ وجد نہیں کرتے تھے۔ عشق رقص کرتا تھا۔ جس کو عشق ہے۔ اس کو رقص ہے۔

حضرت بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑھاپے کے سبب ہلنا جلنا بھی مشکل تھا لیکن جب سماع ہوتا تو

''چناں می رقصیدے کہ گوئی دہ سالہ کودک می رقصد''۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۵۰۵)

یعنی اس طرح وجد کرتے تھے جس طرح دہ سالہ بچہ ناچتا ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ سماع بڑی موثر اور بابرکت ہوتی تھی۔ علمائے روزگار اور مشائخ ذی وقار اس میں شرکت کرنے کو فخر سمجھتے تھے اور اس میں جو نعمتیں اور برکتیں لوگوں کو حاصل ہوتی تھیں۔ اس کا کیا ٹھکانا ہے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی ایک مجلس میں حضرت مولانا سیّد بدرالدین اسحٰق کو کیفیت ہوگئی۔ جس شعر پر آپ کو وجد ہوا۔ وہ یہ شعر تھا۔ جبہ و دستار پوش علماء جو سماع کے منکر ہیں۔ وہ ضرور اس پر غور کریں کہ مولانا بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فضلائے روزگار میں سے ایک تھے۔ کیا ان کو حرمتِ سماع کا مسئلہ معلوم نہ تھا۔

پیشِ سیاستِ غمش روح چہ نطق نمیزند
اے زہزار صعوہ کم پس تو نواچہ میزنی

(سیرالاولیاء صفحہ ۱۷۲)

مجلس تو ختم ہوگئی۔ مگر مولانا کا عجب حال تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور جسم میں ایک ارتعاش تھا اور آپ بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ آپ کے ذمہ جماعت خانہ کی امامت بھی تھی۔ جب اذان ہوچکی تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ نماز پڑھاؤ۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نیت باندھی اور قرأت کی بجائے یہ شعر پڑھنا شروع کردیا۔ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ:

''مولانا نماز شروع کرد و تحریمہ بست و بجائے قرأت ہمیں بیت بر زبان مبارک ایشاں گذشت بعدۂ بے ہوش شُد''۔

جب ہوش میں آئے تو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ حاضر رہ کر نماز پڑھاؤ۔

چنانچہ آپ نے پھر نماز پڑھائی۔

سماع کے متعلق آخری بات:

ایک خاص گروہ کو صوفیا کے سماع سے للّٰہی بغض چلا آتا ہے اور ہر زمانے میں یہ گروہ اللہ والون کو ستاتا آیا ہے۔ درویش ان کی ان کہنی کا جواب نہیں دیتے اس لیے جوان کا دل چاہتا ہے کہتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جن علماء کے سینوں کو کھول دیا ہے۔ انہوں نے حق بات کہنے میں کبھی دریغ نہیں کیا جیسا کہ فقہ کے امام علامہ شامی کا قول ہے کہ ''صوفیا کیلئے سماع اور ساز مباح ہے'' نیز فرمایا ''خبردار ان ساداتِ صوفیا کے سماع پر اعتراض نہ کرو۔ ورنہ ان کے فیوض و برکات سے محروم رہو گے''۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سماع چار شرطوں کے ساتھ سننا چاہیے۔

1- مسمع یعنی (گانے والا) نابالغ لڑکا اور عورت نہ ہو۔
2- مسموع یعنی جو چیز سنی جائے وہ فحش اور ہزل نہ ہو۔
3- مستمع یعنی سننے والا کہ وہ یادِ حق سے غافل نہ ہو اور حق کیلئے سماع سنے۔
4- آلاتِ سماع میں چنگ و رباب وغیرہ حرام باجے نہ ہوں۔ (کھانے اور نماز کا وقت نہ ہو۔ اس میں عورتیں شریک نہ ہوں)۔

خرقہ شیخ کی قسم:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جب کبھی سماع سنا تو قسم ہے خرقہ شیخ کی اس کو حضرت شیخ کے اخلاق و اوصاف پر محمول کیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت کی حیات میں سماع میں قوال نے یہ غزل شروع کی۔

مخرام بدیں صفت مبادا کز چشم بدت رسد گزندی

اور مجھ کو اخلاق پسندیدہ و اوصافِ شیخ و کمال بزرگی و غایت فضل و لطافت ان کی

یاد آئی اور اس وقت ایسی حالت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ قوالوں نے چاہا اور آگے کچھ گائیں مگر مجھ کو اسی کی تکرار میں مزہ آتا تھا۔ یہ بیان کرتے وقت حضرت پر بے اختیار گریہ طاری تھا۔ حاصل کلام یہ کہ سماع اہلِ دل کیلئے حلال ہے اور نا اہل کیلئے حرام ہے۔ لِاَهلہٖ حلال ولغیرہٖ حرامٌ۔

حضرت بابا صاحب کے فرمودہ چند اوراد و وظائف

حضرت بابا صاحب کے فرمودہ چند اوراد و وظائف لکھنے سے قبل یہ گذارش کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ان کو عمل کرنے سے پہلے اپنے ہادی و مرشد سے اجازت لے لیجئے اور مرشد نہ ہونے کی صورت میں کسی صاحب نعمت درویش سے اجازت حاصل کیجئے بے اجازت نہ پڑھئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اہل ذکر سے پوچھنے اور اجازت لے لینے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (پ۱۴ النحل ۴۳)

بزرگوں کی اجازت کے بغیر عمل پڑھنے سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے کیونکہ وہ اپنی اجازت کے ساتھ انوار و اثرات منتقل کرتے ہیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

طاعتے وورد ے کہ از نفس صاحب نعمتے پذیرفتہ میشود در ادائے آں راحتے دیگر است۔ باز فرمود کہ چند ورد است کہ من برخود واجب کردہ ام و چند ورد دیگر است کہ از خواجہ خود یافتہ ام میانِ ہر دو تفاوت بسیار است۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۴۲۸)

یعنی جو طاعت اور ورد وظیفہ کسی صاحبِ نعمت شخص سے حاصل ہوتا ہے اس کے ادا کرنے میں ایک اور ہی راحت ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ چند ورد ہیں جن کو میں نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے اور چند

Scanned with CamScanner

دوسرے ورد میں جو مجھے اپنے خواجہ (حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل ہوئے ہیں ان دونوں کی کیفیت واثرات میں بہت بڑا فرق ہے۔

شیخ نورانی ز حق آگاہ کند   با سخن ہم نور را ہمراہ کند

اس تمہید کے بعد اب آپ سنیئے کہ:

تعویذ: تعویذ کے معنی پناہ اور حفاظت کے ہیں۔اصطلاح میں ایسا نقش جس کو حاصل کرنے سے مطلوب ومقصود پورا ہوجائے۔

بزرگوں نے تعویذ لکھنے والے کیلئے یہ چار شرطیں ضروری قرار دی ہیں۔

1- طہارت ظاہری کا سختی سے پابند ہو اور ہمیشہ باوضو تعویذ لکھے۔فقرا کے ہاں طہارت کے چار درجے ہیں۔

(i) یہ کہ اپنے جسم اور کپڑوں کو نجاست سے پاک وصاف رکھے۔

(ii) اپنے اعضاء کو گناہ سے پاک کرے۔

(iii) اپنے دل کو اخلاقِ ذمیمہ سے پاک کرے۔

(iv) اپنے سر کو ماسوا اللہ سے پاک کرے۔

2- تعویذ لکھنے والا اپنی روزی حلال سے حاصل کرتا ہو۔

3- جھوٹ نہ بولتا ہو۔

4- تعویذ لکھنے کی اجازتِ صحیحہ رکھتا ہو۔تعویذ کی زکوٰۃ نکال چکا ہو۔

ان شرائط کے ساتھ جو تعویذ لکھا جائے گا۔وہ انشاء اللہ تعالیٰ بااثر ہوگا اور اثر تو مؤثرِ حقیقی کی عطا وبخشش ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات حسنین علیہ السلام کے گلے میں یہ الفاظ لکھ کر بندھوائے تھے۔

اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات من شر کل شیطان وھامة ومن شرّ کل عین لامة۔(حصن حصین وسیر الاولیاء)

غزوۂ خندق میں حضور اقدس ﷺ نے ایک مٹھی کنکر اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکے اور فرمایا:

شاھت الوجوه وعنت الوجوه۔

جس سے ایک دم سخت آندھی اٹھی اور سب کافر درہم برہم ہوگئے۔

دعا اور تعویذ کی اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ:

ایک دفعہ حضرت بابا صاحب نے اپنے پیر ومرشد حضرت جناب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مجھ سے لوگ تعویذ لینے آتے ہیں کیا حکم ہے۔آپ نے فرمایا:

کار نہ بدست تست وز بدست من تعویذ نام خداست وکلام خدائے تعالیٰ می نویس ومی دہ۔(فوائد الفواد صفحہ ۲۰)

یعنی کام بنانا نہ تمہارے ہاتھ میں ہے اور نہ میرے۔تعویذ خدا کا نام ہے اور اسی کا کلام ہے۔لکھ دیا کرو۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعدہ:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تعویذ لکھنے کا کام حضرت مولانا سیّد بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھا۔ایک دن وہ موجود نہ تھے۔حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ[1] خیال تھا کہ کسی دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعویذ لکھنے کی اجازت لوں گا۔

تعویذ لینے والے لوگ کثرت سے جمع ہوگئے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قریب بلایا اور اپنے آگے سے دوات قلم اٹھا کر آپ کو دی اور فرمایا کہ:

"تعویذ بنویس کہ مرید بجہت دادن تعویذ مجازی باید من ترا اجازت دادم

1- فوائد الفواد صفحہ ۲۰۰

کہ تعویذ بنویسی و بہ حاجتمنداں بدہی“۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۴۸)

یعنی تعویذ لکھو کہ مرید کو تعویذ دینے کا بھی مجاز ہونا چاہیے۔ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تعویذ لکھا کرو اور حاجت مندوں کو دیا کرو۔

اس حکم اور اجازت سے آپ تعویذ لکھ کر لوگوں کو دینے لگے۔ مگر اس دن تعویذ لینے والے اس کثرت سے آئے کہ آپ لکھتے لکھتے تھک گئے۔ جب حضرت نے یہ حال دیکھا تو آپ نے فرمایا:

”تو ہمیں زماں از نوشتن دعا ملول شدی در آنگہ حاجت منداں بسیار بر درِ تو خواہند آمد و دعا التماس خواہند کرد حال تو چگونہ خواہد شُد“۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۴۸)

یعنی تو ابھی سے دعا لکھنے سے ملول ہو گیا۔ جب تیرے دروازہ پر حاجت مند کثرت سے آئیں گے۔ دعا و تعویذ طلب کریں گے اس وقت تیرا کیا حال ہو گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض کیا:

”مخدوم مرا بزرگ گردانید۔ وخلافت خود کہ بس بزرگ دولتے است مرا فرمود۔ و من مرد متعلم واز اختلاطِ دنیا پیوستہ متنفر بودم وایں کار عہدہ بزرگ است اندازہ من بے چارہ نیست ہمیں ارادت مخدوم ونظر شفقت درکار من کافی است“۔

یعنی مخدوم نے مجھے بزرگی عطا فرمائی اور اپنی خلافت سے جو بہت بڑی دولت ہے۔ سرفراز فرمایا میں بیچارہ ایک طالب علم ہوں اور اختلاطِ دنیا سے ہمیشہ متنفر ہوں اور یہ عظیم عہدہ ہے۔ جو میری طاقت سے باہر ہے۔ حضور کی مریدی اور آپ کی نظرِ شفقت مجھے پوری طرح کافی ہے۔

یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

”ایں کار از تو نیکو خواہد آمد“۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۳۴۸)

یعنی یہ کام تجھ سے بہت اچھی طرح انجام پائے گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اپنی عاجزی اور درماندگی ظاہر کی جسے سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور سلطان المشائخ کو قریب بلایا اور اپنے پاس بٹھا لیا اور فرمایا:

”نظام بدانکہ فردا مسعود بندہ را در درگاہِ بے نیازی آبروئے خواہد بود یا نہ اگر خواہد بود من باتو عہد میکنم کہ پائے در بہشت نہ نہم تا ایشاں را کہ تو دست بیعت دادہ با خود در بہشت نہ برم“۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۳۴۸)

یعنی نظام یہ سمجھ لو کہ قیامت کے دن درگاہِ بے نیازی میں مجھ بندۂ مسعود کی کچھ آبرو ہو گی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ جنت میں اس وقت تک قدم نہیں رکھوں گا جب تک کہ تمہارے تمام مریدوں کو اپنے ہمراہ نہ لے لوں

ماندار یم غمِ دوزخ و سودائے بہشت
ہر کجا خیمہ زدی اہلِ دل آنجا آیند

(سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

پھوڑے کا تعویذ:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا ایک پڑوسی تھا۔ جس کا نام محمد تھا۔ اس کے ہر سال نارو پھوڑا نکلا کرتا تھا۔ جس سے وہ بہت آزردہ اور پریشان تھا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ میں حضرت بابا صاحب کی خدمت میں اجودھن جا رہا ہوں۔ تو اس نے مجھ سے کہا کہ حضرت سے میرے لیے تعویذ لیتے آنا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بلا سے نجات دے۔ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو میں نے اس کیلئے تعویذ کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا: تم ہی لکھ دو میں نے تعویذ لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے اس کو ملاحظہ فرمایا اور پھر مجھے دے دیا۔ جب

Scanned with CamScanner

میں واپس آیا تو وہ تعویذ اپنے پڑوسی کو دیا۔ پھر اس کو تمام عمر وہ پھوڑا نہ نکلا۔ کسی نے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے اس تعویذ میں کیا لکھا تھا۔ آپ نے جواب دیا۔

اللّٰہ شافی۔ اللّٰہ کافی۔ اللّٰہ معافی۔ (فوائد الفواد صفحہ ۶۲)

سورۃ بروج بھی پھوڑے اور زخم وغیرہ کیلئے اکسیر ہے گیارہ دفعہ پڑھ کر دم کرنا چاہیے۔

صحتِ اعراب:

امیر حسن علاء سنجری نے فوائد الفواد میں اور امیر خورد کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ میں ایک دعا اٹھائی اور آواز دی کہ اس دعا کو کون یاد کرے گا؟ حضرت نظام الدین اولیاء نے خیال کیا کہ حضرت کا اشارہ میری طرف ہے۔ لہٰذا آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور عرض کیا اگر حکم ہو تو بندہ اس دعا کو یاد کر لے۔ حضرت نے وہ دعا آپ کو عنایت کر دی۔ پھر آپ نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ آپ کے سامنے پڑھ لوں۔ پھر حفظ کروں گا تا کہ دعا اعراب کی صحت کے ساتھ یاد ہو۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا پڑھو جب آپ نے دعا پڑھی تو اعراب کی صحت فرمائی۔ اگرچہ جس طرح حضرت نے پڑھا تھا۔ وہ بھی بامعنی تھا۔

تھوڑی دیر میں وہ دعا آپ کو یاد ہو گئی اور آپ نے حضرت سے عرض کیا کہ حضور دعا یاد ہو گئی ہے سن لیجئے۔

پھر آپ نے دعا پڑھی اور جس طرح حضرت نے اعراب کی صحت فرمائی تھی اسی طرح پڑھا۔ جب آپ دعا سنا کر باہر آئے تو حضرت سیّد بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحسین کہی۔ جس پر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ:

"اگر سیبویہ کہ واضع ایں علم است وآں دیگر کہ بانی ایں قواعد بودند بیایند و مرا گویند کہ ایں اعراب ہمچناں نیست کہ خواندی ہمچناں نخوانم کہ شیخ فرمود

مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمود کہ ایں آداب کہ تو نگہ میداری از ماہیچ کس را میسر نیست"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۹۱)

یعنی اگر سیبویہ کہ جو اس علم کا وضع کرنے والا اور وہ دوسرے لوگ جو ان قواعد کے بانی تھے۔ آئیں اور مجھے کہیں کہ یہ اعراب اس طرح نہیں ہیں جس طرح تو نے پڑھا ہے۔ تب بھی میں اسی طرح پڑھوں گا۔ جس طرح میرے مخدوم نے فرمایا ہے۔

یہ سن کر مولانا بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ آداب جو تم ملحوظ رکھتے ہو ہم میں سے کسی کو میسر نہیں ہیں۔

اصل چیز صحیح عقیدہ ہے:

مرید کو چاہیے کہ شیخ کے متعلق اعتقاد درست رکھے۔ کیونکہ اس راستے میں اصل چیز درست عقیدہ ہے۔ جس طرح مومن اپنے صحیح عقیدہ کے سبب گناہ سے کافر نہیں ہو جاتا اسی طرح مرید اگر درست اعتقاد رکھے گا تو لغزش سے مرتد طریقت نہیں ہو گا۔

حضرت بابا صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کلام میں اصل چیز درست عقیدہ ہے جو اچھا اور صحت مند اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ ضرور قابل ہو گا اور اپنے صحیح عقیدہ کی بنا پر کچھ پا لے گا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے درست عقیدہ کے متعلق یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک شخص حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مرید ہونے کیلئے آیا آپ نے اس سے فرمایا۔ اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کہوں تجھے وہی کرنا ہو گا۔ اس نے اقرار کیا۔ پھر شیخ نے فرمایا۔ کلمہ پڑھ۔ اس نے کلمہ پڑھا۔ لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ آپ نے فرمایا یوں پڑھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ شبلی رسول اللّٰہ۔ اس نے فوراً اسی طرح پڑھا تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"شبلی رحمۃ اللہ علیہ چاکر کینہ آں حضرت است۔ رسول اللہ ہماں است من

Scanned with CamScanner

اعتقاد ترا امتحان می کردم"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۲۳۱ و سیر الاولیاء صفحہ ۳۳۸)

یعنی شبلی رحمۃ اللہ علیہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام ہے۔ رسول اللہ تو وہی ہیں میں تو صرف تیرے اعتقاد کا امتحان کرتا ہوں۔

اسی کے مطابق حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سیّد بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دی اور مولانا موصوف نماز میں تھے۔ اسی حالت میں نماز میں آپ نے بلند آواز سے فرمایا لبیک۔ پھر اسی محل میں فرمایا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے کہ آپ نے ایک صحابی کو آواز دی وہ نماز میں مشغول تھے۔ بعد فراغت حاضر ہوئے تو حضور نے ان سے پوچھا اتنی دیر سے کیوں آئے۔ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ قرآن پاک میں ہے جب تم کو اللہ تعالیٰ کا رسول آواز دے فوراً جواب دو۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے اسی مناسبت سے فرمایا کہ:

"فرمانِ شیخ ہم چو فرماں رسول است علیہ الصلوٰۃ والسّلام"۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۳۳۷ و فوائد الفواد صفحہ ۲۳۱)

یعنی فرمان شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان جیسا ہے۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ سے کسی نے سوال کیا کہ ایک مرید ایسا ہے کہ پانچ وقت نماز پابندی سے پڑھتا ہے اور معمولی وظیفہ پڑھ لیتا ہے۔ لیکن اپنے شیخ و مرشد سے بہت محبت رکھتا ہے اور ان کی طرف سے اعتقاد صحیح رکھتا ہے اور دوسرا مرید ایسا ہے کہ طاعت و عبادت کثرت سے کرتا ہے۔ ورد و وظیفہ بھی بہت پڑھتا ہے اور حج بھی کر آیا ہے۔ لیکن شیخ کی محبت اور صحیح عقیدہ ان کی نسبت نہیں رکھتا۔ ان دونوں میں سے کون بہتر اور اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"آنکہ معتقد و مُحبّ شیخ است بعد ازاں برزبان مبارک راند آنکہ مُحبّ و

معتقد شیخ باشد یک وقت او بر ہمہ اوقات آں متعبّد ست اعتقاد شرف دارد"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۳۹)

یعنی وہ بہتر ہے جو اپنے شیخ کا محبّ اور معتقدِ صحیح ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو محبّ و معتقدِ شیخ ہوتا ہے۔ اس کا ایک وقت اس متعبّد ست اعتقاد کے سب اوقات پر شرف و فوقیت رکھتا ہے۔

ایک شخص حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھنوتی سے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آنا ہوا اور کیسے آنا ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ حضور میں لکھنوتی سے آیا ہوں اور صرف دعا کرانے کیلئے آیا ہوں یہ سن کر حضرت نے اپنے ہاتھ دعا کیلئے بلند کیے اور حاضرین سے بھی فرمایا۔ اس شخص کیلئے دعا کرو۔

کچھ دیر کے بعد آپ نے اس سے پھر پوچھا کوئی کام ہو تو بتاؤ۔ کس غرض سے اتنا سفر کیا۔ اس نے عرض کیا حضور صرف دعا کرانے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اس کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔

جب آپ نے اس کی یہ بات سنی تو آپ پر گریہ طاری ہوگیا اور آپ نے فرمایا:

عقیدہ ہمچنیں باید و نیز فرمود عقیدہ ایں کس بہ از فعلِ ایں کس است فعل بنفسہ باشد و عقیدہ لغیرہ۔

یعنی عقیدہ ایسا ہونا چاہیے۔ پھر اس کیلئے دعا کی اور فرمایا اس کا عقیدہ اس کے عمل سے اچھا ہے کیونکہ فعل لِنفسہ ہوتا ہے اور عقیدہ لغیرہ اور عقیدہ لغیرہ میں عمل بہترین ہو جاتا ہے۔

دعائے خاص:

حضرت خواجہ نظام الدین نے فرمایا کہ ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ[1] یہ دعا مجھ کو عطا فرمائی اور کہا کہ اس کی مواظبت کرو تا کہ میں تم کو اپنا خلیفہ مقرر کروں۔

۱- سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۶

Scanned with CamScanner

بسم اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

یا دائم الفضل علی البریّه   یا باسط الدین بالعطیّه

یا صاحبَ المواهب السنیّه   یا دافعُ البلاءِ والبلیه

صلّی علی محمد وعلی آلہٖ البررۃِ النقیه واغفرلنا بالعشاء والعشیة ربّنا توفنا مسلمین والحقنا با الصالحین و صلی علی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی الملائکة المقربین وسلم تسلیما کثیراً کثیرا برحمتك یا ارحم الرحمین۔

اس دعا کی مواظبت کے بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کاغذ، قلم اور دوات منگائی اور مولانا سیّد بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: لکھو۔ خود حضرت عربی بولتے جاتے تھے اور مولانا لکھتے جاتے تھے۔ جب خلافت نامہ مکمل ہوگیا تو آپ نے دستخط کیے۔ مہر لگائی اور پھر مولانا نے دستخط کیے۔ اس کے بعد بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس خلافت نامہ کو ہانسی میں مولانا جمال الدین کو اور دہلی میں قاضی منتجب الدین کو دکھا لینا اور ان کے دستخط بھی کرالینا۔

قابلِ طلب تین چیزیں:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ مناجات کے وقت حضرت حق تبارک وتعالیٰ سے یہ تین چیزیں مانگنی چاہئیں۔

از حضرت تو سہ چیز می خواہم من   وقت خوش آب دیدہ و راحتِ دل

اہم وقت:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ کر دیا تھا کہ:

''میاں نمازِ پیش پیشین ونمازِ دیگر روز چہار شنبہ غنیمت دار''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۴۲۳)

بدھ کے دن نماز ظہر وعصر کے درمیانی وقت کو اہم سمجھنا۔

ہر بیماری کیلئے دعا:

فَاتحہ الکتاب شَفَاءِ لِکُلِ داءِ۔ (سورہ فاتحہ ہر مرض کی دوا ہے)

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ایک لاکھ مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھواؤ۔[1] چنانچہ آپ نے سب پیر بھائیوں کو جو اس وقت جماعت خانہ میں موجود تھے ایک خاص تعداد پڑھنے کیلئے بتادی اور خود بھی دس ہزار مرتبہ پڑھی اور فرمایا کہ حصولِ مراد کیلئے خصوصاً شفائے امراض کیلئے[2] سورۃ فاتحہ کا ختم پڑھنا چاہیے۔ صبح کی فرض وسنت کے درمیان چالیس دن تک اکتالیس مرتبہ روزانہ سورۃ فاتحہ اس طرح پڑھی جائے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا میم الحمد کے لام سے ملا کر پڑھے اور الرحمٰن الرحیم کی تین مرتبہ تکرار کرے اور آمین تین مرتبہ کہے۔

قضائے حاجات کا مجرب وظیفہ:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اگر کسی کو ایسی مشکل پیش آئے کہ کسی طرح حل نہ ہوتی ہو تو اس کو چاہیے کہ چاند کی پندرھویں شب کو (چودہ تاریخ کا دن گذر کر) بعد نمازِ عشا تازہ وضو کرے۔ قبلہ رخ بیٹھ کر انیس ہزار مرتبہ پڑھے۔ وَاللّٰہ المُستَعَان'' اور ہر ہزار کے بعد سجدہ کرے اور تین بار آمین کہے اور پھر اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ حق تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرمادیں گے اور اس کے مقصد میں کامیابی ہوگی۔

حزرِ یمانی:

یہ دعا افضل الادعیہ، سریع الاجابت، کثیر البرکت اور آیت من آیات اللہ ہے۔

1- سیر الاولیاء صفحہ ۴۲۸

2- فوائد الفواد صفحہ ۵۹

تقریباً تمام اولیاء اللہ نے اس کو اپنا ورد بنایا ہے۔ اس میں آثار عجیبہ اور اسرارِ غریبہ اور اسمِ اعظم پوشیدہ ہے۔

1- اس دعاء کی تلاوت کے وقت تین چار سجدہ کرنے ہوتے ہیں اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ صبح کی نماز کے بعد اپنی خاص مشغولی کے دوران دراز سجدے کیا کرتے تھے۔

2- حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ورد میں یہ دعا تھی جو آپ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔

3- حضرت مولانا سیّد بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی اس دعا کا ورد کرتے تھے اور آپ نے بھی یہ دعا حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی تھی۔

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بلخی کی دعا:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضرت حق جل مجدہٗ کو دیکھا اور سوال کیا الٰہی تجھ سے کس طرح حاجات طلب کی جائیں۔ ارشاد ہوا کب تک لغو حاجات کے پیچھے پھرے گا۔ پھر یہ دعا تعلیم کی۔

اللّٰھم رضّنی بقضائك وصبر فی علٰی بلاكَ واوز عنی شکر نعمائك واسالك تمام نعمتك و دوام عافیتك اللّٰھم جبتنی فی قلوب المومنین۔

دُعائے فریدی:

یہ دعا بھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں شامل تھی اور آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمائی تھی۔

الٰھی ضاقت المذاھب اِلّا الیك وخابت الاٰمال الّا لدیك وانقطع الرجاء اِلّا عنك وبطل التوکل الّا علیك رب لا تذرنی فرداً

وانت خیر الوارثین بحق انزلنا لا وبحق نزل کھیٰعص و حٰم عٓسٓقٓ صلی اللّٰہ علٰی سیّدنا محمد و آلہٖ اجمعین۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۴۲۳)

دعائے سالک:

بِسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ علی الاسلام الحمد للّٰہ علی السنۃ والجماعۃ الحمد للّٰہ الذی علمنا علمًا نافعًا ولم یترکنا عمیان القلوب۔ الحمد للّٰہ علی الصحۃ والسلامۃ الحمد للّٰہ الذی اذھب عنا الغضب و الحسد و الحزن ولم یجعلنا من المغضوبین علیھم الحمد لِلّٰہ بکُلّ نعمۃً ودنیاءَ دینا۔ الحمدُ للّٰہ علی التوفیق والحمد للّٰہ علی کلّ حال الحمد للّٰہ علی نعمائہٖ فی السّرِ والعلانیۃ الحمد للّٰہِ رب العٰلمین الحمد للّٰہ الذی اذھب عنا الحزنِ ان ربنا لغفور شکور الحمد لِلّٰہ الذی اجعلنا دار المقامہ من فضلہٖ۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۴۲۳)

یہ دعا بھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ورد میں تھی اور آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ محبوب الٰہی کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

دیگر:

اللّٰھُمَّ ادخل فی قلبی السرور واذھب عنا الھم والحزن۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۴۲۳)

دیگر:

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنزَلتَ وَاتَّبَعنَا الرَّسُولَ فَاكتُبنَا مَعَ الشّٰھِدِینَ اللّٰھم اجعل من بین ایدینا نوراً ومن خلفنا نوراً وجعلہ فائدہً

وضیاءً ودلیلا الی جناتك النعیم ودارك دار السلام مع
الذین انعمت علیهم من النبیّن و الصدیقین والشهداء
والصالحین وَحَسَنَ اولئك رفیقا۔ (سیرالاولیاء صفحہ۴۲۳)

دیگر:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

اللّٰهم ان نفسی تقریها وزکها انتخیر من زکها انت ولیُها
ومولٰها فاغفرها واقبل معذرتها اللهم انت لی کما احبّ
فاجعلنی لك کما تحب اللهم اجعل سیریرتی طاهرة وخیراً
من علانیتی طاهرة وصالحة اللهم ارزقنی حسن الاختیار
وصدق الافتقارو صُحْبَتُ الاخیار والابرار یا خالق الجنة
والنّار مناجالا۔

دُعائے مقبول:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا مجھے سکھائی تھی۔

اللّٰهم ان دخل الشك فی ایمانی بك ولم اعلم به تبت عنه
واقول لا اله الّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه اللهم ان دخل الکفر
فی اسلامی ولم اعلم به تبتُ واقول لا اله الّا اللّٰه محمد
رسول اللّٰه اللهم ان دخل الشرك فی توحیدی بك لم اعلمُ
به تبتُ عنه واقول لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه۔ اللهم ان
دخل الشبه فی معرفتی ایّاك ولم اعلم به تبت واقول لا اله
الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه۔ اللهم ان دخل النفاق فی قلبی

ولم اعلم به تبتُ عنه واقول لا اله الّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه۔
لا حول ولا قوة الّا باللّٰهِ العلی العظیم وصلی اللّٰه علی خیر
خلقه سیّدنا محمدٍ وآلهٖ اجمعین۔

نمازِ اشراق وچاشت واوابین:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پہلے روز چھ رکعت نفل کی تعلیم دی تھی۔

1- دو رکعت نماز اشراق جس کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی خالدون تک ایک بار اور دوسری رکعت میں فاتحہ آمن الرسول تا آخیر سورہ ایک بار پڑھنے کیلئے فرمایا۔

2- دو رکعت نماز استعاذہ بعد از اشراق جس کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ سورہ فلق ایک بار اور دوسری میں بعد فاتحہ سورہ ناس ایک بار پڑھنے کیلئے فرمایا۔

3- دو رکعت نماز استخارہ بعد از استعاذہ جس کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ سورۃ کافرون ایک بار اور دوسری میں بعد سورہ فاتحہ اخلاص ایک بار پڑھنے کیلئے فرمایا۔

پھر کچھ روز کے بعد اوابین کی چھ رکعت اور دو رکعت حفظ الایمان تعلیم فرمائیں۔

نماز اوابین کی پہلی رکعت میں چھ مرتبہ سورۃ اخلاص ایک مرتبہ سورہ فلق اور دوسری میں چھ مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۂ ناس پڑھے اور اسی طرح چھ رکعتیں پوری کرے اور بعد سلام سر سجدہ مین رکھے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے اور چھ مرتبہ پڑھے (دو رکعت کی نیت باندھے)

اللّٰهم ارزقنی توبة توجب محبتك فی قلبی یا مُحبّ التوابین۔

پھر حفظ الایمان کے دو نفل ادا کرے۔ پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ ۱۲ مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ سورہ فلق اور دوسری مرتبہ ۱۲ مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ سورہ ناس پڑھے اور بعد سلام اسی طرح سجدہ میں سر رکھ کر سات مرتبہ کہے۔

Scanned with CamScanner

یا حیّ یا قیوم ثبتنی علٰی الایمان۔

خوشحالی کا وظیفہ:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک رات مجھے خواب[1] میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور آپ نے مجھے فرمایا کہ ہر روز یک صد مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لَا شریکَ لَہٗ لہُ الملکُ وَلہ الحمدُ وھو علٰی کُلِّ شیءٍ قدیْر۔

پھر ایک عرصے کے بعد میں نے کتبِ مشائخ میں لکھا ہوا دیکھا کہ جو شخص اس دعا کی مداومت کرے گا۔ بغیر اسباب خوش حال زندگانی گزارے گا۔

اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جس نے یہ دعا دس مرتبہ پڑھی تو گویا اس نے دس غلام آزاد کیے۔

سورۃ نبا پڑھنے کا حکم:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ارشاد[2] فرمایا کہ نظام بعد نماز عصر سورۃ نبا پڑھا کرو میں نے عرض کی ایک مرتبہ فرمایا پانچ مرتبہ۔

''ہر کہ بعد عصر ہر روز پانچ بار سورۃ نبا بخواند او اسیر حق شود۔ شمار مدام ہم این باشید'' (فوائد الفواد صفحہ ۶۲)

یعنی جو کوئی عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورہ نبا (عما یتسالون) پڑھتا رہے وہ اسیر حق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تم ہمیشہ اس کی مواظبت کرنا۔

1- سیر الاولیا صفحہ ۴۲۷
2- سیر الاولیا صفحہ ۴۲۸

قرآن شریف حفظ ہو جانے کا وظیفہ:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب کوئی آپ کی خدمت میں آکر عرض کرتا کہ یا حضرت میں قرآن شریف حفظ کرنا چاہتا ہوں تو آپ اس کیلئے دعا کرتے اور پھر اس کو ارشاد فرماتے کہ پہلے سورہ یوسف[1] یاد کرو۔ اس کی برکت سے اللہ تعالٰی پورا قرآن شریف عطا فرمائے گا۔

دروازہ عشق کی کُنجی:

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحب زادہ مجذوب ہوگئے تھے۔ ایک دن وہ ہوش میں تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کا یہ حال کس طرح ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے والد سے فرمایا تھا کہ:

''ہر کہ سورہ یوسف یاد گیرد و آں را ہزار بار بخواند۔ ابواب نعمائے و دلائے حق برو کشادہ گردد''۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۴۲۹)

جو کوئی سورۂ یوسف کو یاد کرے اور اس کو ہزار مرتبہ پڑھے۔ اس پر نعمت حق کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھ کر سورہ مذکور کو پورے ہزار مرتبہ پڑھا۔ یہ اس کا اثر ہے۔ جو تم دیکھتے ہو۔

قبولیت دعا کا طریقہ:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ:

اللّٰہ یستحیی من العبدِ ان یرفع الیہ یدیہِ وَیَرُدُّھما خائبین۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۴۷)

یعنی اللہ تعالٰی حیا کرتا ہے۔ اپنے بندے سے کہ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کو

1- سیر الاولیاء صفحہ ۴۲۸

پکارے اور وہ اس کے ہاتھوں کو خالی اور نا امید واپس کر دے۔

فرمایا جو شخص گوشۂ تنہائی میں جا کر تازہ وضو سے دو نفل پڑھے۔ بعد سلام آسمان کی طرف منہ کرے اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور ایک سو مرتبہ یا رب کہے تو جو دعا مانگے قبول ہو اور اگر ایک ہزار مرتبہ پڑھے یقیناً مراد پوری ہوگی۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۴۲۸)

کشائش رزق کا وظیفہ:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تنگی معاش دور کرنے کیلئے لوگوں کو ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ سوتے وقت سورہ جمعہ تلاوت کیا کرو۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر شب پانچ مرتبہ سورہ جمعہ پڑھنی چاہیے۔

شب برات کے نفل:

درویشوں اور فقیروں کیلئے یوں تو ہر شب شب برأت ہوتی ہے مگر سال میں چند مخصوص اور خطاب یافتہ راتیں ایسی بھی ہیں۔ جن میں عوام کو بھی بیدار رہ کر طاعت و عبادت کرنی چاہیے۔ ان راتوں میں ایک شب شب برات بھی ہے۔ مرشدانِ کامل اپنے مریدین کو غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک بیدار رہنے اور خاص طور پر گزارنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس رات جماعت کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے۔

ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا نفل بھی جماعت کے ساتھ پڑھے جاسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں بعض مشائخ اور بزرگوں نے جماعت سے پڑھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شب برأت میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

نمازے کہ دریں شب آمدہ است بجماعت بگذارد تو امامت کن ہمچناں

کردہ شد۔ (فوائد الفواد صفحہ ۸۸)

یعنی نماز جو آج رات کیلئے ہے۔ جماعت سے پڑھو اور تم امام بنو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تھا۔

نوٹ: اس رات صلوٰۃ التسبیح پڑھی جاتی ہے اور بعد نمازِ مغرب تین مرتبہ سورۃ یٰسین پڑھنی چاہیے۔

1- بہ نیت کفارہ گناہاں۔

2- بہ نیت درازی عمر۔

3- بہ نیت ترقی رزق۔

اور بعض کا ارشاد ہے کہ ۱۰۰ رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ ۱۰ مرتبہ سورۃ اخلاص اور ۱۰۰ مرتبہ یہ کلمہ بھی اس رات پڑھنا چاہیے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

حضرت بابا صاحب کے اقوالِ مبارک:

ہم یہاں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوال پیش کرتے ہیں۔ چونکہ علم عمل کرنے کیلئے حاصل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان پر عمل کی کوشش کیجئے۔ وباللہ التوفیق۔

1- فرمایا:[1] دین کی حفاظت علم کے ساتھ کر۔

2- عدل وانصاف میں عزت وحشمت ہے۔

3- جو درویش مال دار ہونا چاہتا ہے۔ وہ صرف حریص ہے۔

4- امام شافعی کا قول ہے کہ میں دس سال صوفیا کرام کی خدمت میں رہا تو مجھے معلوم ہوا کہ وقت کیا چیز ہے۔

5- علماء اشرف الناس ہیں اور فقراء اشرف الاشراف ہیں۔

1- سیر الاولیاء صفحہ ۷۴، ۷۵

Scanned with CamScanner

6- درویش علماء میں ایسا ہے جیسے آسمان پر ستاروں میں چودھویں رات کا چاند۔

7- رذیل ترین آدمی وہ ہے جو ہر وقت کھانے اور کپڑوں میں مشغول رہے۔

8- نفس کی خواہش پوری نہ کر ورنہ اس کی طمع بڑھ جائے گی۔

9- جاہ و مال کیلئے جان کا خطرہ مول نہ لے۔

10- موت کو کسی وقت مت بھول۔

11- قیاس پر بات مت کہہ۔

12- اپنے آپ کو حُبّ جاہ میں بے عزت نہ کر۔

13- اپنی خاندانی عزت کا خیال رکھ۔

14- نیکی کرنے کیلئے بہانہ ڈھونڈ۔

15- متکبر آدمی کے سب لوگ دشمن ہو جاتے ہیں۔

16- اپنی اندرونی حالت کو ظاہری حالت سے اچھا رکھ۔

17- دولت مندوں کے پاس بیٹھے تو اپنے دین کو نہ بھول۔

18- وقت کا کوئی بدل نہیں۔

19- ہُنر ذِلت سے بھی حاصل کر۔

20- دُشمن کی دشمنی اس سے مشورہ کرنے میں ٹوٹ جاتی ہے۔

21- کوئی مصیبت جب خدا کی طرف سے آئے گی تو تُو اس سے بھاگ کر کہاں جائے گا۔

22- اگر درویش فاقہ سے مرجائیں تو بھی لذت نفس کیلئے قرض نہیں لیتے۔

23- دشمنوں کو حتیٰ المقدور راضی کرو۔

24- قرض کو جتنی جلدی ہو سکے ادا کر دو۔

25- کچھ دیر دو آدمیوں کا باہمی تبادلہ خیالات ایک اکیلے آدمی کے دو سالہ غور و فکر سے بہتر ہے۔

26- اپنا نیک و بد مخفی رکھ۔

27- ایسی کوشش کر کہ مرنے کے بعد زندہ و جاوید ہو جائے۔

28- اپنی حرارتِ عملی کو لوگوں کی سرد باتوں سے ٹھنڈا نہ ہونے دے۔

29- نامرادی کا دن مردوں کیلئے شبِ معراج ہے (سُبحان اللہ)

30- صوفی وہ ہے جس سے ہر چیز صاف ہو جائے اور اس کو کوئی شے مکدر نہ کر سکے۔

31- جیسا تو ہے۔ ویسا ہی لوگوں پر ظاہر کر۔ ورنہ اصلیت خود بخود کھل جائے گی۔

32- احمق کو زندہ مت سمجھ۔

33- فرمایا وہ چیز فروخت نہ کر جو خریدی نہ جا سکتی ہو۔

34- ہر ایک کی روٹی نہ کھا البتہ ہر ایک کو کھلا دے۔

35- ہر وقت زیب و زینت میں مصروف نہ رہ۔

36- فرمایا کسی وقت بھی نفس سے لڑائی کو ختم نہ کر۔

37- جو تجھ سے خوف زدہ ہے تو بھی اس سے بے خوف نہ رہ۔

38- فرمایا دروغ نما راستی ترک کر دے۔

39- عاقل نُما نادان سے علیحدہ رہ۔

40- جو چڑیوں کو دانہ ڈالتا ہے ایک دن ہُما بھی اس کے دام میں پھنس جاتا ہے۔

41- اگر تم بزرگانہ مرتبہ کے خواہش مند ہو تو بادشاہ زادوں اور امیروں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

42- فرمایا تدبیر میں نقصان اور تسلیم و رضا میں سلامتی ہے۔

43- بلا کو ہوس کا نتیجہ سمجھ۔

44- گناہ پر شیخی نہ کر۔

45- دل کو شیطان کا کھلونا نہ بنا۔

1- مندرجہ بالا اقوال سیر الاولیاء میں ہیں۔

Scanned with CamScanner

46- تیرا دل جس کی بدی کی گواہی دے اس کے پاس سے فوراً اٹھ جا۔

47- ہر روز نئی نعمت کی تلاش میں رہ۔

48- فرمایا سبکساری اور درشت مزاجی کو اپنا کمزوری سمجھ۔

49- اپنی طاقت پر گھمنڈ نہ کر۔

50- مغرور سے تکبّر برتنا چاہیے۔

51- خداترس وزیر کو ملک کا انتظام سپرد کر دے۔

52- دوست کو تواضع کے ساتھ خوش کر۔

53- اپنے عیبوں سے واقفیت حاصل کر۔

54- دین کا کوئی بدل نہیں۔

55- آرام کا خواہش مند ہے تو حسد نہ کر۔

56- جو ہر ایک کے ساتھ نیکی کرتا ہے اس کو اپنا سمجھ۔

57- حق تعالیٰ سے ساز کر کہ سب لیتے ہیں اور وہ دیتا ہے۔ اس کی دین کوئی روک نہیں سکتا۔

58- فرمایا سات سو بزرگوں سے یہ چار باتیں پوچھیں ہر ایک کا یہی جواب تھا۔

(i) سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ فرمایا: تارک الدُنیا۔

(ii) سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ فرمایا: جو کسی سے متغیر نہ ہو۔

(iii) سب سے زیادہ غنی کون ہے؟ فرمایا: قانع۔

(iv) سب سے زیادہ مفلس کون ہے؟ فرمایا: حریص۔

59-

گیرم کہ بشب نماز بسیار کنی   در روئے دوائے شخصے بیمار کنی
تا دِل نہ کنی ز غصہ و کینہ خالی   صد خرمن گل برسرِ یک خار کنی
اے مدعی بدعویٰ چندیں مکن دلیری   یک حرف راز معنی سہ صد جواب باشد

(تاریخ فرشتہ وسیر الاولیاء)

60- جب فقیر نیا لباس پہنے تو یہ سمجھے کہ کفن پہنا ہے۔

61- انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

62- ایک جذبہ جذبات حق سے دونوں جہان کی عبات سے بہتر ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار:

شعر و سخن کا ملکہ خداداد ہوتا ہے۔ اس میں علم و فضل کا کچھ دخل نہیں۔ بعض لوگ اکتسابی طور پر بھی شعر کہہ لیتے ہیں۔ مگر ایسے اشعار قبولیت عام اور شہرت دوام شاذ و نادر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ

عِلماً اور اکتساباً جو شعر کہا جاتا ہے وہ اگرچہ قواعد و ضوابط شعری پر تو پورا اُترتا ہے۔ مگر عام طور پر درد و اثر سے خالی ہوتا ہے۔ شعر کی روح سوز و گداز ہے اور بغیر عشق و محبت کے سوز و گداز پیدا نہیں ہوتا۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں ہیں جو انسان کو کمال رفعت تک پہنچاتی ہے۔

(1) عقل۔ (2) علم۔ (3) عشق۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو عقل و علم کے بعد ایک اور اعلیٰ اشرف عشق عطا فرماتا ہے تو اس کو کسی اہل دل کی صحبت سے منسلک کر دیتا ہے۔ اہل دل سے مراد عاشقانِ الٰہی ہیں ورنہ گوشت کا لوتھڑا تو سُور اور کتے کے بھی ہوتا ہے۔

اہل دل کی صحبت سے عشق کی سرفرازی حاصل ہوتی ہے اور خصوصاً چشتیوں میں تو عشق و سماع ہی قربِ حق حاصل کرنے کا کامیاب ذریعہ ہیں۔ اگرچہ راہ عشق سخت مشکل ہے مگر مقام پر جلد پہنچ جانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

منزلِ عشق بسے و دور و دراز است و لے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

اور حضرتِ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے عشق کی تعریف میں فرمایا ہے کہ:

برادر عشق مرکبے ہست کہ بیک تگ از دو عالم بیروں شود و جولاں در

لامکاں کُند۔ (قول حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی اے بھائی عشق ایک ایسی سواری ہے جس کی ایک دوڑ دونوں عالم کو عبور کر جاتی ہے اور اس کی جولانیاں لامکاں تک پہنچتی ہیں۔

اور مولانا روم نے تو عشق کو تمام ظاہری اور باطنی بیماریوں کا طبیب فرمایا ہے۔

عشق و محبت میں خود بخود انسان پر ایک ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ جس میں وہ اشعار سنتا بھی ہے اور کہتا بھی ہے۔ عاشق کبھی گانا سنتا ہے اور اپنے حسبِ حال کسی شعر پر رقص و وجد کرتا ہے اور اس کی تکرار میں مزہ آتا ہے اور کبھی خود شعر کہتا ہے اور یہ حال تقریباً سب عاشقوں پر گذرتا ہے اور ہمارے مشائخ جو صوفیاں عاشق ہوئے ہیں۔ اسی کیف و حال میں گانا سنتے ہیں اور ان میں سے بعض نے خود بھی عمدہ اشعار کہے ہیں۔

ہم باب سماع میں تحریر کر آئے ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے ایسے اوقات میں کبھی کبھی شعر سنے جاتے تھے یا آپ دوسروں سے شعر سنتے تھے۔ عربی، فارسی، ہندی، پنجابی زبانوں میں آپ سے کچھ اشعار منسوب ہیں۔

اگرچہ آپ کی مادری زبان فارسی تھی۔ مگر کمال علم اور کثرتِ سیاحت کی وجہ سے آپ کو کئی دوسری زبانوں پر بھی عبور تمام حاصل تھا۔ عربی تو آپ اہلِ زبان کی طرح لکھتے اور بولتے تھے۔ دیکھ لیجئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا وہ خلافت نامہ جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

فارسی و عربی کو چھوڑ کر جس میں چند اشعار آپ سے منسوب ہیں پنجابی زبان میں ایسے اشعار کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ اشلوک فریدی کے نام سے موجود ہے۔ جس مین فرید تخلص بھی پایا جاتا ہے۔ اسی تخلص کے سبب لوگوں کو یہ گمان ہے کہ یہ اشعار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ فرید نام کے تین بزرگ مشہور ہیں۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ۔ ابراہیم فرید ثانی خواجہ غلام فرید۔ موخر الذکر دونوں پنجابی

کے بہترین شاعر ہوئے ہیں۔ تعجب نہیں کہ ان کے کلام کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بنانے کی کوشش کی گئی ہو۔

چند معقول دلائل کی بناء پر یہ مجموعہ اشلوک فریدی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام متحقق نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرت شیخ ابراہیم عرف برہم فرید ثانی کا کلام ثابت ہوتا ہے۔ جنہوں نے اس طرح دوہوں کے ذریعہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی تعلیمات و مجاہدات کو لوگوں تک پہنچایا۔ اب یہ دلائل آپ بھی سنیئے۔

سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں ایک سو بارہ اشلوک اور چار شبد ہیں جن کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بتایا جاتا ہے۔ مگر خود سکھوں کا اہل علم طبقہ ان اشلوک اور شبد کو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نہیں مانتا۔ بلکہ دیوان شیخ ابراہیم عرف برھم فرید ثانی کا کلام بتاتا ہے۔ جو آستانہ عالیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارھویں سجادہ نشین تھے اور پنجابی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے اور فرید تخلص کرتے تھے۔

گورو نانک خود فقیر تھے اور فقیروں سے محبت کرتے تھے۔ وہ جہاں بھی جاتے فقراء کے پاس ٹھہرتے اور انہی کی مجلس کو پسند کرتے تھے۔ جب وہ پاکپتن شریف آئے تو یہاں دیوان شیخ محمد ابراہیم فرید ثانی سے ان کی ملاقات ہوئی اور وہ ان سے بہت متاثر ہوئے اور ان کا کلام اپنے ہمراہ لے گئے۔

صاحب گلزار فریدی کا بیان ہے کہ:

''بابا نانک صاحب جو اقوام ہندو کا پیشوا ہے۔ ان کے ساتھ گفتگو ان کی ہوئی۔ چنانچہ بابا نانک نے کلام حضرت کو اپنی پوتھی و گرنتھ ہائے میں درج کیا ہے''۔ (گلزار فریدی صفحہ ۹۲)

کاہن سنگھ نابھہ جنہوں نے انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر لکھی ہے اس کلام کو جو گرنتھ صاحب میں ہے فرید ثانی کا کلام بتاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

سری گورو نانک جی دی ملاقات شیخ برھم (ابراہیم) جی نال ہوئی جنہاں

Scanned with CamScanner

دے نال فرید ثانی۔ بلراجہ ثالث فرید ہیں۔ پرانیاں ساکھیاں تے نانک پرکاش وچ شیخ برھم ہی ناں آونداے۔ فرید ثانی داد یہان ۱۶۱۰ء وچ ہویا اے۔ ایس لئے گورو نانک دے سماکی سن۔ شیخ فرید ثانی دی بانی گورو گرنتھ وچ درج ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر صفحہ ۲۹،۲۴)

اسی طرح اس خیال کی تائید مزید کہ یہ کلام حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں ہے۔ بلکہ شیخ ابراہیم فرید ثانی کا ہے۔ مسز جے ایس مدن کی مشہور کتاب ''پنجابی صوفی شعراء'' (Pamjabi Soofi Poet) سے ہوتی ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ گرنتھ صاحب کے ایک اشلوک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے کسی جانشین کا ہے۔ یہ جانشین بلاشبہ فرید ثانی تھے۔ اشلوک یہ ہے۔

شیخ حیاتی جگ ناں کوئی تھیر رہیا　　جتھے اساں ہاں بیٹھے بیں کیتی بس گیا

یعنی اے شیخ دنیا میں کسی کو بقا نہیں ہے سب کو فنا ہے۔ جس گدی پر آج ہم بیٹھے ہیں اس سے پہلے کئی بیٹھ گئے ہیں۔

مسٹر میکس ارتھر میکالف (Mr. Maurther Macauliffe) نے اپنی کتاب سکھ مذہب (Sikh religion) میں لکھتا ہے کہ:

گرنتھ میں جو اشلوک بابا فرید سے منسوب ہیں وہ یقینی طور پر شیخ براہم کے ہیں۔ (فرید ثانی) کیونکہ بابا نانک کی ملاقات شیخ براہم ہی سے ہوئی اور انہوں نے بابا نانک کو اپنا کلام دیا۔ (شیخ شیوخ العالم صفحہ ۱۵۲)

نیز اشلوک فریدی کو جب ایک صاحب علم و فہم اور سخن گو آدمی پڑھتا ہے تو اس کی زبان ترتیب الفاظ، روزمرہ محاورات وغیرہ میں یکسانیت نہیں پاتی اور جو زبان و الفاظ اس میں استعمال کیے گئے ہیں۔ وہ آج سے ساڑھے سات سو سال پہلے کے معلوم نہیں ہوتے۔

اس سلسلے میں ایک قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ سیر الاولیاء سے (جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں اول اور معتبر ماخذ ہے) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے کبھی اور کسی جگہ اپنے آپ کو فرید نہیں فرمایا۔ اگر آپ کا تخلص فرید ہوتا تو آپ اس کو ضرور استعمال کرتے۔

اوّل تو فقراء انی، انا اور میں کا لفظ استعمال ہی نہیں کرتے۔ اگر ضرورتاً کہیں ایسا کرنا مقصود ہوتا ہے تو یوں کہتے ہیں۔ فقیر کہتا ہے یا فقیر کا خیال یوں ہے یا عاجز یا بندہ عرض پرداز ہے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں صرف تین مقام ایسے ہیں جہاں آپ کی زبان مبارک سے ایسے جملے ادا ہوئے ہیں۔ تو اس میں آپ نے اپنے تئیں مسعود کہا ہے فرید نہیں۔ کیونکہ محقق فرید الدین مسعود ہے۔ فرید الدین فرید نہیں۔

سب سے اول حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ خلافت نامہ ہے جو آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا۔ جس میں آپ نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ مثالِ خلافت میری طرف سے ہے تو الفاظ یہ استعمال فرمائے ہیں۔ من الفقیر المسعود یعنی ایں مثال[1] از فقیر مسعود تمام شد۔

دوسرا مقام وہ ہے جہاں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کل قیامت کے دن اگر مجھ بندہ مسعود کو بارگاہ بے نیاز میں عزت حاصل ہوئی تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک تم کو اور تمہارے سب مریدوں کو اپنے ہمراہ نہ لے لوں گا۔ جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔

فردا مسعود بندہ را در درگاہ بے نیازی آبروئے خواہد بود یا نہ اگر خواہد بود
من با تو عہد میکنم کہ پائے در بہشت نہ نہم تا ایشاں۔ الخ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۴۸)

تیسرا مقام وہ ہے کہ جب حضرت مولانا بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے پیر

1- سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۹

Scanned with CamScanner

بھائی اور حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔آپ کو اپنے ساتھ ایک دعوت میں لے گئے تھے۔جہاں کئی قسم کے میٹھے سلونے لذیذ و مچرب کھانے تھے۔آپ نے اس میں سے صرف چند لقمے لیے تھے اور فرمایا تھا کہ:

مسعود تو اپنا شکم لقمہ چرب و شیریں سے فربہ کرتا ہے۔قرب خدا کیسے حاصل ہوگا۔(خیرالمجالس)

حضرت شیخ علاء الدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں آپ نے پچھلے صفحات میں پڑھا ہے کہ وہ صغر سنی میں کھیلتے ہوئے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ پر جا بیٹھے تھے۔جن کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ مخدوم نے دانتوں میں انگلی دبائی تھی اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پلٹ کر حضرت علاء الدین کو اپنے سجادہ پر بیٹھے دیکھا تھا تو مقامی زبان میں فرمایا تھا۔

"منج تہ بھی یعنے بگذار یدو تا بنشیند"۔(سیرالاولیاء صفحہ ۱۹۴)

یعنی چھوڑ دے بیٹھا رہنے دے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ یہ الفاظ کس زبان کے ہیں اور ان کی ہیئت قضائی کیا ہے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲ سال ہانسی میں اور ۲۴ سال اجودھن میں گذارے ہیں۔کھتوال کا مجموعی زمانہ قیام ۱۸ سال ہوتا ہے اور کھتوال ضلع ملتان میں ہے اور ملتان میں بھی آپ نے ۵ سال تو طالب علمی کے زمانے میں گذارے ہیں اور یوں بھی آپ کا وقت وہاں گذرا ہے۔

اصغر علی چشتی نے جواہر فریدی میں ایک دودو ہے لکھے ہیں ان دوہوں میں ہندی کا اثر غالب ہے۔

الغرض ہم نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پنجابی کلام کے متعلق چند وقیع آراء آپ کے سامنے پیش کردی ہیں۔آپ خود ذوق سلیم کے ساتھ فیصلہ کریں۔

سیر الاولیاء وغیرہ کتب کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حالت ذوق و

شوق میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے جب کوئی شعر ادا ہوا ہے تو صاحب کتاب نے اس کو اس طرح درج کیا ہے۔

1- بزبان شیخ العالم فریدالحق والدین رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ است۔

2- ایں بیت خواند۔

3- بزرگے گفتہ است۔

مُصنف لائف اینڈ ٹائم حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں طریقوں پر اشعار لکھنے کی تشریح یوں کی ہے کہ جو شعر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا تصنیف کردہ ہے اس کو اس طرح لکھا گیا ہے۔

"بزبان شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین گذشتہ است"۔

اور جو شعر آپ کا اپنا نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے کا ہے وہ بعد کے دونوں طریقوں میں سے کسی پر لکھا گیا ہے یعنی ایں بیت خواند یا بزرگے گفتہ است۔اگر چہ ان کی اس تقسیم سے غور و فکر کی جدید راہیں کھلتی ہیں۔مگر ان اشعار میں ہم جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ شعر دیکھتے ہیں تو ہماری رائے ان سے مختلف ہو جاتی ہے۔

رضینا قِسمت الجبار فینا   لنا علم وللجهال مالُ

آخر میں ہم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار سیر الاولیاء وغیرہ سے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

دو سینہ شمم دل خزینم بگرفت   و اندیشۂ یار نازنینم بگرفت
گفتم بسرو دیدہ روم بر در تو   اشکم بد دیدو آستینم بگرفت

(سیرالاولیاء صفحہ ۷۵)

اے مدعی بدعویٰ چندیں مکن دلیری
یک حرف را از معنی سہ صد جواب باشد

(سیرالاولیاء صفحہ ۷۶)

ے السباحۃ بین الاثنین خیر من تکرار السنین

ے ان ارذل الناس . من اشتغل بالاکل واللباس

(سیرالاولیاء صفحہ ۷۶)

ے خورش وہ بنجشکے و کبک و حمام که ناگاه همائے در افتد بدام

(سیرالاولیاء صفحہ ۷۷)

ے بقدر رنج یابی سروری را بشب بیدار بودن مهتری را

(سیرالاولیاء صفحہ ۷۴)

صاحب سیرالاولیاء امیر خورد کرمانی کا قول ہے کہ یہ رباعی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر پڑھا کرتے تھے۔

ے از نور جمال مرد مطلق خیزد از شوق خدا نگرچہ رونق خیزد
ایں خاطر مرداں چہ عجائب بحرے است چوں موج زند همه انا الحق خیزد

(سیرالاولیاء صفحہ ۳۶۷)

امیر خورد کرمانی نے سیرالاولیاء میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے ایک دوہرہ لکھا ہے۔ جب تک اس دوہرہ لکھنے کا پورا واقعہ نہ لکھا جائے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا لہٰذا ہم اس واقعہ کو لکھتے ہیں کہ:

ایک روز امیر خورد کرمانی حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا رہے تھے۔ راستے میں ان کو ایک شخص ملا اور اس نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا میرا ایک پیغام حضرت کی خدمت میں پہنچا دینا کہ میں پہلے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا کرتا تھا۔ تو

مخدوم از راہِ مہربانی اس میں شرکت فرماتے تھے۔ مگر نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ آپ نے کچھ عرصے سے وہ شفقت چھوڑ دی ہے۔ آپ بزرگ ہیں چھوٹوں پر مہربانی کرنا چاہیے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ میں دولت آباد میں لوگوں سے بیعت لیتا تھا۔ مگر مجھے مولانا شہاب الدین امام رحمۃ اللہ علیہ نے منع کر دیا اور میں نے یہ کام چھوڑ دیا۔ تو میرا اٹھارہ سالہ لڑکا مر گیا۔ میں نے اس سے سمجھا کہ چونکہ میں نے یہ نیک کام بند کر دیا۔ اس لئے اس مصیبت میں گرفتار ہوا۔ لہٰذا میں نے یہ کام پھر شروع کر دیا۔

میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا یہ پیغام پہنچا دیا۔ حضرت نے سن کر فرمایا یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ کل قیامت کے روز اس کو سلطان المشائخ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ وہ بغیر اجازت مرید کرتا ہے اور مجھے اتنی خبر ہے کہ قصبہ کھتیل میں ایک درویش تھا وہ اپنے آپ کو حضرت سلطان المشائخ کا مرید بتایا کرتا تھا۔ اس نے اس نعمتِ مریدی پر بس نہ کی اور اپنے آپ بغیر اجازت لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیا۔ یہ خبر حضرت سلطان المشائخ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا:

''او ایمان سلامت نہ برد''۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۳۶۷)

یعنی وہ ایمان سلامت نہ لے گیا۔

پھر مخدوم صاحب نے فرمایا۔ جب یہ کام اتنا اہم ہے تو پھر چند روزہ عمر کو اس طرح کیوں نہ بسر کرے کہ اس کی عبادت و ریاضت سے حق تعالیٰ کے علاوہ کوئی واقف نہ ہو۔ تا کہ ایمان سلامت لے جا سکے۔ اس شخص سے کہنا کہ یہ کام جو تو کرتا ہے اس حلوے شیریں کی مانند ہے کہ جس کا ظاہر بہت میٹھا اور باطن زہریلا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایں دوہرہ بر زبان حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین گذشتہ است مناسب ایں معنی است۔

یعنی کہ یہ دوہرہ شیخ شیوخ العالم کی زبان مبارک سے ان معنی کے حسبِ حال ہے۔

دوھرہ

کُنت نہوؔ ہتین کارِری ناکاں ہَست منائَ
بس کندلے مدہن گر ہو ایں لُہد کہائَ

(سیر الاولیاء صفحہ ۳۶۷)

یہ دوہرا (دوہا) سات سو برس سے زیادہ کا ہے۔ اب اس پر دوسرے اشلوک کو تطابق کر کے دیکھئے۔ کیا وہ اسی شان کے ہیں اور ان کی زبان اس سے ملتی جلتی ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر خواہ مخواہ ان کو حضرت سے کیوں منسوب کیا جائے۔

فقراء اور خاصانِ حق کے معاملہ میں زبان و قلم کو بڑی احتیاط سے حرکت دینی چاہیے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب کو اپنے نام سے منسوب کر لیا۔ جس کے سبب بے ایمان ہو کر مرا۔ اس لیے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب کشف المحجوب لکھی تو اس میں چند جگہ اپنا نام لکھا تاکہ پھر کوئی ایسا نہ کرے۔ لہٰذا کسی بزرگ کے کلام کو کسی دوسرے سے منسوب کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

اردو زبان اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اردو زبان کو اگر حضرات صوفیہ کی مجالس میں آنے والوں کے باہمی ارتباط اور میل جول کا نتیجہ کہا جائے۔ تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ اردو کا سب سے پہلا شعر اس وقت تک کی تحقیقات میں حضرت امیر خسرو دہلوی کا ثابت ہوا ہے۔ جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی پوتے ہوتے ہیں اور اردو نثر کی سب سے پہلی کتاب معراج العاشقین ہے۔ جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے حضرت بندہ نواز سیّد گیسو دراز حسینی گلبرگہ نے لکھی تھی۔

انجمنِ ترقی اردو نے ایک کتابچہ شائع کیا ہے۔ جس میں صوفیائے کرام کی اردو

خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں کچھ اشعار انہوں نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے لکھے ہیں۔

ہم لائف اینڈ ٹائم حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے چند شعر نقل کرتے ہیں۔

عشق کا رموز نیارا ہے — جز مدد پیر کے نہ چارا ہے
تن دھونے سے دل جو ہوتا پوک — پیش رو اصفیا کے ہوتے غوک
ریش سبت نے کر بڑے ہوتے — بوکڑا دل سے نہ کوئی بڑے ہوتے
خاک لانے سے گر خدا پائیں — گائے بیلاں بھی واصلاں ہو جائیں

وقتِ سحر وقت مناجات ہے — خیز دراں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگوید ترا — خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے
باتن تنہا چہ روی زیرِ زمیں — نیک عمل کن کہ رہی سات ہے
پند شکر گنج کہ بدل جان شنو — ضائع مکن عمر کہ ہیہات ہے

پاک رکھ تو دل کو غیر سُنی آج سائیں فریدؔ کا آونا ہے
قدیم قدیمی کہ آونے میں لازوال دولت کون پاونا ہے
مناں من منائیاں سر مٹے کیا ہوئے
کیتن بھیڑاں نئیاں سرگ نہ لدھی کوئے

اگرچہ انجمن نے ان اشعار کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بتایا ہے۔ مگر ان اشعار کے متعلق بھی ہماری یہی رائے ہے کہ یہ اشعار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہیں۔ کیونکہ ذوق سلیم ان کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔

سیر الاولیاء میں جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے فارسی، عربی

کے علاوہ مقامی زبان اور کچھ ہندی کے ایسے بول ادا ہوئے ہیں۔ جن کو قصرِ اردو کی بنیادی اینٹیں کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جناب مولانا جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان کی بوڑھی خادمہ جن کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مادرِ مومناں فرمایا کرتے تھے مولانا کے خورد سال صاحبزادے حضرت برہان الدین صوفی کو لے کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے از راہِ شفقت و نوازش باپ کی خلافت بیٹے کو عطا فرمائی۔ اس پر ان خادمہ نے ہندی زبان میں کہا۔

کھاجا برہان الدین بالا ہے۔

خواجہ　　چھوٹا

یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

پونوں کا چاند بھی بالا ہوتا ہے۔

پہلی رات

یعنی اے خواجہ! برہان الدین چھوٹا ہے۔ حضرت نے جواب دیا پہلی رات کا چاند بھی چھوٹا ہی ہوتا ہے۔ تدریجاً ترقی کرتا ہے۔

مادرِ مومناں بخدمت شیخ شیوخ العالم عرض داشت کرد۔ بزبان ہندی کہ

خوجا برہان الدین بالا ہے۔ (سیر الاولیا صفحہ ۱۸۳)

جناب شیخ عبدالواحد صاحب نے سبع سنابل ۵۸ پر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ اشعار منسوب کئے ہیں۔

نادان تر است مردِ گلہ گیرِ بے خرد　　مردِ کلاہ وہ بے یقین سخت بے حیا
مویشی کہ خود برخنہ نگنجد زتنگیش　　بند و بخویش بار گراں در مضیقِ جا

اے سرتراش دل تراش از ہوائے نفس　　کز سر تراشیت نبود راہِ دین حصول

چندیں ہزار میش تراشیدہ ہر طرف　　زنہار کے بدرگہ مولیٰ نشد قبول

جواہرِ فریدی میں یہ دوہرہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔

فریدا دھڑ سولی، سر پنجرہ، تلیاں ٹھوکن کاگ
رب اجیویں باہوری تو دھن اساڈے بھاگ

(جواہر فریدی صفحہ ۱۸۷)

سلسلۂ چشتیہ بدّریہ

تاریخی طور پر برِصغیر پاک و ہند میں اس وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دو مشہور ومعروف سلسلے چشتیہ صابریہ جاری ہیں البتہ پاکپتن شریف مقیم ہو جانے کے بعد ایک اور سلسلہ کا علم ہوا جو چشتیہ بدریہ کہلاتا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوّل سجادہ نشین اور فرزند حضرت شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ آپ کی اور آپ کے بھائی حضرت شیخ شہاب الدین گنج علم کو تبرکاً اور تیمناً چشتی بزرگوں حضرت خواجہ غور رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ زور رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرادیا تھا۔ لیکن دیگر صاحبزادگان کی طرف دونوں حضرات بھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ ہیں اور آپ ہی سے اجازت وخلافت رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ بدرالدین سلیمان کے بعد ان کے جانشین حضرت شیخ علاؤ الدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ جن سے سلسلے کی بڑی اشاعت ہوئی۔ سلطان محمد تغلق آپ ہی کا مرید تھا۔ اگرچہ حضرت موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس سلسلے میں کوئی ایسی ہمہ گیر شخصیت تو نہ ہوئی مگر یہ حقیقت ہے کہ ہر سجادہ نشین اپنی باطنی کیفیات اور حالات میں یکتا اور یگانہ[1] گذرا ہے۔ سکھوں کے دورِ استبداد میں ان سجادہ نشینوں نے اپنی ظاہری و باطنی طاقتوں کے ذریعہ اس علاقہ کے مسلمانوں کی حفاظت کی اور شمع اسلام کو گل ہونے سے بچایا اور اس وقت تک جتنے سجادہ نشین اس آستانہ عالیہ کے ہوئے ہیں وہ تقریباً سب ہی اس سلسلے سے منسلک تھے۔

1- سجادگان میں اکثریت اہل محلّہ کی رہی ہے۔ چند بزرگ اصحاب سُکر سے تعلق رکھتے تھے۔ مثلاً حضرت شیخ نورالدین احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ بعض نہایت شجاع اور بہادر تھے اور انہوں نے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ بعض کے ذریعہ سینکڑوں کافر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ بعض علم میں فقید المثال تھے۔

پاکپتن شریف کی سجادگی کا تنازعہ گذشتہ اسی سال میں دو مرتبہ پریوی کونسل انگلینڈ تک جا چکا ہے۔ موجودہ سجادہ نشین صاحب کے والد بزرگوار دیوان شیخ سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ میں جو ۱۸۹۵ء میں ان کے حق میں فیصلہ ہوا پوری تحقیق و تصدیق کے بعد قرار دیا گیا تھا کہ موجود الوقت سجادہ نشین ہر اس شخص کو سجادہ نشین نامزد کرسکتا ہے جو اس کا یک جدی اور مرید ہو۔ اس میں باپ، بیٹا، چچا، بھائی، داماد، پوتا وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں۔ موجودہ سجادہ نشین جناب دیوان شیخ غلام قطب الدین صاحب بھی اپنے والد ماجد کے بعد اسی بناء پر کامیاب ہوئے ہیں۔ پاکپتن شریف اور ملحقہ علاقوں میں موجودہ سجادہ نشین صاحب کے کافی مریدین ہیں۔ سلطان پور (بھارت) میں ایک بزرگ سائیں نہال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اچھے صاحبِ باطن بزرگ تھے۔ ان کے مریدوں کا حلقہ بھی وسیع تھا وہ بھی اس سلسلہ چشتیہ بدریہ سے تعلق رکھتے تھے۔

موجودہ صاحبِ سجادہ حضرت علاؤ الدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے علاوہ آپ کی برادری کے سینکڑوں افراد پاکپتن شریف اور ملحقہ دیہات میں رہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بڑے زمیندار ہیں۔ کچھ ملازم پیشہ ہیں۔ اکثریت کھیتی باڑی کا کام کرتے ہے۔ چند لوگ پیری مریدی کرتے ہیں، اور لوگوں کو اسی سلسلے میں مرید کرتے ہیں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عربی عبارت کا نمونہ (مع ترجمہ):

علمِ اصول میں حضرت ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہترین کتاب تمہید المہتدی لکھی ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو سبقاً سبقاً پڑھایا تھا اور تکمیل کے بعد اپنے شاگردوں کو یہ کتاب پڑھانے کا اجازت نامہ اور اپنا خلافت نامہ عطا فرمایا تھا۔ جو بعینہٖ سیر الاولیاء میں درج ہے۔ ہم

آپ کی اس تحریر کو یہاں بمعہ ترجمہ درج کرتے ہیں۔

الحمد للّٰہ الذی قدم احسانہ علٰی منتہ واخر شکرہٖ علی
نعمتہٖ ھوالاول ھوالاخر والظاھر والباطن لا موخر لما قدم
ولا مقدم لما خرو لا معلن لما ابطن ولا مخفی لما اظھر۔ ولا
یکادُ نطق الاوئل ولاواخر علی ویمومتہ اعتبار او تقابلا۔
والصلوۃ علٰی رسولہٖ المصطفٰی محمد والہٖ واھل الودودَو
الارتضٰی۔ وبعد فان الشروع فی الاصول یوسع دعاء الھودِ
ویبصر لمن تکریم منھا محاق الردِ علی ان الطریق مخوّفٌ
والعقبۃ کَوورٌ ونعمی الکتاب فی بھذالفن تمھید المھتدی
ابی شکور بردالله مضجعہٗ۔ وقد قرأعندی الولدُ الرشید
الامام النقی الر لعالم الرضیُ لظام الملۃ والدین محمد بنُ
احمد زینٌ الامۃِ والعلماء مفخرا لا جلتہٖ والاتقیاءِ اعانۃُ اللّٰہُ
علی ابتغآءِ مرضاتہٖ واتالہ منتھیً رحمتہٖ واعلٰی درجاتہٖ سبعا
بعد سبق من اولہٖ الٰی آخرہٖ قراءَۃَ تدبر والقان ویفظ واتقان
مستجمع اعالیہ سمعٍ ورراۃِ جنانٍ کما حصل الوقوف علی
حسن المقارادہٖ کذٰلک وفودُ استحصابہ تہٗ ان یدرس فیہٖ
للمتعلمین عن التصحیف والغلط والتحریف وبدل الجد
والاجتھاد فی والتنفح عن الزلل و علتہٖ المعدل واللہ العالم
وکان ذالک یوم الاربعاءِ من الشھرِ المبارک رمضان عظمہ
اللّٰہ برکتہ بالاشارۃ العالیۃ امامَ اللّٰہُ علاھا ولمن الخلَلِ حمائد
تحرَّرتُ ھٰذِہٖ الاسطر بعون اللّٰہ علٰی ید اضعفِ الفقیر الَی
اللّٰہ الغنیَّ اسحق علی بن اسحاق الدھلوی واجزت لہٗ ایضاً

ان یلازمَ الخلوۃِ فی مسجد اقیمَتُ فیہِ الجماعَۃُ ولا یخل
وبشر الطھا التی بھا حصول الزیادۃ وبرفضھا تکون الاقدام
عاثلۃً نامیۃ ذٰلِکَ تجرید المقاصد عن مفاسدھا وتفرید
الھمتِ عما تغفلھا ذلک ما قال رسول اللّٰہِ صلی اللّٰہُ علیہ
وسلم کن فی الدنیا کانک غریبٌ او کعابری سبیل وعدَّ
نفسک من اصحابِ القبور الحدیث ذٰالِکَ صَحَّ قَصْدُہٗ واجتمع
ھمتہٗ وصادت الھمُ المختلفۃ ھتۃُ واحدۃً فلیدخل الخلوۃ
مغترأ نفسہٗ محدِمًا للخلق عالما بعجرھم تارکًا للدنیا
وشھواتھا واقِفًا علٰی مضادّتِھا وامنیتھا ولتکن خلوتُہٗ
محمودۃً بانواع العبادات ازذا سمت نفسہٗ عن احتمال
الاعلٰی یزلھا الٰی الادنٰی وان حضّت فَلنِیْرِ لُھَا اِمَّا بعملٍ لیسیرٍ
او بالنومِ فان فیہِ احترازٌ عن ھَوَا جِسِ النفس ویعترزَ البطالۃَ
فانھا تقضی القلوب واللّٰہ تعالٰی عَلٰی ذالکِ اعانۃٗ فانّھَا تقضی
القلوب واللّٰہُ تعالٰی ذٰلک اعانۃٗ ویحفظۃٗ عما شانۃٗ وحمۃٗ وھو
ارحم الرحمین و صلی اللّٰہ علٰی محمدٍ وّآلہٖ وایضًا اذا ستوفر
حظہ من الخلوۃ والفحت بھا عین الحکمۃ واجتمعتِ خلواتہٗ
بمنادیاتِہٖ وصل الیہ من لما لقدرِ الوصول الینا لیس فی الیہ
ایّاہٗ۔ قیدُہٗ العزیزُ نائبۃٌ عنْ یدنا وھو من جملۃ خلفائنا والتزام
حکمہ فی امرالدین والدنیا من جملۃ تعظیماً الذین والدنیا
من جملہ من اکرمہٗ وعظمَّ من اکرمناہٗ واھان من لم یحفظ
حق من حفظنا صحَّ ذالک کُلّہٗ من من الفقیر المسعود تمۃَ
لعونِ اللّٰہ وحسنِ لرفیقہ واللّٰہ اعلمُ۔

Scanned with CamScanner

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تعریف ہے اس خدا کے واسطے جس نے اپنے احسان کو اپنی مِنّت پر مقدم اور اپنی نعمت سے اپنے شکر کو موخر کیا ہے۔ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ جس کو اس نے مقدم کیا۔ اس کا کوئی موخر کرنے والا نہیں اور جس کو اس نے موخر کیا ہے اس کا کوئی مقدم کرنے والا نہیں اور نہ جس کو اس نے پوشیدہ کیا ہے اس کو کوئی ظاہر کرنے والا ہے اور نہ اس کے ظاہر کئے ہوئے کو کوئی پوشیدہ کرنے والا ہے۔ اولین و آخرین کی گویائی اس کی ہمیشگی یا دیمومیت کے نزدیک نہیں ہوسکتی ہے نہ ازروئے اعتبار کے اور نہ ازروئے مقابلہ کے۔

اور درود نازل ہو اس کے برگزیدہ رسول حضرت محمد ﷺ اور ان کی آلِ پاک پر جو اہلِ محبت و برگزیدگی ہیں۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے میں کہتا ہوں کہ علم اصول و عقائد کا شروع کرنا حاضرین کی دعوت کو وسیع اور اس شخص کو بینا کرنا ہے۔ جو اس علم سے آتش زدہ چیزوں کو بجھانا چاہے۔ علاوہ ازیں یہ راستہ نہایت خطرناک اور یہ گھاٹی سخت دشوار ہے اور اس علم اصول میں بہترین کتاب حضرت ابوشکور سالمی کی تصنیف (تمھیدُ فی اصولِ التّوحید) ہے (خدا ان کی خواب گاہ کو ٹھنڈا کرے)

اس کتاب کو مجھ سے فرزندِ رشید امام پاک رائے عالم و برگزیدہ نظام الدین محمد بن احمد زیب و زینت آئمہ و علماء لائق فخر بزرگان و متقیان۔ خدائے تعالیٰ اپنی رضامندی کی تلاش و جستجو میں ان کی مدد فرمائے اور اپنی انتہائی رحمت ان کو نصیب کرے اور بالا تریں مرتبہ عنایت فرمائے۔ انہوں نے سبقاً بعد سبقِ اوّل سے آخر تک نہایت خوض و فکر اور سمجھداری

اور ہوشیاری سے پڑھا اور گوش و ہوش سے خوب نگاہ میں رکھا۔ چنانچہ مجھ کو ان کی حسنِ استعداد اور قابلیت و لیاقت سے خوب واقفیت ہوگئی۔ تو میں نے ان کو اجازت دے دی کہ شاگردوں کو تعلیم دیں اور خطا و تصحیف سے بچتے رہیں اور لغزشوں کی اصلاح و تحقیق و تنقیح میں پوری کوشش سے کام لیں۔ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اور اس سند نامے کی کتابت چہار شنبے کے روز ماہ رمضان المبارک میں بموجب اشارہ عالیہ (خداوند تعالیٰ ان کی قدر و منزلت کو قائم و دائم اور ہر ایک خلل سے محفوظ رکھے) خدائے تعالیٰ کی مدد سے بندہ ضعیف فقیر الی اللہ اسحٰق بن علی بن اسحٰق دہلوی کے ہاتھ حضرت شیخ شیوخ العالم جناب بابا صاحب کے سامنے انجام پذیر ہوئی۔ دراں حالیکہ حمد کرنے والا اور درود بھیجنے والا ہوں اور نیز میں نے ان کو یہ اجازت دے دی ہے کہ انہوں نے جو کچھ مجھ سے استفادہ کیا ہے اور سنا اور یاد رکھا ہے۔ وہ سب مجھ سے روایت کریں اور سلام ہو اس پر جو سیدھے راستے کی پیروی کرے اور نیز میں ان کو یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ یہ ایسی مسجد میں خلوت نشین ہوں جس کے اندر جماعت ہوتی ہے اور خلوت کی ان تمام شرائط کو نگاہ میں رکھیں جن کی پابندی میں حصول زیادتی اور ترک میں سراسر نقصان ہے۔ جن کا اصل اصول مقاصد کو مفاسد سے جدا کرنا اور ہمت کو غفلت سے بچانا ہے جس کی تفصیل آنحضرت نے یوں فرمائی ہے کہ ”دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر جیسے کہ مسافر ہے یا راستے سے گذرنے والا ہے اور اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کر“ تو جب خلوت نشین کا قصد درست اور ہمت مجتمع اور ساری ہمتیں ایک ہمت بن جائیں تب وہ خلوت میں داخل ہو۔

Scanned with CamScanner

اپنے نفس کو کمزور وست اور خلق کو معدوم سمجھے اور ان کے عجز وانتظار سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کی خواہشات کو ترک کر کے اور اس کی مضرتوں اور امیدوں سے واقف ہو کر خلوت میں داخل ہو اور اس کی خلوت طرح طرح کی عبادات سے معمور ہونی چاہیے اور جب اس خلوت نشین کا نفس بڑے بڑے مجاہدات سے تھک جائے تب اس کے آرام کی خاطر چھوٹے چھوٹے مجاہدے اختیار کرے اور اگر نفس دلیل وحجت کے ساتھ غلبہ کرے تب تھوڑے عمل یا نیند کے ساتھ اس کو راضی اور خوش کر دے کیونکہ نفس کے اس قدر خوش رکھنے میں اس کی شورش سے بچ رہتا ہے اور خلوت نشین کو باطل کاموں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ افعالِ باطلہ دل کو سخت کر دیتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کاموں پر مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اعانت فرمائے اور ہر ایک بری بات سے ان کو محفوظ رکھے اور ان پر رحم فرمائے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر نازل فرمائے۔

اور نیز جبکہ وہ خلوت سے اپنا وافر حصہ لے لیں اور بسبب خلوت کے حکمت کا چشمہ جاری ہو جائے اور عبادت نافلہ سے ان کی خلوت پڑ جائے تو ان کے پس وہ شخص پہنچے جو ہم تک نہ پہنچ سکتا ہو تو یہ اس کو نعمت سے سرفراز کریں۔ ان کا عزیز ہاتھ ہمارے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور یہ ہمارے خلفاء میں سے ہیں اور ان کا حکم دینی اور دنیاوی امور میں بجالانا عین ہماری تعظیم کرنا ہے۔ خدا اس شخص پر رحم فرمائے جو ان کی بزرگی کو ملحوظ رکھے اور اس شخص کی تعظیم بجالائے۔ جس کو ہم نے بزرگی دی ہے اور خدا اس شخص کو ذلیل وخوار کرے جو اس شخص کے حقوق کی حفاظت نہ کرے جس کی ہم حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تمام سندِ خلافت فقیر مسعود

رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے صحیح و درست اور خدائے تعالیٰ کی مدد اور حسنِ توفیق کے ساتھ تمام ہوئی۔

حضرت باباصاحب کے چند اسمائے گرامی:

ایک دن حضرت امیر حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ علیہ مرتب فوائد الفواد نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ:

"آں دعا چگونہ است کہ مرداں می خوانند کہ اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ مقصود بندہ ایں بود کہ معونت از غیر خدا خواستن۔ چگونہ بود فرمود ایں دعا خواندہ از و دریں عباد اللہ المسلمین و مخلصین مضمر است درواباشد کہ بخوانند و بزرگاں ہم خواندہ اند۔ بعد ازاں فرمود کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ ہم ایں دعا بخواندے"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۲۶)

یعنی وہ دعا کس طرح ہے کہ جو لوگ پڑھتے ہیں کہ اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ بندہ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ غیر خدا سے مدد چاہنا کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھی جاتی ہے اور اس میں عباد اللہ المسلمین و مخلصین پوشیدہ ہے اور جائز ہے کہ پڑھیں اور بزرگوں نے بھی اس دعا کو پڑھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ بھی اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی تفسیر عزیزی میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مطلق استعانت غیر سے حرام نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح حرام ہے کہ مدد چاہنے والا اسی شخص پر جس سے مدد چاہتا ہے۔ بھروسہ کرے اور اس کو مطلق حاجت روا سمجھے اور یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حاجت روا خدائے تعالیٰ ہے اور یہ شخص ظاہری سبب ہے اور اگر اس غیر کو مظہر عون الٰہی کا سمجھے اور یہ اعتقاد کر کے اُس غیر سے استعانت کرے تو ایسی استعانت شرع میں جائز ہے اور روا ہے انبیاءؑ عظام اور اولیاءِ اکرام نے بھی اس طرح کی اعانت غیر کے ساتھ کی ہے۔ درحقیقت ایسی استعانت

بالغیر نہیں ہے۔ بلکہ استعانت باللہ ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تقریباً ۱۲ سال کا تھا کہ ابوبکر قوال میرے استاد کے پاس آیا اور اس نے شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی اور جناب شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بیان کیے۔

چوں مناقب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز در گوش من افتاد محبتے وارادتے بصد شوق در دل من در آمد تا چنان شد کہ بعد ہر نماز ے دہ بار میگفتم شیخ فرید و دہ بار میگفتم مولانا ئے فرید آنگاہ می خفتم۔

(سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۰)

یعنی جیسے ہی حضرت شیخ شیوخ العالم کے مناقب میرے کان میں پہنچے آپ کی محبت اور ارادت کی آرزو سینکڑوں شوق کے ساتھ میرے دل میں پیدا ہوگئی اور وفور محبت یہاں تک بڑھا کہ میں ہر نماز کے بعد دس دفعہ شیخ فرید اور دس مرتبہ مولانا فرید پڑھنے لگا اور اس کے بعد سوتا تھا اور جب دہلی کا ارادہ کیا تو میں اس وقت سولہ سال کا تھا۔ ایک شخص عوض نامی ہمارے قافلے میں شریک ہوگیا اور راستہ میں جب کہیں خطرہ یا چوروں کا ڈر ہوتا تو وہ باآواز بلند کہتا۔

"اے پیر حاضر باش وائے پیر ما در پناہ تو میرویم"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۱۵۵)

یعنی اے میرے مرشد تشریف لایئے کہ ہم آپ کی پناہ میں سفر کر رہے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے مرشد کون ہی۔ جن کو آپ یاد کرتے ہیں۔

اس نے کہا: شیخ شیوخ العالم فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ سننے کے بعد جو کیفیت محبت شیخ میں میرے دل کی ہوئی۔ بس میں ہی جانتا ہوں۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید محمد نیشاپوری تھے۔ وہ گجرات جا رہے تھے۔ راستے میں ایک قزاق تلوار لے کر ان پر آیا۔ وہ گھبرائے اور ان کی زبان سے ایک دم نکلا۔

"شیخ حاضر باش"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۷۶)

اس قزاق نے یہ سنتے ہی ایک دم تلوار اپنے ہاتھ سے پھینک دی اور ان سے کہا مجھے پناہ دے دو۔ انہوں نے پناہ دی اور اس کی تلوار اٹھا کر اس کو دے دی اور وہ چلا گیا۔

حضرت شیخ مجد الدین بغدادی نے تحفۃ البراۃ[1] میں لکھا ہے کہ ایک قافلہ کے لوگ تجارت کیلئے مال لے کر جانا چاہتے تھے۔ مگر ڈرتے تھے کہ راستہ خطرناک تھا آخر وہ لوگ حضرت ابوالحسن خرقانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض مدعا کیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ معین ومددگار ہے۔ بسم اللہ لیکن اگر راستے میں کسی قسم کا خوف وہراس ہو تو میرا نام پکارنا۔

"بگوئید ابوالحسن خرقانی"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۳۸)

انشاء اللہ اس خوف و پریشانی سے نجات مل جائے گی۔ جب لوگوں نے شیخ کی بات سنی تو بعض نے اس کو قبول کر لیا اور سب روانہ ہو گئے۔ راستہ میں اس قافلہ پر ڈاکہ پڑا۔ اس وقت

"کسانیکہ باعتقاد صاف تمسک بنام شیخ کروند خلاص یافتند۔ وکسانیکہ باسم باری تعالیٰ بآیت ودعوات تمسک کروند ہلاک گشتند ومالہائے ایشاں غارت شد"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۳۸)

جس کسی نے صحیح اعتقاد کے ساتھ شیخ کو یاد کیا۔ اس نے اس بلا سے رہائی پائی اور جس نے اس کے خلاف کیا وہ ہلاک ہو گیا اور مال اس کا ڈاکو چھین لے گئے۔

اس بات سے دونوں قسم کے لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ جب قافلہ واپس ہوا تو لوگ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا۔ اس نے سب ماجرا کہہ سنایا اور پوچھا کیا اللہ تعالیٰ کا نام اس کے بندوں کے نام سے بزرگ تر نہیں ہے؟ آپ نے جواب دیا بے شک ہے۔ لیکن

1- سیر الاولیاء صفحہ ۳۳۸

شما اسم کسے ذکر کردید کہ مسمی اورانمی شناسید۔ پس گوئی کہ اوراذکر نہ کردید۔
فاما ایں طائفہ نام کسے ذکر کردند کہ اورا کما حقہ می شناسد واوحق رامی شناسد پس گوئی کہ حق جل وعلیٰ راذکر کردند ایں معنی ہر کسے تصدیق نہ کند مگر کسے کہ ذوقِ حقیقت چشیدہ واصل کارراامشاہدہ کرد۔ (سیرالاولیاء صفحہ ۳۳۸)

یعنی تم ایسے اسم کا ذکر کرتے ہو کہ جس کے مسمیٰ کو نہیں پہچانتے گویا کہ تم اس کا ذکر نہیں کرتے۔ لیکن اس دوسرے گروہ والے ایسے اسم کا ذکر کرتے ہیں جس کو کما حقہ پہچانتے ہیں اور وہ حق کو پہچانتا ہے۔ گویا کہ حق جل وعلیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس بات کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا بس وہی سمجھے گا کہ جس نے ذوق حقیقت چکھا ہوا ہوگا اور اصل کام کا مشاہدہ کیا ہوگا۔

یہ چند تمہیدی باتیں بیان کرنے کے بعد اب ہم اپنے مقصد کی طرف آتے ہیں۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند اسمائے گرامی ہیں جن کو قضائے حاجات اور کفایت مہمات کیلئے پڑھا جاتا ہے اور ان اسماء میں سے یہ پانچ نام بہت مرتبہ تجربہ میں آچکے ہیں۔

تا ہر کس برائے مہمے و حاجتیکہ در چہل روز بلا ناغہ لکھ مرتبہ اتمام رساند حاجتش برآید و مہمش زود آسان گردد و آں پنج اسم ایں است۔ شیخ فرید، مولانا فرید، خواجہ فرید، حاجی فرید، درویش فرید۔ (اقتباس الانوار صفحہ ۱۶۱)

اوران کے پڑھنے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بعد نمازِ عشاء کے بعد اکتالیس مرتبہ آیۃ الکرسی اور اکتالیس مرتبہ سورۃ فاتحہ اور سو مرتبہ سورۂ اخلاص اور پچاس مرتبہ درود شریف اور پچاس مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر۔ پھر سو مرتبہ شیخ فرید پھر سو مرتبہ حاجی فرید پڑھے اور سو جائے۔ وہ خواب میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرے گا اور آپ کی زبان مبارک سے اپنی مشکل کی کامیابی سنے گا۔

حضرت شیخ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب آداب المریدین میں لکھا ہے کہ جو

شخص یہ چاہے کہ کسی بزرگ سے اس کو فیض حاصل ہو تو اس کو لازم ہے کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یا شیخ فلاں اور دس مرتبہ مولانا فلاں کہا کرے۔ چند روز میں ان بزرگ کی روح مبارک سے اس کو فیض حاصل ہوگا۔ فلاں کی جگہ اس بزرگ کا نام لے۔

"اگر کسے خواہد کہ مرا فیض فلاں شیخ شود از شیخاں خود خواہ بطریق ارادت باشد خواہ بطریق اجازت یا بطریق ارشاد نام دے گیرد بعد از فراغ نماز دہ بار یا شیخ فلاں گوید دہ بار یا مولانا فلاں گوید فائدہ بے حداست و مراقبہ وے کند وی را حاضر و ناظر داند میاں چند روز فائدہ ظاہر شود"۔ (جواہر فریدی)

یعنی اگر کوئی چاہے کہ مجھ کو فلاں بزرگ سے فیض حاصل ہو جائے اپنے پیروں میں سے خواہ بطریق ارادت خواہ بطریق اجازت یا بطریق ارشاد ان بزرگ کا نام پڑھا کرے۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یا شیخ فلاں اور دس مرتبہ یا مولانا فلاں بہت فائدہ پہنچے اور ان کا مراقبہ کرے اور ان کو حاضر ناظر جانے چند روز میں فائدہ ظاہر ہوگا۔

جناب اصغر علی چشتی نے جواہر فریدی میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی دو طرح لکھے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد ۳۶ ہے۔

اسی طرح صاحب اقتباس الانوار جناب محمد اکرم صاحب مرحوم نے بھی سیر الاقطاب اور جواہر فریدی سے ان کو نقل کیا ہے۔ خواہش مند حضرت ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں یہ وظائف ایسے لوگوں کیلئے ہیں جنہوں نے پیر رومی کے قول کے مطابق مرشد کو غیر حق نہیں دیکھا۔

گر تو ذات شیخ و حق را یک نہ دید   نے مرید و نے مرید و نے مرید

اور بزرگوں نے ان لوگوں کیلئے جن پر علم کا غلبہ ہو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی اس طرح پڑھنے کی ہدایت کی ہے۔

الٰہی بحرمت شیخ فرید، مولانا فرید، حاجی فرید، درویش فرید حاجت من برآر۔

Scanned with CamScanner

اس کے پڑھنے کیلیے مرشد کی اجازت کی ضرورت ہے۔ پہلے اپنے پیشوا سے اجازت لیں اور مرشد نہ ہونے کی صورت میں میرے حضرت میاں صاحب موصوف سے اجازت لے لیں۔

بہشتی دروازہ

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذکرِ خیر کے بعد آپ کے بہشتی دروازہ کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

آپ کے روضہ منورہ کے دو دروازے ہیں۔ ایک جانب شرق اور دوسرا بائیں جانبِ جنوب جو بہشتی دروازہ کہلاتا ہے۔ اس روضہ مبارک کی تعمیر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی تھی۔ جس کی ہر اینٹ پر ایک قرآن پاک ختم کیا گیا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کی کیاریوں میں ایک کیاری ہے۔ ہمارے خیال میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں جنتی دروازہ کا ہونا کمال اتباع نبوی کی دلیل ہے۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید رحمتِ حق بہا نمی جوید

حسنات بہترین سرمایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر ایک کو ان کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ ان کو شرفِ قبولیت بھی بخشے۔ یہاں حاشا وکلا اس کی نفی مقصود نہیں۔ صرف رحمتِ الٰہی کے غلبہ کا ذکر منظور ہے۔

جو لوگ رحمت و فضل الٰہی سے قطع نظر داخلہ جنت کو صرف اپنے اعمال کا نتیجہ و بدلہ خیال کرتے ہیں۔ وہ اصحاب کہف کے کتے کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیں جو محض ایک ساتھی ہونے کے سبب بغیر کسی عمل صالح کے جنت میں جائے گا۔

سب مانتے ہیں کہ اعمال صالح کی توفیق بھی محض فضل رب پر موقوف ہے اور اس کا فضل کسی سبب اور علت کا محتاج نہیں ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ یہ دروازہ بھی

اولیاء اللہ پر اس کے فضل وکرم کا اظہار ہے۔

چاہیں تو خطاؤں کو وہ حسنِ عمل لکھ دیں
اپنی ہے کتاب ان کی اپنا ہے حساب ان کا

خاصانِ حق اپنی تمام عمر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی میں بسر کرتے ہیں اور اپنی خلوتوں کو ذکرِ الٰہی سے پر رکھتے ہیں اور جب ان پر انعامِ الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں۔ تو وہ دنیاداروں کی طرح خودغرضی نہیں کرتے بلکہ رحمۃ اللعالمین کی خوشنودی اور اتباع میں گنہگارانِ اُمت کو بھی اس انعام میں شریک کرتے ہیں۔

ع بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ صوفیائے کرام میں جو بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں اور حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس میں آپ کا ذکر انتہائی عزت واحترام کے ساتھ کیا ہے۔

آپ ایک دفعہ ماہِ رمضان میں بغداد میں آئے اور مسجد شونیزیہ کے حجرہ میں قیام فرمایا۔ درویشوں نے متفق ہو کر نماز میں آپ کو اپنا امام بنالیا۔ آپ نے تراویح میں پانچ بار قرآن شریف ختم کیا۔ روزانہ افطار کے وقت ایک آدمی حجرہ میں آپ کو ایک روٹی اور ایک کوزہ پانی دے آتا تھا۔ عید کی نماز پڑھا کر آپ بغداد شریف سے روانہ ہوگئے۔ خادم مسجد نے حجرہ میں جاکر دیکھا۔ تو پوری روٹیاں جوں کی توں موجود تھیں۔

جب آپ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا۔ بفضلہ تعالیٰ۔

جو میت میرے مزار کے سامنے لائی جائے گی۔ اس کی بخشش ہوجائے گی۔ (نفحات الانس ۳۱۴ و تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۷۹)

چنانچہ طوس میں اب تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ ہر جنازہ کو آپ کے مزار پر لاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں اور ملا علی قاری نے معدن العدن میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضور ﷺ کی احادیث نقل کی ہیں۔ جس میں حضرت یحیٰی بن میتب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہوگا۔ اس کے بدن میں ایک بیماری ہوگی۔ وہ خدا سے دعا کرے گا تو وہ بیماری جاتی رہے گی۔ صرف ایک درم کے برابر اس کا نشان اس کے پہلو میں باقی رہے گا۔ جس کو دیکھ کر وہ خدا کی یاد کیا کرے گا۔ جب تم اس سے ملو تو میرا سلام کہنا اور اپنے لئے دعا کرانا۔ کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک بڑا بزرگ و برتر ہے۔ اگر وہ خدا کی قسم کھائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو سچا کردے۔

قیامت کے دن اس کی دعا سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بکریوں کی تعداد کے برابر میری امت کے آدمیوں کی شفاعت ہوگی[1]۔

ان روایتوں کے یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت کے اولیاء اللہ ہر وقت بخشش و نجات امت میں لگے رہتے ہیں اور ہم کو تو اس پر پورا یقین ہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کی بخشش ان نفوس قدسیہ کے سبب ہوگی۔

پچھلے صفحات میں آپ نے پڑھا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"من یقین میدانم بہ رائی العین مشاہدہ کردہ ام کہ شیخ من از واصلانِ درگاہِ بے نیازی بود از مشرب کہ شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ وجنید رحمۃ اللہ علیہ و دیگر مستانِ عشق خدائے جامہ ہا پوشیدہ اند او ہم پوشیدہ بود"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۴۸)

یعنی میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ میں نے بچشم خود معائنہ کیا ہے کہ میرے

1- چنانچہ حضرت اویس قرنی نے حضور اقدس ﷺ کا عطیہ خرقہ مبارک پہننے سے پہلے دعا کی اور آپ کو اتنی ہی تعداد میں گنہگارانِ امت کی نجات کی بشارت دی گئی۔

شیخ درگاہ بے نیازی کے واصلوں میں سے ایک تھے اور وہ مشرب رکھتے تھے جو حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ اور جنید رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مستانِ عشقِ خدا کا ہے۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ

"نظام الدین کل بروزِ قیامت اگر مسکین مسعود کو بارگاہِ الٰہی میں کچھ آبرو ہوئی تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک تم کو اور تمہارے مریدوں کو اپنے ہمراہ نہ لے لوں گا، جنت میں قدم نہیں رکھوں گا"۔

زاہد شدہ بر بندگی خود متکبر   ما ایم نظر بر کرم بندہ نوازے

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و کرم ہر ولی پر ہوتا ہے۔ تکملۃ الریاحین میں لکھا ہوا ہے کہ:

"حضرت غوث الاعظم میر محی الدین عبدالقادر جیلانی فرمود اند کہ ہر مسلمانے کہ در مسجد و خانقاہ من گذشتہ است عذاب قیامت باو نخواہد شُد"۔

(رسالہ فریدیہ صفحہ ۱۱)

یعنی حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مسلمان میری مسجد اور میری خانقاہ میں سے گذرا اس پر عذابِ قیامت نہ ہوگا۔

سیر الاقطاب میں حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

"بشارت از عالمِ غیب رسید کہ امروز ہر کس کہ روئے تو بیند آتشِ دوزخ بروے حرام گردد"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۳۴۸)

"یعنی حضرت غوث بہاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ کو غیب سے بشارت ہوئی کہ آج جو کوئی تمہارا چہرہ دیکھے گا۔ اس پر آتشِ دوزخ حرام ہوجائے گی"۔

یہ سن کر حضرت اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ملتان کے کوچہ بازار میں گھومنے لگے۔ تاکہ امت رسول اللہ ﷺ کے لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آپ کو دیکھ لیں۔

اتفاقاً اس وقت میاں بھورا خادم حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ملتان میں تھے

Scanned with CamScanner

انہوں نے جب مخلوق کا انبوہِ کثیر دیکھا تو پوچھا کیا معاملہ ہے۔ لوگوں نے حضرت کی اس بشارت کی خبر ان کو دی۔ ان کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ اگر

"از کفش برداری حضرت گنج شکر آتشِ دوزخ حرام نہ شُد۔ از نادیدنِ روئے شیخ بہاءالدین صاحب دوزخ اختیار است"۔

یعنی اگر حضرتِ بابا فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں اٹھانے سے دوزخ مجھ پر حرام نہیں ہوئی تو پھر حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کے نہ دیکھنے سے دوزخ اختیار ہے۔ یہ بات جب کسی نے حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی۔ تو انہوں نے میاں بھورا کے عقیدہ راسخ کی تعریف فرمائی۔

جب بھورے میاں پاکپتن شریف حاضر ہوئے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا:

"مجھ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی میرا مرید ہوگا۔ یا میرے مریدوں کا مرید ہوگا۔ اس پر آتش دوزخ حرام ہوگی"۔ (رسالہ بہشتیہ فریدیہ صفحہ ۱۱)

بھائی بہاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ پر آج سے تجلی نازل ہوئی ہے اور ان کو یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ جو آج ان کا چہرہ دیکھے گا۔ آتشِ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ لیکن اس مسکین مسعود کو بارہا یہ خوش خبری دی جا چکی ہے اور میرے لئے شیخ[1] حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مجھ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے کہ:

"جو کوئی فرید سے مصافحہ کرے گا اور اس کے مریدوں کا مرید ہوگا وہ عذابِ دوزخ سے نجات پائے گا"۔

قرآن شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک دروازہ میں سے سجدہ کرتے ہوئے اور حطۃ کہتے ہوئے گذرنے کا حکم فرمایا تھا۔ تاکہ بخشیں ہم تم کو اور تمہاری تقصیروں کو اور زیادہ دیں ہم نیکی کرنے والوں کو۔ مگر بنی اسرائیل نے سجدہ کی

1- سیر الاقطاب بحوالہ اقتباس الانوار صفحہ ۱۷۲

بجائے اپنے سرین زمین پر رگڑے اور حطۃ کو بھی حطۃ سے بدل دیا۔ اگر وہ حکم کے مطابق سجدہ کرتے ہوئے اور حطۃ کہتے ہوئے دروازہ سے گذرتے تو ضرور ان کی بخشش ہو جاتی۔ ان کی خطائیں معاف ہو جاتیں اور ان کے نیکوکاروں کو زیادہ اجر ملتا۔

یہ چند تمہیدی باتیں لکھنے کے بعد اب ہم بہشتی دروازہ کا ذکر پیر محمد حسین چشتی مرحوم کا لکھا ہوا تحریر کرتے ہیں۔ اس سے قبل کسی قدیم و مستند کتاب میں بہشتی دروازہ کا حال نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ جواہرِ فریدی کے اصل قلمی نسخوں میں بھی بہشتی دروازہ کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ۱۳۰۱ھ میں جواہر فریدی پیر محمد حسین چشتی نے چھپوائی ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل روایت ان کی الحاقی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرتِ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نعشِ مبارک کو نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد پھر شہر میں لے آئے اور اس جگہ امانت دفن کیا جہاں اب حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ گنجِ علم کا مزار ہے۔ چند روز کے بعد حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے اجودھن آئے اور آپ نے روضہ شریف بنانا چاہا تو غیبی آواز سنی کہ:

"بنائے روضہ از خشتِ پاک طیار ساختہ بر آنہا ختم کلام اللہ خواندہ از آں خشتہائے مرمت روضہ شریف بکنید"۔ (جواہر فریدی صفحہ ۲۹۴ و ۲۹۵)

یعنی روضہ شریف کی بنیاد ایسی پاک اینٹوں سے رکھنا جن پر قرآن پاک کے ختم کیے گئے ہوں اور ان ہی اینٹوں سے روضہ کی مرمت کرنا۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں حافظ بلوائے اور آپ کے سب خلفاء کو جمع کیا اور پھر اینٹیں تیار کرائیں۔ جن پر قرآن پاک ختم کیے گئے تھے اور ان اینٹوں سے روضہ شریف تیار کیا جانے لگا۔ جب کام مکمل ہو گیا تو سب صاحبزادگان اور خلفاء اور مریدین نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نعشِ مبارک کو قبر سے نکالا اور پھر اس کو خوشبو سے معطر کیا۔

اس عرصے میں ارواحِ پاک سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ انبیاء واصحاب کبار رحمۃ اللہ علیہم و

Scanned with CamScanner

امامین رحمۃ اللہ علیہ و پیران رحمۃ اللہ علیہ شجرہ شریف ظاہر ہوئیں اور نعش مبارک حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو روضہ سے نکالا اور دفن کیا کچی اینٹیں لحد کیلئے درکار تھیں اور وہ موجود نہ تھیں۔ اس وقت حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمایا کہ شرق کی طرف جو جالیاں چھوڑی ہوئی ہیں ان کو توڑ کر کچی اینٹیں نکال لو اور ان کو لحد میں لگا دو۔ (اینٹیں نکالنے سے شرق میں دروازہ بن گیا) اس دروازہ سے ارواح مبارکہ حضرت سرورِ دو عالم ﷺ اور اولیائے کبار رحمۃ اللہ علیہ باہر آئیں اور روضہ شریف کے متصل جو چھوٹی سی کوٹھڑی بنی ہوئی ہے۔ اس کا نام قدم رسول ﷺ ہے۔ یہاں سب کھڑی ہوگئیں اور خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد ہوا اے نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ہم کو جناب رب العزت سے فرمان ہوا ہے کہ جو کوئی اس دروازہ سے گذرے گا۔ انشاء اللہ اس کی بخشش ہو جائے گی اور آتشِ دوزخ سے نجات پائے گا۔

مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْبَابَ آمِنَ۔

تم باآوازِ بلند اس بات کا اعلان کردو۔ حسب الحکم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا اعلان[1] کیا اور حضرت کا یہ اعلان شرق سے غرب تک پہنچ گیا۔ لیکن بعض لوگ جو دل کے اندھے تھے۔ انہوں نے اس سے انکار کیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا کہ حضور از راہ کرم اپنے دیدار سے لوگوں کو مشرف فرمادیں۔ حضرت ﷺ نے آپ کی یہ گذارش قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ:

"ہر کس کہ اندریں زماں آید ہمہ راچشم ظاہر معائنہ شود"۔ (جواہر فریدی صفحہ ۲۹۶)

1- خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا کہ تم لوگوں کو آواز دو اور ان کو ہمارے گھر کی طرف بلاؤ۔ ہم تمہاری آواز کو شش جہات میں پہنچادیں گے۔ چنانچہ آپ کی آواز کو اللہ تعالیٰ نے عالم کے کونہ کونہ پر پہنچادیا۔

یعنی جو کوئی اس وقت آئے بلاشبہ اپنے چشم ظاہر سے مجھے دیکھ لے یہ سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور اسی حال میں آپ نے دستک دے کر باآواز بلند کہا۔ اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید فرید اور اس دروازہ میں داخل ہو کر مشرقی دروازہ سے باہر آگئے۔

"الحال آں دروازہ را بہشتی مے گویند"۔ (جواہر فریدی صفحہ ۲۹۶)

آج تک اس دروازہ کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔

اور یہ سب کیا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین حریق المحبت شیخ بحر و بر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور بخشش و عطا۔

تفرد باللہ الفرید فظل وحیداً والمشوق وحیدً

ضروری بات:

جس طرح محض اعمالِ صالحہ پر بھروسہ کر لینا اور فضل ربّ سے قطع نظر کر لینا غلط ہے اسی طرح نیکیوں کو چھوڑ کر صرف بہشتی دروازہ میں سے گذرنے کے بعد گناہ پر نڈر اور بے باک ہو جانا بھی گمراہی ہے۔

پاکپتن شریف کے اطراف میں اور راوی کے کنارے جو لوگ آباد ہیں۔ ان میں نومسلموں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ لوگ اسلام قبول کرنے سے پہلے جرائم پیشہ تھے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض نے ان کو اسلام کی نورانیت سے ہم کنار کر دیا تھا اور ان کی حالت بدل گئی تھی۔ مگر اب پھر ان میں اکثر کا یہ حال ہے کہ پورا سال چوریاں کرتے اور کراتے ہیں اور دوسرے جرائم میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشاں رہتے ہیں اور سال کے بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر بہشتی دروازہ سے گذر جانے کے بعد سمجھتے ہیں کہ ہماری تمام بداعمالیاں معاف ہوگئیں اور پھر سال بھر دلیری سے گناہ کرتے رہتے ہیں۔ کاش وہ لوگ جن پر تبلیغ و ہدایت کا فرض عائد ہوتا ہے لوگوں میں حقوق العباد کی اہمیت کو واضح کریں اور ان کو

Scanned with CamScanner

بتائیں کہ توبہ یہ ہے کہ پھر دوبارہ وہ گناہ نہ کیا جائے۔ ورنہ زبانی توبہ تو اللہ تعالیٰ سے مزاح ہے جو اس کے غضب کو ابھارتا ہے۔

کیپٹن ویڈ کی تحریر:

جنرل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال مارچ ۱۸۳۷ء صفحہ ۱۹۲ پر کیپٹن ویڈ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ دروازہ تقریباً ۲ فٹ چوڑا ہے جس میں سے ایک آدمی بتکلف گذر سکتا ہے اور تمام سال یہ دروازہ بند رہتا ہے۔ صرف پانچ محرم کو کھولا جاتا ہے۔ جس میں گذرنے کیلئے کثرت سے ہندو مسلمان جمع ہو جاتے ہیں جس وقت یہ کھولا جاتا ہے تو فضا فرید فرید کے نعروں سے گونج جاتی ہے۔

کیپٹن سی۔ایم۔ریڈ C.M VAID

مراسمِ عرس حضرت باباصاحب:

حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی مراسم ۲۵ ذوالحجہ سے شروع ہوجاتی ہیں روزانہ صبح تقریباً ۸ بجے دیوان صاحب اپنے مکان سے مشائخ سجادگان اور معززین کے ہمراہ جلوس کی صورت میں شمالی دروازہ سے آستانہ عالیہ آتے ہیں اور اندر روضہ شریف میں چلے جاتے ہیں۔ یہاں چند حافظ قرآن خوانی کرتے ہیں۔ اس کے بعد یہ شجرہ پڑھا جاتا ہے۔ بروح پاک بندگی حضرت سید المرسلین خاتم النبیین خواجہ کائنات خلاصۂ موجودات سر دفتر مخلوقات رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بطفیل حضرت ایشاں جمیع آل واولاد واصحاب وازواج واتباع رضوان اللہ علیہم اجمعین وعلمائے مجتہدین ومشائخ متقدمین ومتاخرین وجمیع طبقات خصوصاً بندگی حضرت سلطان الہند قطب الاولیاء تاج العرفا قدوۃ المحققین امام المتقین سراج العارفین برہان الزاہدین حضرت خواجہ خواجگان خواجہ سیّد معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہٗ و بندگی حضرت شہید المحبت غریق رحمت قطب الاقطاب خواجہ سیّد قطب الدین بختیار کاکی اُوشی قدس

اللہ سرہٗ و بندگی حریق المحبت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والشرع والدین قدس سرہ و نور اللہ مرقدہٗ و جمیع گذشتگان خواجگان چشت اہل بہشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و جمیع فرزندان و خلفاء و مریدین و معتقدین بطفیل حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم درود سورۂ فاتحہ معہ اخلاص ختم اس وقت سب حاضرین درود شریف سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں اس کے بعد شجرہ خواں التماس دعا کے لئے یہ کلمات کہتا ہے۔

برائے مزید حیات وترقی درجات ونیل المرادات واستقامت دارین وحصولیات دین وایمان جمیع خلفاء ومریدین وعلمائے اسلام وفقرائے ذوالاحترام وصوفیائے عظام چہ از دُور و نزدیک کل حاضرین مجلس بطفیل توجہ روحی حضرت خواجگان چشت اہل بہشت رضوان اللہ علیہم اجمعین ایں نیت خیر دعائے خیر مدد کنید''۔

اس وقت بھی سب حاضرین فاتحہ کے بعد دعائے خیر کرتے ہیں۔ پھر شجرہ خواں دعا کیلئے یہ کلمات کہتا ہے۔

برائے مزید حیات وترقی درجات ونیل المرادات واستقامت دارین و حصولیات دین وایمان تائب مناب قطب الاقطاب خواجہ بحرو برشاہ فرید الدین مسعود گنج شکر سراج الاولیاء نور الحق والشرع والدین حضرت دیوان شیخ غلام قطب الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حاضرین مجلس ایں نیت خیر دعائے خیر مدد کنید۔

اس کے بعد دیوان صاحب حاضرین روضہ شریف کو پسی ہوئی کھانڈ تقسیم کرتے ہیں یہاں سے فارغ ہوکر دیوان صاحب سماع خانہ میں آجاتے ہیں اور اپنی مخصوص نشست پر جس کے گرد جنگلہ لگا ہوا ہے بیٹھ جاتے ہیں اور علماء فقراء مشائخ سجادگان، پیرزادگان اور دوسرے معززین صف بستہ کھڑے رہتے ہیں یہاں فاتحہ شربت پر ہوتی ہے جو چھوٹی چھوٹی مٹی کی جھجریوں میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ قرآن خوانی کے بعد وہی شجرہ پڑھا جاتا ہے جو اوپر تحریر کیا جا چکا ہے۔ شربت کی جھجریوں کی تقسیم کے بعد آٹے میدہ کی چھوٹی چھوٹی ٹکیاں تقسیم ہوتی ہیں اور اس تقسیم سے فارغ ہوکر جناب

Scanned with CamScanner

دیوان صاحب تو اندرون روضہ شریف حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ چلے جاتے ہیں اور دوسرے سب حاضرین محفل سماع میں بیٹھ جاتے ہیں دیوان صاحب روضہ شریف میں جا کر مزارات کی صفائی کے بعد غلاف تبدیل کرتے ہیں اس وقت کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی سوائے اس شخص کے کہ جس کو دیوان صاحب اپنے پیشِ دست حیثیت سے اندر بلالیں۔

اس خدمت سے فارغ ہوکر دیوان صاحب دروازہ کھول دیتے ہیں اور خود روضہ شریف کے دروازہ میں باہر کے رخ کھڑے ہوجاتے ہیں اور دیگر سب حاضرین محفل کی صورت میں دست بستہ کھڑے رہتے ہیں اور اس طرح محفل سماع منعقد ہوتی ہے جو بڑی پر کیف اور موثر ہوتی ہے۔ چند چوکیوں کا گانا سننے کے بعد دیوان صاحب واپس اپنے مکان پر چلے جاتے ہیں۔

۲۵ ذوالحجہ سے ۶ محرم تک صبح کی یہ مجلس ہر روز اسی طرح ہوتی رہتی ہے۔ البتہ یکم محرم سے شام کو بھی ایک مجلس شروع ہوجاتی ہے۔ جو بہشتی دروازہ کھلنے والی دوسری رات تک جاری رہتی ہے۔ اس مجلس میں ہر روز تین صوفی بتائے جاتے ہیں۔ تقریبا ۴، ۵ بجے شام کو دیوان صاحب اپنے مکان سے حسب دستور جلوس کی صورت میں سماع خانہ آتے ہیں اور اپنی مخصوص نشست پر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اس وقت ان کے ہاتھ میں ان کا خاندانی عصا اور تسبیح ہوتی ہے۔ ان کے بالکل سامنے جانب جنوب دیوار کے ساتھ سفید ریش سفید کپڑوں میں ملبوس تین مقررہ صوفی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد جب عرس کے موقع پر دہلی سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ آئے تھے تو ایک محفل سماع منعقد ہوئی تھی اور بعض تذکرہ نویسوں کی روایت کے مطابق اس مجلس میں بڑا کیف ہوا تھا اور غلبہ حال میں آپ وجد کیلئے کھڑے ہوگئے تھے۔ اس مجلس میں مشہور سہروردی بزرگ جناب شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ پہلی مرتبہ

انہوں نے آپ کی آستین پکڑ کر آپ کو بٹھالیا۔ پھر جب دوبارہ آپ وجد کیلئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے آپ کا دامن پکڑ کر بٹھالیا۔ تیسری مرتبہ پھر جوش میں آپ کھڑے ہوئے تو وہ اٹھ کر چلے گئے اور نماز میں مشغول ہوگئے۔

ان کے ایک معتقد مخلص جناب شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اس بات کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی شیخ وقت ہیں۔ ان کے روحانی مراتب سے کون واقف ہوسکتا ہے۔ پہلی مرتبہ جب وہ وجد کیلئے کھڑے ہوئے ہیں تو باطن میں ان کا قدم ساتویں آسمان پر تھا۔ میں نے ان کی آستین پکڑی اور ان کو بٹھالیا۔ جب وہ دوسری مرتبہ کھڑے ہوئے تو وہ ہفت آسمان سے گذر گئے تھے۔ میرا ہاتھ ان کے دامن تک پہنچا اور میں نے ان کو پھر بٹھالیا۔ تیسری مرتبہ جب وہ کھڑے ہوئے تو میری نظروں سے غائب تھے۔ خدا تعالیٰ علیم ہے کہ اس وقت وہ کس مقام میں تھے اس لئے میں اٹھ کر چلا آیا اور نماز میں مشغول ہوگیا۔

الغرض اسی حالت میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے باری باری تین آدمیوں کے شانے پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور وجد کرتے ہوئے ان کو اپنے ہمراہ بظاہر حضرت شیخ شیوخ العالم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک تک لائے اور یہاں تک پہنچتے پہنچتے باطن میں ان کو ابرار کے مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اس وقت حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ جنہوں نے اس وقت حضرت پر روپے اور اشرفیاں نچھاور کیے تھے۔

بعد میں اس واقعہ نے فال ورسم کی صورت اختیار کرلی۔ یہ رسم عرصہ دراز سے جاری ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک چوبدار باری باری ہر صوفی کا بازو پکڑ کر آہستہ آہستہ نوشاہ کی طرح دیوان صاحب کے سامنے لاتا ہے۔ اس کے ہمراہ قوالوں کی چوکیاں دف کے ساتھ یہ غزلیں گاتی ہیں۔ پھر یہاں سے اس کو نوری دروازہ تک لے جایا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے اپنے مقام واپسی پر دیوان صاحب اس پر کوڑیاں نچھاور کرتے ہیں۔ روزانہ تین صوفی بنائے جاتے ہیں۔ اس رسم میں ہر صوفی کے ساتھ

Scanned with CamScanner

ایک غزل گائی جاتی ہے۔ یہ مجلس بھی بڑی موثر اور پُر کیف ہوتی ہے۔

غزل نمبر۱:

منزلِ عشق از مکانِ دیگر است	مرد ایں راہ رو نشانِ دیگر است
عاشقانِ خواجگانِ چشت را	از قدم تا سر نشان دیگر است
کشتگانِ خنجر تسلیم را	ہر زماں از غیب جاں دیگر است
دل خو روز خمے زدیدہ خوں چکد	ایں چنیں تیر از کمانِ دیگر است
عشق را در مدرسہ تعلیم نیست	ایں چنیں عِلمت بیان دیگر است
احمدا تاگم نہ کردی ہوش دار	ایں جرس از کاروان دیگر است

غزل نمبر۲:

من نیم واللہ یارا من نیم	جان جانم سر سرم تن نیم
نور نورم نورِ نورم نور نور	من چراغ و پنبہٗ روغن نیم
نور پاک احمدم در مشت خاک	کور چشماں را دلے روش نیم
اوست اندر سرمن ظاہر شدہ	من نیم مسعود واللہ من نیم

غزل نمبر۳:

بخُدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست
بے نشانیست کزو نام ونشان چیزے نیست

چند ما جُبہ نشینی بگمان دگراں
خیمہ در کوئے یقین زن کہ گماں چیزے نیست

ہستی تست حجابِ تو وگرنہ پیدا است
کہ بجز دوست دریں پردہ نہاں چیزے نیست

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

شب چھ محرم کو یعنی پانچ کا دن گذار کر رات کو بعد نمازِ مغرب جناب دیوان صاحب گولوں کے دھاکوں میں اپنے مکان سے جلوس کے ساتھ آتے ہیں اور بہشتی دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگتے ہیں اور پھر اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید فرید کہہ کر تین تالیاں بجاتے ہیں جن کی اتباع میں تمام حاضرین عرس تالیاں بجا کر یہ الفاظ دہراتے ہیں جس سے فضا فرید فرید کے نعروں سے گونج اٹھتی ہے۔

پھر اس کے بعد دیوان صاحب دروازہ کھول دیتے ہیں اور اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے عزیز و اقارب مشائخ اور سجادگان خصوصاً حضرت میاں علی محمد خان صاحب چشتی نظامی سجادہ نشین بسی شریف اور حضرت خواجہ غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف اور حضرت غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور حضرت خواجہ خان محمد صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف اور حضرت خواجہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف اور دیگر دوسرے چشتی، نظامی، صابری، قادری، سہروردی، نقشبندی مشائخ اور درگاہوں کے پیرزادگان اس دروازہ میں داخل ہوتے ہیں اور شرقی دروازہ سے باہر آجاتے ہیں۔

بعد ازیں دیوان صاحب جنوبی حجروں کے سامنے ۸ فٹ اونچے تخت پر کھڑے ہو کر زعفران کے پانی میں بھیگے ہوئے کپڑے جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک سے مس شدہ ہوتے ہیں حاضرین میں تبرکاً تقسیم کرتے ہیں۔ جب اندرون آستانہ عالیہ کے تمام حاضرین بہشتی دروازہ میں سے گذر جاتے ہیں جن کا داخلہ فسٹ کلاس پاس کے ذریعہ آستانہ میں ہوا تھا تو پھر حجرہ نشین لوگوں کو ایک قطار کے ساتھ بہشتی دروازہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد سیکنڈ کلاس پاس والے قطار در قطار آتے اور گذرتے ہیں۔ پھر عوام کو چھوٹے چھوٹے جتھوں کی صورت میں درگاہ

Scanned with CamScanner

شریف کے صدر دروازہ سے ایک لائن کے ساتھ بہشتی دروازہ سے گذارا جاتا ہے اور ہاتھ در ہاتھ آستانہ عالیہ کے شمالی دروازہ سے باہر کر دیا جاتا ہے۔

دروازہ پر سرکاری شمار کنندے گنتی کرتے رہتے ہیں۔ ہر سال ایک لاکھ سے اوپر آدمی اس دروازہ میں داخل ہوتے ہیں۔ چھ محرم کی صبح کو دیوان صاحب تقریباً آٹھ، نو بجے آتے ہیں اور دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ پھر شام کو یعنی سات محرم کی رات کو فاتحہ کے بعد ایک مجلس جس مین تین صوفی بنائے جاتے ہیں بہشتی دروازہ کے سامنے دالان میں ہوتی ہے۔ یہ مجلس خاص ہوتی ہے اس میں ہر ایک شریک نہیں ہو سکتا۔ مخصوص سجادگان اور مشائخ اور پیرزادگان شریک ہوتے ہیں۔ کمشنر صاحب، ڈپٹی کمشنر صاحب اور ایس پی صاحب معہ اپنے اہلکاروں کے موقع پر موجود ہوتے ہیں اور انتظام کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اس مجلس سے فارغ ہو کر جناب دیوان صاحب روضہ شریف سے باہر قدم شریف (چھوٹی کوٹھڑی) پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سب لوگوں کو فاتحہ کا تبرک تقسیم کرتے ہیں۔ ۷ محرم کی صبح بہشتی دروازہ بند کرنے سے کچھ دیر پہلے مردوں کو ذرا سی دیر روک کر عورتوں کو بہشتی دروازہ تک جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ وہ اندر نہیں جاتیں بلکہ دروازہ کو بوسہ دے کر واپس ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد مقررہ وقت پر تقریباً ۱۱ بجے دیوان صاحب دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ آج سے تقریباً ساٹھ ستر سال پہلے تک بہشتی دروازہ پانچ محرم کو بعد نماز عصر کھول دیا جاتا تھا اور تمام رات کھلا رہتا تھا۔

پھر دس محرم کو مزار شریف اور روضہ شریف اور مسجد اور تمام آستانہ کو غسل دیا جاتا ہے اور معطر کیا جاتا ہے اور روضہ شریف مقفل کر دیا جاتا ہے۔ پھر مزار پاک کا صندل خشک ہونے پر دیوان صاحب ایک تقریب کے ساتھ دروازہ کھولتے ہیں۔

غسل سے فارغ ہو کر جناب دیوان صاحب چند معززین کے ہمراہ جمالی بُرج میں کھانا تناول فرماتے ہیں۔ آج کا لنگر امیرِ شریعت وطریقت حضرت میاں علی خان صاحب سجادہ نشین بسی شریف کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ ہیں عرس کے مراسم جو سینکڑوں

برس سے جاری ہیں اور خدا کرے صحت وصفائی کے ساتھ ہمیشہ جاری رہیں۔

الٰہی تابود خورشید و ماہی چراغِ چشتیاں را روشنائی

نادراتِ آستانہ:

آستانہ عالیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں کچھ نادر تبرکات بھی ہیں۔ جن میں لکڑی کی ایک روٹی، جُبہ شریف، موزہ، علم اور کچھ پتھر کے میوہ جات ہیں۔

لکڑی کی روٹی:

لکڑی کی روٹی کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کے زمانہ مجاہدات کی ہے جس کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲ سال کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھا ہے۔ اس لکڑی کی روٹی پر دو نشان پڑے ہوئے ہیں جن کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ آپ کے دندانِ مبارک کے نشانات ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔

جناب سیّد وارث شاہ صاحب مصنف ہیر رانجھا نے آپ کی نفس کشی اور صبر استقامت کے متعلق خوب فرمایا ہے:

سونٹا صبر والے ماریا نفس موذی پتھر بھن کیتا چکنا چور ہے جی
زہد الابتیا نام دھرایو سو ایسا صابری وچہ صبور ہے جی

جُبہ شریف:

ان نادرات میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جبہ شریف بھی ہے جو پرانا ہونے کے سبب اتنا شکستہ ہو گیا تھا کہ اس کو ہاتھ لگانے سے ٹکڑے ہوتے تھے۔ اس لئے اس کے اوپر نیچے کپڑے کی تہ لگا دی گئی ہے۔ اصل جبہ اس کپڑے کے درمیان پوشیدہ ہو گیا ہے۔ عام لوگ ناواقفیت کی بنا پر اس کی زیارت نہیں کرتے۔ اب محکمہ اوقات کی طرف سے شیشے کے بکس بنوانے کی تجویز ہے جس میں یہ تبرکات رکھے جائیں گے اور عام لوگ زیارت کر سکیں گے۔

Scanned with CamScanner

موزہ:

سرخ نری کا بنایا ہوا ایک جوڑہ ہے یہ بھی مرمت شدہ ہے۔ اگرچہ ان کو آپ کی جوتیوں کا جوڑہ کہا جاتا ہے۔ مگر جوتی کا تلا سخت ہوتا ہے۔ یہ موزوں کی طرح نرم ہے غالباً یہ موزہ ہوں گے۔

علم:

تانبے کے دو علم ہیں جن کا کپڑا رسول اکرم ﷺ کے وقت کا بتایا جاتا ہے یہ کپڑا بھی بڑا بوسیدہ ہو گیا تھا۔ اس پر بھی اوپر نیچے کپڑے کی تہ لگادی گئی ہے۔

پتھر کے میوے:

جن میں خوبانی، چھوہارے، ثعلب مصری، اخروٹ، چھالیہ وغیرہ قابلِ دید ہیں۔ ان سب چیزوں کو شیشے کے بکس میں رکھ دیا گیا ہے اور سب لوگ اس کی زیارت کر سکتے ہیں۔

ان میووں کے متعلق مشہور ہے کہ ایک سوداگر ملتان سے مندرجہ بالا میوہ جات اونٹوں پر لاد کر دہلی تجارت کیلئے جا رہا تھا۔ حضرت بابا صاحب اس وقت سر راہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب اونٹوں کا قافلہ گذرا تو آپ نے سوداگر سے پوچھا اس میں کیا ہے۔ سوداگر نے منگتا فقیر سمجھ کر جھوٹ بولا پتھر ہے بابا۔ آپ نے کہا پتھر ہوں گے۔

سوداگر نے دہلی پہنچ کر بوروں کو کھولا تو اس نے دیکھا کہ میوے تو ہیں مگر سب پتھر کے ہیں، بہت گھبرایا، پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ جب رو دھو کر دل ہلکا ہوا تو غور کیا اور اس کو یاد آ گیا کہ اجودھن میں جو فقیر سرِ راہ ملا تھا اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا اور میں نے جھوٹ بولا تھا یہ اس کی زبان کی تاثیر اور میرے جھوٹ کی سزا ہے آخر وہ سوداگر اپنی اس پریشانی کے علاج کیلئے بہت سے درویشوں اور مولویوں کے پاس گیا مگر کہیں کچھ نہ بنا۔ آخر ایک درویش نے سوداگر سے کہا۔ اس طرح مارے

مارے پھرنے سے کچھ نہ ہوگا۔ تم اجودھن واپس جاؤ اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دعا کراؤ۔ انہی کی دعا سے یہ پتھر میوے ہو سکتے ہیں۔ ان کے سوا یہ کام اور کسی سے نہ ہو سکے گا۔ سوداگر یہ سن کر ناچار اجودھن روانہ ہوا اور اونٹوں کو ایک جگہ بٹھا کر حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا اور ایک لپ بھر کر اس پتھر کے میوہ کی حضرت کے سامنے ڈال دی اور افسوس و ندامت کے ساتھ اپنی سرگزشت سنائی اور معافی مانگی اور جھوٹ بولنے سے توبہ کی آپ نے فرمایا اگر یہ میوہ تھا تو میوہ ہو جائے گا۔

اس کے بعد سوداگر واپس اونٹوں کے پاس آیا تو دیکھا واقعی سب اونٹوں پر اصل میوہ اچھی حالت میں لدا ہوا ہے۔ یہ پتھر کا میوہ اس وقت کی یادگار ہے۔

اسمائے گرامی سجادہ نشیناں آستانہ عالیہ فریدیہ

1- حضرت دیوان شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ
2- حضرت دیوان شیخ علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ
3- حضرت دیوان شیخ معزالدین شہید رحمۃ اللہ علیہ
4- حضرت دیوان شیخ افضل الدین فضیل رحمۃ اللہ علیہ
5- حضرت دیوان شیخ منورالدین رحمۃ اللہ علیہ
6- حضرت دیوان شیخ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ
7- حضرت دیوان شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ
8- حضرت دیوان شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ
9- حضرت دیوان شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ
10- حضرت دیوان شیخ عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ
11- حضرت دیوان شیخ محمد ثانی رحمۃ اللہ علیہ
12- حضرت دیوان شیخ ابراہیم عرف برہم فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ
13- حضرت دیوان شیخ تاج الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ
14- حضرت دیوان شیخ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ
15- حضرت دیوان شیخ ابراہیم ثانی رحمۃ اللہ علیہ
16- حضرت دیوان شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ
17- حضرت دیوان شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ
18- حضرت دیوان شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ
19- حضرت دیوان شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ
20- حضرت دیوان شیخ عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ
21- حضرت دیوان شیخ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ
22- حضرت دیوان شیخ محمد یار رحمۃ اللہ علیہ
23- حضرت دیوان شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ
24- حضرت دیوان شیخ اللہ جوایا رحمۃ اللہ علیہ
25- حضرت دیوان شیخ سیّد محمد رحمۃ اللہ علیہ
26- حضرت دیوان شیخ غلام قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ موجودہ سجادہ نشین

اس آستانہ شریف کے ۲۶ ویں دیوان جناب شیخ قطب الدین صاحب چشتی ہیں جو قومی اسمبلی کے ممبر بھی ہیں۔ وہ اپنے خاندانی رواج کے مطابق بحیثیت گدی نشین ہونے کے کل وراثت کے واحد مالک ہیں۔ دیگر کسی کا رسماً ورواجاً کوئی حق نہیں

ہے۔اس خاندان میں جو عام رواجات ہیں اس میں سجادہ نشین کی حیثیت بالکل منفرد ہوتی ہے۔اس کو سمجھانے کیلئے ضروری ہے کہ کتاب عام رواجات قوم چشتی تحصیل پاکپتن محفوظ صدر دفتر قانون گو ساہیوال سے چند سطور پیش کر دی جائیں۔ یہ وثیقہ ۱۸۷۲ء کا ہے۔

''خاندان سجادہ نشین پاکپتن اس رواج سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ ان کے خاندان میں جو گدی نشین ہوتا ہے وہ مالک کل وراثت اور جائداد کا ہوتا ہے۔ دیگر اولادِ نرینہ کو کچھ نہیں ملتا۔

نظائر دیوان شیخ ابراہیم اوّل گدی نشین تھا۔ بعد وفات اس کے دیوان شیخ محمد خورد پسر اس کا سجادہ نشین ہوا۔ خواجہ محمد پسرِ کلاں اس کا محروم الوراثت رہا۔ بعد وفات شیخ محمد اشرف پسر اس کا سجادہ نشین ہو کر لاولد مر گیا پھر دیوان محمد سعید دیگر خاندان سے سجادہ نشین ہوا۔ اولاد خواجہ محمد پھر بھی بدستور محروم الوراثت رہی الغرض گدی اس طرح ایک خاندان سے منتقل ہوتی ہے مگر وراثت کا حق صرف سجادہ نشین کا ہے وہ کیفیت تمام قوم چشتیاں کے رواج مفصل درج ہے''۔

عماراتِ آستانہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ:

آستانہ عالیہ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میں داخل ہونے کیلئے تین دروازے ہیں۔ جن میں بڑا اور صدر دروازہ جانب شرق ہے۔

دروازہ مذکور موجودہ سجادہ نشین صاحب کے والدِ ماجد جناب دیوان سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعمیر کردہ ہے۔ جن کی پیشانی پر سنگِ مرمر کا کتبہ نصب ہے۔

یا حیّ یا قیوم

هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

جو صاحب اندر جانے کا قصد فرمادیں وہ باپابرہنہ ہو کر تشریف لے جاویں ۱۳۲۳ھ

سجادہ نشین دیوان سید محمد تعمیر یافت

Scanned with CamScanner

اس دروازہ پر جوتا اتار کر اندر چلے جائیے۔ دروازہ میں دونوں طرف حجرے بنے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر کمرے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں آج کل محکمہ اوقاف کا دفتر ہے۔

زیادہ آمد و رفت اس شرقی دروازہ سے ہوتی ہے۔ دوسرا دروازہ آستانہ میں داخل ہونے کیلئے روضۂ متبرکہ کے بالکل شمال میں واقع ہے۔ جس سے عام طور پر عورتیں آتی جاتی ہیں اور شب ششم اور شب ہفتم محرم کو اسی دروازہ سے لوگ (بہشتی لنگ کر) واپس جاتے ہیں۔

تیسرا چھوٹا دروازہ غرب میں ہے۔ جن سے معمولی آمد و رفت ہوتی ہے۔ اندرونِ آستانہ جنوبی سمت درویشوں اور مسافروں کیلئے حجرہ ہائے اعتکاف بنے ہوئے ہیں۔

آستانہ شریف میں کل حجروں کی تعداد بیالیس ہے۔ جن میں شرقی دروازہ کے اوپر نیچے کے حجرے غربی دروازہ کے قریب اور مسافر خانہ کے حجرے اور توشہ خانہ اور تبرک خانہ کے حجرے بھی شامل ہیں۔

جنوبی سمت کے حجروں میں جمالی بُرج۔ صابری حجرہ اور نظامی برج مشہور ہیں۔

جمالی بُرج:

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اوّل حضرت جناب بابا صاحب سے منسوب ہے۔ یہ برج گوشہ شرق و جنوب میں واقع ہے۔ عجیب بابرکت مقام ہے۔

اس کے بالکل متصل جانب غرب ایک حجرہ چھوڑ کر حضرت مرشدنا و مولانا میاں محمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حجرہ ہے۔ جس میں آج کل ان کے جانشین پیرِ طریقت جامع العقول والمنقول مرشدنا و مولانا حضرت میاں علی محمد خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

حضرت میاں صاحب موصوف علم و عمل صورت و سیرت فیض رسانی طالب و سالک بخشش و عطا میں بے مثل بزرگ ہیں، ایک مرتبہ آپ کی صحبت میں چند لمحے

گذاریئے آپ کو ہماری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ ایک طرف آپ کی پوری زندگی شریعت مقدسہ کی مکمل تصویر ہے۔ دوسری طرف فقر کی رسم و راہ منزل سے کماحقہٗ آگاہ ہیں اور طالبانِ صادق کو جلدی ان کے مقام مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

ان حجروں کے بالکل غرب میں گویا گوشہ جنوب مغرب میں نظامی بُرج ہے۔ جس میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور و معروف بزرگ خواجہ غلام نظام الدین صاحب آ کر ٹھہرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ کی نظر میں ایک موتی ہے شب زندہ دار ہیں اور تمام بزرگانہ خوبیوں کے حامل ہیں۔ محفلِ سماع میں آپ کا ذوق و شوق ساری محفل کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔ افسوس اس سال ان کا انتقال ہوگیا۔

صابری حجرہ:

درمیان میں صابری حجرہ ہے کہتے ہیں یہ حجرہ حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کا جائے اعتکاف ہے۔

جس جگہ یار کا نقش کف پا ہوتا ہے
بس وہی کعبہ اربابِ وفا ہوتا ہے

اس حجرہ متبرکہ پر ایامِ عرس کے علاوہ بھی صابری پروانوں کا ہجوم رہتا ہے کوئی نفل پڑھ رہا ہے۔ کوئی تلاوتِ قرآن پاک میں لگا ہوا ہے کوئی ذکرِ جہر میں مشغول ہے۔ کوئی چوکھٹ پر آنکھیں مل رہا ہے اور حالتِ ذوق و شوق میں کہہ رہا ہے۔

تیرا نقش پا جو نہ مل سکا تیرے رہگذر کی زمیں سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

حجرہ میں اندر بہت خوبصورت ٹائل لگے ہوئے ہیں۔ دروازہ بہت بوسیدہ ہو گیا تھا۔ جس کو کراچی کی مخیّر خاتون جنابہ رانی سعیدہ بیگم صاحب نے راقم الحروف کی معرفت اپنے خرچ پر بنوا دیا ہے اور حجرہ کے باہر کی طرف سیمنٹ کا پلاسٹر اور خوبصورت چپس لگوا دیا ہے۔

Scanned with CamScanner

گھنٹہ گھر ۱۸۸۵ء میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند گھڑی ساز نے جو تونسہ شریف سے مرید تھا۔ اس کو بنایا تھا۔ اس میں ڈائل اور سوئیاں نہیں تھیں اور یہ ہر پاؤ گھنٹہ کے بعد ایک اور آدھ گھنٹے کے بعد دو اور پون گھنٹے کے بعد تین چھوٹی گھنٹیاں بجاتا ہے۔ جب گھنٹہ پورا ہوجاتا ہے تو پہلے چار چھوٹی گھنٹیاں بجتی ہیں۔ پھر جتنے بجے ہوتے ہیں۔ اتنی ہی بڑی آواز دار گھنٹیاں بجتی ہیں۔ جس کی آواز دور دور تک جاتی ہے اس میں آٹھ دن کے بعد چابی دی جاتی ہے۔ اس گھنٹہ کی تمام مشینری گھڑی ساز کی خود ساختہ ہے اور ایک تختہ پر چسپاں ہے۔ جس پر شیشہ کا کور (Cover) لگا ہوا ہے اور باہر سے ہر پرزہ بالکل صاف دکھائی دیتا ہے گھنٹہ کا لنگر اور اس کے ساتھ تین وزن لوہے کی زنجیروں میں لٹکے ہوئے ہیں۔ جس کے بوجھ سے پرزے حرکت کرتے ہیں اور چابی اترتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ آٹھویں دن بالکل نیچے ہوجاتے ہیں اور چابی ختم ہوجاتی ہے اور جب چابی ختم ہوجاتی ہے تو وزن نیچے ہوجاتے ہیں۔

یہ گھنٹہ قابل دید چیز ہے اور مرحوم سجادہ نشین جناب دیوان سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ ۱۹۶۴ء میں محبوب گھڑی ساز پاکپتن نے اس گھنٹے میں ڈائل اور سوئیاں لگا دی ہیں۔ اس کے متصل وہ نظامی حجرہ ہے جہاں بیٹھ کر میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔

نظامی بُرج کے قریب آستانہ شریف کا کنواں ہے۔ جس میں موٹر نصب ہے یہ موٹر دیوان غلام قطب الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ نے نصب کرائی تھی۔ اب محکمہ اوقاف کی طرف سے نیا انجن خرید کر لگا دیا گیا ہے۔ اسی کنوئیں کے ذریعے آستانہ و مسجد میں پانی فراہم ہوتا ہے۔ اس کے غرب میں مسافروں کیلئے پاخانے اور غسل خانے بنے ہوئے ہیں۔

روضۂ مُتبرکہ:

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ شریف حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

کا بنوایا ہوا ہے۔ جس کی ہر اینٹ پر قرآن شریف ختم کرایا گیا تھا۔ اس روضۂ پاک کے دو دروازے ہیں۔ ایک شرقی، دوسرا جنوبی۔ شرقی دروازہ کو نوری دروازہ کہا جاتا ہے اسی سے آمد و رفت رہتی ہے۔ جنوبی دروازہ بند رہتا ہے۔ یہ بہشتی دروازہ ہے۔ جو سال بھر میں صرف دو راتوں کیلئے عرس کے دنوں میں شب چھ اور شب سات محرم کو کھولا جاتا ہے۔

روضہ شریف میں دو مزار ہیں۔ اندر گھستے ہی پہلا اور چھوٹا مزار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت جناب بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد سب کے مشورہ سے آستانہ شریف کی پہلے سجادہ نشین مقرر ہوئے تھے۔

دوسرا اور بڑا مزار جو جانب غرب ہے حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے آپ کے انتقال کو اس عرس پر یعنی محرم ۱۳۸۴ھ میں ۷۲۰ سال ہوگئے ہیں۔ یہ روضہ شریف اندر سے بہت تنگ ہے۔ مشکل سے پندرہ سولہ آدمی کھڑے ہوسکتے ہیں۔ جو لوگ سرہانے سے گذر کر واپس آنا چاہتے ہیں۔ جگہ کی تنگی کے سبب اور مزار کے چاروں طرف جنگلہ یا کٹہرا نہ ہونے کی وجہ سے ان کے پاؤں نادانستگی میں سرہانے مزار پاک کو لگتے ہیں۔ اگرچہ یہ بے ادبی غیر ارادی طور پر سرزد ہوتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہونا چاہیے ہندوستان میں چشتیہ سلسلے کے تمام بزرگوں کے مزارات پر چاروں طرف سنگِ مرمر کے خوبصورت جالی دار کٹہرہ لگے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی ایسا ہونا چاہیے۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ شریف میں اندر کے رخ چاروں طف اور اوپر گنبد میں شیشے کی پچ رنگی گلکاری بنی ہوئی ہے۔ رات کو جب برقی قمقمے روشن ہوتے ہیں تو عجیب و غریب سماں ہوتا ہے۔

روضہ شریف کے دونوں دروازوں پر جو کواڑوں کی جوڑیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان پر

Scanned with CamScanner

خالص چاندی کا خول چڑھا ہوا ہے اور درمیان میں سنہرے پھول جڑے ہوئے ہیں۔

مزار شریف پر چھوٹا سا گنبد بنا ہوا ہے۔ جس پر ۱۹۶۲ء میں سبز روغن کر دیا گیا ہے اوپر سنہرا خوبصورت کلس عجب بہار دیتا ہے۔ اب جب کہ ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ اور اپریل ۱۹۶۵ء میں حضرت کے روضہ شریف پر باہر کے رخ اور گنبد پر پاکستانی سنگ مرمر لگا دیا گیا ہے اور چاندی کا پترا جو روضہ شریف کی شرقی دیوار میں لگا ہوا تھا، اتار دیا گیا ہے۔ اس دروازہ پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

دائیں طرف اوپر	کافر صد سالہ را مومن کند در یک نظر آں فرید الحق والدین خواجۂ گنج شکر
نیچے	فریدا، دستگیرا، بادشاہا مرشدا خواجہ طفیل رحمۃ اللعالمین چشمِ کرم برما
درمیان میں	تفرد باللہ الفرید الفرید فظلِ وحیداً والمشرق وحید
بائیں طرف اوپر	حضرت گنجشکر قطب زماں قطب زمیں! چشمِ رحمت بکشا جانب درویش ببیں
نیچے	اسی در پر ہمیشہ بارش ابرِ کرم دیکھی ہزاروں کامل و اکمل ہوئے اس آستانے سے

روضہ شریف میں سرہانے پتھر کی ایک بڑی جالی لگی ہوئی ہے۔ جہاں سے صرف عورتیں حضرت کے مزار کی زیارت کرتی اور دعائیں مانگتی ہیں۔ اس جگہ کو ۴ فٹ اونچی خوبصورت رنگین ٹائلوں کی دیوار کے ذریعہ عورتوں کیلئے مخصوص و محدود کر دیا ہے۔

جالی میں اوپر کی طرف محراب کے درمیان کلمہ شریف اور دونوں طرف یہ عبارت کندہ ہے۔

بِسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد رسول اللّٰہ۔

رحم فرما شد تولد عابد آزادہ عمر   شد سال رحلت فرید الہ مسعود عصر

۱۳۱۹ھ

نظامی مسجد:

روضہ شریف سے باہر بالکل قریب جانبِ شمال راستہ چھوڑ کر نظامی مسجد ہے۔ یہ جگہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا عبادت خانہ ہے۔

خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم اللہ تعالیٰ کی خاص نشانیوں میں سے ایک ہے جس کو فیہ آیات بیّنات مقام ابراہیم اور عینِ مقام ابراہیم مصلّی سے ظاہر فرمایا ہے کہ مقامِ ابراہیم اس کی نشانیوں میں سے ایک واضح اور روشن نشانی ہے اور اس میں حضرت ابراہیم کی جائے سجدہ ہے۔ ہر حاجی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس مقام کو سجدہ گاہ بنا کر نفل ادا کیے جائیں۔

؎ بر زمینے کہ نشانِ کف پائے تو بود   سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

؎ جس جگہ یار کا نقش کف پا ہوتا ہے   بس وہیں کعبۂ ارباب وفا ہوتا ہے

زائرین آستانہ عالیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خصوصاً وابستگان سلسلہ عالیہ چشتیہ اس جگہ نفل ضرور ادا کرتے ہیں۔ قبولیت دعا کیلئے آستانہ عالیہ میں اس مقام کو اخص خصوصیت حاصل ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ اس مقام پر ہر روز ایک صاحبِ نعمت درویش حاضر ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابدال یا قطب یا مردانِ غیب اس مقام پر روز آتے ہیں۔

یہ جگہ پہلے کھلی ہوئی تھی۔ مرحوم دیوان سید محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں سنگ، مرمر کی محراب اور چاروں طرف کٹہرہ لگا دیا تھا۔ موجودہ سجادہ نشین صاحب نے اس میں بہت خوبصورت سنگِ مرمر کی بارہ دری لگوا دی ہے۔

سماع خانہ:

روضہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شرقی دروازہ کے بالکل سامنے سماع خانہ ہے۔ جس میں عرس کے دنوں میں مراسمِ فاتحہ جناب سجادہ نشین صاحب ادا کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

باہر کے دالان میں جانبِ شمال لکڑی کا ایک جنگلہ لگا ہوا ہے۔ جس میں سنگ مرمر کی ایک چوکی بنی ہوئی ہے۔ سجادہ نشین مراسم فاتحہ ادا کرتے وقت اس کے اوپر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ جنگلے کے باہر سماع خانہ میں علماء فقراء سجادہ نشین اور مشائخ عظام اور درویش کھڑے ہوتے ہیں اور باہر صحن آستانہ میں دیگر زائرین۔

روضہ شریف حضرت شیخ علاء الدین موج دریا:

آستانہ شریف میں بڑا روضہ حضرت شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ جن کا ذکر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے باب میں لکھ آئے ہیں اس روضہ کی عمارت آج سے چھ سو برس پہلے کے فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ اندر چاروں طرف لکڑی اور خشت پختہ میں خوبصورت گلکاری کی ہوئی ہے اور قرآن شریف کی آیات کندہ ہیں اور لکڑی میں حضرت سے بادشاہ کی عقیدت و بیعت اور اس گنبد کی تعمیر کا حال کندہ ہے دروازہ کے کواڑوں کی جوڑی پر چوکھٹ اور سرول اتنی اچھی اور اعلیٰ قسم کی لکڑی کی ہے کہ سینکڑوں برس گذر جانے کے بعد بھی اچھی حالت میں ہے اس گنبد میں کل ۱۹ مزار ہیں جن میں ۱۶ ظاہر ہیں اور تین مزار شرقی سمت میں ایک مسقّف چار دیواری میں ہیں یہ مزارات حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ اور دو صاحبزادیوں حضرت بی بی مستورہ اور حضرت بی بی شریفہ کے بتائے جاتے ہیں۔ یہ جگہ اتنی کم ہے کہ تین مزار اس جگہ نہیں ہو سکتے۔

وسط سے کچھ مغرب کی طرف ہٹا ہوا بڑا مزار حضرت شیخ علاؤ الدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت شیخ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے جنہوں نے ۵۴ سال اس آستانہ عالیہ کی سجادہ نشینی کے فرائض انجام دیئے تھے جن کا انتقال ماہ شوال کی چاند رات کو ۷۲۳ھ میں ہوا تھا۔ مزار شریف پر ہمیشہ غلاف رہتا ہے۔ آپ کے مزار کے جانب غرب تھوڑے فاصلے پر جناب دیوان سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جو موجودہ سجادہ نشین کے والد ماجد تھے

اور بری خوبیوں کے انسان تھے۔ ان کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ جو بتاتے ہیں کہ دیوان صاحب مرحوم مغرب کی نماز کے وقت آستانہ عالیہ میں آتے تھے اور پھر اشراق پڑھ کر جاتے تھے۔ تمام رات نظامی مسجد میں نفل پڑھتے رہتے تھے۔

حضرت موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کے سرہانے آپ کے استاد کا مزار ہے جن سے آپ نے علومِ عربیہ حاصل کئے تھے اور ان کے برابر میں آپ کے چھوٹے صاحبزادے شیخ علم الحق کا مزار ہے۔ جن کو سلطان محمد تغلق نے اپنی حکومت کا شیخ الاسلام بنا دیا تھا۔

حضرت شیخ معز الدین رحمۃ اللہ علیہ شہید کا مزار گجرات میں ہے جو اپنے والد ماجد حضرت شیخ موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے تھے۔

حضرت معز الدین کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت افضل الدین فضیل سجادہ نشین آستانہ مقرر ہوئے آپ کا مزار آپ کے چچا جناب علم الحق والدین کے برابر ہے اور آپ کے برابر جانبِ شرق حضرت مظہر الحق والدین کا مزار ہے جو اپنے والد ماجد جناب شیخ علم الحق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شیخ الاسلام دہلی بنائے گئے تھے۔

حضرت افضل الدین فضیل رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سجادہ نشین آستانہ جناب دیوان شیخ منور الدین ہوئے جنہوں نے تقریباً پچاس سال سجادگی کے فرائض انجام دیئے تھے۔

آپ کا مزارِ پاک بھی اسی گنبد میں ہے اور دیوان شیخ نور الدین اور ان کے بھائی شیخ بہاؤ الدین اور آپ کے لڑکے دیوان شیخ محمد یونس اور دیوان شیخ احمد شاہ اور دیوان شیخ عطاء اللہ اور دیوان شیخ محمد رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مزارات بھی اسی گنبد میں ہیں۔

اور بقولے دیوان شیخ ابراہیم عرف شیخ برہم المعروف فریدِ ثانی بھی اسی روضہ میں مدفون ہیں۔ جو گورونانک صاحب کے ہم عصر تھے اور گورونانک صاحب نے بھی آپ سے فیض پایا تھا۔ آپ اپنے وقت کے مشہور شاعر تھے۔ فرید تخلّص کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کے کلام کو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سمجھ لیا ہے۔

دیوان تاج الدین محمود اور ان کے بعد دیوان شیخ فیض اللہ اور پھر دیوان شیخ

ابراہیم ثانی سجادہ نشین آستانہ ہوئے۔ دیوان ابراہیم ثانی کے صاحبزادہ دیوان شیخ محمد ثانی ہوئے جن کے وقت میں اصغر علی چشتی نے جواہر فریدی کتاب تحریر کی تھی۔ ان ہی دیوان شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور و معروف صوفی شاعر مولانا فضل اللہ حامد جمالی کی ملاقات جبکہ وہ حج کو جارہے تھے۔ پاکپتن میں ہوئی تھی اور دیوان شیخ محمد ثانی کے عہد میں مولانا جمالی نے اپنی مشہور و معروف کتاب سیر العارفین تصنیف کی تھی۔

آستانہ شریف کے صحن میں نزدیک حجرہ قدم شریف شیخ جیوا کا مزار ہے۔ جو جنوں کے پیر مشہور ہیں۔ وہ جنوں کے پیر ہوں یا انسانوں کے یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ مزار صاحب دِل کا ہے۔ دیوان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ اور دیوان محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور دیوان شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور دیوان شیخ عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ اور دیوان شیخ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اور دیوان شیخ محمد یار رحمۃ اللہ علیہ اور دیوان شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات نظامی مسجد کے شمال میں اور روضہ حضرت علاء الدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ کے باہر جانبِ غرب موجود ہیں اوران پران حضرات کے نام اور تاریخ وفات کندہ ہیں۔

جامع فریدیہ

حضرت شیخ شہاب الدین گنج علم رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ شریف کے متصل جامع فریدیہ ہے یہ مسجد لکھوری اینٹوں کی بنی ہوئی ہے۔ جس پر سنگِ مرمر کے چونے سے پلستر کیا گیا ہے جس میں اندر باہر رنگین گلکاری ہورہی ہے۔ جو تقریباً پون صدی گذرنے کے بعد بھی نئی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت میاں صاحب مدظلہٗ کے نانا مرشدنا حضرت میاں محمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پلستر اور گلکاری کیلئے بیکانیر سے ماہرین کو بلایا تھا۔ درمیانی محراب کا کچھ چونا گر گیا تھا۔ جس کی مرمت چند سال ہوئے کی گئی تھی۔ مگر اب دس برس بھی نہیں ہوئے کہ اس مرمت شدہ گلکاری کے رنگ پھیکے پڑ گئے ہیں۔ اب حضرت میاں صاحب مدظلہٗ نے تقریباً آٹھ ہزار روپیہ سے مسجد کے صحن

میں نہایت پائیدار سائبان ڈلوا دیا ہے۔ جس کے نیچے تقریباً ڈھائی تین صد آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں اور تمام مسجد میں اندر باہر تقریباً ۱۸ ہزار روپیہ لگا کر سفید ٹائل کا فرش لگوا دیا ہے۔ اس کارِ خیر میں مرزا انوار الحسن دہلوی کی مساعی جمیلہ لائق تحسین ہیں۔

حکومت پاکستان نے ۱۹۶۱ء میں محکمہ اوقاف کے ذریعہ درگاہوں، خانقاہوں اور مسجدوں اوران کے متعلق جائیدادوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ آستانہ حضرت بابا صاحب بھی محکمہ اوقاف کے قبضے میں ہے۔ اس محکمہ کے ناظم اعلیٰ جناب شیخ محمد اکرام صاحب تھے جو علم دوست اور بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ ان کی جگہ جناب رشید خاں صاحب آئے ہیں۔ آپ اوقاف کے کاموں کو عمدہ اور عام پسند بنانے میں کوشاں ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس محکمہ کا نظام مثالی بن جائے۔

امورِ مذہبی اوقاف کمیٹی آستانہ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس کمیٹی کے سات ممبر ہیں:

1- ڈپٹی کمشنر صاحب ساہیوال۔
2- ایس۔ڈی۔ایم صاحب پاکپتن شریف۔
3- دیوان غلام قطب الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ باباصاحب۔
4- سیّد عبدالحلیم شاہ صاحب اجمیری۔
5- حاجی خورشید احمد صاحب۔
6- مینجر آستانہ حضرت باباصاحب۔
7- راقم الحروف سید محمد الیاس مسلم نظامی خواہرزادہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ۔

اس کمیٹی کے ممبران حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے ہیں اوران سب کی کوشش ہے کہ حضرت باباصاحب کا آستانہ افسران اعلیٰ کی خواہش کے مطابق ایک مثالی آستانہ بن جائے۔

Scanned with CamScanner

زیارت نامہ

حضرت شیخ الاسلام بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک پاکپتن شریف کی قدیم آبادی میں ٹبہ پر واقع ہے اور پاکستان بھر میں نہ صرف چشتیہ سلسلہ کا مرکز ہے۔ بلکہ تمام صوفیوں کا عظیم روحانی مقام ہے۔ بجز دزیارت وتوجہ سے سالک کی عجب حالت ہوجاتی ہے فیضانِ حق کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

"دِل داند ومن دانم وداند دِل من"۔

ابن تیمیہ کی اتباع میں ایک فرقہ لوگوں کو اولیاء اللہ کے مزارات پر جانے اور ان کے عرس میں شرکت کرنے سے منع کرتا ہے اور استفاضہ قبور کا منکر ہے۔ حالانکہ قرآن شاہد ہے کہ اللہ والوں پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثمّ استقاموا تتنزل علیهم الملائکة ان لا تخافوا ولا تحزنوا ألبشروا بالجنة التي كنتم توعدون۔

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی قبروں پر جاکر جو دعا مانگی جائے وہ عام طور پر قبول ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے۔

قبر موسیٰ الکاظم تریاق مجرب لاجابة الدعا۔

یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قبولیتِ دعا میں تریاق مجرب ہے۔

خود سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ "میں تم کو پہلے قبور پر جانے سے منع کیا کرتا تھا۔ اب کہتا ہوں کہ زیارتِ قبور کیا کرو" اور حضور کا بنفسِ نفیس شہدائے احد اور اپنی والدہ مکرمہ کے مزار پر جانا ثابت ہے۔ (مسلم شریف)

حدیثِ مقدس کے بعد اصحابِ نبی ﷺ کا عمل پھر تابعین اور اولیائے کاملین کا اس پر اتباع تواتر روایت سے ثابت ہے۔ جذب القلوب میں حضرت شیخ عبدالحق

محدث دہلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"چوں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ فتح شام کرد۔ باہلِ بیت المقدس مصالحہ نمود۔ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ آمدہ بشرف اسلام مشرف شُد۔ عمر بن الخطاب را بہ اسلام او غایت فرح وسرور دست دادو در وقت رجوع باوے گفت یا کعب خواہی کہ با ما بمدینہ آئی وزیارت سرورِ انبیاء کنی ﷺ گفت انعم یا امیر المومنین آنا اَفعل ذالك بعد از قدوم بمدینہ مطہرہ اول کاریکہ عمر رضی اللہ عنہ ابتدا کرد سلام پیغمبر بود ﷺ۔

یعنی جب حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے شام فتح کیا اور اہلیانِ بیت المقدس سے صلح کی۔ کعب احبار آئے اور شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوشی ہوئی اور واپسی کے وقت ان سے فرمایا کہ اے کعب تم کو چاہیے کہ ہمارے پاس مدینہ آؤ اور سرورِ انبیاء کی زیارت کرو۔ کعب نے جواب دیا۔ بہت اچھا یا امیر المومنین میں ایسا ہی کروں گا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے۔ تو جو کام سب سے پہلے انہوں نے وہاں کیا وہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کے مزار پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر خلیفہ کا کعب احبار کو زیارت قبر رسول ﷺ کیلئے بلانا اور خود واپس مدینہ شریف پہنچتے ہی سلام پیش کرنا بطور سند کافی ہے۔

حضرت ابو درداصحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بعد انتقال نبی کریم ﷺ شام چلے گئے تھے۔ ایک رات انہوں نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں:

"بلال تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑ دیا۔ تم ہماری زیارت کو کیوں نہیں آئے"۔

یہ خواب دیکھتے ہی وہ بیدار ہوئے اور مدینہ شریف روانہ ہوگئے اور جب مزار اقدس پر پہنچے تو آہ وزاری کے ساتھ اپنا چہرہ مزار رسول اللہ ﷺ سے ملنے لگے۔

Scanned with CamScanner

حضرت امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ بعد دفن سید عالم ﷺ ایک اعرابی آیا اور اس نے اپنے تئیں حضور ﷺ کی قبر مبارک پر گرادیا اور آپ کے مزار کی خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا اور کہا یا رسول اللہ! جو کچھ آپ نے خدائے تعالیٰ سے سنا، ہم نے آپ سے سنا، اور جو کچھ آپ نے اللہ کریم سے یاد کیا ہم نے آپ سے یاد کیا۔ جو کچھ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس میں یہ آیت بھی ہے:

"ونهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفر الله واستغفر لهم الرسول لوجد والله توابا رحيما"۔

اور اب میں اپنے اوپر ظلم کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ میرے لیے استغفار کریں۔ اسی وقت مزار پاک سے آواز آئی۔ "قد غفر لك" یعنی تیری بخشش ہوگئی۔

صحابہ کے بعد اولیاء کاملین کے ہزار وواقعات میں سے ایک دو سن لیجئے۔

حضرت[1] خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا پیر قطب عالم حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کیلئے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ راستہ میں آپ کو خطرہ گذرا کہ خبر نہیں (حضرت باہر دروازہ پر باؤلی کے قریب سے حاضری دیا کرتے تھے۔ ادباً اندر نہ جاتے تھے) اسی وقت مزار پاک سے آواز آئی۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

یعنی مجھ کو اپنی طرح زندہ سمجھو۔ اگر تم جسم کے ساتھ میرے پاس آتے ہو تو میں جان کے ساتھ تمہارے پاس آتا ہوں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا ایک دوست تھا جو بدایوں میں رہتا تھا۔ نہایت نیک اور ابدال صفت تھا۔ اگرچہ امی تھا۔ مگر ہمیشہ مجھ سے

[1] [illegible] علیم الدین مرحوم

شرعی مسائل پوچھا کرتا تھا۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا میں نے بعد انتقال اس کو خواب میں دیکھا۔ وہ مجھ سے حسب دستور مسائل پوچھنے لگا۔ میں نے اس سے کہا کہ جو کچھ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ یہ تو دنیا میں کام آنے والی باتیں ہیں اور تم مرگئے ہو اب تم کو ان سے کیا واسطہ۔ جب اس نے یہ بات سنی تو کہا کہ:

"تو اولیاء خدا را مردہ میگوئی"۔ (فوائد الفواد صفحہ ۴۸)

یعنی تم اللہ کے دوستوں کو مردہ کہتے ہو؟

خوب فرمایا ہے مولانا جامی نے:

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۸۰ پر لکھا ہے کہ حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّدنا عقیل بلخی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّدنا حیات بن قیس ہراتی اولیائے اُمت اپنے اپنے مزارات میں زندوں کی طرح حیات ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تصرفات کررہے ہیں۔

حضرت مخدوم سیّد اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ جس طرح یہ چار بزرگ دیار وولایت میں تصرف کرتے ہیں اسی طرح ہندوستان میں:

حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ وحضرت قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ وحضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بدایونی قدس ارواحہم در قبور نشستہ تصرف میکنند۔

یعنی حضرت خواجہ بزرگ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ شیوخ العالم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبروں میں بیٹھے تصرفات کرتے ہیں۔

حضرت شیخ العالم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک کی زیارت کیلئے ساڑھے سات سو برس سے آج تک عالم وعامی صاحب دل اور دنیادار سب ہی آتے رہتے ہیں اور آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید مولانا وجیہہ الدین پائلی تھے۔ جو علم وفضل میں یگانۂ روزگار تھے۔ ان کے علم ودانش کا یہ عالم تھا کہ ایک عنوان پر اگر ان سے دس مرتبہ تقریر کرائی جائے تو ہر مرتبہ نئے معانی اور نکات اچھوتے الفاظ کے ساتھ بیان کرتے تھے اور یہ خصوصیت بھی مولانا کو حاصل تھی کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً تمام نواسوں اور پوتوں کے استاد تھے۔ شہر کے علماء اور مسافر علماء کی جماعتیں استفاضہ کی غرض سے ان کے پاس رہا کرتی تھیں۔ مردانِ غیب بھی ان کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے ارشاد پر آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی۔ ایک مرتبہ مولانا موصوف دہلی سے پیدل چل کر اجودھن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کیلئے آئے۔ جب روضہ شریف میں داخل ہوئے اور قدم بوسی کی تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک سے آواز آئی۔

"خوش آمدید ابوحنیفہ پائلی"۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۹۶)

اولیاء اللہ کے مزارات سے لوگوں کو کثرت کے ساتھ روحانی فیض اور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اور روزانہ اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اگر دوستانِ خدا کے فیوض روحانی سے کوئی نعمت حاصل ہو جیسا کہ دنیاوی زندگی میں ملتی تھی۔ تو یہ بات ان کی طاقت روحانی اور قبولیتِ حق سے بعید نہیں ہے اور حقیقی قدرتِ تصرّف تو اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔

بعض لوگ اولیاء اللہ کی استعانت اور استمداد کے منکر ہیں۔ حالانکہ مومنوں کا آپس میں نیکیوں اور تقویٰ پر تعاون اور امداد قرآن پاک سے ثابت ہے۔ ایک جگہ

ارشاد ہے۔ رسول اللہ کے مددگار اللہ ہے۔ جبرائیل ہے اور فرشتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی کتاب صراطِ مستقیم میں اپنے پیرومرشد سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک روز وہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے اور مراقبہ کیا اور حضرت کی روح پرفتوح کے فیض سے چشتیہ نسبت کی توجہ حاصل کی۔

استفاضہ قبر کے ثبوت میں ہم نے علاّمہ سلیم الدین صاحب تسلیم رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ کشف فیض شائع کردیا ہے ہم سے منگا کر ملاحظہ فرمائیے۔

طریقۂ زیارت

زیارت قبور کا کوئی خاص طریقہ شرعاً واجب نہیں ہے۔ البتہ معتبر کتاب فتاوی عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ جب کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کیلئے جانا چاہیے تو پہلے اپنے گھر میں دو نفل پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سُورۂ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھے (اگر آیۃ الکرسی یاد نہ ہو تو سورہ اخلاص ہی پڑھ لے) بعد سلام اس کا ثواب ان بزرگ کی روح مبارک کو بخشے۔ اس سے صاحبِ مزار کی روحانی مُسرت اور نورانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

راستہ میں لغو اور فضول باتوں سے بچے۔ آستانہ کے باہر جُوتا اُتارے۔ روضہ شریف میں ادب واحترام سے داخل ہو۔ اگر دل چاہیے تو مزار کو بوسہ دے لے۔ یا اپنے ہاتھ کو مزار سے مَس کر کے چُوم لے۔ اگر ایسا نہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اس فعل سے صاحبِ مزار کی خوشی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو لوگ مزارات کو بوسہ دیتے ہیں۔ وہ ثبوت میں یہ دلائل پیش کرتے ہیں۔

1- حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ مزارِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ملا ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اِس فعل کو دیکھتے رہے ہیں۔

2- اعرابی کا واقعہ جو صفحہ 460 پر مذکور ہے۔

3- حضرت اِمام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پُوچھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف اور آپ کے مزار شریف کو بوسہ دینا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

4- جلیل القدر علماء نے حجرِ اسود کے بوسہ سے قرآنِ پاک اور قبورِ صالحین کے بوسہ

دینے کا جواز ثابت کیا ہے۔

5- اولیائے اللہ بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

ومن یُعظّمُ شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب۔

"جس نے شعائر اللہ (اللہ کی نشانیوں) کی تعظیم کی ان کا دل پرہیزگار اور متقی ہے"۔

6- شعائر اللہ میں صفا و مروہ پہاڑیاں بھی داخل ہیں۔ تو مومن کا دل جس کو زبانِ رسالت نے اللہ تعالیٰ کا عرش فرمایا۔ بدرجہ اولیٰ شعائر اللہ ہے۔ جس کی تعظیم و حرمت کرنی چاہیے۔

7- شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب الطاف القدس میں تحریر کیا ہے کہ محبت اولیاء اللہ کی شعائر اللہ میں داخل ہے۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:

کعبہ را کہ می بوسند — اُو نہ از کرم پیلہ نامی شُد
با عزیزے نشست روزے چند — لا جرم ہم چو او گرامی شُد

"خانہ کعبہ کے غلاف کو لوگ اِس وجہ سے بوسہ نہیں دیتے کہ وہ ریشم کا بنا ہوا ہے بلکہ اس لیے چومتے ہیں کہ وہ ایک عزیز مقدس و متبرک مکان کے ساتھ رہ کر خود بھی اسی طرح محترم و مقدس ہو گیا ہے"۔

الغرض مزارِ پاک کو بوسہ دے کر صاحبِ مزار کے چہرہ کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو اور کہے:

السلام علیکم یا اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا انشاء اللّٰہ بکم لاحقون۔

اس کے بعد جتنا قرآن شریف پڑھنا چاہیے پڑھے ورنہ چاروں قل یا صرف سورۂ

Scanned with CamScanner

اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھ کر ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھے پھر دُرود شریف پڑھ کر تکبیر کہے:

اللہ اکبر اللہ اکبر لا اِلٰہ اِلا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولِلّٰہِ الحمد۔

پھر ہاتھ اُٹھا کر کہے:

''یاالٰہ العالمین! اپنی رحمت کاملہ کے تصدق اس تلاوت کو قبول فرما اور اس کا ثواب بطفیل رحمۃ للعالمین سیّدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں بزرگ کی روح مبارک کو پہنچا دے''۔

پھر ان بزرگ کو جناب باری تعالیٰ میں وسیلہ بنا کر اپنے لیے اور دوسرے حاجت مندوں کیلئے دعا کرے اور ادب واحترام کے ساتھ باہر آجائے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چلّے

(خلوت خانہ)

بزرگوں کے اس مقامِ عبادت کو چلّہ کہا جاتا ہے۔ جہاں وہ چالیس یوم اللہ تعالیٰ کیلئے اعتکاف کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص کر دیئے، حکمت کے چشمے اس کے قلب سے زبان پر ظاہر ہوتے ہیں۔

قرآن پاک میں چلّے (اربعین) کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے مخصوص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وواعدنا موسٰی ثلثین لیلۃ واتممنٰھا بعشر فتمّ میقات ربہ اربعین لیلۃً (سورہ اعراف رکوع 17)

ایک شخص نے حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ نصیحت چاہی تو آپ نے فرمایا:

''دُنیا وآخرت کی بھلائی خلوت اور قلّت میں ہے اور اِن دونوں کی بُرائی کثرت اور اایں ہے''۔

نفس بالطبع خلوت سے کراہت رکھتا ہے اور خلوت سے اخلاص پیدا ہوتا ہے

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خلوت سے بڑھ کر کوئی چیز میں نے باعثِ اخلاص نہیں دیکھی۔ (عوارف المعارف)

حضرت حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اخلاص

اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سرّ ہے۔ جس کو اس نے اپنے دوستوں کے دِلوں میں چھپا دیا ہے۔

آپ پچھلے صفحات میں حضرتِ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدوں اور ریاضتوں کا حال پڑھ چکے ہیں۔ جن کے سبب آپ کا لقب زہد الانبیاء ہوگیا تھا۔ پاک و ہند میں اکثر مقامات پر آپ کے عبادت خانہ (چلّے) موجود ہیں اور اہلِ نظر جانتے ہیں کہ ان مقاموں پر اب تک کیسے انوار موجود ہیں۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بُود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

ہم یہاں کتاب کی ضخامت کی وجہ سے ان سب عبادت خانوں کا پورا حال نہیں لکھ سکتے۔ صرف چند مشہور و معروف مقامات کے نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

1- مکہ مکرّمہ جبلِ ہندی پر آپ کا چلّہ ہے۔

2- مدینہ طیّبہ میں بھی وہ پتھر عرصہ دراز تک موجود تھا۔ جس پر آپ بیٹھے رہتے تھے۔ البتہ چلّہ کا نشان اب نہ مدینہ شریف میں ہے۔

3- نہ بغداد شریف میں۔

4- بیت المقدس میں آپ کا چلّہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ہے۔ جس کو رو یہ ہندیہ فریدیہ کہا جاتا ہے۔

5- خراسان میں بھی آپ کا چلّہ موجود ہے۔

6- دہلی میں دروازہ مندھ کے قریب جہاں آپ نے حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر اعتکاف کیا تھا۔ (یہ جگہ مہرولی کے قریب ادھ چنی گاؤں میں ہے۔)

7- حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُر انوار کے قریب اور حضرت عبدالعزیز بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے غرب میں آپ کے چلّہ کی محراب اب تک قائم ہے۔

8- درگاہِ عالیہ اجمیر شریف میں حضرت سلطان الہند غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ

پاک کے قریب آپ کا چلّہ موجود ہے۔

9- سرسہ ضلع حصار میں حضرتِ ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب بھی آپ کا چلّہ ہے۔

10- ہانسی میں حضرتِ جمال الدین قطب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب وہ جگہ موجود ہے۔

11- ریواڑی کے قریب آپ کا چلّہ بتاتے ہیں۔

12- ریاست فرید کوٹ میں بھی آپ کا چلّہ ہے۔ جہاں کے متولی تقسیم ملک سے پہلے جناب حاجی محمد غوث صاحب تھے۔

13- ہوشیار پور میں دو جگہ آپ کے چلّے ہیں ایک بوہن پٹی میں دوسرا بڈھا بڑ پر متصل دریائے بیاس۔

14- برما میں بھی آپ کا چلّہ موجود ہے۔

15- آسام میں بھی ہے جس کے متولی 1945ء میں مجھے دہلی میں ملے تھے۔

16- چاٹگام میں جس کی زیارت میرے برادرِ طریقت جناب حاجی مود خان راجپوت ہاؤس والوں نے بھی کی ہے۔

17- گجرات جہلم میں کلر کہار کے مقام پر آپ کا چلّہ ہے۔ جس کی زیارت جناب قاضی محمد سعید صاحب قطبی صاحبزادہ مہرولی شریف نے کی ہے۔

18- لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کے قریب کچہری کی پُشت پر آپ کا چلّہ موجود ہے۔ جو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ٹبہ کہلاتا ہے۔

19- اوچ شریف احمد پور شرقیہ میں جہانی مسجد حاج میں آپ نے پہلا چلّہ معکوس کیا تھا۔

20- سکھر میں دریائے سندھ کی ترائی میں۔

21- کراچی میں منگو پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے تقریباً 100 گز کے فاصلے پر ہے۔ کہتے

Scanned with CamScanner

ہیں پیر منگو رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں ان کا مزار اسی نسبت سے وہاں معلوم ہوتا ہے۔

22- موضع سروانہ ضلع ملتان میں جہاں آپ کی مسواک کا درخت اب تک موجود ہے۔

23- کھتوال میں جس کو اب چاولی مشائخ کہا جاتا ہے۔

24- ریاست پٹیالہ کے قصبہ نارنول محلہ شیخ پورہ میں بھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چلّہ مبارک ہے۔ اور اس جگہ صحن میں ایک درخت نیم کا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسواک کر کے زمین میں گاڑ دی تھی جو درخت بن گئی اور آج تک موجود ہے۔

25- سندھ میں سیلون شریف کے مقام یک تھمبی میں ایک عبادت خانہ ہے جس کو چار یار کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت لال شہباز قلندر، حضرت بہاؤ الدین زکریا، حضرت جلال الدین سُرخ اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ چلّے کیے ہیں۔

نوٹ: ان کے علاوہ بھی چند مقامات پر حضرت کے چلّہ خانہ موجود ہیں۔

--------۞--------

انوارُالفرید

علماء اور صوفیاء کی نظر میں

آستانہ عالیہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے سجادہ نشین عزت مآب حضرت شیخ دیوان غلام قطب الدین صاحب چشتی مد ظلہٗ، ممبر قومی اسمبلی پاکستان

عرصہ دراز سے میری خواہش تھی کہ میرے جدِ اعلیٰ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مستند حالات میں ایک جامع کتاب شائع ہو۔ آخر سید مسلم نظامی نے میری اس آرزو کی تکمیل کی اور ایک مکمل کتاب حضرت کے حالات میں لکھی۔ یوں تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت شریفہ پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر "انوار الفرید" اِن سب میں ہر طرح ایک مابہ الامتیاز حیثیت رکھتی ہے۔

سید مسلم نظامی حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں جو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ اور داماد تھے۔ اس اعتبار سے اُنہوں نے یہ کتاب لکھ کر اپنا خاندانی فرض پورا کیا ہے۔ کتاب کی زبان آسان، روایات معتبر، بیان دلکش اور مؤدب ہے۔ صوفیانہ تعلیمات وخیالات کی روشنی میں جگہ جگہ اچھی مثالیں دے کر بات کو واضح اور روشن کیا گیا ہے۔ میری رائے میں "انوار الفرید" سے زیادہ جامع، محقق، مفید اور معتبر کتاب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آج تک کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی۔

لِلّٰہ الحمد ہر چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

شمس الفقراء بدر الفضلاء جامع المنقول والمعقول حضرت قبلہ میاں علی محمد خان صاحب چشتی نظامی مدظلہٗ، سجادہ نشین بسی شریف

"انوار الفرید" کو میں نے سید مسلم نظامی کی زبانی سنا۔ کتاب میں مستند اور معتبر روایات کو درج کیا گیا ہے۔ نظام خانقاہی اور خصوصاً چشتیہ سلسلے کی معلومات کے لیے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مبارکہ پر یہ پہلی مکمل کتاب ہے جو پوری تحقیق اور اچھی ترتیب کے ساتھ مُرتب کی گئی ہے۔ میری دعا ہے کہ مسلم نظامی کی یہ کتاب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں مقبول و منظور ہو اور حضرت کا فیضان ان کے شاملِ حال ہو۔ آمین! ثم آمین!!

آستانہ قدوۃ السالکین حضرت سید محمد ذوقی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چشتی صابری کے سجادہ نشین گرامی منزلت جناب شہید اللہ فریدی صاحب (سابق لیونارڈ)

"انوار الفرید" مصنفہ جناب مسلم نظامی میری رائے میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے حالات میں سب سے زیادہ مستند اور مکمل و مفید کتاب ہے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی آپ کی تعلیمات، عادات و خصائل اور خانقاہ کے ماحول کے متعلق جتنی اچھی معلومات دستیاب ہو سکتی ہیں تقریباً سب ہی اس کتاب میں ایک عمدہ ترتیب کے ساتھ موجود ہیں جناب مصنف اس وجہ سے خاص طور پر تعریف کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے صرف روایات پر اعتبار کیا ہے۔ جو متقدمین کی مستند کتابوں میں پائی جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک ہستی اور آپ کی قرآن و سُنت پر مبنی تصوف کی تعلیم اپنے اصلی رنگ و روپ میں نظر آتی ہے اور حقیقی درویشی کی صحیح تصویر قاری کے سامنے کھنچ جاتی ہے جناب مصنف کے تشریحی بیانات بھی تصوف

کے مقاصد سمجھنے کے لیے کار آمد اور مفید ہیں۔ اس کتاب کا پڑھنا صرف اِن لوگوں کے لیے لازمی نہیں ہے جو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے سے وابستہ ہیں بلکہ اِن لوگوں کے لیے بھی لازمی ہے جو اسلام اور روحانیت کی تاریخ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کی تاریخ میں روحانیت سے زیادہ اہم اور کونسا حصہ ہے!

پروفیسر علامہ ڈاکٹر بُرہان احمد صاحب فاروقی ایم اے، پی ایچ ڈی

حضرت جد محترم بابا فرید الدین مسعود گنج شکر چشتی ادام اللہ فیضانہ کی حیات مبارکہ پر جتنی کتابیں اس وقت تک لکھی جا چکی ہیں اِن میں پیرزادہ سید مسلم نظامی قدس سرہٗ حضرت بابا صاحب و خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی کی تصنیف "انوار الفرید" اس بات میں مختص اور ممتاز ہے کہ اس کی زبان آسان، مضامین اہم اور مآخذ معتبر ہیں جن کا حوالہ بقید باب و صفحہ دیا گیا ہے اور اصل متن کے ساتھ عبارت کا سادہ ترجمہ بھی مرقوم ہے میرے خیال میں یہ کتاب بڑی تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے اور ہر طرح مکمل اور قابلِ قدر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کا ہر طرف سے مخلصانہ خیر مقدم ہوگا۔

پروفیسر علامہ ڈاکٹر اے۔ ڈی نسیم صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی، ساہیوال

سید مسلم نظامی دہلوی کی تصنیف "انوار الفرید" دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ پہلے باب ہی سے اس سرتاج اولیاء کی رفاقت میں اس طرح رہا کہ باب آخر تک کیفیت سرمدی کا عجب ذائقہ محسوس ہوا۔

صوفیائے چشت پر مجھے بعض حضرات کی لکھی ہوئی مختصر اور طویل کتابیں پڑھنے کا اس سے پہلے بھی اتفاق ہوا ہے۔ لیکن جس تحقیق اور شوق سے آسان زبان میں سید مسلم نظامی صاحب نے "انوار الفرید" لکھی ہے یہ صد قابل تحسین ہے۔ میں اس سے بہت متاثر ہوا ہوں۔

Scanned with CamScanner

پروفیسر ڈاکٹر اے ڈی ارشد ایم اے، ایم او ایل، پی ایچ ڈی اسلامیہ کالج

ریلوے روڈ لاہور

عہدِ وسطیٰ کے کُفرستانِ ہند میں جن برگزیدہ ہستیوں نے شمعِ اسلام کے نور سے ضیاء پاشی کی اُن میں حضرات خواجگان چشت کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اسی مقدس خانوادہ کے ایک رکنِ عظیم ہیں اور اُن کے کارنامے تاریخ تبلیغ اسلام کے صفحات کی زینت ہیں۔ جناب سید مُسلم نظامی نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت گزاروں پر احسان فرمایا ہے کہ محنت شاقہ کر کے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مفصّل حالات اور واردات کو جمع کیا اور اُنہیں "انوار الفرید" کے نام سے کتاب کی صورت میں شائع کر دیا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق معلومات دستیاب تو تھیں مگر منتشر صورت اور روایات کے رنگ میں، جناب نظامی صاحب نے بڑی کاوش سے حالات و واردات کی تنقیح و تہذیب کی اور اُنہیں مُرتب اور مدون کیا۔ خوبی کی بات ہے کہ حضرت نظامی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ایک محقق کے قلم سے لکھا ہے نہ کہ جذبہ عقیدت سے مغلوب ہو کر مبالغہ آرائی کے انداز میں۔ بلاشبہ اُنہوں نے واقعات کی چھان پھٹک تفحص سے کی ہے اور بیان میں تنقید و تبصرہ کی بجائے زیادہ زور تحقیق اور حقیقت نگاری پر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی یہ تالیف اہلِ علم کے نزدیک زیادہ معتبر اور مفید ثابت ہوئی ہے۔

--------۞--------

Scanned with CamScanner